أنزل الناس منازلهم من الخير والشر

لوگوں کو خیر وشر میں ان کے مقام پر رکھو

الأحاديث الموضوعة في فضائل معاوية

تالیف

قاری ظہور احمد فیضی

ریسرچ سکالر: جامعہ اسلامیہ، لاہور

مکتبۃ باب العلم، لاہور۔ پاکستان

Presented by Ziaraat.com

Scanned by CamScanner

أنزل الناس منازلهم من الخير والشر

لوگوں کو خیر و شر میں ان کے مقام پر رکھو

الاحادیث الموضوعة في فضائل معاوية

تالیف

قاری ظہور احمد فیضی

ریسرچ سکالر: جامعہ اسلامیہ، لاہور

مکتبۃ باب العلم، لاہور۔ پاکستان

Presented by Ziaraat.com

نام کتاب	:	الأحاديث الموضوعة في فضائل معاوية
مُصنِّف	:	قاری ظہور احمد فیضی
پروف ریڈنگ	:	علامہ نصیر احمد نقشبندی، اوچ شریف
تصحیح و ترتیب	:	محمد احمد فیضی
کمپوزنگ	:	محمد طاہر فیضی، اوچ شریف (بہاول پور)
بک ورک	:	محمد رضا
تعداد	:	1000
الطبعة الاولى	:	۱۴۳۹ھ، اگست 2018
ہدیہ	:	
پرنٹر	:	نثار آرٹ پریس (پرائیویٹ) لمیٹڈ گلبرگ-III، لاہور فون: 87-1385 3575 042
ناشر	:	مکتبۃ باب العلم، لاہور

facebook.com/Maktaba-Babul-Ilm Tel: 0300 41 500 21, 0321 178888
maktbababulilm110lhr@gmail.com

ڈسٹری بیوٹرز

ضیاء القرآن پبلی کیشنز: گنج بخش روڈ لاہور/اردو بازار، کراچی

عباسی کتب خانہ: جونا مارکیٹ کراچی

مکتبہ غوثیہ: کراچی
0300-2134630

احمد بک کارپوریشن، اقبال روڈ کمیٹی چوک، راولپنڈی

بک کارنر: جہلم

مکتبہ اسلامیہ: فیصل آباد

مکتبہ خورشید ملت، نزد کینال ریسٹ ہاؤس، اوچ شریف (بہاول پور)

0300 249 5037

New View Publication Pvt. Ltd. Dehli, INDIA
Ph: +919811379205

Presented by Ziaraat.com

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا.

”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہو“۔

(الأحزاب: ۷۰)

Presented by Ziaraat.com
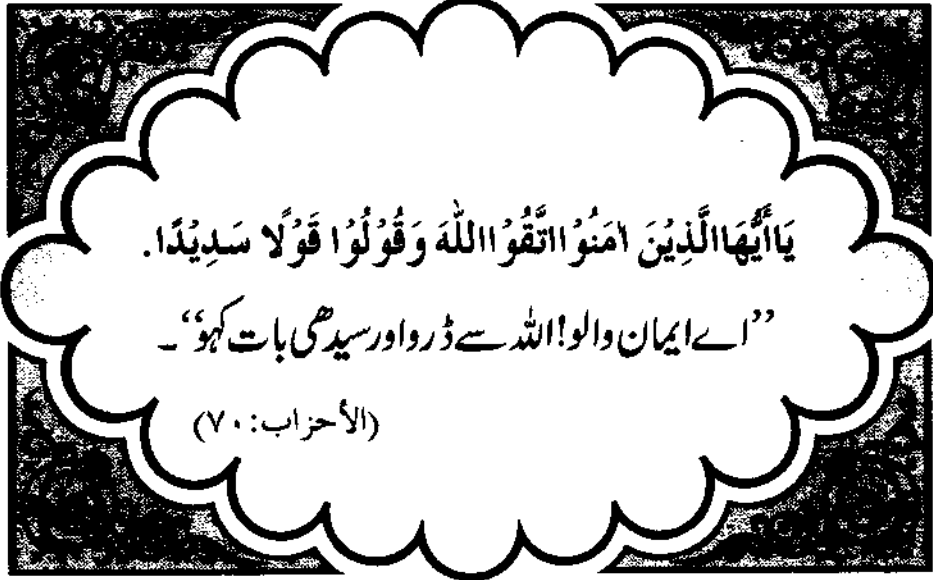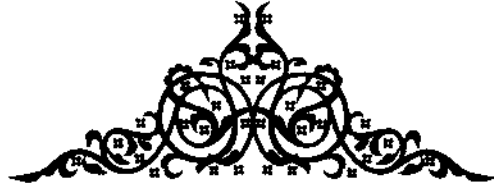
مَنْ يَّقُلْ عَلَيَّ مَالَمْ أَقُلْ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ.

''جو شخص میرے حوالے سے وہ بات کہے جو میں نے نہیں فرمائی
تو اُسے چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے''۔

إِنَّ هٰذَا الْأَمْرَ لَا يَصْلُحُ لِلطُّلَقَاءِ وَلَا لِأَبْنَاءِ الطُّلَقَاءِ ، وَلَوِاسْتَقْبَلْتُ
مِنْ أَمْرِيْ مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا جَمَعْتُ لِيَزِيْدَ بْنَ أَبِيْ سُفْيَانَ
وَمُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِيْ سُفْيَانَ وَلَايَةَ الشَّامِ.

''اس امر کے لیے طلقاء اور طلقاء کی اولاد لائق نہیں، اور اگر میں موجودہ
صورتِ حال کو پہلے سے بھانپ لیتا تو یزید بن ابوسفیان اور
معاویہ بن ابوسفیان کو شام کی حکومت نہ دیتا''۔

[سیدنا عمر رضی اللہ عنہ]

Presented by Ziaraat.com

انتساب

یہ فقیر حقیر اپنی اس معمولی سی کاوش کو اہل سنت کے اُن عظیم اور قدیم محدثین کرام کے نام منسوب کرنے کی جسارت کرتا ہے جنہوں نے مسلکی تعصب سے بالاتر رہتے ہوئے محض احادیث نبویہ علٰی صاحبہا الصلاۃ والتسلیم کو کذب و باطل سے منزہ و مبراء رکھنے کے جذبہ سے سرشار ہو کر اور عواقب و نتائج سے بے پرواہو کو فرمایا تھا کہ "معاویہ کی شان میں نبی کریم ﷺ سے کوئی بھی صحیح چیز منقول نہیں"۔ خصوصاً امام المحدثین اور امیر المؤمنین فی الحدیث سیدنا امام اسحاق بن ابراہیم بن مخلد حنظلی مروزی المعروف ابن راھویہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ پھر امام نسائی، امام حاکم اور دوسرے اُن کے مؤیدین محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور نبی الرحمۃ ﷺ کے طفیل مجھ ناکارہ کا حشر اُن قلیل پیکرانِ صدق و صفا میں فرمائے جنہیں ہوا کے رُخ پر چلنا نہیں آتا تھا، جنہوں نے کٹ جانا تو قبول فرمایا مگر موضوع احادیث اور جھوٹ کا سہارا لے کر زندہ رہنا پسند نہ فرمایا۔

Presented by Ziaraat.com

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلاةُ وَالسَّلامُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ الْمُطَهَّرِيْنَ ، وَأَصْحَابِهِ الرَّاشِدِيْنَ الْمُجْتَبِيْنَ.

اسبابِ تالیف

اِس کتاب کے اسبابِ تالیف میں سب سے بڑا سبب دورِ حاضر میں موضوع و باطل احادیث کے بڑھتے ہوئے رجحان کو روکنے کی ایک ادنیٰ سی کوشش ہے۔ یوں تو ہر دور میں ہر دینی تنظیم اپنی تنظیم کی رونق اور پیروکاروں کی تعداد بڑھانے کے لیے احادیث موضوعہ و باطلہ کا سہارا لیتی رہی ہے، لیکن ماضی قریب میں وجود میں آنے والی ایک مخصوص تنظیم نے اس سلسلہ میں پچھلے تمام ریکارڈ توڑ دیے ہیں۔ راقم الحروف جب جامع مسجد الف میٹھا در کراچی میں [۱۹۹۰ء سے ۱۹۹۸ء تک] خطیب تھا تو خطاباتِ جمعہ میں سورۃ الضحیٰ کی تفسیر کرتے ہوئے میں نے کہا تھا: قرآن سمجھنے کی طرف آؤ اور احادیثِ موضوعہ سے جان چھڑاؤ۔ پھر بعض موضوع روایات کو بطورِ مثال بیان کرتے ہوئے کہا تھا کہ تمھیں ایسی ہی روایات پسند ہیں کہ عمل کم ثواب زیادہ۔ اتفاق کی بات ہے کہ وہ روایت ''فیضانِ سنت'' میں موجود تھی، بس پھر تو میرے خلاف ایک اودھم مچ گیا۔

مسجد انتظامیہ کے پاس شکایت آگئی کہ تمہارے خطیب نے حضرت صاحب کی کتاب پر اٹیک کر دیا ہے، حالانکہ میں نے کبھی فیضانِ سنت کا مطالعہ ہی نہیں کیا تھا۔ مختصر یہ کہ میرے خلاف دن بدن فضا گرم سے گرم تر ہوتی گئی تو مجھے مجبوراً ''فیضانِ سنت'' کا مطالعہ شروع کرنا پڑا، سب سے پہلے وہی روایت تلاش کی، اُس کے بعد سرسری مطالعہ کیا تو اُس کتاب کو موضوع و باطل روایات سے مملو پایا۔ پھر میں نے اُن تمام روایات کو قلم بند کرنا اور اُن کے بطلان کو واضح کرنا شروع کر دیا۔ کبھی کبھار بعض روایاتِ باطلہ دوستوں کی مجالس میں زبان پر بھی آجاتی تھیں، جنہیں بعض دوست نما حضرات نے چھوٹے چھوٹے ٹیپ ریکارڈر میں محفوظ کر کے آگے پہنچا دیا۔ بہر حال میری ایسی باتوں کی اطلاع حضرت صاحب کو پہنچی تو وہ دو مرتبہ مجھ ناکارہ کے ہاں تشریف لائے، یہ وہ دور تھا جب حضرت صاحب شہید مسجد کھارادر میں بیٹھتے تھے اور وہ الف مسجد کے پڑوس میں تھی۔ گفت و شنید کے بعد تشریف لے گئے اور بعد میں معلوم ہوا کہ اُنہوں نے بعض مقامات سے رجوع کر لیا ہے اور آئندہ ایڈیشن میں اصلاح بھی کر دی

Presented by Ziaraat.com

ہے۔ پھر کئی سال بعد معلوم ہوا کہ حضرت صاحب نے ملتان میں اپنی اُس پوری کتاب کو ہی منسوخ کرنے کا اعلان کر دیا ہے۔ مجھے تعجب ہوا کہ اُنہوں نے اُس کتاب کو منسوخ کر دیا جو بقول اُن کے بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں مقبول تھی؟ کیونکہ اُس کتاب میں کسی کا خواب مرقوم تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے وہ کتاب اٹھا رکھی تھی اور آپ سیدنا غوث اعظم اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہما کو دکھا دکھا کر فرما رہے تھے:

''یہ ''فیضانِ سنت'' ہے اور یہ محمد الیاس قادری کی طرف سے میری امت کے لیے تحفہ ہے''۔

(فیضان سنت قدیم، نظر ثانی شدہ ایڈیشن، ص ۳)

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ''فیضانِ سنت'' کی موضوع و باطل روایات کے خلاف میرے پاس جو تحقیقی مواد تیار ہو گیا تھا، اُسے اُن ایام میں علامہ غلام رسول سعیدی رحمۃ اللہ علیہ، پروفیسر علامہ مفتی منیب الرحمان صاحب اور علامہ مفتی محمد رفیق حسنی دامت برکاتہم اور بعض دوسرے علماء کرام نے بھی حرفاً حرفاً پڑھا تھا اور سوائے ایک صاحب کے باقی سب علماء کرام نے زور دے کر فرمایا تھا کہ اِس کتاب کو چھپوا دو۔ میں اِس سلسلہ میں تذبذب کا شکار تھا کہ اچانک ایک جمعہ کو میرے پاس ایک اعلان کی پرچی آئی، جس میں لکھا ہوا تھا کہ دعوتِ اسلامی کی جانب سے درس نظامی (تنظیم المدارس) کی کلاسز کا فلاں تاریخ سے آغاز ہو رہا ہے۔ اِس پر میں نے اُسی لمحہ ہی میں اپنی اُس تحریر کو شائع کرنے کا ارادہ ترک کر دیا اور اُسی وقت بھرپور طریقے سے اُن کے درسِ نظامی کے آغاز کا اعلان کیا۔ بعد میں مسجد انتظامیہ نے تعجب سے پوچھا کہ آپ نے بڑی دلچسپی سے اعلان کیا ہے، کیا کوئی ڈیل ہو گئی؟ میں نے کہا: جو مبارک قدم انہوں نے اٹھالیا ہے اُس کی بدولت بہت سی خرابیاں دور ہو جائیں گی اور یقیناً ایسا ہوا بھی، لیکن ہماری بدقسمتی کہ اِس تنظیم کو نظر بد لگ گئی یا پھر کوئی منافق اس تنظیم میں گھس گیا اور اُس نے ایسی چال چلی کہ اِس تنظیم نے پچھلے سارے ریکارڈ توڑ ڈالے۔

پہلے یہ لوگ محض فضائلِ اعمال میں موضوع و باطل روایات بیان کرتے تھے اور اب عقائد و نظریات میں بھی موضوع و باطل روایات بیان کرنے لگ گئے ہیں۔ ''فیضان امیر معاویہ'' کتاب ایسی ہی سنگین اور فحش غلطیوں کی ایک کڑی ہے اور پھر اِس کے بعد چینل پر جو کچھ بیان کیا گیا اُس سے تو ساری حدیں ہی ٹوٹ گئیں۔ عرسِ معاویہ، لنگر معاویہ، فیضانِ معاویہ، مساجدِ معاویہ اور بے خطا و بے گناہ معاویہ وغیرہ، اہلِ سنت میں اِس سے قبل ناصبیت کی ایسی بدترین مثال نہیں پائی جاتی۔

Presented by Ziaraat.com

مساجدِ معاویہ بنانے پر اعتراض نہیں

یہ لوگ سینکڑوں کی تعداد میں مساجدِ معاویہ بیشک بنائیں، اِس پر ہمیں اعتراض کرنے کا کوئی اختیار نہیں، آخر نبوی پیش گوئی نے بھی تو پورا ہونا ہے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ سیدنا علی بن ابی طالب ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

يُوْشِكُ أَنْ يَأْتِيَ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقَىٰ مِنَ الإِسْلَامِ إِلَّا اِسْمُهُ ، وَلَا يَبْقَىٰ مِنَ الْقُرْآنِ إِلَّا رَسْمُهُ ، مَسَاجِدُهُمْ عَامِرَةٌ وَهِيَ خَرَابٌ مِنَ الْهُدٰى.

''قریب ہے کہ لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا جس میں اسلام باقی نہیں رہے گا بجز اُس کے نام کے، قرآن کی کوئی چیز باقی نہیں رہے گی بجز اُس کی تلاوت وتحریر کے، مساجد آباد ہوں گی اور ہدایت سے برباد ہوں گی''۔

(الجامع لشعب الإيمان ج۳ص۳۱۷، ۳۱۸ حديث۱۷٦۳؛ السنن الواردة فى الفتن ج۱ص۱۲٤ حديث۲۳٦؛ مشكاة ج۱ص۹۱ حديث۲۷٦)

پہلی صدی میں ہجری میں جو بادشاہ خود اور اُس کے گورنر مساجد کے منبروں پر انعام یافتہ طبقہ پر نہ صرف یہ کہ سبّ وشتم بلکہ لعنت کرتے رہے، جیسا کہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

وَاتَّخَذُوْا لَعْنَهُ عَلَى الْمَنَابِرِ سُنَّةً.

''اُنہوں نے منبروں پر سیدنا علی ؓ پر لعنت بھیجنے کو طریقہ بنالیا تھا''۔

(فتح الباري ج۷ص٤۳٤، وط: ج۸ص٤۲۰)

خود سوچیے! اُس بادشاہ کے نام پر بننے والی مساجد میں ہدایت کہاں سے آئے گی؟

ناصبیت وملوکیت کی وکالت پر سکوت نہیں

مساجدِ معاویہ کے اعلان پر تو ہمیں بولنے کا اختیار نہیں لیکن ہم ناصبیت وملوکیت کی وکالت پر خاموشی کو گناہ سمجھتے ہیں۔ یہ تنظیم نہ صرف یہ کہ طرزِ اسلاف سے ہٹ گئی بلکہ انہوں نے کھلی ناصبیت کی بنیاد رکھ دی ہے۔

۱۔ اِن لوگوں نے اہل بیت کرام ؓ کے مقدس اسماء کے ساتھ لفظ ''علیہ السلام'' کہنے یا لکھنے کے مسئلہ کو اپنی اُس کتاب میں درج کردیا ہے جس کا نام ہے ''کفریہ کلمات کے بارے میں سوال وجواب''۔ تفصیل کے لیے

Presented by Ziaraat.com

راقم الحروف کا رسالہ ''اہل بیت کرام کے ساتھ ''علیہ السلام'' کہنے/ لکھنے کا مسئلہ'' ملاحظہ فرمائیے۔

۲۔ سیدنا علی علیہ السلام کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھائی کہنے کو بے ادبی پر محمول کیا ہے، اور اِس میں سیدنا علی علیہ السلام کی کھلی تنقیص ہے۔

۳۔ سادات کرام کے بارے میں ہلکا انداز اختیار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ خود کو سید شو کر کے فوائد و عزت حاصل کرنے کی کوشش مت کیا کریں۔ آخر اِس کبیدگیِ خاطر کو کیا سمجھا جائے؟

۴۔ موصوف اپنی گفتگو میں آل کو مؤخر اور صحابہ کو مقدم رکھتے ہیں اور ''صحابہ و اہل بیت'' کہتے ہیں ''اہل بیت و صحابہ'' نہیں کہتے، حالانکہ قرآن و سنت نے اُنہیں مقدم رکھا ہے اور تعاملِ اہل سنت بھی اسی پر ہے۔ عموماً جو درود شریف پڑھا جاتا ہے اُس میں غور کرنے سے ہی تعامل اہل سنت معلوم ہو جاتا ہے۔

بہر حال یہ لوگ ناصبیت کو فروغ دے رہے ہیں اس لیے ہمیں مجبوراً یہ کتاب لکھنا پڑی ہے۔ یاد رکھئے! امت مسلمہ قرآن و سنت کے ساتھ ساتھ فقط اُس صاف ستھرے دین کی پابند ہے جو اہل بیت کرام علیہم السلام، خلفاء راشدین اور صحابہ مجتبین رضی اللہ عنہم کا دین ہے۔ امت ملوکیت زدہ دین کی قطعاً پابند نہیں ہے۔ سو جو لوگ اہل اسلام پر دینِ ملوک مسلط کرنا چاہتے ہیں وہ کتنا ہی منظم اور طاقتور کیوں نہ ہوں، ہم اُن کے خلاف اپنی آواز ضرور بلند کریں گے، اگرچہ کمزور و ناتواں ہی سہی۔

خطرات و خدشات

مجھے یہ حقیقت اچھی طرح معلوم ہے کہ کسی عالم دین کی خواہ وہ کسی بھی مکتب فکر سے تعلق رکھتا ہو، تحریر سے اختلاف کرنا خطرے کا باعث نہیں ہوتا لیکن غیر عالم اور پھر بالخصوص کسی تنظیم کے بانی کی تحریر و تقریر سے اختلاف کرنا خطرات و خدشات سے خالی نہیں ہوتا، لیکن اِس کے باوجود میں احادیث موضوعہ و باطلہ اور ناصبیت کے خلاف آواز بلند کرنا ضروری سمجھتا ہوں، تا کہ میرا شمار معروف حدیث ''مَنْ رَآی مِنْکُمْ مُنْکَرًا'' پر عمل کرنے والوں میں ہو جائے۔ باقی موت فوت کا وقت تو مقرر ہے جس شکل میں لکھی ہوگی آ کر رہے گی۔ اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَجْعَلُکَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُ بِکَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ.

اعتدال، توازن اور خوفِ خدا

واضح رہے کہ ہماری اِس تحریر کا مقصد کسی بھی مکتب فکر کی ترجمانی یا تردید نہیں بلکہ کتاب و سنت، اصول

Presented by Ziaraat.com

حدیث، علم اسماء الرجال اور تمام مکاتب فکر کی کتب کی مدد سے شانِ معاویہ میں بیان کردہ احادیث موضوعہ کا بطلان واضح کرنا ہے۔ اِس سلسلے میں، ہم نے روایۃً اور درایۃً دونوں طرح کے دلائل پیش کر کے حق و باطل اور صواب و خطا کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔

عاجز نے اِس تحریر میں اعتدال و توازن کو قائم رکھنے کی کوشش کی ہے، کسی عبارت کو سیاق و سباق سے ہٹا کر نہیں لکھا، ڈنڈی نہیں ماری اور میرے موقف کے خلاف میرے سامنے کوئی مواد آیا تو اُس سے آنکھیں نہیں چرائیں بلکہ اُسے نقل کر کے اُس کا جواب لکھا ہے۔ اظہارِ دلائل اور احقاقِ حق میں، میں نے یہ پروا نہیں کی کہ فلاں بات عوام یا جاہل مبلغین و مقررین کے اکثریتی نظریے کے خلاف ہے، لہٰذا اِس کے اظہار میں اجتناب چاہیۓ۔

ہر چند کہ میں زمانے کے نشیب و فراز، حوادث و خطرات اور خوارج و نواصب کی منظم طاقت سے بے خبر نہیں ہوں لیکن چونکہ ناصبیت کا حالیہ حملہ انتہائی شدید ہے اس لیے عواقب و نتائج کی پروا کیے بغیر اس پر خطر وادی میں قدم رکھ دیا ہے۔ یہاں یہ حقیقت بھی ذہن نشین رہے کہ جن حقائق سے اِس عاجز نے پردہ اٹھایا ہے، مجھ سے زیادہ یہ حقائق بہت سے علماء و مشائخ پر پہلے سے عیاں ہیں لیکن منصب، عہدہ، ملازمت، مساجد کی امامت، محراب و منبر، اسٹیج، چندہ اور چینل اُن میں سے اکثر کی پاؤں کی زنجیریں بنی ہوئی ہیں۔ میں ایسے بہت سے حضرات کو ذاتی طور پر جانتا ہوں، میری اُن سے گذارش ہے کہ بلاشبہ تقیہ ایک شرعی حقیقت ہے لیکن ناصبیت کا حالیہ حملہ کوئی معمولی حملہ نہیں ہے، لہٰذا خدارا اپنی آواز بلند فرمائیں، لوگوں کو راہِ جہنم سے بچائیں اور سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی طرح اُنہیں جنت کی طرف بلائیں۔ اگر ناصبیت منظم ہے تو کیا ہوا، کبھی منظم لوگوں کے سامنے غیر منظم حضرات کو بھی آنا پڑتا ہے۔ سیدنا امام عالی مقام علیہ السلام جب باطل کے سامنے آئے تھے تو کتنا منظم تھے؟ کیا کتاب و سنت میں باطل کے مقابلہ میں تن تنہا شخصیات کے آنے کا ذکر نہیں ہے؟ کیا ہمارے مفکرین نے جماعت کے مقابلہ میں تنہا آنے کا ذکر نہیں کیا؟ آخر اُنہوں نے کیوں فرمایا ہے:۔

اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکمِ اذاں لَا إِلٰـــہَ إِلَّا الـلّٰـــہ

پہلے مصرعے میں لفظ ''جماعت'' اور دوسرے میں لفظ ''مجھے'' میں غور فرمایئے اور اگر سمجھ آ جائے تو پھر کھڑے ہو جایئے اور اپنا اپنا حصہ ڈالیے!

تاہم میری اِس گذارش کا رُخ فقط ایسے حضرات کی طرف ہے جو خود کو اِس مسئلہ میں تنہا محسوس کرتے ہیں،

Presented by Ziaraat.com

ورنہ حقیقت یہ ہے کہ تنہائی کا یہ احساس درست نہیں۔ چلیے ۲۲ رجب المرجب ۱۴۳۹ھ سے قبل تو تنہائی کی بات کسی حد تک درست تھی، یہ عاجز بھی خود اُس تنہائی کا شاہد ہے لیکن ۲۲ رجب المرجب کے بعد سے لے کر تا حال ملک اور بیرونِ ملک سے متعدد مقامات سے اپنے اپنے انداز میں ٹی وی چینلز اور سوشل میڈیا پر جو آوازیں آ رہی ہیں، اُن کی موجودگی میں تنہائی کا بہانہ درست نہیں، البتہ یہ بات حق ہے کہ منظم ہونا ابھی باقی ہے۔ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰى أَمْرِهٖ.

موضوع حدیث کی تعریف

لفظ موضوع کا مصدر ''وَضْعٌ'' ہے اور اس کے معانی حسب ذیل ہیں:

''بات گھڑنا، کمینہ بنانا، ساقط کرنا، نقصان اُٹھانا، اپنے آپ کو ذلیل کرنا اور خسیس و بیکار ہونا''۔

(مصباح اللغات ص ۹۵۱)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''الموضوع: کا معنیٰ ہے چپکائی ہوئی چیز۔ کہتے ہیں: فلاں نے فلاں پر وضع کیا یعنی اُس پر چسپاں کر دیا۔ نیز یہ لفظ مرتبہ سے گرا دینے کے معنیٰ میں بھی مستعمل ہے''۔

(النکت ص ۳۵۷)

جو بات کسی سے ثابت نہ ہو وہ اس کی طرف منسوب کرنا گویا اس پر زبردستی چپکا دینا ہے۔ بلا ثبوت ایسا کرنے والا شخص اپنی طرف سے بات گھڑ کر، خود کو کمینہ بناتا ہے، اپنے مرتبے کو ساقط کرتا ہے اور ایسا شخص اہلِ حق کی نظر میں ذلیل، خسیس اور بیکار ہو جاتا ہے، جیسا کہ مشاہدہ گواہ ہے۔

حدیث موضوع کا اصطلاحی معنیٰ

امام ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اَلْمَوْضُوْعُ : وَهُوَ الْمُخْتَلَقُ الْمَصْنُوْعُ.

''موضوع، گھڑی ہوئی جھوٹی حدیث کو کہتے ہیں''۔

(مقدمہ ابن الصلاح ص ۲۸)

امام کنانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَاصْطِلَاحًا هُوَ الْحَدِيْثُ الْمُخْتَلَقُ الْمَصْنُوْعُ.

Presented by Ziaraat.com

''اصطلاحِ محدثین میں گھڑی ہوئی جھوٹی حدیث کو حدیثِ موضوع کہتے ہیں''۔

(تنزيه الشريعة ج۱ ص ٥)

موضوع حدیث بیان کرنے پر وعیدِ شدید

ربعی بن حراش رضی اللہ عنہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَكْذِبُوْا عَلَيَّ فَإِنَّهُ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلْيَلِجِ النَّارَ.

''مجھ پر جھوٹ مت باندھو، جس شخص نے مجھ پر جھوٹ باندھا اسے چاہیے کہ وہ جہنم میں داخل ہو''۔

(بخاري ص ٢٤ حديث ١٠٦؛ مسلم ص ٥ حديث ١)

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ.

''جس شخص نے مجھ پر جھوٹ باندھا تو اسے چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے''۔

(بخاري ص ٢٤ حديث ١٠٧)

مجھ ایسے عام قارئین کے لیے عرض ہے کہ موضوع (بنائی ہوئی) حدیث اور ضعیف حدیث میں فرق ہے، ضعیف حدیث فضائل اعمال میں شرائط کے ساتھ قبول کی جاتی ہے لیکن احکام، عقائد اور مسائل میں نہیں مگر موضوع حدیث کسی صورت میں بھی قابل قبول نہیں ہوتی، خواہ وہ کتنا ہی خوبصورت کلام پر مبنی ہو۔

نام نہاد صالحین کا حدیث میں جھوٹ بولنا

علماء حدیث واسماء رجال نے اپنے تجربہ کی روشنی میں لکھا ہے کہ حدیث کے معاملہ میں جتنا جھوٹ نام نہاد صالحین سے سرزد ہوتا ہے اُتنا دوسرے لوگوں سے نہیں ہوتا۔ چنانچہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت یحییٰ بن سعید القطان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

لَمْ نَرَ الصَّالِحِيْنَ فِيْ شَيْءٍ أَكْذَبَ مِنْهُمْ فِي الْحَدِيْثِ.

''ہم نے (نام نہاد) صالحین کو حدیث سے زیادہ کسی چیز میں جھوٹا نہیں دیکھا''۔

(صحيح مسلم ص ١٠)

Presented by Ziaraat.com

وضعِ حدیث میں اُن کا زیادہ مضر ہونا

حدیث گھڑنے میں بھی محدثین کے نزدیک سب سے زیادہ مضر نام نہاد صلحاء وصوفیہ ہیں۔ چنانچہ محدثین کرام نے اپنے وسیع تجربہ کی روشنی میں فرمایا ہے:

وَالْوَاضِعُوْنَ لِلْحَدِيْثِ أَصْنَافٌ وَأَعْظَمُهُمْ ضَرَرًا قَوْمٌ مِنَ الْمَنْسُوْبِيْنَ إِلَى الزُّهْدِ وَضَعُوا الْحَدِيْثَ اِحْتِسَاباً فِيْمَا زَعَمُوْا فَتَقَبَّلَ النَّاسُ مَوْضُوْعَاتِهِمْ ثِقَةً بِهِمْ رُكُوْنًا إِلَيْهِمْ.

''احادیث گھڑنے والوں کی کئی اقسام ہیں اور ان میں سے سب سے زیادہ مضر وہ قوم ہے جو زہد وعبادت کی طرف منسوب ہے، انہوں نے اپنے گمان میں ثواب سمجھ کر احادیث گھڑیں اور لوگوں نے ان پر اعتماد کرتے ہوئے وہ احادیث قبول کر لیں''۔

(مقدمة ابن الصلاح ص۱۲۸؛ التقريب والتيسير للنووي ص۱۸۷؛ تدريب الراوي ج۱ ص ۳۳۲؛ التبصرة والتذكرة ج۱ ص۲٦٦؛ النكت للعسقلاني ص۳٦۷؛ فتح المغيث ج۱ ص۲۸۳؛ الشذ الفياح ج۱ ص۲۲۳؛ شرح شرح نخبة الفكر ص٤٤۷؛ تنزيه الشريعة المرفوعة ج۱ ص۱۵)

ایسے عابدین وزاہدین سے عوام اور جاہل مبلغین آنکھیں بند کر کے احادیثِ موضوعہ قبول کر لیتے ہیں لیکن نقاد محدثین اور محتاط علماء کرام اُن کی عبادت وریاضت سے قطعاً مرعوب نہیں ہوتے اور اُن سے حدیث قبول کرنے کو زنا کرنے اور پیشاب پینے سے بھی زیادہ برا سمجھتے ہیں۔ چنانچہ امام مزی رحمۃ اللہ علیہ ابان بن ابی عیاش الزاہد کے حالات میں لکھتے ہیں:

''عمرو بن علی نے کہا: ابان صالح شخص تھا۔ ابو حاتم کہتے ہیں: تھا تو وہ صالح شخص لیکن متروک الحدیث تھا''۔

(تهذيب الكمال ج۲ ص۲۰)

امام ابن حبان فرماتے ہیں:

''ابان عبادت گذار بندوں سے تھا۔ اس کی پوری شب قیام میں گزرتی اور دن روزے سے لیکن جھوٹا ایسا تھا کہ اس نے حضرت انس ﷛ سے پندرہ سو احادیث روایت کرنے کا دعویٰ

Presented by Ziaraat.com

کیا۔ان میں سے ایک حدیث بھی ایسی نہیں جس پر اعتماد کیا جائے"۔

(میزان الاعتدال ج۱ ص۱۲۷؛تھذیب التھذیب ج۱ ص۹٤)

حضرت شعبہؒ فرمایا کرتے تھے:

"ابان بن ابی عیاش سے روایت کرنے سے گدھے کا پیشاب پی لینا بہتر ہے"۔

(میزان الاعتدال ج۱ ص۱۲۵)

ایسی ہی صورتِ حال اُس کے بیٹے یزید رقاشی کی تھی۔چنانچہ یحییٰ بن معین اور امام ابوداود فرماتے ہیں:

"وہ صالح شخص تھا۔ابو حاتم فرماتے ہیں:وہ مبلغ تھا اور بہت رونے والا تھا۔عبدالخالق بن موسیٰ القیطی کہتے ہیں:یزید رقاشی نے ساٹھ سال فاقہ کشی کی (یعنی روزے رکھے) حتیٰ کہ اس کا بدن لاغر و کمزور ہوگیا اور اس کا رنگ تبدیل ہوگیا"۔

سلام بن ابی مطیع کہتے ہیں:

"وہ کہا کرتا تھا:لوگو آؤ!قیامت کے دن کی پیاس کو یاد کر کے ٹھنڈے پانی پر گریہ کرلو، اس نے چالیس سال تک خود کو پیاسا رکھا صرف پانچ روز کے بعد حلق تر کر لیتا تھا۔ہشام بن حسان کہتے ہیں:اس نے مکمل چالیس برس گریہ کیا،یہاں تک کہ اس کی پلکیں جھڑ گئیں اور آنکھیں اندھی ہوگئیں۔وہ اکثر کہا کرتا تھا:لوگو!اس دن سے پہلے رولو جس دن کو یوم البکاء (رونے کا دن) کہتے ہیں۔اس دن سے پہلے نوحہ کرلو جب تم پر نوحہ کیا جائے۔یاد رکھو!نوح علیہ السلام کا نام نوح اس لیے تھا کہ وہ اپنے آپ پر نوحہ زیادہ کرتے تھے۔اے بوڑھو!اے نوجوانو! اپنے آپ پر رولو،وہ یوں وعظ کر رہا ہوتا اور آنسوؤں کی جھڑیاں اس کے رخساروں اور ڈاڑھی پر جاری ہوتیں۔

حضرت شعبہ فرمایا کرتے تھے:

"اگر میں زنا کروں تو وہ مجھے یزید رقاشی سے روایت لینے سے زیادہ محبوب ہے۔کبھی فرماتے:اگر میں راہزنی کروں تو وہ مجھے یزید رقاشی کی روایت لینے سے زیادہ پسند ہے"۔

(تھذیب لکمال ملخصاً ج۳۲ ص٦٤،۷۷؛تھذیب التھذیب ج۷ ص۱۳۲،۱۳۳)

مطلب یہ ہے کہ ہمارے محدثین عوام کالانعام کی طرح جبہ و دستار،رونا اور پکار اور پیشانی پر سجدوں کے

Presented by Ziaraat.com

آثار سے مرعوب ہوتے تھے اور نہ ہی آنکھیں بند کر کے ایسے لوگوں سے حدیث روایت کرتے تھے۔ ہاں جھوٹے لوگوں کی زبان پر بعض مرتبہ سچ بھی جاری ہو جاتا ہے اس لیے بعد از تحقیق ایسے شخص سے کوئی روایت منقول ہو تو کچھ بعید نہیں، کیا ابلیس لعین آیۃ الکرسی کا وظیفہ نہیں بتا گیا تھا؟

ہر خوبصورت کلام حدیث نہیں ہوتا

جس طرح حدیث گھڑنے میں نام نہاد صالحین وصوفیہ سب سے زیادہ مضر ہیں اسی طرح گھڑی ہوئی احادیث کو قبول کرنے میں بھی یہی طبقہ سب سے زیادہ مضر ہے، لہٰذا محض کلام کے حسن کی طرف نہیں جانا چاہیے بلکہ محدثین کرام کی تحقیق پر اعتماد کرنا چاہیے، کیونکہ "لِكُلِّ فَنٍّ رِجَالٌ" (ہر فن کے لیے مخصوص لوگ ہوتے ہیں) جس طرح ہر چمکتی چیز سونا نہیں ہوتی اسی طرح ہر خوبصورت کلام حدیث نہیں ہوتا۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ایک کذاب شخص محمد بن علی موصلی المعروف بابن ودعان کے وضع کردہ مجموعۂ حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَإِنْ كَانَ الْكَلَامُ الَّذِيْ فِيهَا حَسَنًا وَمَوَاعِظَ بَلِيْغَةً ، وَلَيْسَ لِأَحَدٍ أَنْ يَنْسُبَ كُلَّ مُسْتَحْسَنٍ إِلَى الرَّسُوْلِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لِأَنَّ كُلَّ مَا قَالَهُ الرَّسُوْلُ ﷺ حَسَنٌ ، وَلَيْسَ كُلُّ حَسَنٍ قَالَهُ الرَّسُوْلُ ﷺ.

"اگر چہ اس کلام میں حسین باتیں اور بلیغ نصیحتیں موجود ہیں، لیکن کسی شخص کو اجازت نہیں کہ ہر اچھی بات کو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرے۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کا ہر فرمان خوبصورت ہے، لیکن ہر خوبصورت بات رسول اللہ ﷺ کا فرمان نہیں"۔

(لسان المیزان ج٦ ص٣٨٩)

امام سیوطی اور دوسرے محدثین ایسی باطل احادیث بنانے اور قبول کرنے والوں کی تردید میں لکھتے ہیں:

"کسی شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ کلام کو اچھا بنا کر رسول اللہ ﷺ کی طرف کوئی حرف منسوب کرے، اگر چہ وہ کلام فی نفسہٖ حق ہو۔ پس بلاشبہ رسول اللہ ﷺ کا ہر فرمان حق ہے لیکن ہر حق بات رسول اللہ ﷺ کا فرمان نہیں۔ اس مقام میں خوب غور کیا جائے، کیونکہ یہ قدموں کے پھسلنے اور عقلوں کے گمراہ ہو جانے کا مقام ہے، اور رسول اللہ ﷺ نے صحیح حدیث

Presented by Ziaraat.com

میں تنبیہ فرمائی ہے کہ ''مجھ پر جھوٹ باندھنا کسی عام شخص پر جھوٹ باندھنے کی طرح نہیں، سو جس شخص نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے''۔

(ذیل اللآلي ص ۲۰۲ مطبع علوي للمحمد علي بخش خان لكهنوي ۱۳۰۳ھ؛ الزيادات على الموضوعات للسيوطي ص ۷۹۰؛ الأسرار المرفوعة للقاري ص ۲۸۲؛ كشف الخفاء ج۲ ص ۴۰۷؛ الآثار المرفوعة للكهنوي ص ۱۷)

شک کے باوجود حدیث بیان کرنے کا حکم

گزشتہ سطور میں موضوع حدیث بیان کرنے پر جس وعید کا ذکر ہوا وہ محض عمداً اور قصداً جھوٹی حدیث بیان کرنے پر نہیں بلکہ اگر کسی شخص کو کسی حدیث کے بارے میں ادنیٰ سا شک پیدا ہو جائے اور اُس کے باوجود وہ اُس حدیث کو بیان کر ڈالے تو وہ بھی اُس وعید میں شامل ہے۔ چنانچہ امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ سیدنا علی ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ حَدَّثَ عَنِّي حَدِيْثًا وَهُوَ يَرٰى أَنَّهُ كَذِبٌ فَهُوَ أَحَدُ الْكَاذِبِيْنَ.

''جس شخص نے مجھ سے کوئی حدیث نقل کی درآنحالیکہ وہ سمجھتا ہو کہ وہ جھوٹی ہے تو وہ جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے''۔

(سنن ابن ماجه ص ۱۹ حديث ۳۸؛ سنن الترمذي ج ٤ ص ۳۹۷ حديث ۲۶۶۲؛ صحيح مسلم [مقدمة] ص ٤)

ضعیف حدیث کا سہارا

یہاں ایک بات ذہن نشین فرما لیجئے کہ بعض اکابر محدثین کرام نے شانِ معاویہ میں واردشدہ بعض احادیث کو اپنی کتب موضوعات میں یا احادیث مشہورہ پر مبنی کتب میں کہا ہے کہ اِن کی سند ضعیف ہے یا سند سرے سے ہے ہی نہیں اور اِن کے متن میں بھی رکاکت ہے تو دراصل وہ احادیث موضوعہ ہی ہیں، لیکن بعض خائنین اور زائغین خصوصاً لفظ ''موضوع'' کی ٹوہ میں رہتے ہیں اور جب تک صراحتاً لفظ موضوع نہ ہو تو کہتے ہیں کہ یہ حدیث موضوع نہیں ہے، کیونکہ کسی محدث نے اس کو موضوع نہیں کہا۔ دراصل یہ عمداً محدثین کرام کے اصول سے انحراف ہے۔ جو لوگ ایسی ہیرا پھیری سے کام لے رہے ہیں اُنہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ اُن کے اِس طرزِ عمل کو اپنایا جائے تو پھر اُن

Presented by Ziaraat.com

کے موصوف کے مثالب میں جو احادیث آئی ہیں اُن کی سند اُن کے فضائل کی احادیث سے زیادہ مضبوط ہے، لہٰذا اُنہیں چاہیئے کہ وہ ابلیسی تلبیسات سے باز آجائیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ اُن کے لیے اُن کا اپنا طرزِ عمل ہی کنواں ثابت ہو جائے۔

فسادی کون؟

سوال پیدا ہوتا ہے کہ فسادی کون؟ جھوٹی اور موضوع احادیث بیان کرنے والے لوگ یا اُن احادیثِ باطلہ کی نشاندہی کرنے والے لوگ؟ مثلاً عمداً یا سہواً بیان وتحریر کے ذریعے بعض مصنفین ومقررین احادیثِ موضوعہ پھیلا چکے ہوں اور عوام اُن احادیثِ موضوعہ کو قبول کر چکے ہوں اور بعد کو کوئی شخص واضح کرے کہ لوگو! جن احادیث کو تم حرزِ جاں بنا چکے ہو یہ موضوع اور جھوٹی ہیں۔ اگر اِس پر کوئی فساد کھڑا ہو جائے تو بتایئے! اصل فسادی کون؟

اِس کو یوں بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ بعض کمپنیاں کچھ جعلی چیزیں یا ادویات بنا کر مارکیٹ میں پہنچا رہی ہوں اور عوام اُن جعلی اشیاء وادویات کو استعمال کر رہے ہوں اور عرصہ بعد کوئی شخص آ کر تحقیق سے ثابت کر دے کہ یہ چیزیں جعلی ہیں اور پھر اِس پر فساد کھڑا ہو جائے تو بتلایئے! اصل فسادی کون، جعلی چیزیں بنانے والا، یا وہ جس نے اُن کا جعلی ہونا آشکار کر دیا؟

اِس پر راقم الحروف کی ایک آپ بیتی سماعت فرمایئے! میرے پاس کراچی میں یہ سوال آیا تھا:

''عاشورہ کے روز جو شخص بعد از زوال دو رکعت نمازِ نفل پڑھے، اُس کے پچاس برس گذشتہ کے اور پچاس برس آئندہ کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں''۔

جب میں نے یہ سوال پڑھ لیا تو سائل نے زبانی پوچھا: کیا یہ صحیح ہے؟

میں نے کہا: سراسر جھوٹ ہے۔ اُس شخص نے اپنے آفس میں جا کر کہا: فلاں مولانا کہتے ہیں: عاشورہ کے نوافل کی یہ روایت سراسر جھوٹ ہے۔ اِس پر آہستہ آہستہ میرے خلاف شور مچ گیا تو تب مجھ پر راز کھلا کہ وہ جھوٹی روایت اُس شخص نے ایسے رسالہ میں پڑھی تھی جو وہاں کی بعض نامور مذہبی شخصیات کے نام سے پچھلے پچیس سال سے ''نوافل محرم الحرام'' کے عنوان سے ہر سال شائع ہوتا تھا اور مساجد میں پہنچا دیا جاتا تھا۔ فی الجملہ یہ کہ میں نے اُسے حاصل کر کے اُس کا مطالعہ کیا تو وہ مکمل رسالہ جھوٹی روایات سے بھرپور تھا۔ میری طرف سے ثبوت پیش کرنے پر وہ رسالہ چھپنا تو بند ہو گیا لیکن پبلک میں پھڈے باز، وہابی اور مجرم مجھے ہی مشہور کر دیا گیا۔

Presented by Ziaraat.com

ہمیشہ سے یہ دنیا کا دستور ہے کہ نام نہاد مگر شہرت یافتہ مذہبی شخصیت ہو یا دنیوی، اُن کے جرم کے ذمہ دار وہ خود نہیں بلکہ غریب مظلوم ہوتا ہے۔ آپ قرآن مجید میں غور نہیں فرماتے کہ قصور سلطان کی بیگم اور خاتونِ اول کا تھا مگر قید میں سیدنا یوسف علیہ السلام پڑے رہے۔ ہمارے دور میں عائشہ ممتاز صاحبہ جب تک پبلک کی اشیاءِ خورد ونوش کی کمپنیوں وغیرہ پر چھاپے مارتی رہیں اور اشیاء کا جعلی یا ملاوٹ شدہ ہونا ثابت کرتی رہیں تو اُن کی تعریف کی جاتی رہی اور جب اُنہوں نے سلاطینِ وقت کی کمپنی پر ہاتھ ڈالا تو وہ مجرمہ قرار پائیں اور....

فیضانِ امیر معاویہ کا مؤلف کون؟

ہر چند کہ کتاب ''فیضانِ امیر معاویہ'' کے آغاز میں بتایا گیا ہے کہ اِس کے مؤلفین پانچ افراد ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اُن بیچاروں کی حیثیت کٹھ پتلی سے زیادہ نہیں ہے۔ اِس سلسلے میں اصل اور مرکزی کردار اُن کے امیر کا ہے، اور اصول بھی یہی ہے کہ کارندوں کے کام کی نسبت اُن کے سردار کی طرف ہی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی یہی اصول بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر جہاں یہ ذکر ہے کہ فرعونی لوگ بنی اسرائیل کے بچوں کو ذبح کرتے تھے وہیں صیغۂ واحد سے اِس ذبح کا فاعل تنہا فرعون کو بھی کہا گیا ہے۔ فرمایا: ﴿يُذَبِّحُ أَبْنَاءَهُمْ﴾ (اُن کے بیٹوں کو ذبح کرتا) [القصص : ٤] حالانکہ یہ قرین قیاس نہیں ہے کہ اُس نے اپنے ہاتھوں سے کسی بچے کو قتل کیا ہو، چہ جائیکہ ﴿أَبْنَاءَهُمْ﴾ اُس نے بہت سے بچوں کو خود ذبح کیا ہو۔

سو چونکہ کارندوں کا کام امیر ہی کا کام ہوتا ہے اس لیے ہم نے کتاب ''فیضانِ امیر معاویہ'' کی نسبت امیر اہل سنت کی طرف بھی کی ہے، کیونکہ وہی اس کے محرک و مؤلف ہیں اور وہی قاسمِ فیضانِ امیرِ معاویہ ہیں۔

امیر شام کے بارے میں خاص احتیاط

مدنی چینل پر ''بے خطا و بے گناہ حضرت معاویہ'' وغیرہ بیانات کے بعد بعض لوگ اپنی تقریر و تحریر میں اور سوشل میڈیا پر امیر شام کے خلاف بھڑاس نکال رہے ہیں۔ بعض اُنہیں معاذ اللہ غیر مسلم کہہ رہے ہیں (١) اور بعض اِس سے بھی آگے بڑھ رہے ہیں، لہٰذا قارئین کرام سے گذارش ہے کہ دامنِ احتیاط کو مضبوطی سے تھامے رکھیے اور شرعی حدود سے تجاوز مت کیجئے۔ بلا شبہ اُن کی خطائیں اور زیادتیاں وغیرہ ہمارے اسلاف کرام نے بھی بیان کی

---

(١) اگر چہ بعض اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اُن کے ایمان کے بارے میں تحفظات رکھتے تھے۔

Presented by Ziaraat.com

ہیں لیکن اُنہیں غیر مسلم کہنے اور اُن پر لعن سے منع کیا ہے، لہٰذا آپ بھی شرعی حدود سے تجاوز مت کیجئے، ورنہ عنداللہ مواخذہ ضرور ہوگا۔

کیا بغاوت و خروج باعث لعن ہے؟

یقیناً ہمارے اسلاف کرام نے ضرورتاً اُن کے بارے میں باغی، طاغی، ظالم، جائر اور متعدی وغیرہ الفاظ استعمال کیے ہیں مگر وہ اِس سے آگے نہیں بڑھے۔ مثلاً ہمارے مدارسِ اہلِ سنت میں پڑھی پڑھائی جانے والی بعض مشہور کتب میں ہے:

وَبِالْجُمْلَةِ لَمْ يُنْقَلْ عَنِ السَّلَفِ الْمُجْتَهِدِيْنَ وَالْعُلَمَاءِ الصَّالِحِيْنَ جَوَازُ اللَّعْنِ عَلٰى مُعَاوِيَةَ وَأَحْزَابِهِ ، لِأَنَّ غَايَةَ أَمْرِهِمُ الْبَغْيُ وَالْخُرُوْجُ عَلَى الإِمَامِ ، وَهُوَ لَا يُوْجِبُ اللَّعْنَ.

"خلاصہ یہ ہے کہ اسلاف مجتہدین اور علماء صالحین سے معاویہ اور اُس کے گروہ پر لعنت کرنے کا جواز منقول نہیں ہے، کیونکہ اُن کا انتہائی معاملہ امام کے خلاف خروج اور بغاوت ہے اور وہ لعنت کو ثابت نہیں کرتا"۔

(شرح العقائد ص ٣٤٢، ٣٤٣ مكتبة المدينة، كراچي، وط: مكتبة الحسن مع النبراس ص ٣٣٠، وط: مكتبة رشيديه كوئٹه ص ٥٥٠)

ایسے ہی مشہور حنفی فقیہ اور محدث ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کی طرف خطا، بغاوت، خروج اور فساد کی نسبت کو تو جائز رکھا ہے مگر لعنت کو نہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

أَمَّا مُعَاوِيَةُ وَأَتْبَاعُهُ فَيَجُوْزُ نِسْبَتُهُمْ إِلَى الْخَطَأِ وَالْبَغْيِ وَالْخُرُوْجِ وَالْفَسَادِ ، وَأَمَّا لَعْنُهُمْ فَلَا يَجُوْزُ أَصْلاً.

"معاویہ اور اُن کے متبعین کی طرف خطا، بغاوت، خروج اور فساد کی نسبت کرنا تو جائز ہے، البتہ اُن پر لعنت کرنا قطعاً جائز نہیں"۔

(شرح الشفا للقاري ج٢ ص٥٥٦)

شاہ عبدالعزیز فاروقی محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی اُنہیں متغلب، مرتکب کبیرہ اور باغی قرار دیتے ہیں

Presented by Ziaraat.com

لیکن لعنت سے منع کرتے ہیں۔اُنہوں نے لکھا ہے:

''اب ہم اس بات پر آئے کہ جب اس (معاویہ) کو باغی اور مُتَغَلِّبْ جانتے ہیں تو لعنت کیوں نہیں کرتے؟ اس کا جواب اہلِ سنت کے نزدیک یہ ہے کہ مرتکب گناہِ کبیرہ پر لعنت جائز نہیں اور باغی بھی مرتکب کبیرہ کا ہے پھر اس پر کیونکر لعنت جائز ہو؟''۔

(تحفه اثنا عشريه ص ٣٦٣)

ایک اور مقام پر شاہ عبدالعزیز نے اُنہیں اُموی تعصب کا شکار، مرتکبِ کبیرہ، باغی اور فاسق تک کہا ہے لیکن ساتھ ہی فرمایا ہے کہ اُن پر لعنت جائز نہیں۔وہ لکھتے ہیں:

''محققین اہل حدیث نے بعد تتبع روایات دریافت کیا ہے کہ یہ حرکات شائبہ نفسانی سے خالی نہ تھے، اس تہمت سے خالی نہیں کہ جناب ذوالنورین حضرت عثمان ﷺ کے معاملہ میں جو تعصب امویہ اور قریشیہ میں تھا اسی کی وجہ سے یہ حرکات حضرت امیر معاویہ سے وقوع میں آئے، جس کا غایت نتیجہ یہی ہے کہ وہ مرتکب کبیرہ اور باغی قرار دیے جائیں۔وَالْفَاسِقُ لَيْسَ بِأَهْلِ اللُّعْنِ. ترجمہ: فاسق قابل لعن نہیں''۔

(فتاوی عزیزی کامل ص٤١٣)

خلاصہ یہ ہے کہ ہر حال میں اعتدال ضروری ہے، سو جس طرح امیر شام کو بے خطا و بے گناہ کہنا اور اُن کی شان میں موضوع احادیث اور آثار باطلہ بیان کرنا اعتدال کے منافی ہے اسی طرح اُن کی خطا، بغاوت، خروج، فسق اور فساد کی وجہ سے اُن پر لعنت کرنا بھی اعتدال سے تجاوز ہے۔

''رضی اللہ عنہ'' کہنا کیسا؟

مذکورہ بالا تین حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ بغاوت، خروج، فسق اور فساد کی وجہ سے اُن پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے۔سوال پیدا ہوتا ہے کہ اِن باتوں کی وجہ سے اُن پر لعنت کرنا تو جائز نہیں لیکن کیا یہ باتیں اُن کی تعظیم وغیرہ کی مانع ہو سکتی ہیں؟ اِس پر عرض ہے کہ کچھ علماء اسلام اس طرف گئے ہیں کہ اُن کے نام کے ساتھ تعظیمی الفاظ استعمال کرنا درست نہیں۔چنانچہ اہل حدیث عالم مولانا نذیر حسین محدث دہلوی لکھتے ہیں:

''حضرت علی ﷺ کے مقابلہ میں جہاں امیر معاویہ کا تذکرہ ہو وہاں لفظ ''حضرت'' اور دعائیہ

Presented by Ziaraat.com

الفاظ کہنا درست نہیں، کیونکہ اُنہوں نے آخری خلیفۂ راشد کے خلاف بغاوت کی ہے، لہٰذا اُن کو غلط کار اور باغی سمجھنا چاہیئے اور اس سے آگے بڑھ کر اُن کو برا بھلا کہنا درست نہیں ہے، اس سے زبان کو روکنا چاہیئے''۔

(فتاوی نذیریہ ج۳ص٤٤٦)

لیکن ہمارے بعض علماء کرام نے اِس بات کو جہالت قرار دیا ہے۔ چنانچہ مولانا امجد علی اعظمی لکھتے ہیں:

''یہ جو بعض جاہل کہا کرتے ہیں کہ جب حضرت مولیٰ [علی] کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم کے ساتھ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لیا جائے تو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ کہا جائے، محض باطل و بے اصل ہے۔ علماء کرام نے صحابہ کے اسمائے طیبہ کے ساتھ مطلقاً ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' کہنے کا حکم دیا ہے، یہ استثنائی شریعت گڑھنا ہے''۔

(بهار شریعت ج۱ [الف] حصه اول ص ۲٥۷، مکتبة المدینة، کراچي)

مولانا نذیر حسین دہلوی نے تو مشروط بات لکھی تھی، جسے مولانا امجد علی نے جہالت قرار دیا لیکن علامہ وحید الزمان نے کسی شرط کے بغیر مطلقاً اُن کے نام کے ساتھ "ؓ" کہنا ناپسندیدہ کہا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''صحابہ کرام کے لیے ''رضی اللہ عنہم'' کہنا مستحب ہے، ماسوا ابوسفیان، معاویہ، عمرو بن العاص، مغیرہ بن شعبہ اور سمرہ بن جندب کے۔ ان پانچ سے سکوت مستحب ہے، ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا جائے، ان کو برا کہا جائے اور نہ ہی ان کی تعریف کی جائے''۔

(کنز الحقائق من فقه خیر الخلائق ص ۲۳٤)

اصولی طور پر اِن علماء میں سے علامہ وحید الزمان کی بات میں زیادہ وزن ہے، کیونکہ جو وصف اور شرف انسان کی تعظیم کا سبب ہو، اگر انسان خود اُس شرف کو قائم نہ رکھ سکے تو اُس کی تعظیم قائم نہیں رہتی۔ اس کی واضح مثال یہ ہے کہ اگر کوئی عالم دین اپنے مقام و مرتبہ کا خیال نہیں رکھتا تو وہ عندالناس معظّم رہتا ہے اور نہ ہی عنداللہ۔ صحابیت بھی ایک کسبی چیز ہے اور وہ ایسا جزء لاینفک نہیں جس کا اِنسان سے جدا ہونا ممکن نہ ہو۔ آخر بہت سے صحابہ مرتد بھی تو ہو گئے تھے؟ فی الجملہ یہ کہ جو لوگ دیدارِ نبوی اور صحبتِ نبوی ﷺ کے شرف کو قائم نہ رکھ سکے اور نبی کریم ﷺ کے بعد مستقیم نہ رہے تو علماء کرام نہ صرف یہ کہ اُن کی تعظیم سے دست بردار ہو گئے بلکہ اُنہیں برا بھی کہا۔ مثلاً امام دارقطنی نے بسر بن ابی ارطاۃ صحابی کے اُن مظالم کی وجہ سے جو اُس نے اپنے بادشاہ معاویہ کے حکم سے ڈھائے

Presented by Ziaraat.com

تھے، اُس کو صحابی ماننے کے باوجود لکھا ہے: ''وَلَمْ تَكُنْ لَهُ اِسْتِقَامَةٌ بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ.'' (نبی کریم ﷺ کے بعد اُس کی استقامت نہیں رہی تھی) محدث یحییٰ بن معین اور دوسرے حضرات نے اُس کو ''رَجُلُ سُوْءٍ'' (برا آدمی) کہا ہے، جیسا کہ آگے باحوالہ تفصیل آئے گی۔ قدیم صحابہ کرام ﷺ کے نزدیک بھی صحبتِ مصطفیٰ ﷺ سے فائدہ نہ اُٹھانے والے لوگ قابلِ تعظیم نہیں رہے تھے۔ چنانچہ حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : يَقُوْلُ أَحَدُهُمْ : أَبِيْ صَحِبَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَكَانَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ، وَ لَنَعْلٌ خَلِقٌ خَيْرٌ مِّنْ أَبِيْهِ.

''سیدنا ابن عباس ﷺ نے فرمایا: بعض لوگ کہتے ہیں: میرا باپ رسول اللہ ﷺ کا صحابی تھا اور وہ رسول اللہ ﷺ کا ساتھی تھا، حالانکہ پرانی جوتی بھی اُس کے باپ سے بہتر ہے''۔

(مجمع الزوائد ج١ ص١١٣ حديث٤٤٢؛ كشف الأستار ج١ ص٦٣ حديث٨٨؛ البحر الزخار ج١١ ص٢٧٧ حديث٥٠٦٨؛ مختصر زوائد البزار ج١ ص١٠٩ حديث٦٢)

حافظ ہیثمی نے لکھا ہے: اِس کو امام بزار نے روایت کیا ہے اور اُن کے تمام راوی صحیح حدیث کے راوی ہیں۔

اِس کلام میں سیدنا ابن عباس ﷺ نے اُس شخصیت کی صحابیت کا انکار نہیں کیا۔ اسی طرح امام طبرانی عبدالرحمان بن میسرہ سے روایت کرتے ہیں کہ اُنہوں نے بیان کیا:

مَرَّ بِالْمِقْدَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ رَجُلٌ فَقَالَ : لَقَدْ أَفْلَحَتْ هَاتَانِ الْعَيْنَانِ رَأَتَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ، فَاجْتَمَعَ الْمِقْدَادُ غَضَبًا وَقَالَ : يَاأَيُّهَا النَّاسُ ! لَا تَتَمَنَّوْا أَمْرًا قَدْ غَيَّبَهُ اللّٰهُ ، فَكَمْ مِّمَّنْ قَدْ رَآهُ وَلَمْ يَنْتَفِعْ بِرُؤْيَتِهِ.

''سیدنا مقداد بن اسود ﷺ کے قریب سے ایک شخص گذرا تو اُس نے کہا: اُن دو آنکھوں نے کامیابی پائی جو رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئیں۔ اس پر سیدنا مقداد ﷺ انتہائی غضب ناک ہوئے اور فرمایا: لوگو! اُس امر کی تمنا مت کرو جسے اللہ ﷻ نے مخفی رکھا ہے، بہت سے لوگوں نے آپ ﷺ کو دیکھا لیکن اُنہوں نے آپ کے دیدار سے فائدہ نہ اٹھایا''۔

(مسند الشاميين للطبراني ج٢ ص١٤٨، ١٤٩ حديث١٠٨١؛ المعجم الكبير ج٢٠ ص٢٥٨ حديث٦٠٨؛ تاريخ دمشق [مفصلاً] ج٦٠ ص١٨٠؛ مختصر تاريخ دمشق ج٢٥ ص٢٢١)

دراصل مہاجرین وانصار ﷺ کے بعد کسی شخص کا محض قافلۂ صحابیت میں شامل ہونا ہی کافی نہیں مانا گیا بلکہ

Presented by Ziaraat.com

اُس کے عمل کو دیکھنے کی بات بھی کی گئی ہے اور اُس پر مہاجرین وانصار ﷺ کی اتباع بالاحسان بھی لازم کی گئی ہے۔

چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُم بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ.

''اور سب سے اگلے پہلے مہاجر اور انصار اور جو بھلائی کے ساتھ اُن کے پیرو ہوئے، اللہ اُن سے راضی اور وہ اللہ سے راضی''۔(التوبۃ: ۱۰۰)

امیر شام مہاجر تھے اور نہ ہی انصاری، اور وہ سابقون اولون اور مہاجرین وانصار ﷺ کے متبع بھی نہیں تھے۔ چنانچہ سیدنا علی ﷺ سابقین اولین میں سے بھی تھے، مہاجر بھی تھے اور خلیفہ راشد بھی تھے لیکن امیر شام نے اُن کی اتباع کی تھی اور نہ ہی اُنہیں خلیفہ تسلیم کیا تھا۔ علامہ عبدالرشید نعمانی دیوبندی لکھتے ہیں:

''حضرت معاویہ ﷺ تو سرے سے نہ مہاجر ہیں نہ انصاری، سابقین اولین کا تو ذکر ہی کیا بلکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بغاوت کر کے ﴿وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ﴾ کی فضیلت سے بھی محروم رہے''۔

(حضرت علی ﷺ اور قصاصِ عثمان ﷺ ص ۹۱)

علامہ نعمانی کا استدلال عمدہ ہے لیکن معاملہ یہاں تک محدود نہیں بلکہ امیر شام نے تمام خلفاء راشدین اور مہاجرین وانصار ﷺ کی اتباع سے بھی روگردانی کی تھی، کیونکہ سیدنا علی ﷺ کی اُن تمام مہاجرین وانصار ﷺ نے بیعت اور اتباع کی تھی جنہوں نے خلفاء ثلاثہ ﷺ کی بیعت واتباع کی تھی، اور امیر شام اُن سب کی اتباع سے محروم رہے تھے۔

اُنہوں نے خلفاء اربعہ ﷺ کی اتباع سے بھی روگردانی کی تھی، کیونکہ ہر خلیفہ راشد کی اُس کے وصال کے وقت عاقل، بالغ اور قابلِ خلافت اولاد موجود تھی مگر اُن میں سے کسی نے بھی اپنے بیٹے کو اپنا ولی عہد مقرر نہیں کیا تھا، جبکہ امیر شام نے اپنی موت سے کئی سال قبل ہی اپنے لختِ جگر یزید پلید کو اپنا ولی عہد مقرر کر دیا تھا اور یہ چاروں خلفاء راشدین ﷺ کی اتباع سے کھلا انحراف اور اتباع بالاحسان کی سراسر خلاف ورزی ہے۔ سو جب وہ تمام مہاجرین وانصار اور چاروں خلفاء راشدین ﷺ کی اتباع سے محروم رہے تو پھر علامہ وحید الزمان کا موقف قرآن وسنت کی روشنی میں صحیح ثابت ہوا کہ وہ ''رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ'' کے مستحق نہیں رہے، اُن کے بعد علامہ نذیر حسین دہلوی

Presented by Ziaraat.com

کے قول میں وزن معلوم ہوتا ہے۔

واضح رہے کہ سورۃ التوبہ کی مذکورہ بالا آیت میں رضائے الٰہی کے لیے مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم کی اتباع بالاحسان شرط ہے اور جزا شرط کے بغیر نہیں ہوتی۔

فائدہ

''رضی اللہ عنہ'' یا دوسرے تعظیمی الفاظ کے متعلق ہماری یہ گفتگو فقط مذکورہ بالا تین علماء کی عبارات پر محاکمہ کے طور پر ہے۔ یہ راقم الحروف کا اپنا مذہب نہیں، اِس سلسلے میں راقم الحروف مذبذب ہے کہ جن لوگوں نے مذکورہ بالا خرابیوں کے علاوہ مساجد کے منبروں پر سیدنا علی اور اُن کے اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم پر نہ صرف یہ کہ سب وشتم کیا بلکہ لعنت بھی کرتے رہے اور تاوقتِ وفات اِس سے منع بھی نہ کر سکے، حتیٰ کہ سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے آکر اِس برائی کو ختم کیا، آیا اُن کے حق میں تعظیمی الفاظ استعمال کیے جائیں یا نہیں؟ یہ مسئلہ علماء حق ہی حل کر سکتے ہیں کہ اگر کوئی شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برا کہے تو اُس کی تعظیم کرنا کیسا؟ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: ''جس نے علی رضی اللہ عنہ کو سبّ کیا اُس نے مجھے سبّ کیا''۔ جبکہ یہ بھی حقیقت ہے کہ سیدنا علی علیہ السلام پر جو سب وشتم اور لعنت کی جاتی رہی اُس کا ذکر محض کتبِ تاریخ میں نہیں بلکہ کتب حدیث میں بھی ہے اور احادیثِ صحیحہ اور حسنہ سے ثابت ہے۔ فی الجملہ یہ کہ فی الحال میں ایسے تعظیمی الفاظ کو ترک کر رہا ہوں، چونکہ غیر متنازعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ناموں کے ساتھ بھی ایسے الفاظ کا استعمال صرف مستحب ہے، واجب نہیں اور مستحب کے ترک میں گناہ نہیں ہوتا، جبکہ دوسرے پہلو میں مجھے خدشہ محسوس ہو رہا ہے۔ امید ہے کہ علماء حق دونوں پہلوؤں کو مدنظر رکھتے ہوئے کوئی حل نکالیں گے۔

التماس

قارئین کرام سے التماس ہے کہ اِس کتاب کو بنو ہاشم اور بنو امیہ یا شیعہ وسنی کی عینک سے پڑھنے کی بجائے محض اسلامی نقطۂ نگاہ سے پڑھیں اور میری جو بات کسی کے ذاتی مزاج، اندھے عشق اور سنے سنائے نظریہ کے نہیں بلکہ واقعی خلافِ حق ہو تو اُنہیں چاہیئے کہ وہ توڑ مروڑ اور قطع وبرید سے اجتناب کرتے ہوئے اور سیاق وسباق کو قائم رکھتے ہوئے دلائل کے ساتھ مجھے آگاہ فرمائیں تاکہ میں رجوع کر سکوں۔

اَللّٰهُمَّ أَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَارْزُقْنَا اِتِّبَاعَهُ

وَأَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَارْزُقْنَا اِجْتِنَابَهُ.

Presented by Ziaraat.com

شانِ معاویہ میں کوئی حدیث نہیں

معاویہ بن ابی سفیان کا شمار مکۃ المکرّمہ کے اُن دو ڈھائی ہزار لوگوں میں ہوتا ہے جو فتح مکہ کے بعد مجبوراً اسلام لائے۔ایسے لوگوں کو حدیث کی رو سے طلقاء اور مولفۃ القلوب کہا جاتا تھا اور اِن دونوں لفظوں سے ان کے اور قدیم صحابہ کرام ﷺ کے مابین تمیز ہوتی تھی، جیسا کہ ہماری کتاب "الصَّحَابَةُ وَالطُّلَقَاءُ" میں مکمل وضاحت پیش کی گئی ہے۔طلقاء کو فتح مکہ کے بعد سے لے کر وصالِ مصطفیٰ ﷺ تک نبوی زندگی میں ڈھائی سال ملے ہیں۔ میرے سرسری مطالعہ کے مطابق ان ڈھائی سالوں میں اِس خاندان کے علاوہ دو ہزار سے زائد طلقاء میں سے کسی کی بھی شان میں زبانِ نبوی ﷺ سے کوئی صحیح حدیث ثابت نہیں ہے۔معاویہ بن ابی سفیان کو بھی نبوی زندگی میں اُتنے ہی شب و روز ملے جتنے دوسرے طلقاء کو ملے۔اہل تحقیق محدثین کرام کے مطابق اِن ڈھائی سالوں میں شانِ معاویہ میں بھی زبانِ نبوی ﷺ سے کوئی حدیث صادر نہیں ہوئی۔

شانِ معاویہ میں بیشمار احادیث ہیں

سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر کیا وجہ ہے کہ شانِ معاویہ میں بکثرت احادیث گردش کرتی ہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ معاویہ بن ابی سفیان چالیس سال تک اقتدار میں رہے ہیں، بیس سال جزوی اقتدار اور بیس سال کلی اقتدار۔اُن کی شان میں جس قدر احادیث گردش کر رہی ہیں وہ سب اُن کے دوسرے بیس سالہ دور (۴۰ھ سے ۶۰ھ) کی بدولت وجود میں آئیں۔کچھ تو خود اُن ہی کے دور میں بنائی گئیں اور چونکہ ۶۰ھ کے بعد بھی بنوامیہ کی حکومت رہی اسی لیے بعد میں بھی اُن کی شان میں احادیث وضع کی جاتی رہیں۔یہاں یہ پہلو بھی ذہن میں رہے کہ جہاں ایک طرف اقتدار کی بدولت فضائل کی احادیث وجود میں آ رہی تھیں وہیں دوسری طرف ایسی ہستیوں کی مذمت بھی ہو رہی تھی جو اُن کے اقتدار کے لیے مضر سمجھی جاتی تھیں۔اِن دونوں صورتوں کا ذکر امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں کیا ہے:

وَخَلَفَ مُعَاوِيَةَ خَلْقٌ كَثِيرٌ يُحِبُّونَهُ وَيَتَغَالَوْنَ فِيهِ وَيُفَضِّلُوْنَهُ ، إِمَّا قَدْ مَلَكَهُمْ بِالْكَرَمِ وَالْحِلْمِ وَالْعَطَاءِ ، وَإِمَّا قَدْ وُلِدُوْا بِالشَّامِ عَلٰى حُبِّهِ وَتَرَبّٰى أَوْلَادُهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ ...وَنَشَؤُوْا عَلَى النَّصَبِ ، نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْهَوٰى.

"معاویہ کے پیچھے کثیر مخلوق ایسی رہی جو اس سے محبت کرتی، اس کے بارے میں غلو کرتی اور اُس

Presented by Ziaraat.com

کو فضیلت دیتی تھی، یا تو اس لیے کہ انہوں نے اُن پر سخاوت، حلم اور عطاء سے بادشاہی کی تھی اور یا اس لیے کہ وہ شام میں اُس کی محبت پر پیدا ہوئے اور اُسی پر اُن کی اولاد نے تربیت پائی... اور اُن کی نشو ونما ناصبیت (دشمنیٔ اہل بیت) پر ہوئی۔ ہم خواہشِ نفس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں''۔

(سير أعلام النبلاء، ج۳ ص۱۲۸)

امام ذہبی کے الفاظ'' نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْهَوىٰ'' سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل غرض لوگ یہ دھندہ اپنی ذاتی خواہشات کی تکمیل کے لیے کرتے تھے۔ فرق یہ ہے کہ عام بادشاہوں کی شان میں قصائد و اشعار لکھے جاتے ہیں اور چونکہ معاویہ کی بادشاہت ظاہری زمانۂ نبوت کے قریب ہی شروع ہوگئی تھی اس لیے اُن کی شان میں قصائد نہیں لکھے گئے بلکہ احادیث بنائی گئیں۔ اس حقیقت کو علامہ شبلی نعمانی نے یوں بیان کیا ہے:

''حدیثوں کی تدوین بنوامیہ کے زمانہ میں ہوئی جنہوں نے پورے ۹۰ برس تک سندھ سے ایشیائے کوچک اور اندلس تک مساجدِ جامع میں آل فاطمہ کی توہین کی اور جمعہ میں برسر منبر حضرت علی ؑ پر لعن کہلوایا، سینکڑوں ہزاروں حدیثیں امیر معاویہ وغیرہ کے فضائل میں بنوائیں''۔

(سيرة النبي ﷺ ج۱ ص۶۹)

نگاہِ نبوی ﷺ کی عظمت پر قربان

نبی کریم ﷺ ان دونوں باتوں کے متعلق آگاہ فرما گئے تھے۔ ایک طرف تو آپ نے فرمایا تھا: ''مجھے تمہارے بارے میں یہ خدشہ نہیں کہ تم میرے بعد شرک کرو گے لیکن میں یہ خدشہ رکھتا ہوں کہ تم دنیاداری میں باہم مقابلہ کرو گے''۔ دوسری طرف فرمایا تھا: ''جس نے علی کو برا کہا اُس نے مجھے برا کہا''۔ یہ دونوں باتیں پہلی بادشاہی کے دور میں جمع ہوگئی تھیں۔ اوّلین بادشاہ کو خوش کرنے کی خاطر اُس کی جھوٹی تعریف بھی شروع ہوگئی تھی اور اِسی مقصد کے حصول کے لیے سیدنا علی ؑ پر سبّ وشتم اور لعنت بھی شروع ہوگئی تھی۔ چنانچہ امام ابن عبدالبر مالکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت ابوقیس الاودی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

أَدْرَكْتُ النَّاسَ وَهُمْ ثَلَاثُ طَبَقَاتٍ : أَهْلُ دِيْنٍ يُحِبُّوْنَ عَلِيًّا ، وَأَهْلُ دُنْيَا يُحِبُّوْنَ

Presented by Ziaraat.com

مُعَاوِيَة ، وَخوَارِجُ.

"میں نے لوگوں کو تین طبقات میں پایا: اہلِ دین سیدنا علی المرتضیٰ ﷛ سے محبت رکھتے ہیں، اہلِ دنیا معاویہ کو چاہتے ہیں، اور تیسرا طبقہ خوارج [سُفَهَاء یعنی بیوقوفوں] کا ہے"۔

(الاستیعاب ج۳ص ۲۱۳)

امام ابن عساکر نے اس سلسلے میں ایک حدیث نبوی ﷺ بھی نقل فرمائی ہے، حضرت ابوسعید خدری ﷛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا يُبْغِضُ عَلِيًّا إِلَّا مُنَافِقٌ أَوْ فَاسِقٌ أَوْ صَاحِبُ دُنْيَا.

"علی ﷛ سے نہیں بغض رکھے گا مگر منافق یا فاسق یا دنیادار"۔

(تاریخ دمشق ج۴۲ ص ۲۸۵؛ مختصر تاریخ دمشق ج۱۷ ص ۳۷۰)

امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ ایک اور مقام میں لکھتے ہیں:

"ام المومنین سیدہ ام سلمہ ﷛ نے ایک مرتبہ ایک مجلس کے حاضرین کے قریب جا کر آواز لگائی: یاشبث بن ربعي! اس پر ایک شخص نے پردہ کی دوسری جانب سے جواب دیا: "لبیک یا اُمّہ" (امی میں حاضر ہوں) تو ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیا تمہاری مجالس میں رسول اللہ ﷺ کو برا کہا جاتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا:

إِنَّا نَقُولُ شَيْئًا نُرِيدُ عَرَضَ هٰذِهِ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا.

ہم کچھ ایسی باتیں کہتے ہیں جن سے ہمارا مقصود دنیوی منفعت ہے۔

اس پر ام المومنین نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا تھا: جس شخص نے علی ﷛ کو برا کہا تو یقیناً اُس نے مجھے برا کہا اور جس نے مجھے برا کہا اُس نے اللہ تعالیٰ کو برا کہا"۔

(تاریخ دمشق ج۴۲ ص ۵۳۳؛ مختصر تاریخ دمشق ج۱۸ ص ۸۳)

اُس اوّلین بادشاہی میں صحابہ کرام ﷛ پر جو سب وشتم اور لعنت کی جاتی رہی اُس کی مکمل تحقیق کے لیے ہماری کتاب "لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي" (میرے صحابہ کو برا نہ کہو) کا مطالعہ فرمائیے!

Presented by Ziaraat.com

ماہرینِ علم حدیث بھی دھوکہ کھا گئے

جہاں حکومتی پروپیگنڈا، لالچ اور دباؤ سب چیزیں جمع ہو جائیں تو وہاں مفاد پرست لوگوں کو اپنے اپنے جوہر دکھلانے اور قیمت پانے کے مواقع خوب میسر آتے ہیں۔ چنانچہ اُس دور کے مفاد پرستوں نے ایسی چالاکی سے احادیث وضع کیں اور اُن کو من گھڑت متنوں پر چڑھایا کہ علم حدیث کے جہابذہ اور نباز حضرات بھی دھوکہ کھا گئے ، اُن کی پرکھنے کی صلاحیت جواب دے گئی اور وہ کھوٹے سکے کو قبول کر کے اپنی عظیم الشان کتب میں درج کر گئے۔ آپ حیران ہوں گے کہ پہلے بادشاہ کی شان میں بعض احادیث صحیح مسلم میں بھی گھس گئیں۔ اُس حدیث کی وجہ سے تب سے اب تک محدثین کرام مضطرب ہیں۔ ذرا آئیں آپ بھی یہ تماشا ملاحظہ فرمائیں۔

صحیح مسلم تک میں موضوع حدیث

کوئی شخص کسی کو اپنی بات زبردستی نہیں منوا سکتا، لہٰذا میں بھی فقط آپ کے سامنے صحیح مسلم کی درج ذیل حدیث کے متعلق محدثین کے اقوال پیش کر رہا ہوں، آگے آپ کی مرضی کہ آپ مسلم شریف کو امام مسلم کا انتخاب سمجھتے ہوئے اُس میں اِس باطل حدیث کے دخول کو ممکن قرار دیں یا ناممکن۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حَدَّثَنَا أَبُو زُمَيْلٍ ، حَدَّثَنِيْ ابنُ عَبَّاسٍ قَالَ : كَانَ الْمُسْلِمُوْنَ لَا يَنْظُرُوْنَ إِلىٰ أَبِيْ سُفَيَانَ وَلَا يُقَاعِدُوْنَهُ ، فَقَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ : يَانَبِيَّ اللّٰهِ ثَلَاثٌ أُعْطِنِيْهِنَّ ، قَالَ: نَعَمْ . قَالَ: عِنْدِيْ أَحْسَنُ الْعَرَبِ وَأَجْمَلُهُ ، أُمُّ حَبِيْبَةَ بِنْتُ أَبِيْ سُفْيَانَ، أُزَوِّجُكَهَا ، قَالَ : نَعَمْ . قَالَ : وَمُعَاوِيَةُ تَجْعَلُهُ كَاتِبًا بَيْنَ يَدَيْكَ . قَالَ: نَعَمْ . قَالَ : وَتُؤَمِّرُنِيْ حَتّٰى أُقَاتِلَ الْكُفَّارَ ، كَمَا كُنْتُ أُقَاتِلُ الْمُسْلِمِيْنَ . قَالَ : نَعَمْ.

قَالَ : أَبُوْزُمَيْلٍ : وَلَوْلَا أَنَّهُ طَلَبَ ذٰلِكَ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ ، مَا أَعْطَاهُ ذٰلِكَ ، لِأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ يَسْأَلُ شَيْئًا إِلَّا قَالَ : نَعَمْ.

''ابوزمیل نے بیان کیا ہے کہ مجھے سیدنا ابن عباس ﷺ نے فرمایا کہ ابوسفیان کی طرف مسلمان توجہ کرتے تھے اور نہ ہی اُن کو ساتھ بٹھانا پسند کرتے تھے۔ اس پر انہوں نے بارگاہِ نبوی ﷺ میں عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے تین چیزیں عطا فرمائیں، آقا ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ انہوں نے عرض کیا:

Presented by Ziaraat.com

۱۔ میرے پاس پورے عرب سے حسینہ اور جمیلہ عورت ام حبیبہ ہے، میں اُسے آپ کے نکاح میں دیتا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: نَعَم، ہاں۔

۲۔ معاویہ کو آپ اپنا کاتب بنائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: نَعَم، ہاں۔

۳ اور آپ مجھے امیر مقرر فرمائیں تا کہ میں کفار کے خلاف اسی طرح جنگ کروں جس طرح مسلمانوں کے خلاف کرتا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: نَعَم، ہاں۔

راویٔ حدیث ابوزمیل کہتے ہیں: ''اگر ابوسفیان نبی کریم ﷺ سے یہ سوال نہ کرتے تو حضور ﷺ از خود عطا نہ فرماتے، اس لیے کہ آپ سے جو چیز بھی مانگی جاتی آپ نَعَم کے سوا کچھ نہیں فرماتے تھے''۔

(صحيح مسلم ص ١١٦٨ حديث ٢٥٠١)

اگرچہ یہ روایت صحیح مسلم میں ہے لیکن بعض محدثین کے نزدیک اس میں بعض راویوں کو وہم ہوا ہے اور بعض کے نزدیک یہ موضوع ہے۔ چنانچہ امام محمد بن فتوح حُمیدی لکھتے ہیں:

''ہمیں بعض حفاظ نے بتایا ہے: اس حدیث میں بعض راویوں کو وہم ہوا ہے، کیونکہ معرفتِ حدیث رکھنے والے دو شخصوں میں بھی اختلاف نہیں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ام حبیبہ کے ساتھ نکاح فتح مکہ سے قبل کیا تھا، اس وقت وہ حبشہ میں تھیں اور ابھی اُن کا باپ کافر تھا''۔

(الجمع بين الصحيحين ج٢ ص ١٣١)

یہ کس راوی کا وہم ہوسکتا ہے؟ اس کے متعلق امام ابن جوزی لکھتے ہیں:

''محدثین نے اس وہم کی نسبت عکرمہ بن عمار کی طرف کی ہے، یحییٰ بن سعید نے اس کی احادیث کو ضعیف کہا ہے، امام احمد بن حنبل نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاری نے اس سے روایت نہیں لی۔ امام مسلم نے اس سے فقط اس لیے روایت کیا ہے کہ یحییٰ بن معین نے اُس کے بارے میں کہا: وہ ثقہ ہے۔ ہم کہتے ہیں: اس حدیث میں کھلا وہم ہے، کیونکہ تمام راویوں کا اجماع ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نجاشی کے پاس پیغام بھیجا تھا اور اُسی نے ملکِ حبشہ میں آپ کے ساتھ ام حبیبہ کا نکاح کیا تھا''۔

(جامع المسانيد لابن الجوزي ج٤ ص ١٤٠ حديث ٢٩٨٢)

Presented by Ziaraat.com

امام ابن جوزی اپنی ایک اور تصنیف میں مزید لکھتے ہیں:

''اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ ابوسفیان اور معاویہ فتح مکہ کے وقت ۸ ہجری میں اسلام لائے، اور ہمیں یہ بھی معلوم نہیں کہ نبی کریم ﷺ نے کبھی ابوسفیان کو امیر مقرر کیا ہو۔ ہمیں ابن ناصر نے ابوعبداللہ الحُمید ی سے روایت کیا ہے کہ حافظ ابومحمد علی بن احمد بن سعید نے فرمایا: اس حدیث کے موضوع ہونے میں کوئی شک نہیں اور اس میں ساری آفت عکرمہ بن عمار سے ہے''۔

(كشف المشكل من حديث الصحيحين ج٢ ص٤٦٣)

امام وشتانی ابی اور امام سنوسی حسنی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

(إكمالُ إكمال المعلم ج٨ص٤٢٧، ٤٢٨؛ مكمل إكمال الإكمال ج٨ص٤٢٧، ٤٢٨)

خیال رہے کہ عکرمہ بن عمار پر کذب یا وضع کی تہمت نہیں لیکن انہیں کثیر الوہم اور مضطرب الحدیث کہا گیا ہے اور امام ذہبی نے اُس کی اِسی حدیث کو بھی منکر فرمایا ہے۔ دیکھیے:

(سير أعلام النبلاء ج٧ص١٣٧)

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ بھی محتاط الفاظ میں سب کچھ کہہ گئے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

وَالَّذِيْ وَقَعَ فِيْ مُسْلِمٍ مِنْ هٰذَا غَرِيْبٌ جِدًّا عِنْدَ أَهْلِ الْخَبَرِ.

''محدثین کے نزدیک مسلم شریف میں اس حدیث کے متعلق انتہائی عجیب بات واقع ہوئی ہے''۔

(إكمال المعلم بفوائدمسلم ج٧ص٥٤٦)

امام ابن جوزی وغیرہ کی مذکورہ عبارت میں جو یہ جملہ آیا ہے:

''ہمیں یہ بھی معلوم نہیں کہ نبی کریم ﷺ نے کبھی ابوسفیان کو امیر مقرر کیا ہو''۔

اس سے انہوں نے درجِ بالا حدیث کے تیسرے جملہ کی طرف اشارہ کیا ہے، جس سے وہ یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ اگر یہ حدیث صحیح تسلیم کی جائے تو اِس میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ابوسفیان کی ہر درخواست پر نَعَمْ فرمایا، لہٰذا سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے یہ وعدہ کب پورا فرمایا اور کس جنگ میں ابوسفیان کو امیر مقرر کیا؟

اہل حدیث عالم نواب صدیق حسن خان قنوجی نے بھی اس روایت کو قبول نہیں کیا۔ وہ طویل بحث کے بعد لکھتے ہیں:

قُلْتُ : وَكُلُّ هٰذِهِ احْتِمَالَاتٌ لَا تَخْلُوْ عَنْ بُعْدٍ ، فَالْإِشْكَالُ بَاقٍ ، وَالرِّوَايَةُ غَيْرُ

Presented by Ziaraat.com

خَالِيَةٍ مِنَ الْغَلَطِ أَوِ الْخَلَطِ فِيْ سِيَاقِهِ.

''میں کہتا ہوں: یہ تمام تاویلات تکلف سے خالی نہیں، اشکال پھر بھی باقی ہے اور روایت کا متن خلط یا غلط سے خالی نہیں ہے''۔

(السراج الوهاج من كشف مطالب صحيح مسلم بن الحجاج، ج٩ص ٦٢٠)

اس حدیث کے آخر میں جو ابوزمیل کا قول ہے، اُس کے بارے میں اہل حدیث مصنف علامہ صفی الرحمان مبارکپوری لکھتے ہیں:

قَوْلُ أَبِي زُمَيْلٍ هٰذَا وَتَعْلِيْلُهُ غَيْرُ مَقْبُوْلَيْنِ، لِأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يَكُنْ لِيُعْطِي الإِمَارَةَ عُمُوْمًا لِمَنْ طَلَبَهَا.

''ابوزمیل کا یہ قول اور اُس کی بیان کردہ علت دونوں غیر مقبول ہیں، اس لیے کہ نبی کریم ﷺ عموماً اُس شخص کو امارت نہیں دیتے تھے جو طلب کرتا تھا''۔

(منة المنعم في شرح صحيح مسلم ج٤ص ١٤٥)

امام ابن الصلاح اور حافظ ابن کثیر نے مختلف تاویلات سے اس حدیث کو قابل قبول بنانے کی بہت کوشش کی ہے لیکن وہ کوئی ایسی ٹھوس بات لانے سے قاصر رہے ہیں جس پر عقل مطمئن ہو۔ چنانچہ علامہ محمد امین ہرری شافعی نے اپنی مبسوط ترین شرح میں اس حدیث پر سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ انہوں نے پہلے ناقدین پھر مؤیدین کے تمام اقوال نقل کیے ہیں اور آخر میں لکھا ہے:

وَهٰذَا الْحَدِيْثُ مِمَّا انْفَرَدَ بِهِ الإِمَامُ مُسْلِمٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْ أَصْحَابِ الْأُمَّهَاتِ، وَالْحَقُّ أَنَّ هٰذَا الْحَدِيْثَ مَوْضُوْعٌ لَا يَصِحُّ الاِسْتِدْلَالُ بِهِ.

''تمام مصادرِ حدیث کے مقابلہ میں اس حدیث کو روایت کرنے میں امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ تنہا ہیں اور حق یہ ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے، اس سے دلیل لینا صحیح نہیں''۔

(الكوكب الوهاج، ج٢٤ص ١٣٤)

شیخ موسیٰ شاہین لاشین نے بھی امام ابن صلاح اور دوسرے محدثین کرام کی تاویلات کو مسترد کر دیا ہے اور کہا ہے کہ ایسی نامناسب تاویلات سے کسی راوی کی خطا کا قول کرنا آسان ہے۔

(فتح المنعم ج٩ص ٥٣١)

Presented by Ziaraat.com

علامہ ابن قیم لکھتے ہیں:

فَهٰذَا الْحَدِيْثُ غَلَطٌ لَا خِفَاءَ بِهٖ ، قَالَ أَبُوْ مُحَمَّدِ بْنُ حَزْمٍ :وَهُوَ مَوْضُوْعٌ بِلَا شَكٍّ.

''پس اِس حدیث کا غلط ہونا کوئی مخفی نہیں، ابو محمد ابن حزم نے کہا: اور یہ بغیر کسی شک کے موضوع ہے''۔

(زاد المعاد ج ۱ ص ۱۰۶)

علامہ موصوف نے اِس روایت کی شدید ترین تردید کی ہے اور اِس کو قابل قبول بنانے میں جس قدر تاویلات کی جاتی ہیں ہر ہر تاویل کو مسترد کیا ہے، حتیٰ کہ بعض باطل تاویلات امام بیہقی اور امام منذری رحمۃ اللہ علیہما ایسے محدثین سے بھی صادر ہوگئیں تو اُنہیں بھی مسترد کر دیا ہے۔ راقم الحروف پہلے کہہ چکا ہے کہ اس قسم کی احادیث کے باطل متون پر ایسی مضبوط سندیں چڑھا دی گئیں کہ بڑے بڑوں کے دماغ چکرا گئے۔

صحتِ حدیث کی ضد میں آقا کی گستاخی

اِس طلقاء خاندان کے فضائل کے اثبات یا صحیح مسلم کی حدیث کی صحت پر اصرار کے باعث بعض لوگوں سے بارگاہِ نبوی ﷺ کی اہانت بھی ہوگئی، اور اُنہوں نے یہاں تک لکھ دیا کہ نبی کریم ﷺ نے تجدید نکاح فرمایا ہوگا۔ ہر چند کہ یہ گستاخانہ بات ہمارے دور میں بھی لکھی اور کہی جارہی ہے لیکن میں کسی معاصر کا نام لکھنا مناسب نہیں سمجھتا کہ لوگ انا کا مسئلہ بنا کر باطل پر ڈٹ جاتے ہیں اور اگر ایسی بات کسی تنظیم سے شائع شدہ کتاب میں لکھی گئی ہو تو پھر تو رجوع کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ تنظیم والوں کو دین سے زیادہ تنظیم محبوب ہوتی ہے۔ اس لیے کسی شخص یا تنظیم کا نام لیے بغیر علامہ ابن قیم کے الفاظ نقل کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ وہ لکھتے ہیں:

وَقَالَتْ طَائِفَةٌ : بَلْ سَأَلَهُ أَنْ يُّجَدِّدَ لَهُ الْعَقْدَ تَطْيِيْبًا لِقَلْبِهٖ ، فَإِنَّهُ كَانَ قَدْ تَزَوَّجَهَا بِغَيْرِ اخْتِيَارِهٖ ، وَهٰذَا بَاطِلٌ ، لَا يُظَنُّ بِالنَّبِيِّ ﷺ ، وَلَا يَلِيْقُ بِعَقْلِ أَبِيْ سُفْيَانَ ، وَلَمْ يَكُنْ مِنْ ذٰلِكَ شَيْءٌ.

''ایک گروہ نے کہا: بلکہ ابوسفیان نے آپ ﷺ سے اپنے دل کی تسلی کے لیے تجدید نکاح کی درخواست کی تھی، کیونکہ آپ نے اُم حبیبہ کے ساتھ اُن کی مرضی کے بغیر شادی کی تھی۔

Presented by Ziaraat.com

یہ باطل ہے، نبی کریم ﷺ کے بارے میں یہ تصور کیا جاسکتا ہے، نہ یہ ابوسفیان کی عقل کے لائق ہے اور نہ ہی اِن باتوں میں سے کچھ ہوا"۔

(زاد المعاد ج۱ ص۱۰۷،۱۰۸)

یادرہے کہ اِس حدیث کو موضوع قرار دینے والے یہ بارہ علماء اسلام ہیں:

۱۔ محدث محمد بن فتوح الحمیدی
۲۔ علامہ ابن حزم ظاہری
۳۔ امام ابن الجوزی
۴۔ قاضی عیاض اندلسی
۵۔ امام شمس الدین ذہبی
۶۔ امام وشتانی اُبی مالکی
۷۔ امام سنوسی حسنی مالکی
۸۔ علامہ ابن قیم الجوزیہ حنبلی
۹۔ نواب صدیق حسن قنوجی
۱۰۔ صفی الرحمان مبارکپوری
۱۱۔ شیخ موسیٰ شاہین لاشین
۱۲۔ شیخ محمد امین ہرری شافعی

لہٰذا کرم فرما حضرات سے گذارش ہے کہ میرے خلاف ڈھنڈورا پیٹنے یا مجھ پر خفا ہونے سے قبل اپنے غصہ کا کچھ حصہ اِن حضرات پر نکال لیجئے گا۔

علم وتحقیق کا میدان وسیع ہے، لہٰذا ہر ایک کو حق ہے کہ وہ اس میدان میں اپنی اپنی تحقیق کے گھوڑے دوڑائے، لیکن راقم الحروف مذکورہ بالا محدثین کی تحقیق کی روشنی میں صحیح مسلم کی اِس روایت کو وضعی، جعلی اور باطل سمجھتا ہے، کیونکہ میرا ایمان ہے کہ قرآن مجید کے علاوہ کوئی کتاب یہ شان نہیں رکھتی کہ وہ کلیۃً باطل کی آمیزش سے پاک ہو۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَإِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ. لَايَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِن بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَامِنْ خَلْفِهِ تَنزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ

Presented by Ziaraat.com

حَمِيْدٍ.

''اور بیشک یہ غالب کتاب ہے، اس کے نزدیک نہیں آ سکتا باطل نہ اس کے سامنے سے اور نہ پیچھے سے، یہ اتری ہوئی ہے بڑے حکمت والے، سب خوبیاں سراہے کی طرف سے''۔

(حٰمٓ السجدة: ٤١، ٤٢)

جب قرآن حکیم کے علاوہ یہ شان کسی بھی دوسری کتاب کو حاصل نہیں ہے تو پھر یہ کیونکر ناممکن ہے کہ تدوین حدیث کے دور میں اُس وقت کے شاہی خاندان کی شان میں وضع کردہ جھوٹی اور باطل حدیث صحیح مسلم میں نہیں گھس سکتی؟ اور اگر صحیح مسلم میں باطل حدیث داخل ہو سکتی ہے تو پھر کسی دوسری کتاب کا کیا پوچھنا؟

احادیثِ فضائلِ معاویہ میں دو گروہ

ہر چند کہ احادیث نبویہ ﷺ کی صحت و سقم میں امت مسلمہ کو اقوامِ عالم میں ایسا مقام، مرتبہ اور ملکہ حاصل ہے جو اِس امت کا خاصہ ہے مگر چونکہ تدوین حدیث اسلام کے اولین شاہی خاندان کے دور میں ہوئی اور اُس خاندان کی شان میں سنکڑوں ہزاروں نہیں بلکہ بے شمار احادیث بنائی گئیں اس لیے جھوٹ کی اُس کثرت و تکرار نے بڑے بڑے عقل مندوں کو حیرت زدہ کر دیا۔ اکثر محدثین کرام نے ایسی اکثر احادیث کو تو مسترد کر دیا مگر بعض روایات سے وہ بھی دھوکہ کھا گئے، جیسا کہ سنن ترمذی میں ایسی باطل حدیث کا داخل ہو جانا، جس پر آگے مفصل بحث ہوگی۔ سو ایسی صورتِ حال میں محدثین کرام کے دو گروہ ہو گئے۔ ایک بڑے گروہ کے مطابق شانِ معاویہ میں کوئی بھی صحیح حدیث نہیں ہے اور دوسرا گروہ بعض روایات کا قائل تو ہے مگر قائل ہونے کے باوجود وہ گروہ خود کو تذبذب اور گومگو کی کیفیت سے نہیں نکال سکا۔ اِس کی بعض مثالیں آگے چل کر امام ابن عساکر وغیرہ کے حوالہ سے آئیں گی اور وہاں اُن کا جائزہ بھی لیا جائے گا۔ جو گروہ شانِ معاویہ میں کسی بھی حدیثِ نبوی ﷺ کے وجود کا قائل نہیں وہ متقدمین کا گروہ ہے اور اُس کے سرخیل امام ابن راھویہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

قولِ امام اسحاق بن راھویہؒ

میرا خیال تھا کہ میں امام ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم الحنظلی، المروزی ثم النیسابوری، المعروف بابن راھویہ متوفّٰی ۲۳۸ھ کا مکمل تعارف لکھتا لیکن جب میں نے اُن کی سوانح اور حالات کے لیے مطلوبہ کتب کا رُخ کیا تو دنگ رہ گیا کہ اُن کے حالات کے سمندر میں سے کیا لوں اور کیا چھوڑوں؟ مختصراً اتنا عرض کرتا ہوں کہ یہ امام

Presented by Ziaraat.com

جہاں امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین کے معاصرین میں سے وہیں یہ ان دونوں حضرات کے استاذ بھی ہیں۔ جب کسی مجلس میں یہ تینوں حضرات اکٹھے ہو جاتے تو صدر مجلس امام اسحاق کو ہی بنایا جاتا۔ امام ابوزرعہ رازی ان کے خاص تلامذہ میں سے ہیں، امام ابن ماجہ کے علاوہ صحاح ستہ کے تمام محدثین اِن کے شاگرد ہیں، امام دارمی بھی اِن کے شاگرد ہیں۔ امام بخاری نے اُنہی کی ہدایت پر صحیح بخاری کو ترتیب دیا تھا۔ بلا اختلاف ان کو امام المحدثین، امیر المومنین فی الحدیث اور امام من ائمۃ المسلمین کے القاب دیے گئے۔ اِن کی طرف حنفیت پھر شافعیت کی نسبت بھی کی جاتی ہے تاہم زیادہ صحیح یہ ہے کہ وہ خود مجتہد تھے اور تقلید سے بلند تھے۔ جرح وتعدیل میں امام احمد بن حنبل اور دوسرے اکابر کی طرح ان کی امامت کا لوہا مانا جاتا ہے، علم حدیث کے ساتھ ساتھ فقہ اور علم کلام وعقائد میں بھی ان کو امام مانا گیا ہے۔

اِن کی قوتِ حفظ کے بارے میں بکثرت محیّر العقول واقعات منقول ہیں، جن میں سے ایک واقعہ مقامِ ھٰذا کی مناسبت سے نقل کرتا ہوں۔ ان کے ایک شاگرد محمد بن یحییٰ بن خالد بیان کرتے ہیں:

> ''میں نے اُنہیں ۲۳۸ھ میں فرماتے ہوئے سنا: میں ایک لاکھ احادیث میں سے ہر ہر حدیث کو یوں یاد رکھتا ہوں کہ گویا میں اب بھی دیکھ رہا ہوں کہ فلاں حدیث فلاں مقام پر موجود ہے۔ اُن میں سے ستر ہزار صحیح احادیث مجھے زبانی ازبر ہیں اور چار ہزار جھوٹی احادیث بھی مکمل طور پر یاد ہیں۔ عرض کیا گیا: جھوٹی احادیث یاد کرنے کا کیا فائدہ؟ فرمایا: اُنہیں یاد کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جب صحیح احادیث کے انبار میں میرے سامنے کوئی جھوٹی حدیث گزرے تو میں اُسے اس طرح نکال دوں جس طرح سر سے جوں نکالی جاتی ہے''۔

(تاريخ بغداد ج٦ ص٣٥٢؛ تهذيب الكمال ج٢ ص٣٨٥؛ الإمام اسحاق بن راهويه ومسنده، للدكتور عبدالغفور البلوشي ص٨٠)

پس کھوٹی اور کھری، جھوٹی اور سچی احادیث کے مابین فرق کرنے والے اِس ماہر محدث نے دوٹوک انداز میں کہا ہے کہ شانِ معاویہ میں کوئی بھی صحیح چیز ثابت نہیں ہے۔ چنانچہ امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ طَاهِرٍ، أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْحُسَيْنِ الْبَيْهَقِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ الْحَاكِمُ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوْبَ بْنِ يُوْسُفَ، يَقُوْلُ: سَمِعْتُ أَبِيْ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ إِسْحَاقَ بْنَ إِبْرَاهِيْمَ الْحَنْظَلِيَّ، يَقُوْلُ: لَا يَصِحُّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

Presented by Ziaraat.com

فِيْ فَضْلِ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِيْ سُفْيَانَ شَيْءٌ.

''ہمیں زاہر بن طاہر نے بیان کیا، اُنہوں نے کہا: ہمیں احمد بن حسین بیہقی نے بیان کیا، اُنہیں ابوعبداللہ حاکم نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں: میں نے محمد بن یعقوب بن یوسف کو بیان کرتے ہوئے سنا، انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا، انہوں نے کہا: میں نے امام اسحاق بن ابراہیم الحنظلی کو فرماتے ہوئے سنا: نبی کریم ﷺ سے معاویہ بن ابوسفیان کی فضیلت میں کوئی صحیح چیز منقول نہیں ہوئی''۔

مولا علی علیہ السلام کی دشمنی میں شانِ معاویہ

فضائلِ معاویہ میں جھوٹی احادیث کے انبار پر امام احمد بن حنبل کے استاذ اور اُن کے قریبی ساتھی امام اسحاق بن راھویہ کا قول تو آپ پڑھ چکے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس مسئلہ میں امام احمد کا بھی اُن سے تبادلۂ خیال ہوتا ہوگا لیکن امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اِس سلسلے میں بہت زیادہ محتاط تھے اور سکوت کو ترجیح دیتے تھے، تاہم بعض اوقات میں اُنہیں بھی خاموشی کا روزہ توڑنا پڑا اور ایک سوال کے جواب میں اُنہیں مجبوراً اعتراف کرنا پڑا کہ معاویہ کے فضائل علی کی دشمنی میں ہی بنائے گئے۔ چنانچہ امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ مکمل سند کے ساتھ لکھتے ہیں:

أَنْبَأَنَا هِبَةُ اللّٰهِ بْنُ أَحْمَدَ الْجَرِيْرِيُّ ، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ الْفَتْحِ ، أَنْبَأَنَا الدَّارَقُطْنِيُّ ، حَدَّثَنَا أَبُو الْحُسَيْنِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ نَيَّارٍ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا أَبُوْ سَعِيْدِ بْنُ الْحَرَفِيُّ ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ ، قَالَ : سَأَلْتُ أَبِيْ فَقُلْتُ : مَا تَقُوْلُ فِيْ عَلِيٍّ وَمُعَاوِيَةَ ؟ فَأَطْرَقَ ثُمَّ قَالَ: أَيْشِ أَقُوْلُ فِيْهِمَا ؟ إِنَّ عَلِيًّا عليه السلام كَانَ كَثِيْرَ الْأَعْدَاءِ فَفَتَّشَ أَعْدَاؤُهُ لَهُ عَيْباً فَلَمْ يَجِدُوْا ، فَجَاءُوْا إِلٰى رَجُلٍ قَدْ حَارَبَهُ وَقَاتَلَهُ فَأَطْرَوْهُ كِيَادًا مِنْهُمْ لَهُ.

ہمیں ہبۃ اللہ بن احمد جریری نے بیان کیا، اُنہیں محمد بن علی الفتح نے بیان کیا، اُنہیں امام دارقطنی نے بیان کیا، اُنہیں ابوالحسین عبداللہ بن ابراہیم بن جعفر بن نیار البزاز نے بیان کیا، اُنہیں ابوسعید بن الحرفی نے بیان کیا، اُنہیں عبداللہ بن احمد بن حنبل نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں: میں نے اپنے والد سے ایک سوال میں عرض کیا: آپ سیدنا علی المرتضیٰ علیہ السلام اور معاویہ کے متعلق

Presented by Ziaraat.com

کیا فرماتے ہیں؟ اس پر انہوں نے اپنا سر جھکالیا، پھر سر اُٹھا کر فرمایا: میں اُن دونوں کے بارے میں کیا کہوں؟ سیدنا علی ؑ کثیر الاعداء (بہت دشمنوں والے) تھے، ان کے دشمنوں نے اُن کے عیب تلاش کیے تو نہ پائے۔ پھر وہ اُس شخص کی طرف متوجہ ہوئے جس نے اُن سے جنگ اور لڑائی کی تو سازش کے تحت اُسے بڑھانا شروع کردیا''۔

(الموضوعات لابن الجوزي ج۲ ص۲۳، وط: ج۲ ص۲۶۳؛ تنزيه الشريعة للكناني ج۲ ص۸۰۷)

امامین کے کلام پر حافظ کا جائزہ

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے امام اسحاق بن راھویہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہما دونوں کے کلام کو نقل کرنے کے بعد یوں تبصرہ فرمایا ہے:

فَأَشَارَ بِهٰذَا إِلَى مَا اخْتَلَقُوْهُ لِمُعَاوِيَةَ مِنَ الْفَضَائِلِ مِمَّا لَا أَصْلَ لَهُ . وَقَدْ وَرَدَ فِيْ فَضَائِلِ مُعَاوِيَةَ أَحَادِيْثُ كَثِيْرَةٌ لٰكِنْ لَيْسَ فِيْهَا مَا يَصِحُّ مِنْ طَرِيْقِ الْإِسْنَادِ ، وَبِذٰلِكَ جَزَمَ إِسْحَاقُ بْنُ رَاهْوَيْه وَالنَّسَائِيُّ وَغَيْرُهُمَا ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

''اس سے اُنہوں نے اُن بے اصل روایات کی طرف اشارہ کیا ہے جو لوگوں نے معاویہ کے فضائل میں گھڑی تھیں۔ فضائلِ معاویہ میں بکثرت روایات وارد ہیں لیکن ان میں کوئی روایت ایسی نہیں ہے جس کی سند صحیح ہو، یہی امام اسحاق بن راھویہ، امام نسائی اور دوسرے علماءِ حدیث ؒ کا قطعی قول ہے، واللہ اعلم''۔

(فتح الباري ج۷ ص۴۷۶، وط: ج۷ ص۱۲۱، وط: ج۸ ص۴۷۳)

شانِ معاویہ میں مستقل کتب ورسائل

تا حال امیر شام کی شان میں تو کوئی مستقل کتاب میری نظر سے نہیں گذری البتہ جو کتاب بھی اُن کے حوالہ سے سامنے آئی ہے وہ اُن کے دفاع میں ہی آئی ہے، اگرچہ اُس کا عنوان کا فضائل ومناقب کا ہی کیوں نہ تھا۔ حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ''فتح الباري'' میں اِسی مقام پر بعض متقدمین کی کتب کا ذکر کیا ہے لیکن اُنہیں قابل اعتماد نہیں گردانا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''ابن ابی عاصم نے مناقب معاویہ میں ایک رسالہ لکھا تھا، اسی طرح ابوعمر غلام ثعلب

Presented by Ziaraat.com

اور ابوبکر النقاش نے بھی لکھا تھا۔ امام ابن الجوزی نے اپنی کتاب ''الموضوعات'' میں ان حضرات کی کتب سے کچھ احادیث ذکر فرمائی ہیں اور اُن سب کے بعد امام اسحاق بن راھویہ کا یہی قول چلایا ہے کہ معاویہ کی شان میں کوئی چیز بھی ثابت نہیں ہے''۔

(فتح الباري ج٧ ص٤٧٦، وط: ج٧ ص١٢١، وط: ج٨ ص٤٧٣)

ہمارے دور میں بھی اُن کے فضائل کے عنوان سے کچھ رسائل سامنے آئے ہیں لیکن سب میں موضوع وباطل روایات کی بھرمار ہے اور قیل وقال سے تو قطعاً کوئی ایک روایت بھی خالی نہیں ہے۔

کہا جاتا ہے کہ فضائل یا دفاعِ معاویہ میں فاضل بریلوی نے بھی متعدد رسائل لکھے ہیں، اگر یہ بات صحیح ہو اور واقعی کسی کے پاس اُن کے رسائل میں سے کوئی رسالہ موجود ہو تو ازراہِ کرم اِس ناچیز کو ضرور عنایت فرمایا جائے، میں اِس خاص موضوع پر اُن کی تحقیق سے آگاہی ضروری سمجھتا ہوں۔

قولِ ابن راھویہ کے مؤیدین

امام اسحاق بن راھویہ کے قول کو امام ابن الجوزی کے علاوہ محدث ابوالحسین مبارک، علامہ ابن قیم حنبلی، امام ذہبی، علامہ مجد الدین فیروز آبادی، امام عینی، امام سیوطی، علامہ ابن حجر مکی، ملاعلی قاری، علامہ ابن عراق الکنانی، علامہ محمد طاہر پٹنی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، علامہ عجلونی، قاضی شوکانی، علامہ عبدالرحمان مبارکپوری اور علامہ عبد الرشید نعمانی نے بھی تائیداً نقل کیا ہے۔ سطورِ ذیل میں ہم اِن علماء کی تصریحات وعبارات میں سے بعض کے الفاظ کو نقل کر رہے ہیں اور بعض کے الفاظ کی طرف نشاندہی کر رہے ہیں۔

ابوالحسین مبارک طیوری حنبلی

یہ خطیب بغدادی کے شاگرد اور امام ابن الجوزی کے استاذ الاساتذہ ہیں، ان کی وفات ۵۰۰ھ میں ہوئی تھی۔ اُن کے شاگرد شیخ ابوطاہر احمد بن محمد اصبہانی سلفی متوفّٰی ۵۷۶ھ نے ان کے کلام کو مختلف کتب سے منتخب کر کے ''الطیوریات'' کے نام سے ایک مجموعہ تیار کیا۔ اس مجموعہ میں وہ امام احمد بن حنبل کا وہ کلام لائے ہیں جو ہم اس سے قبل امام ابن الجوزی کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں کہ معاویہ کو لوگوں نے سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی دشمنی میں چڑھایا ہے۔

(الطيوريات لأبي الحسين مبارك بن عبد الجبار الطيوري ص١٣٨٦، أضواء السلف، الرياض)

Presented by Ziaraat.com

علامہ ابن قیم حنبلی

علامہ ابن قیم مطلقاً احادیث موضوعہ کی علامات کے بیان میں لکھتے ہیں:

وَمِنْ ذٰلِکَ مَاوَضَعَهُ بَعْضُ جَهْلَةِ السُّنَّةِ فِيْ فَضَائِلِ مُعَاوِيَةَ . قَالَ إِسْحَاقُ بْنُ رَاهُوْيَه: لَا يَصِحُّ فِيْ فَضْلِ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِيْ سُفْيَانَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ شَيْءٌ.

''اور اُنہی میں سے وہ احادیث ہیں جو بعض جاہل سنیوں نے فضائل معاویہ میں بنائی ہیں۔امام اسحاق بن راھویہ فرماتے ہیں: فضیلتِ معاویہ بن ابی سفیان میں نبی کریم ﷺ سے کوئی صحیح چیز ثابت نہیں ہے''۔

(المنار المنيف في الصحيح والضعيف ص ۱۱۰)

امام ذہبی شافعی

انہوں نے بلاتردید امام اسحاق بن راھویہ کے قول کو مقرر رکھا ہے۔

(سير أعلام النبلاء ج۳ص ۱۳۲)

امام سیوطی شافعی

امام سیوطی شافعی نے اپنی کتاب ''اللآلي المصنوعة'' میں امام اسحاق بن راھویہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول سند کے ساتھ نقل کیا ہے اور ''تاريخ الخلفاء'' میں امام احمد بن حنبل کا وہ قول نقل کیا ہے جو ہم اِس سے قبل امام ابن الجوزی اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہم کے حوالہ سے درج کر چکے ہیں کہ معاویہ کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دشمنوں نے بڑھایا اور چڑھایا ہے۔

(اللآلي المصنوعة للسيوطي ج۱ ص ٤٢٤؛ تاريخ الخلفاء للسيوطي ص۱۵۳، وط: ص ۳۳۰، وط: دار ابن حزم ص ۱۵۹)

امام موصوف بخاری کی شرح میں لکھتے ہیں:

بَابُ ذِكْرِ مُعَاوِيَةَ: لَمْ يَقُلْ وَلَا مَنْقَبَةٌ ، لِأَنَّهُ لَمْ يَصِحَّ فِيْ فَضَائِلِهِ شَيْءٌ ، كَمَا قَالَهُ ابْنُ رَاهُوْيَه.

Presented by Ziaraat.com

''بَابُ ذِكْرِ مُعَاوِيَةَ: منقبت نہیں کہا، اس لیے کہ اُن کے فضائل میں کوئی چیز بھی صحیح نہیں ہے، جیسا کہ امام ابن راھویہ نے فرمایا ہے''۔

(التوشيح شرح الجامع الصحيح للسيوطي ج٦ ص ٢٣٧٩)

علامہ ابن حجر ہیتمی مکی شافعی

علامہ ابن حجر مکی اپنی کتاب "الصواعق المحرقة" کے "الباب التاسع" (نویں باب) کی تیسری فصل کے آخر میں سیدنا علی ؑ کے فضائل کے ضمن میں لکھا ہے:

وَأَخْرَجَ السِّلَفِيُّ فِي الطُّيُورِيَّاتِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ، قَالَ: سَأَلْتُ أَبِي عَنْ عَلِيٍّ وَمُعَاوِيَةَ، فَقَالَ: اِعْلَمْ إِنَّ عَلِيًّا كَانَ كَثِيْرَ الْأَعْدَاءِ، فَفَتَّشَ لَهُ أَعْدَاؤُهُ شَيْئًا فَلَمْ يَجِدُوْهُ، فَجَاءُوْا إِلٰى رَجُلٍ قَدْ حَارَبَهُ وَقَاتَلَهُ فَأَطْرُوْهُ كَيْدًا مِّنْهُمْ لَهُ.

''سلفی نے ''الطُّيُورِيَّات'' میں امام عبداللہ بن احمد بن حنبل سے روایت کیا ہے کہ اُنہوں نے فرمایا: میں نے اپنے والد سے سیدنا علی ؑ اور معاویہ کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: جان لو! سیدنا علی ؑ کثیر الاعداء (بہت دشمنوں والے) تھے، سو ان کے دشمنوں نے اُن کے خلاف کچھ تلاش کرنا چاہا تو نہ پایا تو وہ اُس شخص کی طرف لپکے جس نے اُن سے جنگ اور قتال کیا تو فریب کاری کرتے ہوئے اُسے بڑھانا شروع کر دیا''۔

(الصواعق المحرقة ص ١٢٧، وط: ص ٣٧٨)

یہ بھی طرفہ تماشہ ہے کہ علامہ ابن حجر مکی اِس قول سے باخبر ہونے اور اسے نقل کرنے کے باوجود اِس کے خلاف کی طرف مائل ہو گئے۔ اُنہوں نے اپنی کتاب "تطهير الجنان" میں کھلم کھلا موضوع روایات کو فضائل معاویہ میں درج کر دیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں شاید یہ اس لیے کوئی تعجب کی بات نہیں کہ اُنہوں نے یہ کتاب ایک بادشاہ کی فرمائش کی تعمیل میں لکھی تھی۔ ظاہر ہے کہ جس شخص کی شان میں ایک بھی صحیح حدیث نہ ہو اور پھر اُس کی شان میں شاہی فرمان کی تعمیل میں کتاب تیار کرنی پڑ جائے تو رطب ویابس کے سوا باقی کیا رہ جاتا ہے؟ ان شاء اللہ ﷻ آئندہ صفحات میں علامہ ابن حجر مکی کے اِس کام پر مختصر تبصرہ پیش کیا جائے گا۔

Presented by Ziaraat.com

ابوالحسن علی بن محمد کنانی شافعی

انہوں نے امام اسحاق بن راھویہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہما دونوں کے اقوال کو نقل کیا ہے۔

(تنزیه الشریعة المرفوعة ج۲ ص۸۰۷)

لیکن آگے اُنہوں نے امام سیوطی کے حوالے سے لکھا ہے کہ معاویہ کی شان میں کسی حد تک تین احادیث قابل قبول ہوسکتی ہیں۔ راقم الحروف کہتا ہے کہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ قول امام ابن عساکر کی پیروی میں کیا ہے، اور یہ اِن تینوں حضرات کی غلط فہمی ہے اور حق بات وہی ہے جو امام اسحاق بن راھویہ نے فرمائی ہے۔ اِن شاء اللہ آئندہ صفحات میں دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہوجائے گا۔

علامہ مجدالدین فیروزآبادی

موصوف لکھتے ہیں:

وَبَابُ فَضْلِ مُعَاوِيَةَ لَيْسَ فِيْهِ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ.

''فضائل معاویہ کے باب میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے''۔

(سفر السعادة للفیروزآبادي ص ۱۴۳)

علامہ محمد فضیل مالکی

علامہ موصوف نے حافظ ابن حجر عسقلانی کی عبارت کو مختصراً نقل کرکے اُس کو تسلیم کیا ہے۔

(الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج۹ ص۹۲،۹۳)

علامہ بدرالدین عینی حنفی

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف میں فضائل معاویہ یا مناقب معاویہ کی بجائے ''بَابُ ذِكْرِ مُعَاوِيَةَ'' کا عنوان قائم کیا ہے، اس کی توجیہ میں امام بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: اس لیے کہ اِس باب میں وہ چیز نہیں جو اُن کی فضیلت پر دلالت کرے۔ اس پر وہ سوال قائم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فَإِنْ قُلْتَ: قَدْ وَرَدَ فِيْ فَضِيْلَتِهِ أَحَادِيْثُ كَثِيْرَةٌ. قُلْتُ: نَعَمْ، وَلٰكِنْ لَيْسَ فِيْهَا حَدِيْثٌ يَصِحُّ مِنْ طَرِيْقِ الْإِسْنَادِ، نَصَّ عَلَيْهِ إِسْحَاقُ بْنُ رَاهُوْيَهْ وَالنَّسَائِيُّ

Presented by Ziaraat.com

وَغَيرُهُمَا.

''اگر تم کہو کہ اُن کی شان میں تو بہت احادیث وارد ہوئی ہیں۔ میں کہتا ہوں: جی ہاں، لیکن اُن میں سنداً کوئی بھی صحیح حدیث نہیں ہے، اسی کی امام اسحاق بن راھویہ، امام نسائی اور دوسرے محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے تصریح فرمائی ہے''۔

(عمدة القاري ج١٦ ص٣٤٣)

إِنَّهُ فَقِيهٌ

امام عینی رحمۃ اللہ علیہ کا باب کے عنوان پر اِس بات کو موقوف کرنا درست نہیں ہے، اس لیے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں فضائل الصحابہ کی کتاب میں تقریباً دس سے زائد ابواب پر ''باب ذکر'' کا عنوان قائم کیا ہے، لہٰذا یہ توجیہ قوی نہیں۔ اِس سلسلے میں اصل بات یہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے انتہائی تکلف سے کام لیا ہے اور معاویہ کی شہرت سے مرعوب ہو کر کسی نہ کسی طرح اُن کا ذکر اپنی صحیح میں داخل کرنا ضروری سمجھا ہے، ورنہ وہ بہت سے ایسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل کو بخاری میں نہیں لائے جن کے فضائل میں واضح طور پر احادیث نبویہ آئی ہیں۔ قارئین کرام کو معلوم ہونا چاہیے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ امیر شام کے حق میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول اِس لیے لائے ہیں کہ معاویہ نے ایک مرتبہ وتروں کی ایک رکعت پڑھی تو ابن ابی ملیکہ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کو شکایت کرتے ہوئے کہا کہ اُنہوں نے وتروں کی ایک رکعت پڑھی ہے۔ اِس پر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

إِنَّهُ فَقِيهٌ.

''وہ فقیہ ہیں''۔

(بخاري ص ٥١١ حديث ٣٧٦٥)

ابن ملجم بھی فقیہ تھا

بلاشبہ کسی انسان کا فقیہ ہونا فضیلت کی بات ہے مگر شرط یہ ہے کہ وہ باعقیدہ اور باعمل ہو۔ اگر کوئی فقیہ انعام یافتہ ہستیوں سے بغض رکھتا ہو تو ایسی فقاہت کس کام کی؟ یاد رکھیے! اِس امت کا سب سے بڑا بدبخت عبدالرحمان بن ملجم بھی فقیہ تھا اور اُسی نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا، اُس کی فقاہت کے گواہ خلیفۂ ثالث سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔

Presented by Ziaraat.com

چنانچہ امام ذہبی لکھتے ہیں:

''یہ اُن لوگوں میں سے تھا جنہوں نے قرآن اور فقہ سیکھی تھی، اس نے قرآن سیدنا معاذ بن جبل ﷺ سے سیکھا تھا۔ اسی لیے سیدنا عمر ﷺ نے عمرو بن العاص ﷺ کو خط لکھا تھا:

أَنْ قَرِّبْ دَارَ عَبْدِ الرَّحْمَانِ بْنِ مُلْجِمٍ مِنَ الْمَسْجِدِ لِيُعَلِّمَ النَّاسَ الْقُرآنَ وَالْفِقْهَ.

''عبدالرحمان بن ملجم کا گھر مسجد کے قریب کردو تاکہ وہ لوگوں کو قرآن مجید اور فقہ کی تعلیم دے''۔

(تاريخ الإسلام للذهبي ملخصاً ج۳ ص۶۵۳)

حافظ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَهُوَ أَشْقَى هٰذِهِ الْأُمَّةِ بِالنَّصِّ الثَّابِتِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ بِقَتْلِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ.

''نبی کریم ﷺ سے نص کے ساتھ ثابت ہے کہ وہ اس امت کا سب سے بڑا بدبخت ہے، سیدنا علی بن ابی طالب ﷺ کو قتل کرنے کی وجہ سے''۔

(الإصابة ج۵ ص۸۵، ترجمة ۳۶۹۶)

اس مقام پر بلاتبصرہ سیدنا ابن عباس ﷺ سے اسی سلسلۂ وتر میں ایک اور روایت بھی سن لیجئے۔ امام طحاوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ مکمل سند کے ساتھ لکھتے ہیں:

''عکرمہ کہتے ہیں: میں سیدنا ابن عباس ﷺ کے ساتھ معاویہ کے پاس تھا کہ رات کا ایک حصہ گذر جانے کے بعد معاویہ اُٹھے اور ایک رکعت وتر پڑھی۔ اس پر ابن عباس ﷺ نے فرمایا:

مِنْ أَيْنَ تَرٰى أَخَذَهَا الْحِمَارُ ؟

''یہ اس حمار نے کہاں سے لے لی؟''۔

(شرح معاني الآثار ج۱ ص۲۸۹؛ فيض الباري شرح صحيح البخاري للكشميري ج۴ ص۴۹۵)

علامہ احمد بن اسماعیل الکورانی شافعی ثم الحنفی

علامہ الکورانی الشافعی ثم الحنفی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

لَمْ يُنْقَلْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ شَيْئًا فِيْ مَنَاقِبِ مُعَاوِيَةَ سِوٰى ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ:

Presented by Ziaraat.com

إِنَّهُ فَقِيهٌ ، وَالظَّاهِرُ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ إِنَّمَا قَالَ هٰذَا الْكَلَامَ تَقِيَّةً ، لِأَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ مِنْ أَعْظَمِ أَصْحَابِ عَلِيٍّ ، بَلْ كَانَ وَزِيرًا لَهُ وَمُشِيرًا.

''نبی کریم ﷺ سے مناقب معاویہ میں کوئی چیز منقول نہیں ماسوا قولِ ابن عباس کے کہ اُنہوں نے فرمایا: وہ فقیہ ہیں۔ ظاہر یہ ہے کہ ابن عباس ؓ نے یہ بات تقیۃً کہی تھی، کیونکہ ابن عباس ؓ سیدنا علی ؓ کے عظیم ساتھیوں سے تھے بلکہ وہ اُن کے وزیر و مشیر تھے''۔

(الكوثر الجاري إلى رياض أحاديث صحيح البخاري ج٦ ص٤٩٨)

مطلب یہ ہے کہ سیدنا علی ؓ کے محبین کے لیے ایسے سازگار حالات نہیں تھے کہ وہ علی الاعلان حق بات کر سکتے، یہ وہ دور تھا جس میں باشندگانِ حرمین پر حملہ ہوا تھا، یمن میں سیدنا ابن عباس ؓ کے نابالغ بھتیجوں کو ذبح کیا گیا تھا اور سیدنا حجر بن عدی ؓ اور اُن کے ساتھیوں کو بھی اُسی دور میں قتل کیا گیا تھا اور اُنہیں کہا گیا تھا کہ علی سے بیزار ہو جاؤ ورنہ قتل کے لیے تیار ہو جاؤ۔ سو ایسے کاٹ کھانے والی مملکت میں کھلم کھلا حق بات کرنا آسان نہیں تھا۔ یہاں جن تین واقعات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اِن شاءاللہ ﷻ اُن کی تفصیل آئندہ صفحات میں آئے گی۔

علامہ عجلونی شافعی

علامہ اسماعیل بن محمد عجلونی شافعی متوفّٰی ۱۱۶۲ھ لکھتے ہیں:

وَبَابُ فَضَائِلِ مُعَاوِيَةَ لَيْسَ فِيهِ حَدِيثٌ صَحِيحٌ.

''اور فضائل معاویہ کے باب میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے''۔

(كشف الخفاء ومزيل الإلباس ج٢ ص٣٨٤)

ملا علی قاری حنفی

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بعینہٖ علامہ ابن قیم جوزیہ حنبلی کی طرح لکھا ہے۔

(الأسرار المرفوعة ص ٤٥٥، و مترجم اردو ص ٢٠٩)

نیز ملا علی قاری نے ''مرقاۃ'' میں امیر شام کو محرّف، باغی، طاغی اور تارکِ کتاب وسنت قرار دیا ہے۔ اُن کا مکمل کلام مع ترجمہ ہماری کتاب ''اَلْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

Presented by Ziaraat.com

علامہ محمد طاہر پٹنی حنفی

علامہ موصوف لکھتے ہیں:

لَايَصِحُّ مَرْفُوْعًا فِيْ فَضْلِ مُعَاوِيَةَ شَيْءٌ.

''فضیلت معاویہ میں کوئی صحیح مرفوع چیز نہیں ہے''۔

(مجمع بحار الأنوار ج ٥ ص ٢٢١)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی

شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَاعْلَمْ أَنَّ الْمُحَدِّثِيْنَ قَالُوْا : لَمْ يَصِحَّ فِيْ فَضَائِلِ مُعَاوِيَةَ حَدِيْثٌ ، كَذَا فِيْ [سفر السعادة] وَكَذَا قَالَ السُّيُوْطِيُّ.

''جان لیجئے کہ محدثین کرام نے فرمایا ہے: فضائل معاویہ میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے، اسی طرح [سفر السعادة] میں ہے اور ایسا ہی امام سیوطی نے کہا ہے''۔

(لمعات التنقيح شرح مشكاة المصابيح ج٩ ص٧٧٥)

شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی دوسری تصانیف میں بھی اسی طرح لکھا ہے۔

(أشعة اللمعات للشيخ عبدالحق ج ٤ ص ٧١٦؛ مدارج النبوة للشيخ عبدالحق ج ٢ ص ٦٨٥؛ شرح سفر السعادة للشيخ عبدالحق ص ٥٢٢)

مولانا رشید احمد گنگوہی حنفی کی نکتہ آفرینی

مولانا رشید احمد گنگوہی بخاری شریف میں ''بَابُ ذِكْرِ مُعَاوِيَةَ'' کی توجیہ میں لکھتے ہیں:

''امام بخاری نے اس مقام پر عنوان تبدیل کر دیا ہے، مناقب سے تعبیر نہیں کیا، کیونکہ اُن میں صحبت اور فقاہت سے زیادہ اور کوئی منقبت بیان نہیں کی حالانکہ وہ اکثر صحابہ میں مشترک ہے''۔

(تشريحات بخاري ج٥ ص ٥١١)

ظاہر ہے کہ صحابی اور فقیہ بہت صحابہ کرام ﷺ تھے بلکہ معاویہ سے بھی بڑھ کر تھے تو پھر خود سوچئے کہ آخر امام

Presented by Ziaraat.com

بخاری کیا چیز لائے؟ جن اوصاف میں سب مشترک ہوں اُنہی اوصاف کو لے کر کسی شخص کے حق میں باب قائم کر دینا کون سا کمال ہے؟ علامہ وحید الزمان اہل حدیث نے امام بخاری کے اِس طرزِ عمل کو اِدھر اُدھر کے تذکروں سے تعبیر کیا ہے۔ دراصل امام بخاری کا مقصود اِس باب کے قیام سے دفاعِ معاویہ ہے نہ کہ شانِ معاویہ، جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے:

لٰكِنْ بِدَقِيْقِ نَظَرِهِ اِسْتَنْبَطَ مَا يُدْفَعُ بِهِ رُؤُوْسُ الرَّوَافِضِ.

''لیکن اُنہوں نے اپنی باریک بینی سے وہ استنباط کیا ہے جس سے روافض کے سرغنوں کا دفاع ہو جائے''۔

(فتح الباري ج۸ص ۴۷۳)

جی ہاں، امام بخاری کی باریک بینی قابلِ داد ہے، کیوں نہیں معاویہ کی افراط وتفریط کے تذکرے کا رفض سے تعلق بنتا ہے، کیونکہ سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے معاویہ کو فسق و بطلان پر کہا تو وہ رافضی تو ہوں گے نا؟ سیدنا خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ نے گروہِ معاویہ کو ضلالت پر کہا تو وہ کیوں نہ رافضی ہوں؟ امام اعظم ابوحنیفہ، امام محمد بن حسن شیبانی اور مذاہبِ اربعہ کے فقہاء رحمہم اللہ نے معاویہ کو قاتل، باغی، طاغی، بدعتی، جائر، ظالم اور متعدی کہا ہے تو وہ سب بھی کیوں نہ رافضی ہوں؟ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بھی معاویہ کو باغی سمجھ کر اُس سے جنگ کی تھی تو وہ بھی اندر سے رافضی ہوں گے نا؟ نبی کریم ﷺ نے بھی اُس پورے گروہ کو باغی اور آگ کی طرف داعی فرمایا تھا تو معاذ اللہ آپ پر بھی یہ حکم لگا دیجئے نا! **لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ.**

میں کہتا ہوں: کسی کو سمجھ آئے یا نہ آئے اور کوئی مانے یا نہ مانے لیکن حق اور حقیقت یہ ہے کہ معاویہ کی بغاوت، خروج، فساد، ضلالت اور کتاب وسنت سے روگردانی کے تذکروں کا تعلق رفض سے نہیں بلکہ حق و باطل، ہدایت وضلالت اور صواب وخطا کے اظہار سے ہے۔ رفض صرف اور صرف شیخین کریمین رضی اللہ عنہما سے بیزاری کو کہا جاتا ہے۔

مولانا محمد زکریا مدنی حنفی

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مدنی حنفی لکھتے ہیں:

''اسحاق بن راھویہ نے کہا ہے کہ امیر معاویہ کے مناقب میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے،

Presented by Ziaraat.com

اس لیے امام بخاری نے مناقب کا لفظ صراحۃً ذکر نہیں کیا"۔

(تشریحات بخاري ج ۵ ص ۵۱۱)

فاضل دیوبند مولانا عبدالقادر قاسمی

علامہ موصوف مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا محمد زکریا مدنی دونوں کے کلام کی شرح اور تائید میں لکھتے ہیں:

"امام نسائیؒ سے پوچھا گیا کہ فضل معاویہؓ کے بارے میں کوئی صحیح حدیث ہے؟ تو اُنہوں نے جواب دیا کہ وہ برابر سرابر چھوٹ جائیں تو غنیمت ہے تم فضائل پوچھتے ہو، جس پر اُن کو اس قدر مارا پیٹا گیا کہ جان سے ہاتھ دھونے پڑے"۔

(تشریحات بخاري ج ۵ ص ۵۱۱، کتب خانه مجیدیه ،ملتان)

علامہ عبدالرشید نعمانی حنفی دیوبندی

علامہ عبدالرشید نعمانی حافظ ابن حجر عسقلانی کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

أَخْرَجَ ابْنُ الْجَوْزِيِّ مِنْ طَرِيْقِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ، سَأَلْتُ أَبِيْ: مَا تَقُوْلُ فِيْ عَلِيٍّ وَمُعَاوِيَةَ ؟ فَأَطْرَقَ ثُمَّ قَالَ : اِعْلَمْ أَنَّ عَلِيًّا كَانَ كَثِيْرَ الْأَعْدَاءِ فَفَتَّشَ أَعْدَاؤُهُ لَهُ عَيْباً فَلَمْ يَجِدُوْا ، فَعَمَدُوْا إِلٰى رَجُلٍ قَدْ حَارَبَهُ وَقَاتَلَهُ فَأَطْرَوْهُ كِيَادًا مِّنْهُمْ لِعَلِيٍّ.

"حافظ ابن جوزی نے بسند عبداللہ بن احمد بن حنبل نقل کیا ہے کہ میں نے اپنے والد محترم امام احمد سے علی و معاویہ کے بارے میں دریافت کیا کہ اُن دونوں کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں تو آپ نے سر جھکا لیا پھر فرمایا: یاد رکھو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دشمن بہت تھے، اُن دشمنوں نے حضرت کے عیب بہت تلاش کیے، ہار جھک مار کر جب کچھ نہ مل سکا تو پھر یہ چال چلی کہ جس شخص نے آپ سے جنگ کی اس کو حد سے بڑھانے چڑھانے لگے"۔

امام ممدوح نے دشمنانِ علی کے جس کید (مکر) کی نشاندہی کی ہے یہی "فتنۂ ناصبیت" ہے جس کے ذکر سے رجال کی کتابیں بھری پڑی ہیں، نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یہ فتنہ

Presented by Ziaraat.com

خوابیدہ اِس دور میں پھر بیدار ہو چلا ہے"۔

(حضرت علي ﷺ اور قصاص عثمان ﷺ للعلامة عبدالرشيد النعماني ص١٤،١٥)

شاید علامہ نعمانی نے یہ اپنے مکتبِ فکر کی بات کی ہوگی لیکن ہمیں افسوس ہے کہ سیدنا علی ﷺ کی دشمنی میں یہ مکر وفریب بریلوی مکتبِ فکر میں بھی پیدا ہوگیا ہے۔ **فإلى الله المشتكي وهو المستعان.**

قاضی شوکانی اہل حدیث

قاضی صاحب نے شانِ معاویہ میں بہت ساری باطل احادیث نقل کرنے کے بعد مکمل سند کے ساتھ امام ابن راہویہ کا قول نقل کر کے اُن سب پر پانی پھیر دیا ہے۔

(الفوائد المجموعة في الأحاديث الموضوعة للشوكاني ص٤٠٧)

علامہ عبدالرحمان مبارک پوری اہل حدیث

شارحِ ترمذی علامہ عبدالرحمان مبارک پوری نے بحوالہ فتح الباری امام اسحاق بن راہویہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم کے اُن دونوں اقوال کو نقل کر کے اُن پر مکمل اتفاق کیا ہے جو ہم شروع میں امام ابن الجوزی اور حافظ رحمۃ اللہ علیہم سے نقل کر چکے ہیں۔ لطف کی بات یہ ہے کہ یہ تائید اُنہوں نے جامع ترمذی میں "**باب مناقب معاوية**" کے تحت کی ہے، گویا اِس تائید سے اُنہوں نے عملاً اِس مقام پر امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ سے اظہارِ اختلاف کیا ہے۔

(تحفة الأحوذي شرح جامع الترمذي ج١٠ ص٣٤٢)

علامہ وحید الزمان اہل حدیث

علامہ وحید الزماں لکھتے ہیں:

"امام بخاری نے اور بابوں کی طرح یوں نہ کہا کہ معاویہ کی فضیلت، کیونکہ اُن کی فضیلت میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہوئی۔ امام نسائی اور اسحاق راہویہ نے ایسا ہی کہا"۔

(تيسير الباري شرح صحيح البخاري ج٥ ص٩٠)

علامہ موصوف اگلے صفحہ میں لکھتے ہیں:

Presented by Ziaraat.com

''امام بخاری نے ایک مرفوع حدیث بھی معاویہ کی فضیلت میں بیان نہیں کی، ادھر اُدھر کے تذکرے کر دیے۔ امام نسائی نے ایک خاص کتاب خصائص کبریٰ جناب علی ؑ کے فضائل میں مرتب کی تو خارجیوں نے ان پر بلوہ کیا اور کہا کہ معاویہ کی فضیلت میں بھی تم نے کوئی کتاب لکھی ہے؟ انہوں نے کہا: ان کی فضیلت کہاں سے آئی، یا اُن کی فضیلت میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہوئی، البتہ ایک حدیث یہ ہے کہ اللہ ان کا پیٹ نہ بھرے۔ اس پر خارجی مردودوں نے امام نسائی کو گھونسوں اور لاتوں سے شہید کر ڈالا''۔

(تیسیر الباري شرح صحیح البخاري ج٥ ص ٩١، ٩٢)

علامہ ابن تیمیہ حنبلی

علامہ ابن تیمیہ جو تردیدِ روافض میں اس قدر شدید تھے کہ اُن کی تردید کرتے کرتے تنقیص مرتضوی کے مرتکب ہو گئے تھے، جیسا کہ امام سبکی اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا ہے، وہ بھی اس بات کے قائل ہیں کہ معاویہ کی شان میں کوئی حدیث نہیں ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

وَمُعَاوِيَةُ لَيْسَ لَهُ بِخَصُوْصِهِ فَضِيْلَةٌ فِي الصَّحِيْحِ.

''خصوصاً معاویہ کی کوئی فضیلت صحیح حدیث میں نہیں ہے''۔

(منهاج السنة ج٧ ص ٤٠)

ایک اور مقام میں لکھتے ہیں:

وَطَائِفَةٌ وَضَعُوْا لِمُعَاوِيَةَ فَضَائِلَ وَرَوَوْا أَحَادِيْثَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِيْ ذٰلِكَ كُلُّهَا كِذْبٌ.

''ایک گروہ نے معاویہ کے لیے فضائل گھڑے ہیں اور اُنہوں نے اس سلسلے میں نبی کریم ﷺ سے احادیث روایت کی ہیں جو سب کی سب جھوٹ ہیں''۔

(منهاج السنة ج٤ ص ٤٠٠)

ایک اور مقام میں موصوف نے امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے لکھا ہے:

''ایک متعصب قوم نے سنیت کا دعویٰ کیا تو اُنہوں نے فضیلتِ معاویہ میں احادیث

Presented by Ziaraat.com

بنائیں تاکہ وہ روافض کو غصہ دلائیں، دوسری طرف روافض کی قوم نے تعصب کیا تو اُنہوں نے معاویہ کی مذمت میں احادیث بنائیں اور دونوں قبیح خطا پر ہیں"۔

(منهاج السنة ج٤ ص٤٤٦، ٤٤٧)

امام ابن المبارکؒ

امام اسحاق بن راھویہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی تائید درجِ ذیل قول سے بھی ہوتی ہے۔علامہ بلاذری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وَحَدَّثَنِي الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ الْأَسْوَدِ عَنْ يَحْيَىٰ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ، قَالَ : هَاهُنَا قَوْمٌ يَسْأَلُونَ عَنْ فَضَائِلِ مُعَاوِيَةَ ، وَبِحَسْبِ مُعَاوِيَةَ أَنْ يُتْرَكَ كَفَافًا.

"مجھے حسین بن علی بن اسود نے بیان کیا، اُنہوں نے یحییٰ سے روایت کیا، اُنہوں نے امام عبد اللہ بن المبارک سے نقل کیا ہے کہ اُنہوں نے فرمایا: یہاں ایک قوم ہے جو فضائلِ معاویہ کے متعلق سوال کرتی ہے، حالانکہ معاویہ کے لیے اتنا کافی ہے کہ اُنہیں چھوڑ دیا جائے"۔

(أنساب الأشراف للبلاذري ج٥ ص١٣٧)

جھوٹی حدیث بیان کرنے پر مرنے کو ترجیح

گزشتہ سطور میں آپ فاضل دیوبند مولانا عبدالقادر قاسمی اور اہل حدیث عالم مولانا وحید الزمان خان کا کلام پڑھ چکے ہیں کہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کو محبانِ معاویہ اور دشمنانِ مرتضیٰ نے فقط اس لیے شہید کر دیا کہ امام موصوف اُنہیں فضائل معاویہ میں کوئی حدیث پیش کرنے سے قاصر رہے۔امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے اسباب میں فقط یہی ایک سبب بیان کیا گیا ہے۔اس واقعہ کو امام ابن الجوزی، سبط ابن الجوزی، امام ابن عساکر، امام ذہبی، علامہ ابن خلکان، حافظ ابن کثیر، علامہ تغری بردی، علامہ ابن العماد حنبلی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، اور نواب صدیق حسن خان قنوجی نے بھی ذکر کیا ہے۔

(المنتظم لابن الجوزي ج١٣ ص١٥٦؛ مرآة الزمان لسبط ابن الجوزي ج١٦ ص٤٣٠؛ مختصر تاريخ دمشق ج٣ ص١٠٢؛ سير أعلام النبلاء ج١٤ ص١٢٩؛ وفيات الأعيان ج١ ص٧٧؛ البداية

Presented by Ziaraat.com

والنهاية ج۱۲ ص۱۱؛الوفيات لابن تغري بردي ج۱ ص۷۷؛شذرات الذهب ج٤ ص۱۷؛بستان المحدثين۲۹۷؛التاج المكلل للقنوجي ص۱۹)

اِن سب کتابوں میں یہ بات مشترک ہے کہ فضائلِ معاویہ میں حدیث پیش کرنے سے قاصر رہنے پر امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کوشہید کردیا گیا۔ اِس مقام پر یہ ناچیز آپ کو اُن ﷺ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہے کہ بتلایئے! اگر اتنے بڑے محدث کے پاس شانِ معاویہ میں کوئی حدیث ہوتی اگرچہ ضعیف ہی سہی تو وہ موت سے بچنے کی خاطر اُس حدیث کو پیش کرنے سے کیوں دریغ کرتے؟

اِس سے معلوم ہوا کہ ایسے نقاد محدث کے نزدیک زبانِ زدِعام حدیث "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا" بھی قابلِ ذکر نہیں تھی، ورنہ وہ یہی سنا کر جان چھڑا لیتے۔

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ پر مصائب کا سبب؟

انہی مصائب کا سامنا امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کو بھی کرنا پڑا۔ اُن کے دور کے جاہل پیروں کے مریدین چاہتے تھے کہ وہ شانِ معاویہ میں کوئی حدیث پیش کریں اور چونکہ اُن کے علم میں کوئی قابلِ ذکر حدیث تھی ہی نہیں اس لیے وہ اُن لوگوں کی فرمائش پوری کرنے سے قاصر رہے تو وہ لوگ زیادتیوں پر اتر آئے۔ چنانچہ متعدد علماء کرام نے سند کے ساتھ لکھا ہے کہ ابوعبدالرحمان سلمی بیان کرتے ہیں:

> "میں ابوعبداللہ الحاکم کے پاس گیا جبکہ وہ ابوعبداللہ بن کرّام کے پیروکاروں کے مظالم کی وجہ سے اپنے گھر میں محصور ہو کر رہ گئے تھے، "لَا يُمْكِنُهُ الْخُرُوْجُ إِلَى الْمَسْجِدِ" (اُن کا مسجد کی طرف نکلنا ممکن نہیں تھا)
>
> وَذٰلِكَ أَنَّهُمْ كَسَرُوْا مِنْبَرَهُ وَمَنَعُوْهُ مِنَ الْخُرُوْجِ، فَقُلْتُ لَهُ: لَوْ خَرَجْتَ وَأَمْلَيْتَ فِيْ فَضَائِلِ هٰذَا الرَّجُلِ يَعْنِيْ مُعَاوِيَةَ لَاسْتَرَحْتَ مِنْ هٰذِهِ الْمِحْنَةِ، فَقَالَ: لَا يَجِيْءُ مِنْ قَلْبِيْ، لَا يَجِيْءُ مِنْ قَلْبِيْ، لَا يَجِيْءُ مِنْ قَلْبِيْ.
>
> اور یہ اس لیے کہ اُن لوگوں نے اُن کا منبر توڑ دیا تھا اور باہر نکلنے سے منع کر دیا تھا۔ میں نے امام حاکم سے عرض کیا: اگر آپ اس شخص یعنی معاویہ کے فضائل میں کچھ روایت کر دیں اور املاء کرا دیں تو آپ اِس مصیبت سے نجات پا جائیں گے۔ اُنہوں نے فرمایا: میرا دل نہیں مانتا،

Presented by Ziaraat.com

میرا دل نہیں مانتا، میرا دل نہیں مانتا''۔

(المنتظم لابن الجوزي ج۱۵ ص ۱۱۰؛ سير أعلام النبلاء ج۱۷ ص ۱۷۵؛ طبقات الشافعية الكبرى للسبكي ج٤ ص ۱٦۳؛ مرآة الزمان لسبط ابن الجوزي ج۱۸ ص ۲۳۸، ۲۳۹؛ الوافي بالوفيات للصفدي ج۳ ص ۲٦۰)

اندازہ کیجئے! اوّلین بادشاہ کے دور میں جو احادیث گھڑی گئی تھیں اور وہ پھیل چکی تھیں اور پھر وہ عامۃ الناس کے کانوں اور مزاجوں میں رچ بس بھی گئی تھیں، اگر ایسی احادیث کے بیان واملاء سے کوئی ماہر، نقاد، متقی اور پرہیزگار محدث اجتناب کرتا تو احادیث موضوعہ کے عادی اور رسیا لوگ اُسے کیونکر چین سے بیٹھنے دیتے؟ سو جب تک موضوع وباطل روایات کے رسیا محبانِ معاویہ لوگ باقی رہیں گے اُس وقت تک ایسی احادیث سے اجتناب کرنے والوں پر رفض کے فتوے لگتے رہیں گے، مساجد میں داخلے کی ممانعت ہوتی رہے گی اور مصائب وتکالیف بھی آتی رہیں گی۔

محمد بن کرّام کا تعارف

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ پر جن لوگوں نے مظالم ڈھائے تھے اُنہیں کرامیہ اس لیے کہا جاتا تھا کہ وہ محمد بن کرّام کے پیروکار تھے۔ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ محمد بن کرّام کے حالات میں لکھتے ہیں:

> ''وہ سجستان کا باشندہ تھا، بدعتی تھا، شیخ الکرّامیہ تھا، زاہد، عابد اور نیکوکار تھا، دور دور تک اُس کی شہرت تھی، اُس کے پیروکار کثیر تھے لیکن وہ شدید ترین ضعیف روایات بیان کرتا تھا، جیسا کہ ابن حبان نے کہا ہے۔ وہ رُسوا ہو گیا حتیٰ کہ اس نے ردی ترین مذہب اختیار کر لیا، اس نے جویباری اور ابن تمیم کی مجلس اختیار کی حالانکہ اُن دونوں نے ایک لاکھ احادیث گھڑی تھیں...... وہ عبادت گذار بڑا تھا مگر قلیل العلم تھا''۔

(سير أعلام النبلاء، مُلَخَّصًا ج۱۱ ص ۵۲۳، ۵۲٤)

امام ذہبی نے اِس کو اپنی تاریخ میں ''الشَّيخُ الضَّالُ'' (گمراہ شیخ) کہا ہے۔

(تاريخ الإسلام للذهبي ج۱۹ ص ۳۱۰)

میزان الاعتدال اور لسان المیزان میں ہے:

Presented by Ziaraat.com

"وَلَهُ أَتْبَاعٌ وَمُرِيْدُوْنَ" (اُس کے پیروکار اور مریدین تھے) یہ نیشاپور میں اپنی بدعتوں کی وجہ سے آٹھ سال تک قید میں پڑا رہا، پھر اسے نکالا گیا تو وہ بیت المقدس کی طرف چلا گیا اور دو سو پچپن [۲۵۵ھ] میں شام میں مر گیا اور ایک مدت تک اس کے مریدین اُس کی قبر پر مگن ہو کر بیٹھے رہے"۔

(ميزان الاعتدال ج٤ ص٢١؛ لسان الميزان ج٧ ص٤٦٢)

محبانِ معاویہ کے نزدیک حدیث گھڑنا جائز

حیران کن بات یہ ہے کہ محبانِ معاویہ کرّامیہ فرقہ کے نزدیک نہ صرف یہ کہ پہلے سے گھڑی ہوئی موضوع و باطل روایات کو بیان کرنا جائز تھا بلکہ وہ از خود حدیث گھڑنے کو بھی جائز سمجھتے تھے۔ چنانچہ امام نووی اور دوسرے محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم لکھتے ہیں:

وَاعْلَمْ : أَنَّ تَعَمُّدَ وَضْعِ الْحَدِيْثِ حَرَامٌ بِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِيْنَ الَّذِيْنَ يُعْتَدُّ بِهِمْ فِي الإِجْمَاعِ ، وَشَذَّتِ الْكَرَّامِيَةُ ، الْفِرْقَةُ الْمُبْتَدِعَةُ ، فَجَوَّزَتْ وَضْعَهُ فِي التَّرْغِيْبِ وَالتَّرْهِيْبِ وَالزُّهْدِ.

"جان لیجئے کہ عمداً حدیث وضع کرنا اُن مسلمانوں کے نزدیک حرام ہے جنہیں اجماع میں شمار کیا جاتا ہے، اور کرّامیہ بدعتی فرقہ نے الگ راہ لی تو اُنہوں نے ترغیب و ترهیب اور زُھد میں حدیث گھڑنا جائز قرار دیا"۔

(المنهاج شرح صحيح مسلم لابن الحجاج ج١ ص١٧؛ مكمل إكمال الإكمال ج١ ص٣٦؛ شرح نخبة الفكر للعسقلاني ص٨٠، ٨١؛ تدريب الراوي ج١ ص٣٣٢؛ فتح المغيث ج١ ص٢٨٧، ٢٨٨؛ تنزيه الشريعة ج١ ص١٢)

ذرا اُس دور کے صوفی اور پیر کا اور اپنے دور کے صوفی اور پیر کا موازنہ تو کیجئے!

وہ قلیل العلم تھا مگر اُس کے پیروکاروں اور مریدین کی کثرت تھی، بدعتی تھا، قوت و شوکت کا مالک تھا، دور دور تک شہرت رکھتا تھا، موضوع و باطل روایات چلاتا تھا اور وہ خود اور اُس کے مریدین معاویہ کے محب تھے۔

ہمارے دور کے یہ پیر الیاس تو چشم بددور قلیل العلم نہیں بلکہ کثیر العلم ہوں گے، البتہ باقی باتوں میں اُن کا

Presented by Ziaraat.com

اور محمد بن کرام کا موازنہ قارئین کرام خود کرلیں، راقم الحروف کچھ کہنے سے قاصر ہے۔ اگر کوئی شخص موصوف کے مریدین کی کثرت، قوت وشوکت (حتیٰ کہ ٹی وی چینل کی ملکیت) دور دور تک شہرت، فضائل اعمال میں موضوع وباطل روایات بیان کرنے کی جرأت، امیر شام سے اندھی محبت اور اُن کے فضائل میں موضوع روایات کی کثرت وغیرہ کو مدنظر رکھتے ہوئے ازخود موازنہ کرنا چاہے تو کرسکتا ہے۔

دیگر طلقاء کی شان میں احادیث کیوں نہیں؟

یقین فرمایئے! اگر معاویہ کو اس قدر طویل اقتدار نہ ملتا تو جس طرح اُن کی شان میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے اسی طرح اُن کی شان میں کوئی موضوع اور جعلی روایت بھی نہ ہوتی۔ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ فتح مکہ کے بعد دو ہزار سے زائد لوگ مجبوراً مسلمان ہوئے اور طلقاء کہلائے، لیکن اُن میں سے کسی کی شان میں بھی اتنی احادیث نہیں آئیں، حتیٰ کہ معاویہ کے سگے بھائی یزید بن ابوسفیان کی شان میں بھی کوئی صحیح حدیث نہیں ہے، حالانکہ علماء نے اُنہیں معاویہ سے افضل کہا ہے۔ چنانچہ علامہ ابن تیمیہ نے لکھا ہے:

وَأَخُوهُ يَزِيدُ أَفْضَلُ مِنْهُ.

''اور اُس کا بھائی یزید اُس سے افضل تھا''۔

(منهاج السنة ج ٤ ص ٤٣٩)

فتح مکہ کے بعد سے لے کر وصالِ نبوی ﷺ تک تقریباً اُنتیس مہینے سب طلقاء نے یکساں پائے۔ زبانِ نبوی ﷺ سے کسی کی شان میں جو کچھ صادر ہونا تھا فقط اُسی عرصہ میں ہی ہونا تھا، آخر کیا وجہ ہے کہ اُن انتیس ماہ میں معاویہ کی شان میں احادیث کا انبار لگ گیا اور اُس کے لیے ہر وہ شان نکل آئی جو خلفاء اربعہ ﷺ سمیت سابقون اولون میں سے کسی بھی صحابی کی احادیثِ صحیحہ میں بیان ہوئی، بلکہ بعض باتوں میں اُسے خلفاء اربعہ ﷺ سے بھی بڑھا کر دکھلانے کی کوشش کی گئی، جیسا کہ آگے کچھ مثالیں آئیں گی۔ سوال یہ ہے کہ اِس قدر کثیر فضائل کی آخر وجہ کیا ہے؟ کیا دنیا کا کوئی عالم، محدث، فقیہ، مستنبط اور عقل مند آدمی اس کی کوئی معقول وجہ بتا کر ہمیں شکریہ کا موقع عطا فرمائے گا؟

احادیثِ فضائلِ معاویہ میں دوسرا گروہ

اہل تحقیق محدثین کرام میں سے اکثر نے امام اسحاق بن راہویہ کی تحقیق سے قولاً اتفاق کیا ہے اور کچھ نے

Presented by Ziaraat.com

سکوتاً اتفاق کیا ہے، جیسا کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ صحاح ستہ کے باقی تمام محدثین کا شانِ معاویہ میں کوئی واضح حدیث نہ لا نا یا نہ لاسکنا اس سکوتی اتفاق کی روشن دلیل ہے۔ اِن کے برعکس بعض محدثین فضائل معاویہ میں احادیثِ موضوعہ کی کثرت کے سامنے مرعوب ہو گئے تو گومگو کی کیفیت کے ساتھ دو تین احادیث کو کسی نہ کسی کھاتے میں ڈالنے پر مجبور ہو گئے، جیسا کہ امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ، لیکن یہ اُن کی غلط فہمی ہے۔ ان شاء اللہ ہم اس غلط فہمی پر مفصل گفتگو کریں گے۔

از خود فضائل بنانے کا طریقہ

دورِ حاضر میں حدیث وضع کرنا اور گھڑنا ممکن نہیں رہا کیونکہ اتنا لمبی سند لانا مشکل ہے، اس لیے کچھ لوگ پہلے سے وضع کردہ باطل روایات کو زبردستی قابل قبول بنا کر اپنا رانجھا راضی کرنے کی کوشش کرتے ہیں یا پھر کسی صحیح اور موضوع روایت سے ذاتی انکل پچو سے فضیلت بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ بعض حضرات نے فضائل معاویہ پر جو کتاب لکھی ہے اُس میں یہ دونوں طریقے موجود ہیں۔ اُنہوں نے اپنی کتاب میں فضائل معاویہ میں جو اولین عنوان قائم کیا ہے اُس میں یہ دونوں باتیں جمع ہیں، یعنی اُنہوں نے جس حدیث سے فضیلت مستنبط کرنے کی کوشش کی ہے وہ حدیث موضوع و باطل بھی ہے اور اُس سے جو فضیلت اخذ کی گئی ہے وہ بھی مصنوعی اور جعلی ہے۔ تفصیل درجِ ذیل عنوان کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

حلم ہو تو ایسا

امیر اہل سنت ''حلم ہو تو ایسا'' عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں:

> ''نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں قبولِ اسلام کے لیے لوگ جوق در جوق حاضر ہوا کرتے۔ ایک دن یمنی بادشاہوں کی اولاد سے حضرت سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وفد کی صورت میں بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں قبول اسلام کے لیے حاضر ہوئے تو اُنہیں صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تین دن پہلے ہی تمہارے آنے کی بشارت ارشاد فرمادی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر بیحد شفقت فرمائی، ان کے لیے اپنی چادر مبارک بچھادی، اپنے قریب بٹھایا، منبر اقدس پر ان کے لیے تعریفی کلمات ارشاد فرمائے، برکت کی دعا فرمائی اور ان

Presented by Ziaraat.com

کے قیام کے لیے مکان کی نشاندہی کا کام ایک قریشی نوجوان کے سپرد فرمایا (اتفاق سے یہ قریشی نوجوان بھی ایک سردار مکہ کا فرزند تھا لیکن درسگاہِ نبوت سے فیض یاب ہونے اور صحبتِ مصطفیٰ سے اخلاق وآداب سیکھنے کی برکت سے اس کے مزاج میں ذرہ بھی سرداروں والی بات نہ تھی) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حکم پاتے ہی وہ نوجوان فوراً حضرت سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ چل دیا۔ حضرت سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اونٹنی پر سوار تھے جبکہ وہ قریشی نوجوان ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ چونکہ گرمی شدید تھی اس لیے کچھ دیر پیدل چلنے کے بعد اس قریشی نوجوان نے حضرت سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا: ''گرمی بہت شدید ہے، اب میرے پاؤں اندر سے بھی جلنے لگے ہیں۔ آپ مجھے اپنے پیچھے سوار کر لیجیے۔ حضرت سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صاف انکار کر دیا۔ قریشی نوجوان نے کہا: کم از کم اپنے جوتے ہی پہننے کے لیے دے دیجیے تاکہ میں گرمی سے بچ سکوں۔ حضرت سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو بادشاہوں کا لباس پہن سکیں۔ تمہارے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ میری اُونٹنی کے سائے میں چلتے رہو۔ یہ سن کر قریشی نوجوان نے نہایت تحمل کا مظاہرہ کیا اور زبان سے بھی جوابی کاروائی نہ کی۔ وقت گزرتا گیا اور وہ نوجوان پورے ملکِ شام کا گورنر بن گیا۔ ایک بار حضرت سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی قریشی نوجون کے پاس آئے جو کہ اب گورنر بن چکا تھا۔ تو وہ قریشی نوجوان آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ نہایت احترام سے پیش آیا اور ماضی کے اس واقعہ کا بدلہ لینے کی بجائے حضرت سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا اور فرمایا: میرا تخت بہتر ہے یا آپ کی اُونٹنی کی کوہان؟ حضرت سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: اے امیر المومنین! میں اس وقت نیا نیا مسلمان ہوا تھا اور جاہلیت کا رواج وہی تھا جو میں نے کیا۔ اب اللہ عزوجل نے ہمیں اسلام سے سرفراز فرمایا ہے اور آپ نے جو کیا ہے وہی اسلام کا طریقہ ہے۔ حضرت سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قریشی جوان کے رویے سے اس قدر متاثر ہوئے کہ آپ نے فرمایا: کاش میں نے انہیں اپنے آگے سوار کیا ہوتا۔'' معجم صغیر من اسمه یحییٰ، ۲/۱۴۳، مسند بزار، مسند وائل بن حجر ۱۰/۳۴۵، تاریخ المدینة المنورة، وفد وائل حجر الحضرمی،

Presented by Ziaraat.com

۲/۵۷۹، الاصابة، وائل بن حجر ٦/٤٦٢، رقم: ٩١٢٠ ملخصا۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! آپ جانتے ہیں کہ تکلیف برداشت کرنے کے باوجود حسنِ سلوک سے پیش آنے والے یہ بُردبار قریشی نوجوان کون تھے؟ یہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جلیل القدر صحابی اور کاتبِ وحی حضرت سیدنا امیرِ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے“۔

(فیضانِ امیرمعاویة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه، ص ١١، ١٤)

افسوس کہ یہ روایت سنداً اور متناً دونوں صورتوں میں موضوع و باطل ہے۔

حدیثِ مذکور کا سنداً موضوع ہونا

یہ حدیث سنداً اس لیے باطل ہے کہ اس کی سند میں ایک راوی محمد بن حجر ہے، حافظ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

لَهُ مَنَاكِيْرُ،......قَالَ أَبُوْ أَحْمَدَ الْحَاكِمُ : لَيْسَ بِالْقَوِيِّ عِنْدَهُمْ.

”اس کی روایات منکَر (قابلِ اعتراض) ہیں،......امام ابواحمد حاکم نے کہا: یہ محدثین کے نزدیک قوی نہیں ہے“۔

(لسان المیزان ج۷ ص۵۷، ۵۸ رقم الترجمة: ٦٦٣٣)

یہ الفاظ اُس ”المعجم الصغیر“ کے حاشیہ میں بھی موجود ہیں جس کا حوالہ موصوف نے دیا ہے، اور ”لَهُ مَنَاكِيْرُ“ کے الفاظ امام ذہبی نے لکھے ہیں اور حافظ نے اُنہیں مقرر رکھا ہے۔

(میزان الاعتدال ج٦ ص١٠٤؛ المغني في الضعفاء للذهبي ج٢ ص١٧٧)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

مُحَمَّدُ بْنُ حُجْرِ بْنِ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلِ بْنِ حُجْرِ الْحَضْرَمِيُّ أَبُوْ جَعْفَرٍ الْكِنْدِيْ كُوْفِيٌّ، فِيْهِ نَظَرٌ . سَمِعَ عَمَّهُ سَعِيْدَ بْنَ عَبْدِ الْجَبَّارِ عَنْ أَبِيْهِ ، قَالَ لِيَ ابْنُ حُجْرٍ وَوَلَدَ عَبْدُ الْجَبَّارِ بَعْدَ مَوْتِ أَبِيْهِ بِسِتَّةِ أَشْهُرٍ . وَقَالَ فِطْرٌ عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ سَمِعْتُ أَبِيْ ، وَلَا يَصِحُّ.

”محمد بن حجر بن عبدالجبار بن وائل بن حجر حضرمی ابوجعفر کندی کوفی میں نظر ہے۔اس نے

Presented by Ziaraat.com

اپنے چچا سعید بن عبدالجبار عن ابیہ [اپنے باپ یعنی وائل] سے سنا۔ مجھے ابن حجر نے بیان کیا:
عبدالجبار اپنے باپ کی موت سے چھ ماہ بعد پیدا ہوا۔ اور وہ جو فطر نے ابواسحاق سے عبدالجبار
کے متعلق نقل کیا کہ اُس نے کہا "سَمِعْتُ أَبِيْ" (میں نے اپنے باپ سے سنا) تو یہ صحیح نہیں"۔

(التاريخ الكبير للبخاري ج١ ص٦٩ رقم الترجمة ١٦٤)

اس کا مفہوم یہ ہے کہ محمد بن حجر نے اپنے چچا سعید سے سننے کا قول کیا، سعید کا کہنا ہے کہ اُس نے اپنے باپ عبدالجبار سے سماعت کی، اور جبار کا دعویٰ ہے کہ اُس نے اپنے والد وائل بن حجر سے سنا۔ امام بخاری فرماتے ہیں: جبار تو اپنے باپ وائل کی وفات سے بھی چھ ماہ بعد پیدا ہوا تو اُس نے اپنی ولادت سے قبل کیسے سن لیا؟

قولِ بخاریؒ "فِيْهِ نَظَرٌ" کا مطلب

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں محمد بن حجر کے بارے میں جو "فِيْهِ نَظَرٌ" (اُس میں نظر ہے) آیا ہے، اس سے امام بخاری کی کیا مراد ہے؟ علماء اصول حدیث فرماتے ہیں: اس سے امام بخاری اُس شخص کے متروک اور جھوٹے ہونے کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ چنانچہ امام ذہبی عبداللہ بن داود الواسطی کے حالات میں لکھتے ہیں:

وَقَدْ قَالَ الْبُخَارِيُّ : فِيْهِ نَظَرٌ ، وَلَا يَقُوْلُ هٰذَا إِلَّا فِيْمَنْ يَتَّهِمُهُ غَالِبًا.

"امام بخاری نے اُس کے بارے میں کہا: اُس میں نظر ہے، اور یہ وہ اکثر ایسے شخص کے بارے میں کہتے ہیں جو جھوٹ میں ملوث ہو"۔

(ميزان الاعتدال ج٤ ص٩٢)

ایک اور مقام میں امام ذہبی لکھتے ہیں:

فَهُوَ عِنْدَهٗ أَسْوَأُ حَالًا مِنَ الضَّعِيْفِ.

"ایسا شخص امام بخاری کے نزدیک ضعیف سے زیادہ برا ہوتا ہے"۔

(الموقظة في علم مصطلح الحديث ص٨٣)

نیز امام ذہبی نے عثمان بن فائد کے حالات میں بھی امام بخاری سے "فِيْهِ نَظَرٌ" نقل کیا ہے اور پھر اُس پر یوں تبصرہ کیا ہے:

Presented by Ziaraat.com

قُلْتُ : الْمُتَّهَمُ بِوَضْعِ هٰذِهِ الْأَحَادِيْثِ عُثْمَانُ ، وَقَلَّ أَنْ يَكُوْنَ عِنْدَ الْبُخَارِيِّ رَجُلٌ فِيْهِ نَظَرٌ إِلَّا وَهُوَ مُتَّهَمٌ.

''میں کہتا ہوں: عثمان بن فائد ان احادیث کے گھڑنے میں ملوث ہے، امام بخاری اکثر جس شخص کے بارے میں ''فِيْهِ نَظَرٌ'' کہتے ہیں تو وہ متہم (حدیث میں جھوٹا) ہوتا ہے''۔

(میزان الاعتدال ج٥ ص٦٦)

امام زین الدین عبدالرحیم عراقی اور امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہما لکھتے ہیں:

وَفُلَانٌ فِيْهِ نَظَرٌ ، وَفُلَانٌ سَكَتُوْا عَنْهُ ، وَهَاتَانِ الْعِبَارَتَانِ يَقُوْلُهُمَا الْبُخَارِيُّ فِيْمَنْ تَرَكُوْا حَدِيْثَهٗ.

''فلاں میں نظر ہے اور فلاں سے محدثین نے سکوت اختیار کیا ہے، یہ دونوں باتیں امام بخاری اُس شخص کے بارے میں کہتے ہیں جس کی حدیث کو محدثین نے ترک کر دیا ہو''۔

(التبصرة والتذكرة شرح ألفية العراقي ج٢ ص١١؛ فتح المغيث بشرح ألفية الحديث ج٢ ص٢٩٠)

امام بخاری کی مختصر عبارت میں جو کچھ کہا گیا اسی بات کو زیادہ وضاحت کے ساتھ امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے یوں بیان کیا ہے:

مُحَمَّدُ بْنُ حُجْرِ بْنِ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلِ بْنِ حُجْرِ الْحَضْرَمِيُّ الْكِنْدِيُّ كُوْفِيٌّ ، كُنْيَتُهٗ أَبُوْ جَعْفَرٍ ، مِنْ أَهْلِ الْكُوْفَةِ ، يَرْوِيْ عَنْ عَمِّهٖ سَعِيْدِ بْنِ عَبْدِ الْجَبَّارِ عَنْ أَبِيْهِ عَبْدِ الْجَبَّارِ عَنْ أَبِيْهِ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ بِنُسْخَةٍ مُنْكَرَةٍ ، مِنْهَا أَشْيَاءُ لَهَا أُصُوْلٌ مِنْ حَدِيْثِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَلَيْسَتْ مِنْ حَدِيْثِ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ ، وَمِنْهَا أَشْيَاءُ مِنْ حَدِيْثِ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ مُخْتَصَرَةٌ جَاءَ بِهَا عَلَى التَّقَصِّيْ وَأَفْرَطَ فِيْهَا ، وَمِنْهَا أَشْيَاءُ مَوْضُوْعَةٌ لَيْسَ مِنْ كَلَامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ، لَا يَجُوْزُ الْاِحْتِجَاجُ بِهٖ ، وَأَمَّا عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ وَائِلٍ فَإِنَّهٗ وَلَدَ بَعْدَ مَوْتِ أَبِيْهِ بِسِتَّةِ أَشْهُرٍ ، مَاتَ وَائِلُ بْنُ حُجْرٍ وَأُمُّ عَبْدِ الْجَبَّارِ حَامِلٌ بِهٖ ، وَهٰذَا ضَرْبٌ مِنَ الْمُنْقَطِعِ الَّذِيْ لَا تَقُوْمُ بِهِ الْحُجَّةُ.

''محمد بن حجر بن عبدالجبار بن وائل بن حجر حضرمی کندی کوفی، اس کی کنیت ابوجعفر ہے، یہ

Presented by Ziaraat.com

کوفہ کا باشندہ ہے۔ یہ اپنے چچا سعید بن عبدالجبار سے روایت کرتا ہے، عبدالجبار اپنے باپ وائل بن حجر سے ایک غیر معتبر نسخہ سے روایت کرتا ہے۔ اُس نسخہ کی کچھ باتوں کی اصل حدیث رسول ﷺ کے طور پر ملتی ہے لیکن وائل بن حجر کی سند سے نہیں، اور اس سے بعض مختصر چیزیں وائل بن حجر کے حوالہ سے بھی ملتی ہیں، جنہیں وہ افسانے کے طور پر لایا ہے اور اُن میں افراط سے کام لیا ہے، اور اُس نسخہ کی کچھ چیزیں جعلی ہیں، کلام نبوی ﷺ سے اُن کا کوئی تعلق نہیں، اُن سے دلیل لینا جائز نہیں ہے۔ باقی رہا عبدالجبار بن وائل کا معاملہ تو وہ اپنے باپ کی وفات سے چھ ماہ بعد پیدا ہوا، وائل بن حجر کی وفات ہو چکی تھی اور عبدالجبار اپنی والدہ کے شکم میں تھا، لہٰذا اُس کی حدیث منقطع کی قسم سے ہے جس سے دلیل قائم نہیں ہوتی"۔

(كتاب المجروحين لابن حبان ج٢ ص٢٧٣، وط: ج ٢ ص ٢٨٤)

موصوف نے "**المعجم الصغير**" سے جو حدیث نقل کی ہے اُس کی سند بھی یہی ہے۔ ملاحظہ فرمایئے:

حَدَّثَنَا أَبُوْهِنْدٍ يَحْيىٰ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُجْرِ بْنِ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلِ بْنِ حُجْرِ الْحَضَرَمِيُّ الْكُوفِيُّ ، حَدَّثَنِي عَمِّي مُحَمَّدُ بْنُ حُجْرِ بْنِ عَبْدِ الْجَبَّارِ ، حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ عَنْ أَبِيْهِ ......

(المعجم الصغير للطبراني ج٢ ص١٤٣)

اب آپ خود اندازہ فرما لیجئے کہ اُن کی نقل کردہ حدیث سنداً کس پائے کی ہے۔

میٹھا ہپ ہپ، کڑوا تھو تھو

آپ نے دیکھا کہ یہ حدیث سنداً موضوع ہے، اور ہمارے نزدیک یہ متن کے لحاظ سے بھی موضوع ہے۔ امام ابن حبان کے تجزیہ کے مطابق اس میں محمد بن حجر کچھ چیزیں وائل بن حجر سے بھی لائے ہیں اور کچھ باتیں افسانوی طور بھی پر لائے ہیں، یعنی یہ جھوٹ و سچ کا مجموعہ ہے۔ امیر اہل سنت نے اس روایت کے اندراج میں جس کتاب پر زیادہ اعتماد کیا وہ وہی کتاب ہے جس کا اُنہوں نے سب سے پہلے حوالہ درج کیا ہے، اور اُنہوں نے جتنا طویل روایت نقل کی ہے اس قدر طوالت بھی اُن کی درج کردہ کتب میں سے فقط اُسی کتاب یعنی "المعجم الصغیر" میں ہے، چونکہ اُنہوں نے اس کتاب کے حوالہ سے بھی اس حدیث کو قابلِ استدلال مانا ہے، لہٰذا ہمارا اُن

Presented by Ziaraat.com

سے سوال ہے کہ وہ اس حدیث کو مکمل تسلیم کرتے ہیں یا ''میٹھا ہپ ہپ، اور کڑوا تھوتھو'' والے معاملہ کے مطابق ﴿أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ﴾ کے مرتکب ہوتے ہیں۔

قارئین کرام! ''المعجم الصغیر'' میں یہ الفاظ نہیں ہیں کہ وائل بن حجر از خود دربارِ معاویہ میں آئے تھے بلکہ یہ مذکور ہے کہ اُنہیں معاویہ نے اپنے دربار میں طلب کیا تھا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اُنہوں نے اس طلبی کا ذکر کیوں نہیں کیا؟ اس لیے کہ اگر وہ یہ ذکر کرتے تو اس حدیث سے فضیلتِ معاویہ نہیں بلکہ مذمتِ معاویہ نکلتی۔ آیئے! جن بعض جملوں سے اُنہوں نے صرفِ نظر کیا ہے ذرا اُن جملوں کو بھی غور سے پڑھ لیجیے:

فَلَمَّا مَلَكَ مُعَاوِيَةُ بَعَثَ رَجُلاً مِّنْ قُرَيْشٍ يُقَالُ لَهُ بُسْرُ بْنُ أَبِي أَرْطَاةَ، فَقَالَ لَهُ قَدْ ضَمَمْتُ إِلَيْكَ النَّاحِيَةَ فَاخْرُجْ بِجَيْشِكَ، فَإِذَا تَخَلَّفْتَ أَفْوَاهَ الشَّامِ فَضَعْ سَيْفَكَ فَاقْتُلْ مَنْ أَبَىٰ بَيْعَتِي حَتَّىٰ تَصِيرَ إِلَى الْمَدِينَةِ، ثُمَّ ادْخُلِ الْمَدِينَةَ فَاقْتُلْ مَنْ أَبَىٰ بَيْعَتِي، ثُمَّ اخْرُجْ إِلَىٰ حَضَرَ مَوْتَ فَاقْتُلْ مَنْ أَبَىٰ بَيْعَتِي، وَإِنْ أَصَبْتَ وَائِلَ بْنَ حُجْرٍ فَأْتِنِي بِهِ، فَفَعَلَ وَأَصَابَ وَائِلاً حَيًّا فَجَاءَ بِهِ إِلَيْهِ، فَأَمَرَ مُعَاوِيَةُ أَنْ يُتَلَقَّا [يتلقى] وَأَذِنَ لَهُ.

''پھر جب معاویہ بادشاہ ہوئے تو اُنہوں نے ایک قریشی شخص کو بھیجا جسے بسر بن ابی ارطاۃ کہا جاتا تھا۔ اُس کو کہا: میں تمہیں ایک علاقہ دیتا ہوں، سو تم اپنے لشکر کے ساتھ نکلو، پھر جب تم ملک شام سے باہر نکل جاؤ تو تلوار نکال لینا، سو جو شخص بھی میری بیعت سے انکار کرے تو اُس کو قتل کر دینا حتیٰ کہ مدینہ پہنچو، پھر جب مدینہ میں داخل ہونا تو اُس شخص کو قتل کر دینا جو میری بیعت کا انکار کرے۔ پھر حضرموت کا رُخ کرنا، سو وہاں ہر اُس شخص کو قتل کر دینا جو میری بیعت کا انکار کرے، اور اگر تم وائل بن حجر کو پاؤ تو اُسے میرے پاس لانا، پس بسر نے حکم کی تعمیل کی اور اُس نے وائل کو زندہ پایا تو اُسے معاویہ کے دربار میں لایا، پھر معاویہ نے اُس سے ملاقات کا حکم دیا تو اُسے ملاقات کی اجازت دی گئی''۔

(المعجم الصغیر ج ۲ ص ۱۴۵)

اس کے بعد جو ہوا اُس کا ترجمہ موصوف نے یوں کیا ہے:

''حضرت سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا اور فرمایا: میرا

Presented by Ziaraat.com

تخت بہتر ہے یا آپ کی اُونٹنی کی کوہان؟ حضرت سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: اے امیر المومنین! میں اس وقت نیا نیا مسلمان ہوا تھا اور جاہلیت کا رواج وہی تھا جو میں نے کیا۔ اب اللہ ﷻ نے ہمیں اسلام سے سرفراز فرمایا ہے اور آپ نے جو کیا ہے وہی اسلام کا طریقہ ہے''۔

(فیضان امیر معاویۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ ص ۱۳)

ہر چند کہ ہمارا اعتماد اِس روایت پر نہیں ہے، چونکہ یہ جھوٹ و سچ کا مجموعہ ہے، لیکن دوسری روایات سے ثابت ہے کہ بسر بن ابی ارطاۃ نے معاویہ کے حکم کے مطابق بیعتِ معاویہ کے منکرین اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے محبین کو تہ تیغ کیا تھا، یہی وجہ ہے کہ محدثین و مؤرخین سب نے اس بسر بن ابی ارطاۃ کو اُس کے صحابی ہونے کے باوجود برا شخص کہا ہے، جیسا کہ اس کی تفصیل ''ہادی مہدی اور قتلِ ناحق'' کے عنوان کے تحت آئے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

یہاں سوال یہ ہے کہ جب حضر موت کے علاقہ میں بیعتِ معاویہ کے منکرین کو تہ تیغ کر دیا گیا اور پھر اُس بھیانک ماحول سے نکال کر وائل بن حجر کو بسر بن ابی ارطاۃ اپنے ساتھ زندہ لایا اور دربارِ معاویہ میں پیش کر دیا تو اس میں وائل بن حجر کی تعظیم ہے یا توہین؟ پھر اُنہیں اپنے تخت پر بٹھا کر ۳۲ یا ۳۰ سال قبل کا واقعہ یاد کراتے ہوئے کہنا: میرا تخت اچھا ہے یا تمہاری اونٹنی کی کوہان؟ کیا یہ سوال تواضع پر مبنی ہے؟ نہیں بلکہ اس میں تکبر ہے، یہی وجہ ہے کہ وائل بن حجر اس پر شرمندہ ہوئے اور اُنہیں لمبی چوڑی وضاحت کرنا پڑی۔ حلم و تدبر کا تقاضا تو یہ تھا کہ وہ از خود دربارِ معاویہ میں بھی آتے تو اُن سے یہ سوال کیا جاتا اور نہ ہی اُنہیں وہ واقعہ یاد کرایا جاتا، جس کا اثر یہ ہوتا کہ وہ خود دِل ہی دِل میں شرمندہ ہو جاتے اور بعد میں لوگوں کی مجالس میں بیان کرتے پھرتے کہ کیسا حلیم شخص ہے کہ میں نے اُس کے ساتھ وہ سلوک کیا تھا لیکن اُس نے اُلٹا میری تعظیم کی اور میری زیادتی کو زبان پر بھی نہ لائے!

یہاں ایک سوال یہ بھی ہے کہ موصوف نے کہا: میرا تخت اچھا ہے یا تمہاری اونٹنی کی کوہان؟ کیا یہ ثابت کیا جا سکتا ہے کہ ان سے قبل نبی کریم ﷺ اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے دور میں بھی تخت کا تصور تھا؟

کیا بیعت کے منکر کو قتل کیا جا سکتا ہے؟

اس حدیث میں ہے کہ معاویہ نے از خود شہروں کی طرف مسلح لشکر بھیجا اور اپنے سپہ سالار کو حکم دیا کہ جو میری بیعت سے انکار کرے اُس کو قتل کر دینا۔ یہ کس شریعت میں ہے کہ جو شخص بیعت نہ کرے اُس کو قتل کر دو۔ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ جو انصار رضی اللہ عنہم کے سردار تھے، اُنہوں نے شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی بیعت نہیں کی تھی تو کیا

Presented by Ziaraat.com

شیخین کریمین رضی اللہ عنہمانے اُنہیں قتل کرادیا تھا؟ شریعت میں بیعت سے انکار کرنے والے فردِ واحد کو قتل کرنے کی کوئی اجازت نہیں ہے، ہاں البتہ کہیں سے کوئی منظم بغاوت سر اُٹھائے تو اُس بغاوت کو کچلنے اور باغیوں کو حق کی طرف لانے کے لیے قرآن مجید میں قتال کا باقاعدہ حکم آیا ہے۔ معاویہ اگر سیدنا علی ﷺ کی حیات ہی میں خلیفہ برحق تھا تو اُس کا کسی منظم شورش کے بغیر لوگوں کو قتل کر دینے کا آرڈر کرنا کس شریعت کے مطابق تھا؟

روایتِ مذکورہ کے دوسرے جملے

مذکورہ بالا جملوں کے علاوہ اِس حدیث کے کچھ اور جملے بھی ہیں جنہیں موصوف نے حذف کر دیا ہے، آیئے! ذرا اُنہیں بھی پڑھ لیجیے۔ جہاں اُن جملوں کے مطالعہ سے اس حدیث کا موضوع ہونا عیاں ہوگا وہیں اس حدیث کو قابلِ استدلال سمجھنے والوں کی خیانت کا پول بھی کھل جائے گا۔ چنانچہ جب وائل بن حجر نے اپنی معذرت پیش کر لی تو معاویہ نے اُن سے کہا:

فَمَا مَنَعَکَ مِنْ نَصْرِنَا ، وَقَدِ اتَّخَذَکَ عُثْمَانُ ثِقَةً وَصِهْرًا ، قُلْتُ : إِنَّکَ قَاتَلْتَ رَجُلاً هُوَ أَحَقُّ بِعُثْمَانَ مِنْکَ ، قَالَ : وَکَیْفَ یَکُوْنُ أَحَقُّ بِعُثْمَانَ مِنِّیْ، وَأَنَا أَقْرَبُ إِلیٰ عُثْمَانَ فِي النَّسَبِ ؟ قُلْتُ : إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ کَانَ آخیٰ بَیْنَ عَلِيٍّ وَ عُثْمَانَ ، فَالأَخُ أَوْلیٰ مِنِ ابْنِ الْعَمِّ ، وَلَسْتُ أُقَاتِلُ الْمُهَاجِرِیْنَ ، قَالَ : أَوَلَسْنَا مُهَاجِرِیْنَ ؟ قُلْتُ : أَوَلَسْنَا قَدِ اعْتَزَلْنَاکُمَا جَمِیْعًا ؟ وَحُجَّةٌ أُخْریٰ ، حَضَرْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَقَدْ رَفَعَ رَأْسَهُ نَحْوَ الْمَشْرِقِ وَقَدْ حَضَرَهُ جَمْعٌ کَثِیْرٌ ثُمَّ رَدَّ إِلَیْهِ بَصَرَهُ ، فَقَالَ: أَتَتْکُمُ الْفِتَنُ کَقِطَعِ اللَّیْلِ الْمُظْلِمِ ، فَشَدَّدَ أَمْرَهَا وَعَجَّلَهُ وَقَبَّحَهُ، فَقُلْتُ لَهُ مِنْ بَیْنِ الْقَوْمِ : یَارَسُوْلَ اللّٰهِ ! وَمَا الْفِتَنُ ؟ فَقَالَ: یَاوَائِلُ! إِذَا اخْتَلَفَ سَیْفَانِ فِی الإِسْلَامِ فَاعْتَزِلْهُمَا ، فَقَالَ : اَصْبَحْتَ شِیْعِیًّا ؟ قُلْتُ : لَا وَلٰکِنِّیْ أَصْبَحْتُ نَاصِحًا لِلْمُسْلِمِیْنَ ، فَقَالَ مُعَاوِیَةُ : لَوْسَمِعْتُ ذَا وَعَلِمْتُهُ مَا أَقْدَمْتُکَ.
قُلْتُ : أَوَلَیْسَ قَدْ رَأَیْتَ مَا صَنَعَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ عِنْدَ مَقْتَلِ عُثْمَانَ ، اِنْتَهیٰ بِسَیْفِهِ إِلیٰ صَخْرَةٍ فَضَرَبَهُ حَتّٰی انْکَسَرَ . فَقَالَ : أُولٰئِکَ قَوْمٌ یَحْمِلُوْنَ عَلَیْنَا، فَقُلْتُ : فَکَیْفَ تَصْنَعُ بِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ : مَنْ أَحَبَّ الأَنْصَارَ فَبِحُبِّيْ ، وَمَنْ

Presented by Ziaraat.com

أَبْغَضَ الْأَنْصَارَ فَبِبُغْضِي.

''تمہیں ہماری مدد کرنے سے کس چیز نے روکا، حالانکہ سیدنا عثمان ﷺ نے تمہیں معتبر ومعزز ٹھہرایا تھا؟ میں نے کہا: آپ نے ایسے شخص کے ساتھ قتال کیا ہے جو آپ سے بڑھ کر عثمان کا حق دار ہے۔ معاویہ نے کہا: وہ کیسے مجھ سے بڑھ کر عثمان کا حق دار ہے حالانکہ نسباً میں عثمان کا زیادہ قریبی ہوں؟ میں نے کہا: نبی کریم ﷺ نے سیدنا علی اور عثمان کے مابین مواخات فرمائی تھی اور بھائی چچازاد سے زیادہ مقرب ہوتا ہے، اور پھر میں مہاجرین کے خلاف جنگ بھی نہیں کرتا۔ معاویہ نے کہا: کیا ہم مہاجر نہیں ہیں؟ میں نے کہا: تو یہ بہتر نہیں کہ ہم تم دونوں کو تمہارے حال پر چھوڑ دیں۔ اور دوسری دلیل یہ ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا، آپ نے اپنا سر اقدس مشرق کی طرف بلند کر رکھا تھا اور لوگوں کا ایک جم غفیر موجود تھا، پھر آپ نے اپنی نگاہ مبارک جھکاتے ہوئے ارشاد فرمایا: تم پر اندھیری رات کی مانند فتنے آئیں گے، پھر آپ نے اُن کی شدت وسرعت بیان کی اور ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ پوری قوم میں سے میں نے سوال کیا: یارسول اللہ! وہ کیسے فتنے ہوں گے؟ فرمایا: اے وائل جب تم اسلام میں دو تلواروں کو ٹکراتا دیکھو تو اُن سے کنارہ کش ہو جانا۔ اس پر معاویہ نے کہا: کیا تم شیعی ہو گئے؟ میں نے کہا: نہیں لیکن میں مسلمانوں کی خیرخواہی چاہتا ہوں۔ معاویہ نے کہا: میں نے تمہارا یہ خیال سنا ہوتا اور اس سے آگاہ ہوا ہوتا تو تمہیں بلاتا ہی نہ۔ میں نے کہا: کیا آپ نے سیدنا عثمان کی شہادت کے وقت سیدنا محمد بن مسلمہ انصاری ﷺ کو نہیں دیکھا تھا کہ وہ اپنی تلوار کو اُٹھا کر ایک چٹان کی طرف بڑھے اور اُس پر مار کر اُسے توڑ دیا تھا؟ اس پر معاویہ نے کہا: اس (انصار) قوم نے ہمارے خلاف جنگ کی ہے۔ میں نے کہا: پھر ہم رسول اللہ ﷺ کے اس قول کا کیا کریں کہ آپ نے فرمایا تھا: جس نے انصار ﷺ سے محبت کی تو مجھ سے محبت کی وجہ سے محبت کی اور جس نے انصار ﷺ سے بغض رکھا تو اُس نے مجھ سے بغض کی وجہ سے بغض رکھا''۔

(المعجم الصغیر ج ۲ ص ۱۴۵، ۱۴۶)

جو لوگ اس روایت کو صحیح یا قابلِ استدلال گردانتے ہیں، اُن سے چند سوال ہیں:

۱۔ کیا سیدنا علی وعثمان رضی اللہ عنہما کے مابین مواخات کا قول صحیح ہے؟

Presented by Ziaraat.com

ممکن ہے کہ ہمارے امیر اہل سنت اِس مواخات کو ثابت کر ڈالیں، کیونکہ اُنہیں مواخاتِ مصطفیٰ و مرتضیٰ علیہما الصلاۃ والسلام کھٹکتی ہے۔

۲۔ کیا معاویہ مہاجرین میں سے تھے؟

۳۔ کیا معاویہ کی حمایت نہ کرنے کا نام شیعیت ہے؟

۴۔ معاویہ نے حضرت وائل بن حجرؓ کو اپنے ہاں کیوں بلایا تھا، اور پھر بلانے پر پچھتائے کیوں تھے؟

۵۔ معاویہ، انصارؓ کو اپنا دشمن کیوں سمجھتے تھے، کس جنگ میں انصارؓ نے ان پر حملہ کیا تھا؟

قارئین کرام! شاید امیر اہل سنت ٹس سے مس نہ ہوں، کیونکہ حاطب اللیل قسم کے لوگوں کے نزدیک ہر لکھی ہوئی بات قابل قبول ہوتی ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی کتاب کے سب ٹائٹل سے قبل یہ تو لکھا ہے:

''**کتاب کے خریدار متوجہ ہوں:** کتاب کی طباعت میں نمایاں خرابی ہو یا صفحات کم ہوں یا بائنڈنگ میں آگے پیچھے ہو گئے ہوں تو مکتبۃ المدینہ سے رجوع فرمائیں''۔

مگر انہیں یہ لکھنے کی توفیق نہیں ہوئی کہ اُن سے اگر کوئی غلطی ہو گئی ہو تو اُس سے آگاہ کریں، حالانکہ اِن کی یہ کتاب منقولی مواد کے لحاظ سے نوے فیصد موضوع روایات اور باطل تاویلات پر مبنی ہے۔ تاہم انصاف پسند قارئین کرام سے ہمیں امید ہیں کہ اگر اُنہوں نے اس طویل روایت کی مفصل تردید کو غور سے پڑھا تو جہاں اُن پر اس روایت کا موضوع و باطل ہونا عیاں ہوگا، وہیں اُن پر یہ حقیقت بھی منکشف ہو جائے گی کہ اگر یہ روایت صحیح بھی ہوتی تو تب بھی امیر اہل سنت نے جو اس سے استدلال کیا ہے ''حلم ہو تو ایسا'' بہر حال باطل ہے۔

حقیقتِ حلم

حلیم کا معنیٰ ہے: بردبار اور پروقار، جبکہ آپ بحوالہ بخاری پڑھ چکے ہیں کہ موصوف ایک مجلس میں خواہ مخواہ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ پر برس پڑے اور کہنے لگے: ہم اُس سے اور اُس کے باپ سے زیادہ خلافت کے حق دار ہیں، اور سیدنا ابن عمرؓ اُس حلیم کے سامنے ازراہِ خوف لب کشائی نہ کر سکے۔ کیا اسی کا نام حلم ہے؟ نیز اسی حلیم کے سامنے احنف بن قیس کو کہنا پڑا تھا: سچ بولیں تو تمہارا خوف اور جھوٹ بولیں تو رب کا خوف۔ کیا کسی واقعی اور حقیقی حلیم کے سامنے سچ بولنا بھی دشوار ہوتا ہے؟

حلم معاویہ میں حدیث تو قطعاً کوئی بھی نہیں ہے، لیکن آثار و اقوال ہیں اور اُن میں اکثر موضوع ہیں اور

Presented by Ziaraat.com

قیل وقال سے تو کوئی بھی قول خالی نہیں ہے۔ پھر جو کچھ حلم نظر آتا تھا وہ بھی سب مصنوعی اور بتکلف تھا، حتیٰ کہ ایک مرتبہ اُن سے خود اس مصنوعی پن کا اظہار بھی ہو گیا تھا۔ وہ مدینہ منورہ گئے تو اُن کے سامنے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بیٹی رونے لگی اور شکایت کرنے لگی تو اُنہوں نے اُسے تسلی دیتے ہوئے کہا:

يَا بِنْتَ أَخِيْ ! إِنَ النَّاسَ أَعْطَوْنَا سُلْطَانًا فَأَظْهَرْنَا لَهُمْ حِلْمًا تَحْتَهُ غَضَبٌ، وَأَظْهَرُوْا لَنَا طَاعَةً تَحْتَهَا حِقْدٌ ، فَبِعْنَاهُمْ هٰذَا بِهٰذَا......

''بھتیجی! لوگوں نے ہمیں حکومت دی تو ہم نے اُن کے لیے وہ حلم ظاہر کیا ہے جس کے نیچے غضب ہے اور اُنہوں نے ہمارے لیے اطاعت ظاہر کی ہے جس کے نیچے کینہ ہے، سو ہم نے اُن کے ساتھ اس کا سودا اُس کے ساتھ کیا ہے......''۔

(البداية والنهاية ج٨ص١٩٢؛مختصر تاريخ دمشق ج٢٥ص٤٦)

اموی غلام ابن ابی الدنیا نے ''حلم معاوية'' کے نام سے مستقل ایک رسالہ لکھا ہے، اُس میں کوئی ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ہے جس سے حقیقی حلم عیاں ہوتا ہو، ہر واقعہ کے آخر سے مصنوعیت ٹپک رہی ہے۔ بھلا وہ شخص حلیم کیونکر ہو سکتا ہے جو سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مقتول دیکھنا چاہتا تھا، جس نے سیدنا حجر بن عدی رضی اللہ عنہ اور اُن کے ساتھیوں کو ناحق قتل کرا دیا، جیسا کہ آگے تفصیل آئے گی، اور جو قرآنِ ناطق اور سراپا ہدایت ہستی کے ساتھ محض حصولِ اقتدار کی خاطر برسرِ پیکار ہوا؟ حلم کا یہ ایسا پروپیگنڈا ہے جو تب سے اب تک چلایا جا رہا ہے۔ اس کو پروپیگنڈا فقط میں ہی نہیں کہہ رہا بلکہ اُس دور میں بھی بعض نباض لوگ اس کی مصنوعیت کو بھانپ گئے تھے۔ چنانچہ امام ابن عساکر شامی اور حافظ ابن کثیر شامی لکھتے ہیں:

ذَكَرَ قَوْمٌ مُعَاوِيَةَ عِنْدَ شَرِيْكٍ فَقَالَ بَعْضُهُمْ : كَانَ حَلِيْمًا ؟ فَقَالَ: لَيْسَ بِحَلِيْمٍ مَنْ سَفِهَ الْحَقَّ وَقَاتَلَ عَلِيَّ بْنَ أَبِيْ طَالِبٍ.

''ایک قوم نے قاضی شریک کی مجلس میں معاویہ کا ذکر کیا تو ایک شخص نے کہا: وہ حلیم تھے؟ اُنہوں نے فرمایا: وہ حلیم نہیں جس نے حق کو نہ پہچانا اور سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے جنگ کی''۔

(مختصر تاريخ دمشق ج٢٥ص٣٨؛أنساب الأشراف ج٥ص١٣٧؛البداية والنهاية ج١١ص ٤٢٧؛وط:قطر ج٨ص١٨٨؛العلم الشامخ ص٣١٤)

علامہ بلاذری امامِ اعظم ابو حنیفہ کے شیخ امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ کا قول سند کے ساتھ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

Presented by Ziaraat.com

ذُكِرَ مُعَاوِيَةُ عِنْدَ الْأَعْمَشِ فَقَالُوا : كَانَ حَلِيمًا ، فَقَالَ الْأَعْمَشُ : كَيْفَ يَكُونُ حَلِيمًا وَقَدْ قَاتَلَ عَلِيًّا وَطَلَبَ ـ زَعَمَ ـ بِدَمِ عُثْمَانَ مَنْ لَمْ يَقْتُلْهُ ، وَمَا هُوَ وَدَمُ عُثْمَانَ ؟ وَغَيْرُهُ كَانَ أَوْلَىٰ بِعُثْمَانَ مِنْهُ.

''امام اعمش ؒ کی مجلس میں معاویہ کا ذکر کیا گیا تو لوگوں نے کہا: وہ حلیم تھے۔ امام اعمش ؒ نے فرمایا: وہ کیسے حلیم ہو گئے جبکہ اُنہوں نے سیدنا علی ؑ کے ساتھ جنگ کی اور اُس شخص سے قصاصِ عثمان ؓ کے مطالبہ کا ڈھونگ رچایا جس نے اُنہیں قتل نہیں کیا۔ بھلا وہ اور قصاصِ عثمان؟ دوسرے لوگ اُن سے زیادہ حضرت عثمان ؓ کے حق دار تھے''۔

(أنساب الأشراف ج٥ ص١٣٧)

بسر بن ابی ارطاۃ صحابی کے مظالم

اب آیئے! ذرا اُس شخص کے حالات کا جائزہ بھی لے لیجئے جس کے مظالم کا خود اُس روایت میں بھی ذکر ہے جس سے کتاب ''فیضان امیر معاویہ'' میں ''حلم ہو تو ایسا'' کے عنوان سے حلم معاویہ ثابت کرنے کی باطل کوشش کی گئی۔ اِس شخص کے حالات کا کافی مطالعہ کرنے کے بعد جو کچھ میرے علم میں آیا اُس کا خلاصہ یہ ہے:

اس شخص کا شمار صحابہ میں کیا جاتا ہے، یہ شخص انتہائی سنگ دل، سفاک اور ظالم تھا۔ معاویہ کا گورنر تھا، اس شخص کو سیدنا علی ؑ کی خلافت کے دور ہی میں اُن علاقوں میں بھیجا گیا جہاں کے لوگ سیدنا علی ؑ کی خلافت واطاعت پر قائم تھے، تاکہ اُنہیں سبق سکھایا جائے۔ اس کی صحابیت میں اختلاف ہے۔ امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں: اہل مدینہ کے مطابق اس سے نبی کریم ﷺ کی کوئی حدیث منقول نہیں ہے، اور اہل شام کہتے ہیں کہ اس نے نبی کریم ﷺ سے احادیث کی سماعت کی ہے۔

بسر صحابی تھا مگر برا آدمی تھا

بسر صحابی بھی تھا تو برا آدمی تھا۔ چنانچہ امام ابن معین اور دوسرے حضرات فرماتے ہیں:

كَانَ بُسْرُ بْنُ أَبِي أَرْطَاةَ رَجُلٌ سُوْءٌ [رَجُلًا سُوْءًا].

''بسر بن ابی ارطاۃ برا شخص تھا''

(يحيىٰ بن معين وكتابه التاريخ ج٢ ص٥٨؛ الاستيعاب في معرفة الأصحاب ج١ ص١٠١؛ تاريخ

Presented by Ziaraat.com

دمشق ج ١٠ ص ١٥٦)

بہت سے علماء کرام نے لکھا ہے کہ امام دارقطنی نے فرمایا:

بُسْرُ بْنُ أَبِيْ أَرْطَاةَ ، وَيُقَالُ: ابْنُ أَرْطَاةَ أَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمَانِ لَهُ صُحْبَةٌ ، وَلَمْ تَكُنْ لَهُ اِسْتِقَامَةٌ بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ.

''ابوعبدالرحمان بسر بن ابی ارطاۃ اور ابن ارطاۃ بھی کہا جاتا ہے، صحابی تھا لیکن نبی کریم ﷺ کے بعد اُس کی استقامت نہیں رہی تھی''۔

(تاريخ دمشق ج ١٠ ص ١٤٦؛ تهذيب الكمال ج ٤ ص ٦٢؛ تذهيب تهذيب الكمال للذهبي ج ٢ ص ١٦؛ تهذيب التهذيب ج ١ ص ٤٠٩؛ أسد الغابة ج ١ ص ٣٧٥؛ الاستيعاب ج ١ ص ١٠١؛ العواصم والقواصم في الذب عن سنة أبي القاسم لليماني ج ٣ ص ٢٢٧؛ الروض الباسم في الذب عن سنة أبي القاسم ص ٢٥٢)

اگر قارئین کرام یہاں یہ سوچنے کی زحمت فرمائیں کہ بسر بن ابی ارطاۃ استقامت سے کیوں محروم ہوگیا تھا تو اُن پر بہت سے عقدے کھل جائیں گے۔ مسلّم اصول ہے کہ استقامت ہی میں نجات ہے، اسی لیے ہر نماز میں التجا کی جاتی ہے: ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾ یہ شخص راہِ راست سے بھٹک گیا تھا، اور جن ہستیوں سے محبت کے بغیر ایمان قلب میں داخل ہی نہیں ہوتا اُن سے عداوت رکھتا تھا۔ چنانچہ متعدد علماء کرام لکھتے ہیں:

وَكَانَ مِنْ شِيْعَةِ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِيْ سُفْيَانَ ، وَشَهِدَ مَعَ مُعَاوِيَةَ صِفِّيْنَ ، وَكَانَ مُعَاوِيَةُ وَجَّهَهُ إِلَى الْيَمَنِ وَالْحِجَازِ فِيْ أَوَّلِ سَنَةِ أَرْبَعِيْنَ وَأَمَرَهُ أَنْ يَتَقَرَّى مَنْ كَانَ فِيْ طَاعَةِ عَلِيٍّ فَيُوْقِعُ بِهِمْ ، فَفَعَلَ بِمَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ وَالْيَمَنِ أَفْعَالًا قَبِيْحَةً.

''یہ معاویہ بن ابی سفیان کے شیعہ (طرفداروں) سے تھا اور جنگِ صفین میں معاویہ کے ساتھ تھا، معاویہ نے اس کو سنہ ۴۰ھ کے آغاز میں یمن اور حجاز کی طرف روانہ کیا اور حکم دیا کہ جو لوگ طاعتِ علی پر قائم ہوں چن چن کر اُن کا کام تمام کردے تو اُس نے خوب اُن سے جنگ کی۔ پس اُس نے مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور یمن میں افعالِ قبیحہ کا ارتکاب کیا''۔

(تاريخ دمشق ج ١٠ ص ١٤٥؛ تهذيب الكمال ج ٤ ص ٦١؛ مختصر تاريخ دمشق ج ٥ ص ١٨٣؛ تهذيب التهذيب ج ١ ص ٤٠٩)

Presented by Ziaraat.com

بُسر معاویہ کا محبّ اور علی کا مبغض کیوں؟

اِس شخص کے حالات ومظالم کا مطالعہ کرتے ہوئے میں حیرت میں ڈوبا ہوا تھا کہ یہ اس قدر سفاک اور بے رحم کیوں تھا؟ لیکن اُس وقت یہ عقدہ حل ہو گیا جب مجھے معلوم ہوا کہ یہ طلقاء میں سے تھا۔امام مغلطائی حنفی نے لکھا ہے:

قَالَ أَبُوْدَاوُدَ : كَانَ بُسْرٌ حَجَّامًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ ، وَهُوَ مِنْ مُسْلِمَةِ الْفَتْحِ.

''ابوداود فرماتے ہیں: بسر جاہلیت میں حجام تھا اور فتح مکہ کے مسلمانوں میں سے تھا''۔

(إكمال تهذيب الكمال ج٢ ص٣٧٩)

فتح مکہ کے بعد مسلمان ہونے والے لوگوں کو طلقاء بھی کہا جاتا ہے،سو اگر وہ طلقاء میں سے تھا تو پھر تو اُس کی معاویہ کے ساتھ محبت لازم تھی۔اس لیے کہ فطری بات ہے کہ ''اَلْجِنْسُ يَمِيْلُ إِلَى الْجِنْسِ''(جنس جنس کی طرف مائل ہوتی ہے)یعنی:

کند جنس باہم جنس پرواز
کبوتر با کبوتر باز بہ باز

حدیث پاک میں ہے:

عَنْ جَرِيْرِبْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اَلْمُهَاجِرُوْنَ وَالْأَنْصَارُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ ، وَالطُّلَقَاءُ مِنْ قُرَيْشٍ ، وَالْعُتَقَاءُ مِنْ ثَقِيْفٍ ، بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ.

''حضرت جریر بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مہاجرین وانصار دنیا اور آخرت میں ایک دوسرے کے دوست ہیں،اور قریش کے طلقاء اور ثقیف کے عتقاء دنیا اور آخرت میں ایک دوسرے کے دوست ہیں''۔

(مسند أحمد ج٤ ص ٣٦٤ وط: ج٦ ص ٥١٣ حديث ١٩٤٢٧؛ صحيح ابن حبان ج١٦ ص ٢٥٠ حديث ٧٢٦٠؛ المستدرك ج٤ ص ٨٠؛ المعجم الكبير ج٢ ص ٣١٣، ٣١٤ حديث ٢٣١٠، ٢٣١١ وص ٣٤٣ حديث ٢٤٣٨؛ مجمع الزوائد ج١٠ ص ١٥)

Presented by Ziaraat.com

معاویہ بھی طلقاء میں سے تھے اور بسر بن ابی ارطاۃ بھی طلقاء میں سے تھا تو اُس کی ایک مہاجر یعنی سیدنا علی علیہ السلام سے کیسے بنتی؟ اس کی اپنے طلقاء سے ہی بنتی تھی اور خوب بنی، حتیٰ کہ وہ اس دوستی میں اپنا دین وایمان سب کچھ گنوا بیٹھا تھا۔

بعض اکابر کی سنگین لغزش

بسر بن ابی ارطاۃ کے حالات کے مطالعہ کے دوران میرے سامنے بعض اکابر محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم کی ایسی عبارت آئی جو عقائدِ اہل سنت کے منافی ہے، یعنی اُس سے غیر نبی کی عصمت کے عقیدے کی بو آتی ہے، اور چونکہ اکثر لوگ قولاً کم مگر عملاً زیادہ ایسا ہی نظریہ رکھتے ہیں اس لیے ضروری ہے کہ یہاں اُس عظیم محدث کے الفاظ نقل کر کے اُن کی تردید کر دی جائے تاکہ عوام وخواص سب کے سامنے اصل حقیقت آ جائے۔ امام زکی الدین بن عبد العظیم منذری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''بسر''ب'' کی پیش ''س'' کی جزم اور آخر میں ''ر'' کے ساتھ ہے۔ یہ قریشی عامری ہے اور اس کی کنیت ابو عبد الرحمان ہے۔ اس کی صحابیت میں اختلاف ہے: ایک قول یہ ہے کہ یہ صحابی تھا اور دوسرا قول یہ ہے کہ صحابی نہیں تھا، اس کی پیدائش وصال نبوی ﷺ سے دو سال قبل ہوئی، اس کے واقعات مشہور ہیں۔ محدث یحییٰ بن معین اس کو برا سمجھتے۔

وَهٰذَا يَدُلُّ عَلٰى اَنَّهُ عِنْدَهُ لَا صُحْبَةَ لَهُ.

''اور یہ قول دلالت کرتا ہے کہ اُن کے نزدیک وہ صحابی نہیں تھا''۔

(مختصر سنن أبي داود ج ۳ ص ۱٦۸)

امام منذری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ تبصرہ عقائد اہل سنت کے سراسر خلاف ہے۔ کیا وہ یہ تأثر دینا چاہتے ہیں کہ بسر بن ابی ارطاۃ کے جو واقعات مشہور ہیں وہ اُس سے فقط اس لیے سرزد ہوئے کہ وہ صحابی نہیں تھا۔ کیا صحابی سے ایسے ظالمانہ واقعات سرزد نہیں ہو سکتے؟ کیا صحابہ معصوم تھے؟ چلیئے فرض کیا بسر صحابی نہیں تھا لیکن جس کے حکم پر وہ سارے مظالم ڈھاتا رہا وہ عند المحدثین صحابی ہے یا نہیں؟

یاد رکھیے! صحابیت ایک عظیم کمال تو ہے مگر کسی برائی سے بچانے کی ڈھال نہیں ہے، لہٰذا اگر کوئی صحابی شرفِ صحابیت کی خود لاج نہ رکھ سکے تو وہ کسی قسم کے استثنا کا مستحق نہیں رہتا۔ قرآن مجید میں امہات المومنین رضی

Presented by Ziaraat.com

شرفِ صحابیت کی خود لاج نہ رکھ سکے تو وہ کسی قسم کے استثنا کا مستحق نہیں رہتا۔قرآن مجید میں امہات المومنین رضی اللہ عنہن کو جہاں یہ فرمایا گیا ہے کہ وہ عام عورتوں کی مانند نہیں ہیں وہیں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ اگر وہ کسی برائی کی مرتکب ہوئیں تو اُنہیں دوہرا عذاب دیا جائے گا۔(الأحزاب: ۳۰، ۳۱، ۳۲)سو جب امہات المومنین رضوان اللہ علیہن کو یہاں تک فرما دیا گیا تو پھر بسر بن ابی ارطاۃ اور اُس کے سربراہان کی کیا حیثیت ہے؟ خلاصہ یہ ہے کہ امام منذری رحمۃ اللہ علیہ کا مذکورہ بالا تبصرہ سراسر عقائدِ اہل سنت کے منافی ہے۔

باشندگانِ حرمین پر پہلا حملہ آور کون؟

چند سطور قبل مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ پر بسر بن ابی ارطاۃ کے جن حملوں کا ذکر ہوا،اُن سے معلوم ہوا کہ یزید بن معاویہ کے حکم سے مسلم بن عقبہ نے حرمین شریف پر جو حملہ کیا گیا تھا وہ دوسرا حملہ تھا اور اُس حملہ سے قبل بسر بن ابی ارطاۃ نے معاویہ بن ابی سفیان کے حکم سے باشندگانِ حرمین پر حملہ کیا تھا اور افعالِ قبیحہ کا ارتکاب کیا تھا۔

حیاتِ مرتضوی میں اُن کے متبعین پر مظالم

معاویہ کے حکم سے بسر بن ارطاۃ نے یہ سارے مظالم سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت ہی میں اُن کے متبعین کرام رضی اللہ عنہم پر کیے تھے اور زبردستی اُن سے معاویہ کی بیعت لی تھی۔ چنانچہ متعدد علماء کرام لکھتے ہیں:

”معاویہ نے بسر بن ابی ارطاۃ کو شام سے ایک لشکر کے ساتھ روانہ کیا تو وہ چل پڑا حتی کہ مدینہ منورہ پہنچا،اُس وقت وہاں کے گورنر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے تو وہ وہاں سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف کوفہ بھاگ گئے۔ پھر بسر بن ابی ارطاۃ منبر نبوی پر چڑھ گیا اور انصار کو للکارنے لگا: یا دینار، یا زُریق، یا نجار! میں نے اس مقام پر شیخ یعنی عثمان [رضی اللہ عنہ] سے عہد کیا تھا۔

اے اہل مدینہ! اگر مجھ سے امیر المومنین نے عہد نہ لیا ہوتا تو میں تمہارے ہر بالغ شخص کو قتل کر دیتا۔اہل مدینہ نے اُس کے ہاتھ پر معاویہ کی بیعت کی،اور اُس نے بنوسلمہ کی طرف پیغام بھیجا اور کہا: خدا کی قسم! میرے ہاں تمہارے لیے کوئی امان نہیں اور نہ ہی تمہاری بیعت قبول ہے جب تک کہ تم صحابیِ رسول جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو بیعت کے لیے نہ پیش کرو۔ پس سیدنا جابر رضی اللہ عنہ خفیہ طور پر ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا:

يَا أُمَّهُ إِنِّي خَشِيتُ عَلَىٰ دِينِي وَهٰذِهِ بَيْعَةُ ضَلَالٍ لَهُ.

Presented by Ziaraat.com

''امی! میں اپنے دین پر خدشہ محسوس کرتا ہوں، کیونکہ یہ گمراہی کی بیعت ہے''۔

اماں پاک نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ آپ بیعت کرلیں، میں نے اپنے بیٹے عمر بن ابی سلمہ کو بھی کہا ہے کہ وہ بھی بیعت کر لے۔ پس سیدنا جابر ﷺ نکلے اور بسر بن اُرطاۃ کے ہاتھ پر معاویہ کی بیعت کرلی۔ اس کے بعد بسر نے مدینہ منورہ کے بہت سے گھروں کو مسمار کردیا۔ پھر اُس نے مکہ مکرمہ کا رُخ کیا وہاں ابوموسی اشعری ﷺ گورنر تھے تو وہ روپوش ہوگئے۔ بسر کو یہ بات پہنچی تو اُس نے کہا: میں ابوموسیٰ کو اذیت نہیں دے سکتا، میں اُن کا حق اور فضیلت جانتا ہوں۔ پھر اُس نے یمن کا رُخ کیا اور وہاں اُس وقت عبید اللہ بن عباس بن عبد المطلب سیدنا علی ﷺ کے گورنر تھے، اُنہیں جب بسر کے آنے کی اطلاع ملی تو وہ سیدنا علی ﷺ کی طرف چلے گئے، اور اپنا نائب عبداللہ بن المدان مرادی کو مقرر کر گئے۔ عبید اللہ بن عباس کے عائشہ بنت عبداللہ بن عبد المدان سے دو بچے تھے، جو تمام بچوں سے زیادہ خوبصورت، پسندیدہ اور انتہائی صاف اور چمک دار تھے۔ بسر نے اُن دونوں بچوں کو اُن کی ماں کے سامنے ذبح کردیا تو وہ بی بی دیوانی ہوگئی''۔

(تاريخ دمشق ج١٠ ص١٥٢، ١٥٣؛ تهذيب الكمال ج٤ ص٦٥؛ تاريخ الرسل والملوك والأمم ج٥ ص١٣٩؛ الكامل في التاريخ ج٢ ص٧٣٢؛ أسد الغابة ج١ ص٣٧٤، ٣٧٥؛ مرآة الزمان ج٦ ص٤٠٧؛ البداية والنهاية ج١٠ ص٦٨٢، ٦٨٣؛ تاريخ الإسلام للذهبي ج٥ ص٣٦٩؛ تهذيب التهذيب ملخصًا ج١ ص٤٠٩؛ الإصابة [إشارةً ومثبتاً] ج١ ص٤٢٢)

بیعتِ معاویہ بیعتِ ضلالت

اوپر آپ نے پڑھا کہ سیدنا جابر بن عبداللہ ﷺ نے معاویہ کی بیعت کو اپنے دین کے لیے خطرہ اور بیعت کو بیعتِ ضلالت قرار دیا۔ امام بخاری نے بھی ایک مقام پر بیعتِ معاویہ کے بارے میں ام المومنین سیدہ ام سلمہ اور سیدنا جابر بن عبداللہ ﷺ کے مکالمہ میں ام المومنین رضی اللہ عنہا سے یہ جملہ نقل کیا ہے:

أَنَا أَعْلَمُ أَنَّهَا بَيْعَةُ ضَلَالَةٍ.

''میں بھی جانتی ہوں کہ یہ گمراہی کی بیعت ہے''۔

(التاريخ الصغير للبخاري ج١ ص١٤١)

Presented by Ziaraat.com

یہ بیعت ،بیعتِ ضلالت کیوں؟اس لیے کہ اُس وقت سیدنا علی ؓ خلیفہ تھے اور خلیفۂ راشد و عادل کی موجودگی میں کسی دوسرے کی خلافت شرعاً جائز نہیں بلکہ اُس دوسرے مدعی خلافت کو قتل کر دینے کا حکم ہے۔اسی لیے امام احمد بن حنبل ؒ نے فرمایا تھا:

مَنْ لَمْ يُثْبِتِ الإِمَامَةَ لِعَلِيٍّ ، فَهُوَ أَضَلُّ مِنْ حِمَارِ أَهْلِهِ.

''جو شخص سیدنا علی ؓ کی خلافت کو نہ مانے تو وہ اپنے گھریلو گدھے سے بھی زیادہ گمراہ ہے''۔

(مناقب الإمام أحمد لابن الجوزي ص ٢٢٠)

چونکہ سیدنا جابر بن عبداللہ ؓ اِن تمام شرعی حدود و قیود سے زیادہ واقف تھے اسی لیے اُنہوں نے بیعتِ معاویہ کو گمراہی بھی قرار دیا تھا اور مجبوراً بسر بن ابی ارطاۃ کے ہاتھ پر بیعتِ معاویہ کر بھی لی تھی۔

قاتل اگر فقیہ ہو تو اُس سے حساب ہوگا؟

ابھی ابھی آپ متعدد کتب کے حوالے سے پڑھ چکے ہیں کہ بسر بن ابی ارطاۃ نے یمن میں سیدنا عبداللہ بن عباس ؓ کے بھتیجوں کو اُن کی ماں کے سامنے ذبح کر دیا تھا تو اُن کی ماں دیوانی ہوگئی تھی۔اِس واقعہ کو امام بخاری نے بھی ذکر کیا ہے اور صراحۃً لکھا ہے کہ بسر بن ابی ارطاۃ کو معاویہ نے بھیجا تھا۔

(التاريخ الصغير للبخاري ج١ ص ١١١؛ تهذيب الكمال ج٤ ص ٦٤؛ تهذيب التهذيب ج١ ص ٤٠٩؛ تذهيب تهذيب الكمال للذهبي ج٢ ص١٧)

جب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قلم سے یہ واقعہ لکھ ہی دیا ہے تو پھر اِس موقع پر اُن سے سوال بنتا ہے، کیونکہ وہ اپنی ''الجامع الصحيح'' میں ''باب ذكر معاوية'' قائم فرما کر اُس میں زبانِ نبوی ﷺ سے تو اُن کی کوئی فضیلت میں کوئی حدیث نہیں لا سکے مگر سیدنا ابن عباس ؓ سے اُن کے صحابی اور فقیہ ہونے کا قول لائے ہیں۔سوال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص فقیہ بھی ہو اور صحابی بھی ہو اور اُس کے حکم سے اُس کی حکومت کا کوئی آدمی دیگر لوگوں کے ساتھ ساتھ نابالغ بچوں کو بھی اُن کی والدہ کے سامنے بہیمانہ طور پر بغیر کسی جرم و گناہ کے ذبح کر دے تو قیامت کے دن ایسے قتل کی سزا کی راہ میں صحابیت اور فقاہت حائل ہوگی یا نہیں؟

بسر کے مظالم کا ذمہ دار کون؟

ذرا غور کر کے بتایئے کہ بسر بن ابی ارطاۃ کے بارے میں تو کہا گیا کہ وہ حضور اکرم ﷺ کے بعد صراط

Presented by Ziaraat.com

مستقیم سے ہٹ چکا تھا تو جس حاکم کے حکم پر گامزن ہو کر وہ بربریت، خون ریزی اور فساد مچاتا رہا، اُس کے بارے میں ہمارے ائمہ کا کیا حکم ہے، جبکہ وہ حاکم سابقون اولون میں سے نہیں تھا بلکہ بسر بن ابی ارطاۃ کی طرح طلقاء میں سے ہی تھا، لہٰذا ایک بار نہیں بلکہ بار بار سوچ کر بتلائیے کہ مدینہ منورہ، مکہ مکرمہ اور یمن پر حملے کرنے کی وجہ سے بسر بن ابی ارطاۃ تو "رَجُلُ سُوْءٍ" اور غیر مستقیم قرار پایا اور جس کے حکم پر وہ یہ سب مظالم ڈھاتا رہا وہ کیونکر "رَجُلٌ صَالِحٌ، جلیل القدر اور مستقیم رہا؟

اگر اس بربریت کی وجہ سے بسر بن ابی ارطاۃ غیر مستقیم اور "رَجُلُ سُوْءٍ" قرار پایا تو پھر اُس کے حاکم کے بارے میں علماء حق اور اہل انصاف کا کیا حکم ہے؟ کیا وہ جوں کے توں "رَجُلٌ صَالِحٌ" اور جلیل القدر رہیں گے یا کچھ ذمہ داری اُن پر بھی عائد ہوگی۔ اگر نہیں تو پھر تو ہمارے ملک کا عام آدمی یہ سمجھنے میں حق بجانب ہوگا کہ سانحہ ماڈل ٹاؤن میں گلو بٹ اور پنجاب پولیس کا سفاک اور فسادی ہونا تو بسر بن ابی ارطاۃ کی طرح مسلّم ہے مگر اُنہیں جن حکمرانوں نے اِس بربریت کا آرڈر دیا تھا وہ جوں کے توں متقی، پرہیزگار، بے خطا اور بے گناہ ہیں۔

قارئین کرام! آپ کی مرضی کہ آپ گلو بٹ کو گنہگار قرار دیں اور اُس کے حکمرانوں کو بے قصور، آپ بُسر کو ظالم و فاجر قرار دیں اور اُس کے حاکم کو بے خطا و بے گناہ، مگر اتنا یاد رکھیں کہ فرعون کے حکم پر اُس کی حکومت کے کارندے بنی اسرائیل کے بچوں کو جو ذبح کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اُس ذبح کی نسبت جہاں کئی مقامات پر اُن کارندوں کی طرف فرمائی ہے وہیں بعض مقامات پر خود فرعون کی طرف بھی فرمائی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْأَرْضِ وَجَعَلَ أَهْلَهَا شِيَعاً يَّسْتَضْعِفُ طَائِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ أَبْنَآءَ هُمْ وَيَسْتَحْيِي نِسَآءَ هُمْ إِنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ.

"بے شک فرعون متکبر (و سرکش) بن گیا سرزمین (مصر) میں اور اس نے بنا دیا وہاں کے باشندوں کو گروہ گروہ، وہ کمزور کرنا چاہتا تھا ایک گروہ کو ان میں سے، ذبح کیا کرتا ان کے بیٹوں کو اور زندہ چھوڑ دیتا ان کی عورتوں کو، بیشک وہ فساد برپا کرنے والوں سے تھا"۔

(القصص: ٤)

مسلم خواتین کو لونڈی بنا کر فروخت کرنا

ظلم کی حد یہ ہے کہ بسر بن ابی ارطاۃ نے مسلم خواتین کو لونڈی بنایا اور بازار میں فروخت کے لیے کھڑا کر

Presented by Ziaraat.com

دیا۔ چنانچہ امام ذہبی نے پہلے تو یوں لکھا ہے:

فَمِنْ أَخْبَثِ أَخْبَارِهِ الَّتِي مَا عَمِلَهَا الْحَجَّاجُ.

''سو اُس کی خبیث ترین خبروں میں سے ایسے اعمال ہیں جیسے حجاج نے کیے تھے''۔

اس کے بعد مذکورہ بالا تین واقعات نقل کیے اور پھر لکھا ہے:

فَسَبِيَ نِسَاءَ مُسْلِمَاتٍ ، فَأُقِمْنَ فِي السُّوقِ.

''پھر اُس نے مسلم خواتین کو لونڈی بنایا تو وہ بازار میں کھڑی کی گئیں''۔

(تاريخ الإسلام للذهبي ج ٥ ص ٣٦٩)

دوسرے مقام میں لکھتے ہیں:

فَأُقِمْنَ لِلْبَيْعِ.

''تو وہ فروخت کے لیے کھڑی کی گئیں''۔

(سير أعلام النبلاء ج ٣ ص ٤١٠)

امام ابن عبد البر اور امام ابن اثیر جزری نے لکھا ہے:

فَكُنَّ أَوَّلَ مُسْلِمَاتٍ سُبِيْنَ فِي الْإِسْلَامِ.

''پس وہ پہلی مسلم خواتین ہیں جو اسلام میں لونڈی بنائی گئیں''۔

(الاستيعاب ج ١ ص ١٠٢ ؛ أسد الغابة ج ١ ص ٣٧٥)

تمام اہل سیر نے لکھا ہے کہ جب سیدنا علی ﷺ نے سنا کہ اس خبیث نے بچوں تک کو ذبح کیا ہے تو اُنہوں نے اس کو بد دعا دی تو وہ آخری عمر میں پاگل ہو گیا تھا۔

یہاں نواصب کی طرف سے ایک اعتراض قائم ہو سکتا ہے کہ سیدنا علی ﷺ کا ایک پیروکار بھی سفاکیت (خون بہانے) کا مرتکب ہوا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سیدنا علی علیہ السلام نے بسر بن ابی ارطاۃ کے مظالم کا قلع قمع کرنے کے لیے جاریہ بن قدامہ کو بھیجا تھا اور اُن ہی مقامات پر بھیجا تھا جہاں معاویہ کے پیروکاروں نے مظالم ڈھائے تھے۔ ایسے واقعات ملتے ہیں کہ جاریہ بن قدامہ سے ردِ عمل میں کچھ زیادتی ہوئی تھی۔ میں ایسے واقعات کو تاریخ کہہ کر رد نہیں کرنا چاہتا، البتہ یہ کہتا ہوں کہ اس کی ذمہ داری سیدنا علی ﷺ پر نہیں ڈالی جا سکتی، اس لیے کہ جاریہ بن قدامہ ابھی ان کارروائیوں میں مصروف تھے کہ مولیٰ علیہ السلام کو شہید کر دیا گیا تھا۔ ظاہر ہے کہ اگر وہ زندہ ہوتے اور

Presented by Ziaraat.com

اُنہیں اپنے کسی نمائندہ کی کوئی بے اعتدالی معلوم ہوتی تو ضرور اُسی طرح حسبِ شریعت مواخذہ فرماتے جس طرح نبی کریم ﷺ اپنے فرستادہ صحابۂ کرام ﷡ کی فروگزاشتوں پر مواخذہ فرماتے تھے۔ اس لیے کہ " عَلِيٌّ مِنِّيْ وَأَنَا مِنْهُ" اور "عَلِيٌّ مَعَ الْقُرْآنِ وَالْقُرْآنُ مَعَ عَلِيٍّ" کا یہی تقاضا ہے۔

"اَللّٰهُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِيَةَ" کا موضوع ہونا

یاد رکھنا چاہیے کہ سابقین صحابہ کرام ﷡ کی شان میں فرداً فرداً جس قدر احادیث آئی ہیں ایسی ہر ہر حدیث کے مقابلہ میں امیرِ شام کی شان میں اُن کی بادشاہی کی بدولت احادیث گھڑی گئیں اور آج تک وہ حدیثیں کتب میں موجود ہیں۔ یہ حدیث سیدنا عبد اللہ بن عباس ﷜ کی شان میں وارد شدہ حدیث کے مقابلہ میں گھڑی گئی ہے۔ اس کی سند میں ایک شخص معاویہ بن صالح ہے، اس کے بارے میں اگرچہ تعدیل کے اقوال بھی ملتے ہیں مگر اہل شام کے بارے میں اس کی روایت کے بارے میں تحفظات کا اظہار کیا گیا ہے۔ پہلے ہم اس کی جرح میں مطلق اقوال پیش کر رہے ہیں اور آخر میں اہل شام کی احادیث کے بارے میں خاص قول پیش کریں گے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

كَانَ يَحْيىٰ بْنُ سَعِيْدٍ لَا يَرْضَاهُ.

"یحیٰی بن سعید اسے پسند نہیں کرتے تھے"۔

ایسے ہی یحیٰی بن معین سے ایک قول ہے، وہ کہتے ہیں: ابن مہدی جب معاویہ بن صالح سے کوئی حدیث روایت کرتے تو یحیٰی بن سعید اُنہیں جھڑک دیتے اور فرماتے:

أَيْشٍ هٰذِهِ الْأَحَادِيْثُ؟

"یہ کیسی حدیثیں ہیں؟"۔

ابو صالح فراء امام ابو اسحاق فزاری سے نقل کرتے ہیں کہ اُنہوں نے کہا:

مَا كَانَ بِأَهْلٍ أَنْ يُرْوىٰ عَنْهُ.

"وہ اس لائق نہیں کہ اُس سے حدیث روایت کی جائے"۔

شیخ محمد بن عبد اللہ بن عمار الموصلی بیان کرتے ہیں:

النَّاسُ يَرْوُوْنَ عَنْهُ ، وَزَعَمُوْا أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ يَدْرِيْ أَيُّ شَيْءٍ الْحَدِيْثُ.

Presented by Ziaraat.com

''محدثین اس سے روایت کرتے اور کہتے کہ وہ نہیں جانتا کہ حدیث کیا چیز ہے''۔

(تهذيب التهذيب ج٦ ص ٣٣٢، ٣٣٣)

امام ابن عدی فرماتے ہیں:

''معاویہ بن صالح کے پاس صالح حدیث بھی ہوتی ہے، ابن وہب کے پاس اُس کے متعلق ایک کتاب ہے، ابوصالح کے پاس بھی اُس کی ایک کتاب ہے اور ابن مہدی اور معن کے پاس اس کی بہت احادیث ہیں، اس سے لیث، بشر بن السرّی اور ثقہ لوگوں نے روایت کیا ہے اور میں اس سے روایت میں حرج نہیں سمجھتا۔

عِنْدِيْ صَدُوْقٌ ، إِلَّا أَنَّهُ يَقَعُ فِيْ أَحَادِيْثُ إِفْرَادَاتٌ.

''میرے نزدیک وہ سچا ہے مگر اُس کی احادیث میں تفردات ہوتے ہیں''۔

(الكامل لابن عدي ج٨ ص١٤٨)

امام ابن عدی کا یہ جملہ انتہائی اہم ہے، کیونکہ محدثین کرام نے کہا ہے کہ کوئی سچا آدمی کسی حدیث کی روایت میں تنہا ہو تو اُس کی وہ حدیث منکر سمجھی جائے گی۔ آگے چل کر حدیث منکر کی تعریف میں اس سلسلے میں بعض ائمہ کا قول آرہا ہے۔ اب آپ معاویہ بن صالح کے بارے میں وہ خاص قول ملاحظہ فرمائیں جس کی وجہ سے اُس کی روایت کردہ حدیث قابل قبول نہیں ہوتی۔

امام ابن ابی خیثمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

كَانَ مُعَاوِيَةُ يُغْرِبُ بِحَدِيْثِ أَهْلِ الشَّامِ جِدًّا.

''معاویہ بن صالح اہل شام کی حدیث میں انتہائی اجنبی حدیثیں بیان کرتا تھا''۔

(تهذيب الكمال ج٢٨ ص١٨٩، ١٩٣؛ تهذيب التهذيب ج٦ ص ٣٣٢، ٣٣٣، ملخصاً)

اوپر امام ابن عدی کا قول گذر چکا ہے اور یہ امام ابن ابی خیثمہ کا قول ہے، یہ دونوں قول اس حدیث کی حیثیت کے تعین کے لیے انتہائی اہمیت کے حامل ہیں۔ کسی روایت میں منفرد ہونا اور پھر خصوصاً اہل شام سے غرائب (اجنبی روایات) لانا، آخر اِن دونوں اقوال کا نتیجہ کیا ہے؟ جبکہ معاویہ بن صالح حمصی بھی ہے اور حمص شام ہی کا ایک ضلع ہے، اور سیدنا علی علیہ السلام سے عداوت اور معاویہ سے محبت میں اہل حمص سب سے آگے تھے۔

اس حدیث میں دوسرا بھی ایک شامی راوی ہے، اور وہ حارث بن زیاد شامی ہے۔ امام ذہبی لکھتے ہیں: حارث بن

Presented by Ziaraat.com

زیاد مجہول ہے۔ ایسے ہی امام ابو حاتم نے کہا ہے۔

(میزان الاعتدال ج۱ ص۱٦٨؛ الجرح والتعدیل ج۳ ص۷٥)

امام ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ اس راوی سے یہی حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اَلْحَارِثُ بْنُ زِيَادٍ مَجْهُوْلٌ لَا يُعْرَفُ بِغَيْرِ هٰذَا الْحَدِيْثِ.

''حارث بن زیاد مجہول ہے، اس حدیث کے بغیر وہ نہیں جانا گیا''۔

(الاستیعاب ج۲ ص۲٤۷)

حافظ عسقلانی نے بھی اس حکم کو مقرر رکھا ہے، وہ لکھتے ہیں:

نَعَمْ قَالَ أَبُوْ عُمَرَ بْنُ عَبْدِ الْبَرِّ فِيْ صَاحِبِ هٰذِهِ التَّرْجَمَةِ: مَجْهُوْلٌ، وَحَدِيْثُهٗ مُنْكَرٌ.

''جی ہاں، امام ابو عمر بن عبدالبر نے اس صاحب کے حالات میں لکھا ہے کہ یہ مجہول ہے اور اس کی حدیث منکر ہے''۔

(تهذيب التهذيب ج۱ ص٦١٠)

یہ شخص سنن ابی داود اور سنن النسائی کا راوی ہے، امام ذہبی اور حافظ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہما نے بھی اس کے ترجمہ میں ''د'' اور ''س'' کی رمز لگا کر اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس کے باوجود ان دونوں حضرات کا اس کو مجہول قرار دینا معنیٰ خیز ہے۔ آج کل کے محققین نے بھی اس کے مجہول ہونے کو نہ صرف یہ کہ برقرار رکھا ہے بلکہ بعض نے اس سلسلہ میں حافظ صاحب سے بھی اختلاف کر دیا ہے۔ حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ''تقریب التہذیب'' میں ''لین الحدیث'' (حدیث میں کمزور) لکھا تو آج کل کے محققین نے اس پر یوں اختلاف کیا:

بَلْ مَجْهُوْلٌ تَفَرَّدَ بِالرِّوَايَةِ عَنْهُ يُوْنُسُ بْنُ سَيْفٍ الْكَلَاعِيُّ، وَلَمْ يُوَثِّقْهُ سِوَى ابْنِ حِبَّانَ، لِذٰلِكَ قَالَ الذَّهَبِيُّ مَجْهُوْلٌ. وَقَالَ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ مَجْهُوْلٌ، وَحَدِيْثُهٗ مُنْكَرٌ.

''بلکہ یہ مجہول ہے، اس سے فقط یونس بن سیف الکلاعی نے روایت کیا ہے، اور ابن حبان کے سوا اس کو کسی نے معتبر نہیں کہا، اسی لیے ذہبی نے کہا: یہ مجہول ہے، اور ابن عبدالبر نے کہا: یہ مجہول ہے اور اس کی حدیث منکر ہے''۔

(تحرير تقريب التهذيب، للدكتور بشار عواد، وشعيب الأرنؤوط، ج۱ ص۲۳٤، ۲۳٥)

Presented by Ziaraat.com

امام ابوداود اور امام نسائی نے ایک حدیث روایت کی ہے، جس کی سند میں یہ راوی بھی ہے۔ حضرت عرباض بن ساریہ ﷺ فرماتے ہیں:

دَعَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِلَى السَّحُوْرِ فِيْ رَمَضَانَ فَقَالَ: هَلُمَّ إِلَى الْغَدَاءِ الْمُبَارَكِ.

''رسول اللہ ﷺ نے رمضان المبارک میں مجھے سحری کے کھانے کی طرف بلایا تو فرمایا: آؤ مبارک کھانے کی طرف''۔

(سنن أبي داود ج ٢ ص ٥٢٦ حديث ٢٣٤٤؛ سنن النسائي ص ٣٤٣ حديث ٢١٦٣)

سنن ابی داود اور سنن النسائی میں یہ حدیث اتنا ہی ہے لیکن مسند احمد میں یہ حدیث ایک مقام پر اسی سند اور فقط اسی متن کے ساتھ آئی ہے اور دوسرے مقام پر اس سند ''**حدثنا عبد الرحمان بن مهدي ، عن معاوية - يعني ابن صالح - عن يونس بن سيف ، عن الحارث بن زياد ، عن أبي رُهم عن العرباض بن سارية السلمي**'' سے یہ حدیث آئی ہے اور اُس کے متن میں یہ اضافہ ہے:

ثُمَّ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِيَةَ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ وَقِهِ الْعَذَابَ.

''پھر میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا: اے اللہ! معاویہ کو کتاب اور حساب سکھا دے اور اُسے عذاب سے بچا لے''۔

(مسند أحمد ج ٢٨ ص ٣٨٢، ٣٨٣ حديث ١٧١٥٢)

اس سند میں عبدالرحمان بن مہدی جو کہ ایک ثقہ راوی ہیں لیکن وہ معاویہ بن صالح سے روایت کر رہے ہیں اور ہم اس سے قبل لکھ چکے ہیں کہ جب عبدالرحمان بن مہدی امام یحییٰ بن سعید کے سامنے معاویہ بن صالح سے کوئی حدیث پیش کرتے تو وہ انہیں ڈانٹ کر فرماتے: ''**أَيْشٍ هٰذِهِ الْأَحَادِيْثُ؟**'' (یہ کیسی حدیثیں ہیں؟) نیز آپ یہ بھی پڑھ چکے ہیں کہ معاویہ بن صالح اہل شام کے بارے میں غیر مانوس اور اوپری حدیثیں لاتا تھا۔ یہ منکر (بری اور اجنبی) حدیث بھی اُن ہی انوکھی احادیث میں سے ایک ہے۔

حافظ ہیثمی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''اس کو امام بزار نے روایت کیا ہے اور امام احمد نے طویل حدیث میں روایت کیا ہے اور امام طبرانی نے روایت کیا ہے، اور اس میں حارث بن زیاد ہے، میں نہیں جانتا کہ کسی نے اس کی توثیق کی ہو، اس سے فقط یونس بن سیف نے روایت کیا ہے، اس کے باقی راوی ثقہ ہیں اور

Presented by Ziaraat.com

بعض میں اختلاف ہے"۔

(مجمع الزوائد ج۱۹ ص۲۹۸،۲۹۹ حدیث ۱۵۸۹۱)

اس جیسے سقم وغیرہ کی وجہ سے دورِ حاضر کے بعض محققین نے "هَـلُـمَّ إِلَى الْغَدَاءِ الْمُبَارَكِ" تک تو اس حدیث کو حسن تسلیم کیا ہے مگر "اَللّٰهُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِيَةَ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ" کو اضافہ قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:

وَبَقِيَّةُ لَفْظِ الْحَدِيْثِ لَا أَعْلَمُ لَهَا طُرُقًا وَلَا شَوَاهِدًا ، فَهِيَ مُنْكَرَةٌ.

"میں اس حدیث کے باقی الفاظ کے طرق اور شواہد کو نہیں جانتا، پس یہ جملہ منکرہ ہے"۔

(الأحاديث الواردة في فضائل الصحابة للدكتور سعد الصاعدي ج۹ ص۴۳۵)

منکر حدیث کسے کہتے ہیں؟ اس کی تفصیل آئندہ حدیث کے تحت آرہی ہے۔ یہاں حافظ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث پر ایک اور حوالے سے بھی جرح کی ہے پہلے وہ سن لیجئے۔ وہ لکھتے ہیں:

وَأَعْضَلَ قُتَيْبَةُ هٰذَا الْحَدِيْثَ.

"قتیبہ نے اس حدیث کو معضل قرار دیا ہے"۔

(تهذيب التهذيب ج۱ ص۶۱۰)

شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی رحمۃ اللہ علیہ معضل روایت کے حکم میں لکھتے ہیں:

"معضل حدیث ضعیف ہے اور مرسل اور منقطع سے کم درجہ کی ہے، کیونکہ اس میں بہ کثرت راوی حذف ہوتے ہیں، اس حکم پر تمام علماء کا اتفاق ہے"۔

(مقدمه شرح صحيح مسلم ج۱ ص۱۲۴)

امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

الْمُعْضَلُ أَسْوَأُ حَالاً مِّنَ الْمُنْقَطِعِ وَهُوَ أَسْوَأُ حَالاً مِّنَ الْمُرْسَلِ ، وَهُوَ لَا يَقُوْمُ بِهٖ حُجَّةٌ.

"معضل روایت کا حال منقطع سے زیادہ برا ہوتا ہے اور منقطع کا حال مرسل سے بھی زیادہ برا ہوتا ہے اور مرسل سے حجت قائم نہیں ہوتی"۔

(فتح المغيث ج۱ ص۱۷۹)

یعنی معضل حدیث کو بطور دلیل پیش کرنا درست نہیں ہے۔ اب آپ خود اندازہ فرمایئے کہ اس حدیث کو

Presented by Ziaraat.com

بعض نے منکر، بعض نے مجہول اور بعض نے معضل کہا ہے، اور دکتور سعود نے کہا کہ اُنہیں اس کے طرق اور شواہد بھی نہیں ملے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ معاویہ بن صالح اس حدیث کی روایت میں تنہا ہے، وہ اگرچہ بعض کے نزدیک صدوق بھی ہے تاہم اُس کا اِس روایت میں تفرد اس حدیث کو منکر بنا رہا ہے، پھر اس حدیث کا آخری مخصوص حصہ سنن نسائی اور سنن ابی داود میں جگہ نہیں پا سکا، جس روایت میں اتنے سقم ہوں وہ کیونکر مقبول ہو سکتی ہے؟

الفاظ کے ہیر پھیر سے یہ موضوع متن ایک اور سند پر بھی چلایا گیا ہے، جس میں معاویہ بن صالح نہیں ہے۔ آیئے اُس کی بھی خبر لے لیتے ہیں۔ امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ شُعَيْبِ السِّمْسَارِ ، ثَنَا خَالِدُ بْنُ خِدَاشٍ ، ثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ ، عَنْ أَبِي هِلَالِ الرَّاسِبِيِّ ، عَنْ جَبَلَةَ بْنِ عَطِيَّةَ عَنْ مَسْلَمَةَ بْنِ مُخَلَّدٍ ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِمُعَاوِيَةَ : اللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ وَمَكِّنْ لَهُ فِي الْبِلَادِ.

''نبی کریم ﷺ نے معاویہ کے لیے دعا فرمائی: اے اللہ! اس کو کتاب و حساب سکھا دے اور اس کو شہروں پر حکومت دے''۔

(المعجم الکبیر ج ۱۹ ص ۴۳۹ حدیث ۱۰۶۵)

حافظ ہیثمی لکھتے ہیں:

''اس کو امام طبرانی نے جبلہ بن عطیہ کی سند سے مسلمہ بن مخلد سے روایت کیا ہے اور جبلہ کی مسلمہ سے سماعت ثابت نہیں ہے، لہٰذا یہ حدیث مرسل ہے، اس کے بعض راویوں کی توثیق کی گئی ہے اور بعض میں اختلاف ہے''۔

(مجمع الزوائد ج ۱۹ ص ۲۹۹ حدیث ۱۵۸۹۳)

جب جبلہ نے مسلمہ بن مخلد سے نہیں سنا تو اُس نے کسی اور شخص سے سنا ہوگا، وہ شخص کون ہے؟ کچھ معلوم نہیں، اسی لیے امام ذہبی نے ایک مقام پر اس حدیث کو ''عَنْ رَجُلٍ'' (کسی شخص) سے روایت کیا ہے، اور جب سند میں کوئی گمنام شخص ہو تو محدثین اُسے مجہول قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ امام ذہبی ہی لکھتے ہیں:

أَبُوهِلَالٍ مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمٍ : حَدَّثَنَا جَبَلَةُ بْنُ عَطِيَّةَ ، عَنْ رَجُلٍ ، عَنْ مَسْلَمَةَ بْنِ مُخَلَّدٍ ، إِلَىٰ أَنْ قَالَ : فِيهِ رَجُلٌ مَّجْهُولٌ.

''ابو ہلال محمد بن سلیم کہتے ہیں کہ جبلہ بن عطیہ نے ایک شخص سے روایت کیا، اُس شخص نے مسلمہ

Presented by Ziaraat.com

بن مخلد سے روایت کیا...... یہاں تک کہ کہا: اس میں ایک شخص مجہول ہے"۔

(سیر أعلام النبلاء، ج۳ص ۱۲۴، ۱۲۵)

امام ذہبی ایک اور مقام پر اسی سند کے ساتھ یہ حدیث لائے ہیں اور وہاں اس کا حکم بھی بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

لَايُعْرَفُ ، وَالْخَبَرُ مُنْكَرٌ بِمَرَّةٍ.

"وہ شخص نہیں جانا گیا، اور یہ حدیث منکر ہی ہے"۔

(میزان الاعتدال ج۲ ص ۱۱۲)

محدثین کی اصطلاح میں "منکر حدیث" کے بارے میں متعدد اقوال ہیں لیکن نتیجہ سب کا یکساں ہے۔ امام ذہبی لکھتے ہیں:

وَهُوَ مَا انْفَرَدَ الرَّاوِي الضَّعِيفُ بِهِ ، وَقَدْ يُعَدُّ مُفْرَدُ الصَّدُوْقِ مُنْكَرًا.

"منکر حدیث وہ ہے جس کی روایت میں ضعیف راوی تنہا ہو اور کبھی سچے راوی کا تنہا ہونا بھی منکر شمار کیا جاتا ہے"۔

(الموقظة في علم مصطلح الحديث ص ۴۲)

اس تعریف میں "وَقَدْ يُعَدُّ مُفْرَدُ الصَّدُوْقِ مُنْكَرًا" (اور کبھی سچے راوی کا تنہا ہونا بھی منکر شمار کیا جاتا ہے) کا جملہ انتہائی قابل غور ہے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ معاویہ بن صالح کے بارے میں امام ابن عدی نے صدوق کا قول کرنے کے باوجود کہا تھا کہ وہ بعض روایات لانے میں مفرد (تنہا) ہوتا ہے۔

حدیث منکر کا حکم

لغت میں منکر اُسے کہا جاتا ہے جس کو دل مسترد کرنے پر مجبور ہو۔ محدثین کی اصطلاح میں بھی یہی معنیٰ موجود ہے۔ چنانچہ خطیب بغدادی لکھتے ہیں:

"محدث ربیع بن خثیم بیان کرتے ہیں: بعض احادیث کا نور دِن کے اُجالے کی طرح روشن ہوتا ہے تو ہم اُنہیں معروف سمجھتے ہیں، اور بعض کی ظلمت رات کی تاریکی کی مانند ہوتی ہے تو ہم اُنہیں منکر سمجھتے ہیں۔ امام اوزاعی بیان کرتے ہیں: ہم احادیث سنتے تھے تو اُنہیں اپنے رفقاء کے

Presented by Ziaraat.com

سامنے یوں پیش کرتے جس طرح کھوٹے سکے کو پیش کیا جاتا ہے، پس جن احادیث کو ہم معروف سمجھتے اُنہیں قبول کر لیتے اور جنہیں منکر سمجھتے اُنہیں ترک کر دیتے''۔

(الكفاية في علم الرواية ص ٤٣١؛ الكشف الحثيث للحلبي ص ٣١)

خیال رہے کہ بعض محدثین کے نزدیک حدیثِ منکر کا شمار شدید ضعیف احادیث میں ہوتا ہے لیکن اکثر اُسے موضوع و مردود کے مترادف مانتے ہیں۔ چنانچہ مشہور محقق شیخ عبدالفتاح ابوغدۃ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَلَفْظُ "مُنْكَرٌ" كَثِيْرًا مَّا يُطْلِقُوْنَهُ عَلَى "الْمَوْضُوْعِ" يُشِيْرُوْنَ بِذٰلِكَ إِلٰى نَكَارَةِ مَعْنَاهُ مَعَ ضُعْفِ إِسْنَادِهِ وَبُطْلَانِ ثُبُوْتِهِ.

''محدثین لفظ "مُنکر" کا اطلاق اکثر موضوع حدیث پر کرتے ہیں، وہ اس لفظ سے متن کے ناپسندیدہ ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہیں، اُس کی سند کا ضعف اور ثبوت کا بطلان اس کے علاوہ ہوتا ہے''۔

اس کے بعد اُنہوں نے اس پر متعدد مثالیں پیش کیں۔ ملاحظہ فرمایئے: (تعليقات: المصنوع في معرفة الحديث الموضوع، للقاري ص ٢٠)

اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ امام ذہبی نے اس حدیث کو منکر قرار دیا، اور چونکہ اکثر یہ لفظ حدیثِ موضوع کے لیے استعمال ہوتا ہے، اس لیے حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کو موضوع ہی سمجھا ہے۔ چنانچہ وہ امام ذہبی کے حکم کو برقرار رکھتے ہوئے مزید لکھتے ہیں:

وَلَعَلَّ الْآفَةَ فِي الْحَدِيْثِ مِنَ الرَّجُلِ الْمَجْهُوْلِ.

''شاید اس حدیث میں آفت مجہول شخص سے ہے''۔

(لسان الميزان ج٢ ص ٤٢٠)

اِس عبارت میں لفظ "آفۃ" کا استعمال ضعفِ حدیث کے لیے نہیں بلکہ اظہارِ وضع کے لیے ہے۔ چنانچہ امام برہان الدین حلبی اور علامہ ابن عراق الکنانی لفظ "آفۃ" کی اصطلاحی توضیح میں لکھتے ہیں:

فَهٰذِهٖ كِنَايَةٌ عَنِ الْوَضْعِ.

''یہ حدیث گھڑنے سے کنایہ ہے''۔

(الكشف الحثيث عمن رمي بوضع الحديث ص ٩٠؛ تنزيه الشريعة المرفوعة ج١ ص ٣٤)

Presented by Ziaraat.com

اس سے پہلی حدیث کے بارے میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ اُسے بھی محدثین نے منکر کہا ہے اور یہ بھی منکر ہے تو معلوم ہوا کہ یہ دونوں حدیثیں موضوع (جعلی) ہیں۔ نیز یہ حدیث ایک اور سند سے بھی مروی ہے، آیئے! اُس کا جائزہ بھی لے لیتے ہیں۔ ڈاکٹر سعود الصاعدی لکھتے ہیں:

وَرَوَى ابْنُ عَرَفَةَ عَنْ شَبَابَةَ بْنِ سَوَارٍ ، عَنْ حَرِيْزِ بْنِ عُثْمَانَ الرَّحْبِيُّ ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ دَعَا لِمُعَاوِيَةَ فَقَالَ : اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ وَقِهِ الْعَذَابَ.

''ابن عرفہ نے از شبابہ بن سوار، از حریز بن عثمان رحبی روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے معاویہ کے حق میں دعا کی تو فرمایا: اے اللہ! اس کو کتاب وحساب سکھادے اور عذاب سے بچالے''۔

(الأحاديث الواردة في فضائل الصحابة ج٩ ص ٤٣٢)

ڈاکٹر سعود نے اس کے بعد لکھا ہے:

''حریز بن عثمان ثقہ راوی ہے مگر اس پر ناصبی (دشمن اہل بیت) ہونے کا الزام ہے''۔

میں کہتا ہوں: فقط الزام نہیں بلکہ یہ خبیث کٹر قسم کا ناصبی تھا۔ امام سمعانی اور دوسرے حضرات لکھتے ہیں کہ یہ بد بخت صبح وشام ستر ستر مرتبہ سیدنا علی علیہ السلام پر لعنت کرتا تھا۔

(الأنساب للسمعاني ج٣ ص ٥٠؛ إكمال تهذيب الكمال ج٤ ص ٤٥)

یہ شامی تھا اور سیدنا علی مرتضیٰ علیہ السلام کے فضائل سے چڑتا تھا۔ اس کی دشمنی کا ایک واقعہ ملاحظہ کیجئے۔ امام ابوالحجاج مزی، حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہم لکھتے ہیں:

''احمد بن سعید الدارمی، احمد بن سلیمان المروزی سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا: میں نے اسماعیل بن عیاش سے سنا، انہوں نے فرمایا کہ میں نے حریز بن عثمان کے ساتھ مصر سے مکۃ المکرمہ تک سفر کیا: '' فَجَعَلَ يَسُبُّ عَلِيًّا وَيَلْعَنُهُ '' (تو وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر سب وشتم اور لعنت کرتا رہا) وہ کہا کرتا تھا کہ نبی کریم ﷺ سے علی کی شان میں لوگ جو یہ حدیث نقل کرتے ہیں ''أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسىٰ'' حق ہے لیکن سننے والے نے خطا کی ہے۔ اس سے پوچھا گیا: اصل الفاظ کیا ہیں؟ کہنے لگا ''أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ قَارُوْنَ مِنْ مُوْسىٰ'' (میرے نزدیک تیرا مقام ایسا ہے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک

Presented by Ziaraat.com

قارون کا) معاذ اللہ، جب اُس سے کوئی محدث پوچھتا کہ کیا تو علی پر لعنت کرتا ہے؟ تو وہ انکار کرتا اور جب اس سے کہا جاتا کہ تو علی پر رحمت نہیں بھیجتا تو کہتا اُن پر سو بار رحمت ہو، اور وہ یہ سب کچھ اس لیے کرتا کہ کہیں اُس سے روایتِ حدیث میں اجتناب نہ کیا جائے"۔

(تهذيب الكمال ج٥ ص٥٧٧؛ تهذيب التهذيب ج٢ ص٢٢١، وط: ج١ ص٦٩٩؛ تذهيب تهذيب الكمال للذهبي ج٢ ص٢٤٦؛ ميزان الاعتدال ج٢ ص٢١٩ ملخصاً)

یہ خبیث زبردست محدث تھا، بخاری شریف میں اس سے دو حدیثیں لی گئیں، لیکن ثقہ ہونے کے باوجود یہ مردود کہا کرتا تھا:

لَنَا إِمَامُنَا وَلَكُمْ إِمَامُكُمْ.

"تمہارے لیے تمہارا امام اور ہمارے لیے ہمارا امام"۔

کبھی کہتا:

لَنَا أَمِيرٌ وَلَكُمْ أَمِيرٌ، يَعْنِي لَنَا مُعَاوِيَةُ وَلَكُمْ عَلِيٌّ.

"ہمارے لیے ہمارا امیر اور تمہارے لیے تمہارا امیر، یعنی ہمارے لیے معاویہ اور تمہارے لیے علی"۔

(تهذيب الكمال للمزي ج٥ ص٥٧٥؛ تذهيب تهذيب الكمال للذهبي ج٢ ص٢٤٦؛ تهذيب التهذيب ج١ ص٦٩٩)

خلاصہ یہ ہے کہ حدیث "اللّٰهُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِيَةَ الْكِتَابَ، الخ" کی کوئی کل بھی سیدھی نہیں، اس کی ہر سند میں کوئی نہ کوئی ایسا راوی ضرور ہے جس کو سیدنا علی ﷺ سے عداوت تھی، اور ہم شروع میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھ چکے ہیں کہ اعداءِ مرتضیٰ کو جب مرتضیٰ علیہ السلام میں کوئی عیب نہ مل سکا تو انہوں نے اُس شخص کو چڑھانا شروع کر دیا جو اُن کے ساتھ لڑتا رہا۔

"اللّٰهُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِيَةَ" کا خلافِ حق ہونا

اس حدیث کے جعلی ہونے کی سب سے اہم دلیل قرآن کریم کی یہ دو آیتیں ہیں:

وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ.

Presented by Ziaraat.com

''اور سب سے آگے آگے سب سے پہلے پہلے ایمان لانے والے، مہاجرین اور انصار سے
اور جنھوں نے پیروی کی ان کی عمدگی سے، راضی ہو گیا اللہ تعالیٰ اُن سے اور راضی ہو گئے وہ اس
سے''۔(التوبة: ۱۰۰)

اگر یہ حدیث موضوع نہ ہوتی تو دعائے نبوی ﷺ ضرور اُن کے حق میں قبول ہوتی، اور اگر دعا قبول ہوتی تو اس آیت میں ہے کہ مہاجرین وانصار سے بعد والے جو لوگ ہیں اُن کے لیے رضائے الٰہی اس صورت میں ہے کہ وہ مہاجرین وانصار کی اتباع بالاحسان (نیکی میں اتباع) کریں۔ مہاجرین میں سردست خلفاء اربعہ ؓ ہیں اور خلفاء اربعہ ؓ نے صاحب اولاد ہونے کے باوجود اپنی اولاد کو اپنا ولی عہد نہیں بنایا تھا، جبکہ امیر شام اپنے لختِ جگر یزید پلید کو اپنا ولی عہد بنا گئے۔ یہاں اگر حدیث ''فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ''بھی شامل فرمالیں تو معلوم ہوگا کہ اُنہوں نے حدیث وقرآن دونوں کو پس پشت ڈال دیا تھا، جیسا کہ یہ بات ملا علی قاری نے مشہور ومتواتر حدیث ''تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ'' کی تشریح میں لکھی ہے۔ دوسرے مقام پر قرآن کریم میں مہاجرین وانصار ؓ کی تعریف کے بعد ارشادِ الٰہی ہے:

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا.

''اور وہ جو اُن کے بعد آئے وہ عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے
ان بھائیوں کو بھی جو ایمان لانے میں ہم سے سبقت کر گئے اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں
کے لیے کوئی کینہ اور بغض باقی نہ رکھ''۔ (الحشر: ۱۰)

مفسرین کرام ﴿وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْ بَعْدِهِمْ﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

يَعْنِي التَّابِعِيْنَ وَهُمُ الَّذِيْنَ يَجِيْئُوْنَ بَعْدَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ إِلىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ.

''یعنی پیروی کرنے والے، اور وہ وہ لوگ ہیں جو مہاجرین وانصار کے بعد قیامت تک آئیں گے''۔

(الوسيط للواحدي ج٤ ص ٢٧٥؛ معالم التنزيل ج٨ ص ٧٩؛ لباب التأويل ج ٤ ص ٢٧٢؛ تفسير الجلالين ص ٥٤٧)

غور فرمائیے! آیت میں مطلقاً صحابہ کے بعد آنے والوں کا ذکر نہیں بلکہ مہاجرین وانصار ؓ کے بعد آنے والوں کا ذکر ہے۔ لہٰذا کوئی صحابہ کے دور میں مہاجرین وانصار ؓ کے ساتھ بغض رکھے اور اُنہیں دھمکائے تو وہ

Presented by Ziaraat.com

"غِلّ" (کینے) کا مرتکب ہوگا۔ سو اگر مہاجرین وانصار ﷺ کے بعد کا کوئی شخص خلفاء ثلاثہ ﷺ کو برا کہے تو اُس کا شمار تابعین بالاحسان میں نہیں ہوتا تو خود انصاف فرمایئے کہ اگر کوئی شخص سیدنا علی ﷺ کو برا کہے تو وہ کیونکر تابعین بالاحسان میں سے ہوسکتا ہے؟ نیز اکابر انصار ﷺ نے کئی بار امیر شام کو سودی معاملات میں ٹوکا اور اُن کے سامنے احادیث نبویہ ﷺ پیش فرمائیں مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئے۔ اگر اُن کے حق میں واقعی "اَللّٰھُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِیَةَ الْکِتَابَ" کے الفاظ پر مبنی حدیث اور دعا ثابت ہوتی تو وہ لامحالہ مہاجرین وانصار کی اتباع کرتے، اس لیے کہ مہاجرین وانصار ﷺ سے بعد میں آنے والے انسانوں میں سے کوئی بھی انسان اُن کی اتباع کے بغیر رضوانِ الٰہی سے بہرہ ور نہیں ہوسکتا۔

بمقابلہ شانِ مرتضوی باطل حدیث

میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ دشمنانِ دین وایمان نے اہل بیت وصحابہ کرام ﷺ کی ہر ہر فضیلت کے مقابلہ میں حدیث بنانے کی کوشش کی ہے۔ درج ذیل باطل روایت کو سیدنا علی ﷺ کی اُس محبوبیت کے مقابلہ میں بنایا اور لایا گیا ہے جس کا اعلان غزوۂ خیبر میں فرمایا گیا تھا۔ امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ طویل سند کے ساتھ لکھتے ہیں:

دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَلٰی اُمِّ حَبِیْبَةَ، وَرَأْسُ مُعَاوِیَةَ فِيْ حُجْرِهَا تُفَلِّیْهِ، فَقَالَ لَهَا: أَتُحِبِّیْنَهُ؟ قَالَتْ: وَمَالِيْ لَا أُحِبُّ أَخِيْ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: فَإِنَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ یُحِبَّانِهِ.

"نبی کریم ﷺ حضرت ام حبیبہ کے ہاں تشریف لائے، درآنحالیکہ معاویہ کا سر اُن کی گود میں تھا اور وہ اُن کی جوئیں نکال رہی تھیں۔ آقا ﷺ نے اُنہیں فرمایا: کیا تم اس سے محبت کرتی ہو؟ اُنہوں نے عرض کیا: مجھے کیا ہوا کہ میں اپنے بھائی سے محبت نہ کروں؟ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ اور اُس کا رسول بھی اس سے محبت کرتے ہیں"۔

(تاریخ دمشق ج۵۹ ص۸۹)

امیر اہل سنت نے بھی یہ موضوع وباطل روایت لکھ ماری ہے۔

(فیضان امیر معاویہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ ص۱۶۹، ۱۷۰)

امام ابن عساکر نے اسے عقیلی کی سند سے روایت کیا ہے اور عقیلی نے اس کو عبداللہ بن بکار الاشعری سے

Presented by Ziaraat.com

روایت کیا ہے اور اس کے بارے میں لکھا ہے:

مَجْهُوْلٌ فِي النَّسَبِ وَالرِّوَايَةِ ، حَدِيْثُهُ غَيْرُ مَحْفُوْظٍ.

''یہ نسب اور روایت دونوں میں مجہول ہے، اس کی حدیث غیر محفوظ ہے''۔

(كتاب الضعفاء للعقيلي ج ٢ ص ٢٣٧)

امام ذہبی اور عسقلانی دونوں نے محدث عقیلی کے اِن الفاظ سے اتفاق کیا ہے۔

(ميزان الاعتدال ج ٢ ص ٣٩٨؛ لسان الميزان ج ٤ ص ٤٤٢)

اِس کے بعد امام ذہبی نے حدیث نقل فرمائی ہے اور آخر میں لکھا ہے:

فَهٰذَا غَيْرُ صَحِيْحٍ .

''پس یہ صحیح نہیں ہے''۔

(ميزان الاعتدال ج ٢ ص ٣٩٨، وط: ج ٤ ص ٦٩)

حافظ عسقلانی نے وضاحت فرمائی ہے کہ ''فَهٰذَا غَيْرُ صَحِيْحٍ'' کے الفاظ محدث عقیلی کے نہیں بلکہ امام ذہبی کے ہیں، اور امام ذہبی نے بھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ یہ الفاظ عقیلی کے ہیں اور نہ ہی حافظ رحمہ اللہ نے اِن الفاظ پر امام ذہبی سے اختلاف کیا ہے۔

حافظ ہیثمی نے اس روایت کو امام طبرانی کی ''المعجم الكبير'' سے نقل کیا ہے مگر یہ طبرانی کے مطبوع نسخے میں موجود نہیں ہے۔ طبرانی کبیر کے کچھ اجزاء مفقود ہیں یقیناً یہ اُن میں ہوگی۔ حافظ ہیثمی فرماتے ہیں:

فِيْهِ مَنْ لَمْ أَعْرِفْهُمْ.

''اس میں ایسے راوی ہیں جنہیں میں نہیں جانتا''۔

(مجمع الزوائد ٩ ص ٣٥٥)

خدا جانے کہ وہ کیسے کیسے آفت کے پرکالے ہوں گے؟

کتبِ احکام اور کتبِ رجال میں ''لَمْ يَصِحَّ'' اور ''غَيْرُ صَحِيْحٍ'' کے الفاظ کے استعمال میں اصطلاحی فرق

ابھی ابھی آپ نے جو مذکورہ حدیث کے آخر میں امام ذہبی کے یہ الفاظ پڑھے ہیں ''فَهٰذَا غَيْرُ صَحِيْحٍ''

Presented by Ziaraat.com

(پس یہ حدیث صحیح نہیں ہے) تو اِس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اگر یہ حدیث صحیح نہیں ہے تو پھر حسن وغیرہ ہوگی بلکہ اِس کا مطلب یہ ہے کہ موضوع وباطل روایت ہے۔ اِس کی دلیل یہ ہے کہ علماء حدیث جب کتبِ احکام وغیرہ میں کسی حدیث کے متعلق "لَایَصِحُّ، لَمْ یَصِحّ" وغیرہ الفاظ استعمال کرتے ہیں تو وہاں اصطلاحی معنی مراد ہوتا ہے اور اُس صورت میں اُس حدیث سے صحت کی نفی تو ہوتی ہے لیکن حسبِ قواعد اُس کا شمار حدیثِ صحیح سے نچلے درجے کی احادیث میں ہوسکتا ہے اور وہ قابلِ استدلال بھی ہوتی ہے لیکن ایسے الفاظ جب کتب "موضوعات، ضعفاء" اور کتبِ اسماء الرجال میں آئیں تو وہاں اُس حدیث کا موضوع وباطل ہونا مراد ہوتا ہے اور وہ قابلِ استدلال نہیں ہوتی۔ چنانچہ مشہور محقق شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قَوْلُهُمْ فِي الْحَدِيْثِ: لَايَصِحُّ، أَوْ: لَايَثْبُتُ، أَوْ: لَمْ يَصِحَّ، أَوْ: لَمْ يَثْبُتْ، أَوْ: لَيْسَ بِصَحِيْحٍ، أَوْ: لَيْسَ بِثَابِتٍ، أَوْ: غَيْرُ ثَابِتٍ، أَوْ: لَايَثْبُتُ فِيْهِ شَيْءٌ، وَنَحْوَ هٰذِهِ التَّعَابِيْرِ، إِذَا قَالُوْهُ فِيْ كُتُبِ الضُّعَفَاءِ أَوِ الْمَوْضُوْعَاتِ، فَالْمُرَادُ بِهٖ أَنَّ الْحَدِيْثَ الْمَذْكُوْرَ مَوْضُوْعٌ، لَا يَتَّصِفُ بِشَيْءٍ مِنَ الصِّحَّةِ، وَإِذَا قَالُوْهُ فِيْ كُتُبِ أَحَادِيْثِ الْأَحْكَامِ، فَالْمُرَادُ بِهٖ نَفْيُ الصِّحَّةِ الِاصْطِلَاحِيَةِ.

"محدثین کرام کسی حدیث کے بارے میں "**لایصح**" یا "**لایثبت**" یا "**لم یصح**" یا "**لم یثبت**" یا "**لیس بصحیح**" یا "**لیس بثابت**" یا "**غیر ثابت**" یا "**لایثبت فیه شیء**" وغیرہ الفاظ جو استعمال کرتے ہیں، اگر اُن کے ایسے اقوال کتب "ضعفاء" اور کتب "موضوعات" میں ہوں تو اِس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ مذکورہ حدیث موضوع (جعلی) ہے اور اگر اُن کے ایسے اقوال کتب حدیث میں ہوں تو اِس سے اصطلاحی صحت کی نفی مراد ہوتی ہے"۔

آگے چل کر شیخ ابوغدہ اپنے شیخ زاہد الکوثری رحمۃ اللہ علیہما کی طویل عبارت لائے ہیں، اُس عبارت کا ایک توضیحی جملہ یہ ہے:

وَلَايَلْزَمُ مِنَ الْأَوَّلِ نَفْيُ الْحُسْنِ أَوِ الضُّعْفِ، وَيَلْزَمُ مِنَ الثَّانِيْ الْبُطْلَانُ.

پس قولِ اول سے حدیث کے اصطلاحی حسن یا ضعف کی نفی لازم نہیں آتی لیکن دوسرے قول سے بطلان لازم آتا ہے"۔

(ظفر الأماني بشرح مختصر السيد الشريف الجرجاني ص٤٦٧، ٤٦٨؛ مقدمة: المصنوع في

Presented by Ziaraat.com

معرفة الحديث الموضوع لعلي القاري ص ٢٧، ٢٨)

شیخ ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بحث تقریباً (۹) نوصفحات پر پھیلی ہوئی ہے، اُس میں اُنہوں نے اس موضوع پر "میزان الاعتدال، لسان المیزان، الموضوعات لابن الجوزی، اللآلي المصنوعة" وغیرھا کتب سے بہت ساری مثالیں پیش کی ہیں اور واضح کیا ہے کہ جب ایسی کتب میں کسی حدیث کو غیر صحیح کہا جائے تو اس سے اُس حدیث کا موضوع ہونا مراد ہوتا ہے۔ اُنہوں نے فرمایا ہے کہ یہ مسئلہ انتہائی لطیف ہے، بڑے بڑے محدثین اس فرق کو سمجھنے سے قاصر رہے ہیں۔ بہرحال زیرِ بحث حدیث کو چونکہ کتب ضعفاء اور کتب موضوعات میں غیر محفوظ اور غیر صحیح کہا گیا ہے، لہٰذا یہ حدیث موضوع ہے۔

امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو دو سندوں سے روایت کیا ہے۔ اُن میں سے پہلی حدیث کی سند میں ایک شخص عبداللہ بن بکار کے بارے میں لکھا ہے:

قَالَ الْعُقَيْلِيُّ : عَبْدُ اللهِ بْنُ بَكَّارٍ مَجْهُوْلٌ ، حَدِيْثُهُ غَيْرُ مَحْفُوْظٍ.

"عقیلی نے کہا: عبداللہ بن بکار مجہول ہے، اس کی حدیث محفوظ نہیں ہے"۔

دوسری روایت میں عبدالرحمان بن ابی الزناد ہے۔ اس کے بارے میں ابن الجوزی لکھتے ہیں:

هٰذَا حَدِيْثٌ لَا يَصِحُّ ، وَفِيْهِ عَبْدُ الرَّحْمَانِ بْنُ أَبِي الزِّنَادِ ، قَالَ أَحْمَدُ : هُوَ مُضْطَرِبُ الْحَدِيْثِ ، وَقَالَ يَحْيىٰ وَالرَّازِيُّ : لَا يُحْتَجُّ بِهِ.

"یہ حدیث موضوع ہے، اس میں عبدالرحمان بن ابی الزناد ہے، امام احمد فرماتے ہیں: وہ مضطرب الحدیث ہے اور محدث یحییٰ اور ابوحاتم رازی نے کہا: اس سے دلیل نہیں لی جاتی"۔

(العلل المتناهية في الأحاديث الواهية ج ١ ص ٢٢٧، ٢٧٨ حديث ٤٤٥، ٤٤٦)

کسی محدث کا اپنے ضابطے پر پورا نہ اترنا

خیال رہے کہ امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "العلل المتناهية في الأحاديث الواهية" کا شمار کتبِ ضعفاء میں ہوتا ہے اور اوپر جو اصول بیان کیا گیا ہے اُس میں فقط کتب "موضوعات" کا نہیں بلکہ کتب "ضعفاء" کا ذکر بھی ہے، لہٰذا امام ابن الجوزی کا "العلل" میں اِس حدیث کے بارے میں لکھنا "هٰذَا حَدِيْثٌ لَا يَصِحُّ" اِس کے اظہارِ موضوعیت کے لیے ہے، حسن یا ضعیف کے لیے نہیں۔ جب اُنہوں نے پہلے ہی اپنی اِسی

Presented by Ziaraat.com

کتاب کے مقدمہ فرمایا ہے:

وَقَدْ جَمَعْتُ فِيْ هٰذَا الْكِتَابِ الْأَحَادِيْثَ الشَّدِيْدَةَ التَّزَلْزُلِ الْكَثِيْرَةَ الْعِلَلِ.

''میں نے اِس کتاب میں وہ احادیث جمع کی ہیں جو شدید متزلزل اور کثیر سقم والی ہیں''۔

(العلل المتناهية في الأحاديث الواهية ج١ ص١٧)

تو پھر اُن کا مذکورہ شدید ترین ضعیف حدیث پر ''هٰذَا حَدِيْثٌ لَايَصِحُّ'' لکھنے کا مقصد کیا ہے؟ کیا یہی کہ وہ اس کثیر العلل اور شدید التزلزل والی حدیث کو حسن یا ضعیف ثابت کرنا چاہتے ہیں؟ نہیں بلکہ مذکور الصدر ضابطہ کے مطابق وہ اِس کا موضوع ہونا ظاہر فرما رہے ہیں۔ باقی رہا اُن کا یہ لکھنا کہ وہ اِس کتاب میں فقط شدید ترین ضعیف احادیث درج کریں گے موضوع نہیں۔ اس پر میری گزارش ہے کہ ایسے ضابطے محدثین قائم کیا کرتے ہیں اور حتی الامکان پورا اترنے کی کوشش بھی کرتے ہیں لیکن مکمل پورے نہیں اترتے اور نہ ہی یہ ممکن ہے۔ اگر ایسا ممکن ہوتا پھر مخلوق کی کتابوں اور خالق کی کتاب میں کیا فرق ہوتا؟ دیکھئے! امام سیوطی نے ''الجامع الصغير'' کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ اُنہوں نے اپنی اس کتاب کو موضوع احادیث سے محفوظ رکھا ہے لیکن اِس دعویٰ کے باوجود اُن کی کتاب میں بعض موضوع احادیث بھی داخل ہوگئیں جیسا کہ آئندہ صفحات میں ''الدُّنْيَا سَبْعَةُ آلَافٍ'' کی صورت میں ایک مثال آئے گی۔ فی الجملہ یہ کہ امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا شدید ترین تزلزل اور علل کی شکار حدیث کے آخر میں لکھنا ''هٰذَا حَدِيْثٌ لَايَصِحُّ'' اُس حدیث کے موضوع ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ اس کی مزید دلیل وتائید یہ ہے کہ وہ امام ذہبی جنہوں نے ''میزان الاعتدال'' میں اس حدیث پر لکھا تھا ''فَهٰذَا غَيْرُ صَحِيْحٍ'' اُنہوں نے اپنی دوسری کتب میں اِس حدیث کو صاف موضوع اور جھوٹی لکھ دیا ہے اور جس شخص نے یہ جھوٹی آفت ڈھائی ہے اُس کی نشاندہی بھی فرمادی ہے۔ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ایک کتاب میں یہ عنوان قائم کیا ہے:

فَمِنَ الْأَبَاطِيْلِ الْمُخْتَلَقَةِ.

''گھڑی ہوئی باطل حدیثیں''۔

پھر اس حدیث کو بھی اسی عنوان کے تحت نقل کرکے اس کا بطلان ظاہر کیا ہے اور پھر ایسی چند مزید باطل احادیث درج کرنے کے بعد لکھا ہے:

فَهٰذِهِ الْأَحَادِيْثُ ظَاهِرَةُ الْوَضْعِ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

Presented by Ziaraat.com

''پس یہ تمام احادیث واضح طور پر موضوع ہیں، واللہ اعلم''۔

(سیر أعلام النبلاء ج۳ ص۱۲۸، ۱۲۹)

امام ذہبی نے ایک اور مقام میں لکھا ہے:

وَهٰذَا حَدِيْثٌ كَذِبٌ ، رُوَاتُهُ ثِقَاتٌ سِوَى ابْنِ رِجَاءٍ ، فَهُوَ الآفَةُ.

''یہ جھوٹی حدیث ہے، اس کے راوی ثقہ ہیں ماسوا ابن رجاء کے، پس وہی آفت ہے''۔

(تلخیص کتاب العلل المتناهية للذهبي ص ۹۵)

بعض لوگ مغالطہ آفرینی سے کام لیتے ہوئے کہتے ہیں کہ امام ذہبی نے اِس حدیث کو موضوع لکھا تو ہے پر اُنہوں نے کوئی ماخذ درج نہیں کیا۔ ایسے لوگ اپنی کمال ہیرا پھیری پر شاباش کے مستحق ہیں۔ گویا اِن لوگوں کے نزدیک امام ذہبی کی کتب ماخذ کا درجہ نہیں رکھتیں۔ خدا کے بندو! جب اُنہوں نے رجال پر بحث کرنے کے بعد یہ حکم لگایا ہے تو پھر اس کے سوا اور کون سا ماخذ درکار ہے؟ اگر کسی سے ہوسکتا ہے تو وہ اُن سے اختلاف کرے اور اُن کی کتب سے زیادہ معتمد مآخذ سے اس حدیث کا حسن یا کم از کم ضعیف ہونا ہی ثابت کردے۔

کہا جاسکتا ہے کہ خواہ مخواہ پانی میں مدھانی چلائی گئی، امام ابن عساکر کی نقل کردہ روایت پر تو بات کی ہی نہیں۔ آیئے! امام ابن عساکر سے ہی پوچھ لیتے ہیں کہ اُن کے نزدیک زیرِ بحث حدیث کا کیا حکم ہے۔ سو جاننا چاہیئے کہ "تاریخ مدینة دمشق لابن عساکر، ج۵۹، دار الفکر، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱٤۱۸ھ" میں امیر شام کا ترجمہ (تذکرہ) صفحہ ۵۵ سے شروع ہو کر صفحہ ۲۴۱ پر ختم ہوتا ہے۔ امام ابن عساکر نے صفحہ ۵۵ سے ۶۷ تک ابتدائی اور تمہیدی گفتگو کی ہے، پھر صفحہ ۶۸ سے ۱۰۶ تک وہ احادیث چلائی ہیں جن کو لوگوں نے امیر شام کی شان میں خود بنا کر حضور اکرم ﷺ کی طرف منسوب کر دیا ہے، اور پھر صفحہ ۱۰۶ پر پہنچ کر اُنہوں نے امام اسحاق بن راھویہ کا یہ مشہور ترین قول نقل کیا ہے:

لَايَصِحُّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِيْ فَضْلِ مُعَاوِيَةَ شَيْءٌ.

''نبی کریم ﷺ کی زبانِ اقدس سے فضیلتِ معاویہ میں کوئی چیز ثابت نہیں''۔

(تاریخ دمشق ج۵۹ ص۱۰۶)

یوں اُنہوں نے زیرِ بحث حدیث کے ساتھ ساتھ گذشتہ سطور کی تمام احادیثِ موضوعہ پر پانی پھیر دیا ہے، اور آخر میں اُنہوں نے اپنا فیصلہ یوں دیا ہے:

Presented by Ziaraat.com

وَأَصَحُّ مَا رُوِيَ فِي فَضْلِ مُعَاوِيَةَ حَدِيثُ أَبِي حَمْزَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ كَانَ كَاتِبَ النَّبِيِّ ﷺ. فَقَدْ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ فِي صَحِيحِهِ، وَبَعْدَهُ حَدِيثُ عِرْبَاضٍ: اللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ، وَبَعْدَهُ حَدِيثُ ابْنِ أَبِي عُمَيْرَةَ: اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًا.

''اور معاویہ کی فضیلت میں جو کچھ روایت کیا گیا ہے اُس میں زیادہ سے زیادہ صحیح روایت وہ ہے جو ابوحمزہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ وہ نبی کریم ﷺ کے کاتب تھے، اس کو مسلم نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے، اس کے بعد حضرت عرباض کی یہ حدیث ہے: ''اللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ'' اور اس کے بعد ابن ابی عمیرہ کی یہ حدیث ہے: ''اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًا''.

(تاريخ دمشق ج۵۹ ص۱۰۶)

امام سیوطی نے بھی ابن عساکر کا یہ کلام نقل کیا ہے:

(الزيادات على الموضوعات ص۳۰۱، ۳۰۲)

جب امام ابن عساکر کے مطابق امیر شام کی شان میں زیادہ سے زیادہ لائق قبول فقط یہ تین روایات ہیں تو پھر مؤلفین ''فیضان امیر معاویہ'' کی بیان کردہ زیر بحث حدیث اور باقی روایات کس کھاتے میں جائیں گی؟

خیال رہے کہ ابن عساکر نے جن تین روایات کو فضائل معاویہ میں کسی حد تک قابل قبول بتایا ہے، اُن میں بھی مؤخر الذکر دو روایتیں موضوع ہیں، جن میں سے ایک ''اللّٰهُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِيَةَ الْكِتَابَ'' پر بات ہو چکی ہے، دوسری پر آئندہ صفحات میں بحث ونظر آ رہی ہے، اور اول الذکر میں بھی فضیلت نہیں بلکہ اُس کے برعکس معاملہ ہے، جیسا کہ عنقریب تفصیل آ رہی ہے۔

اے اللہ! اس کا پیٹ علم وحلم سے بھر دے

شانِ معاویہ میں گردش کرنے والی موضوع روایات میں ایک روایت یہ بھی ہے۔ اس روایت کو بعض مقررین نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ''التاریخ الکبیر'' سے نقل کیا ہے لیکن سامعین پر رعب ڈالتے رہے کہ اس کو امام بخاری نے ذکر کیا ہے۔ بہر حال امام بخاری لکھتے ہیں:

وَحْشِيُّ الْحَبْشِيُّ مَوْلَى جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ الْقُرَشِيُّ، نَزَلَ الشَّامَ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ، قَالَ لِي... ۲ إِسْحَاقُ بْنُ يَزِيدَ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ مُبَارَكٍ الصُّورِيُّ، قَالَ: نَا

Presented by Ziaraat.com

خود وحشی بھی اُموی غلام تھا، یہ وہی ہے جس نے سیدنا امیر حمزہ﷛ کو قتل کیا تھا، نبی کریم ﷺ اسے منہ نہیں لگاتے تھے، یہ اکثر نشہ میں دھت رہتا تھا حتیٰ کہ اس کی موت بھی حالتِ نشہ میں ہوئی تھی۔ سیدنا عمر بن الخطاب﷛ فرماتے ہیں:

مَا زَالَتْ لِوَحْشِيٍّ فِيْ نَفْسِيْ حَتّٰى أُخِذَ قَدْ شَرِبَ الْخَمْرَ بِالشَّامِ فَجُلِدَ الْحَدَّ، فَحَطَطْتُ عَطَاءَهُ إِلٰى ثَلَاثِ مِئَةٍ، وَكَانَ فَرَضَ لَهُ عُمَرُ فِيْ أَلْفَيْنِ.

''ہمیشہ میرے دل میں وحشی کے لیے کچھ کھٹکا سا رہا، یہاں تک کہ وہ پکڑا گیا، اُس نے شام میں شراب پی تو اُس کو حد لگائی گئی، پھر میں نے اُس کا وظیفہ تین سو تک محدود کر دیا۔ راوی کہتے ہیں: اس سے قبل سیدنا عمر﷛ نے اُسے دو ہزار وظیفہ والوں میں شامل کر رکھا تھا''۔

(تهذيب الكمال ج۳۰ ص ۴۳۰ ؛ تهذيب التهذيب ج٦ص ۷۱۰)

امام علاؤالدین مغلطائی حنفی لکھتے ہیں:

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: مَاتَ غَرَقًا فِي الْخَمْرِ زَعَمُوْا.

''ابن شہاب فرماتے ہیں: لوگوں نے کہا: وہ شراب میں غرق ہونے کی حالت میں مرا تھا''۔

(إكمال تهذيب الكمال ج۱۲ ص ۲۱۱)

یاد رہے کہ وحشی بھی فتح مکہ کے مسلمانوں میں سے تھا، لہٰذا اُس کا شمار طلقاء میں ہوتا ہے، جبکہ عندالمحدثین اُسے صحابی سمجھا جاتا ہے اور بلاشبہ صحابیت ایک رتبۂ عظمیٰ تو ہے لیکن کوئی ایسا لائسنس نہیں کہ آدمی جو چاہے کرتا رہے، اُس سے کوئی مواخذہ ہوگا اور نہ ہی کوئی حساب، البتہ بدری صحابہ کرام﷡ کو استثنا حاصل ہے، پھر اُن کے بعد بیعت رضوان والوں کو رضائے الٰہی کا مژدہ سنایا گیا لیکن وہ بھی مشروط، کیونکہ فرمایا گیا:

فَمَنْ نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ.

''تو جس نے عہد توڑا اُس نے اپنے بڑے عہد کو توڑا''۔

(الفتح: ۱۰)

علماء کرام نے فرمایا ہے کہ انہی حضرات پر سابقین کا اختتام ہو جاتا ہے۔ اس کی تفصیل ہمارے رسالہ ''الصحابة والطلقاء'' میں دیکھی جا سکتی ہے۔

Presented by Ziaraat.com

متن گھڑنا اور سند تبدیل کرنا

درجِ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ مذکورالصدر حدیث کے یہ سب راوی یا تو اُموی ہیں یا پھر اُن کے غلام ہیں اور شامی بھی ہیں۔ چونکہ وحشی اور صدقہ بن خالد کے درمیان ۸۳ یا ۶۸ برس کا فرق ہے اس لیے کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ کس ظالم نے یہ حدیث گھڑ کر مذکورہ سند پر چڑھا دی، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ایسی حدیثوں کا گھڑنا ایک دور میں باقاعدہ دھندے میں شامل تھا۔ علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

''سینکڑوں ہزاروں حدیثیں امیر معاویہ وغیرہ کے فضائل میں بنوائیں''۔

(سيرة النبي ﷺ ج ۱ ص ۶۹)

سو چونکہ بنوامیہ کے دور میں حدیث گھڑنے کا دھندا عروج پر تھا، اس لیے عین ممکن ہے کہ کسی نے ہاتھ رنگنے کے لیے حدیث گھڑ کر ثقہ راویوں پر چڑھا دی ہو۔ یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ متن تو گھڑا جاتا تھا لیکن سند گھڑی نہیں جاتی تھی بلکہ صاف ستھری سند کو موضوع حدیث پر چڑھا دیا جاتا تھا۔ چنانچہ علامہ برھان الدین حلبی لکھتے ہیں:

وَضَرْبٌ يُقَلِّبُوْنَ سَنَدَ الْحَدِيْثِ لِيُسْتَغْرَبَ ، فَيَغْرِبُ فِيْ سِمَاعِهِ مِنْهُمْ.

''اور ایک قسم یہ ہے کہ لوگ دلچسپی پیدا کرنے کی خاطر حدیث کی سند کو تبدیل کرتے ہیں تاکہ رغبت پیدا کی جائے اور سننے والا اُن راویوں کی وجہ سے اُس حدیث کی سماعت میں دلچسپی لے''۔

(الكشف الحثيث للحلبي ص ۲۹)

کیا امام بخاری کی تمام کتب قابلِ وثوق ہیں؟

اس روایت میں بھی یہی گھناؤنی کارروائی کی گئی ہے لیکن کنز العلماء صاحب فاتحانہ انداز میں اس روایت کو پیش کرتے رہے اور باور کراتے رہے کہ یہ امام بخاری نے بیان کی ہے، وغیرہ وغیرہ۔ کنز العلماء صاحب کا یہ تأثر غلط ہے کہ امام بخاری کی تمام تصانیف معتبر ہیں۔ اُن کی تمام کتب معتبر نہیں بلکہ یہ مقام فقط اُن کی ''الجامع الصحيح'' کو ہی حاصل ہے، تاہم اس پر بھی اجماعِ امت نہیں اور وہ بھی اختلاف و اعتراض سے مبرا نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ سید مرتضیٰ حسینی زبیدی رحمۃ اللہ علیہ ''حدیث مردود'' کے تعارف میں لکھتے ہیں:

وَكَذَا إِذَا سَقَطَ كُلُّ رِجَالِهِ فَحُكْمُهُ فِيْ صَحِيْحِ الْبُخَارِيِّ إِنْ أَتٰى بِقَالَ، أَوْ

Presented by Ziaraat.com

"رَوٰی" دَلَّ عَلٰی أَنَّهُ ثَبَتَ عِنْدَهُ ، أوبِيُذْكَرُ" وَ "يُقَالُ" فَفِيْهِ مَقَالٌ ، وَأَمَّا فِيْ غَيْرِ صَحِيْحِهِ فَمَرْدُوْدٌ لَا يُقْبَلُ.

"اوراسی طرح جب امام بخاری اپنے تمام راویوں کو گرادیں تو ایسی حدیث کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ صحیح بخاری میں ہو اور امام بخاری اُسے "قَالَ" یا "رَوٰی" سے لائے ہوں تو یہ انداز اِس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ حدیث ان کے نزدیک ثابت ہے، اور اگر "يُذْكَرُ" یا "يُقَالُ" سے لائے ہوں تو پھر اُس میں کلام کی گنجائش ہے، اور صحیح بخاری کے علاوہ اُن کی کسی دوسری کتاب میں بلا سند حدیث ہو تو وہ مردود ہے اسے قبول نہیں کیا جائے گا"۔

(بلغة الأريب في مصطلح آثار الحبيب ص ۱۹۲)

لہٰذا خود سوچئے کہ "التاريخ الكبير" میں درج شدہ ایک ایسی روایت کیونکر قابل قبول ہو سکتی ہے جس میں دو راویوں کے درمیان ۶۸ یا ۸۳ سال کا فرق ہے؟ قارئین کرام! مقامِ غور ہے کہ آسمانی کتابیں یکساں معتبر نہیں ہیں لیکن کنز العلماء صاحب کا کمال دیکھئے کہ وہ امام بخاری کی تمام کتابوں کو یکساں معتبر قرار دے رہیں! کیا علماءِ حق سے ایسی مغالطہ آفرینی کی توقع کی جاسکتی ہے؟

امام ذہبی اِس موضوع روایت کو نقل کرنے کے بعد صالح جزرہ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا:

لَاتَشْتَغِلْ بِوَحْشِيٍّ وَلَا بِأَبِيْهِ.

"وحشی اور اُس کے باپ میں مت مشغول ہو"۔

(تاريخ الإسلام للذهبي ج ٤ ص ۳۱۰)

راقم الحروف کا خیال ہے کہ بعض کذاب قسم کے لوگوں نے اِس حدیث کو وضع کر کے اسے وحشی کی طرف منسوب کر دیا ہوگا، ورنہ نشہ میں دُھت رہنے والے شخص کو ایسے دھندے سے کیا سروکار؟

"اَللّٰهُمَّ امْلَأْهُ عِلْمًا" کے مؤیدین سے سوال

اس روایت کو بیان کرنے والوں سے ہمارا سوال ہے کہ اگر یہ روایت اُن کے نزدیک صحیح ہے اور اِس میں مذکور دعائے نبوی "اَللّٰهُمَّ امْلَأْهُ عِلْمًا وَّحِلْمًا" (اے اللہ! اس کے پیٹ کو علم و حلم سے بھر دے) جناب معاویہ

Presented by Ziaraat.com

کے حق میں مقبول ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ موصوف دوسرے مسائل تو کیا ارکانِ حج کی ادائیگی میں بھی اکابر صحابہ ؓ کے محتاج ہوتے تھے؟ محدثین کرام نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ اُنہوں نے سیدنا سعد بن ابی وقاص ؓ سے عرض کیا:

يَا أَبَا إِسْحَاقَ ! إِنَّا قَوْمٌ قَدْ أَجْفَانَا هٰذَا الْغَزْوُ عَنِ الْحَجِّ ، حَتّٰى كِدْنَا أَنْ نَنْسٰى بَعْضَ سُنَنِهِ ، فَطُفْ نَطُوْفُ بِكَ.

''اے ابواسحاق! ہم ایسی قوم ہیں جنہیں اِس جنگ نے حج سے دور رکھا ہے، حتیٰ کہ ہم اس کی بعض سنتیں بھولنے لگے، لہٰذا آپ طواف شروع کریں تو ہم آپ کے ساتھ طواف کرتے جائیں گے''۔

(تاريخ دمشق ج٤٢ ص١١٩؛ مختصر تاريخ دمشق ج١٧ ص٣٣٥؛ البداية والنهاية ج٥ ص٥٣، وط: ج٧ ص٥٦٥)

ایمان سے بتلایئے! دعائے نبوی ﷺ کی بدولت جس شخص کا پیٹ علم سے بھر چکا ہو، کیا وہ دوسروں کا محتاج ہوتا ہے؟ کیا کبھی بابُ مدینۃ العلم سیدنا علی علیہ السلام بھی کسی مسئلہ میں دوسرے کے محتاج ہوئے؟

نوٹ

خیال رہے کہ امام ابن عساکر نے فضائلِ معاویہ میں زیادہ سے زیادہ جن تین روایات کو کسی کھاتے میں رکھا ہے یہ روایت اُن کے علاوہ ہے، لہٰذا یہ روایت اُن کے نزدیک بھی قابلِ اعتبار نہیں۔

''خَالُ الْمُؤْمِنِيْنَ'' میں باطل روایت

یوں تو ایسے تمام لوگ جنہیں فضائل معاویہ میں صحیح مواد نہیں ملتا ''خال المؤمنین، خال المؤمنین'' کی رٹ لگاتے ہی رہتے ہیں مگر 2013ء میں جلالی صاحب نے ایوانِ اقبال، لاہور میں اور مؤلفین ''فیضانِ امیر معاویہ'' نے دیگر موضوع و باطل روایات کے ساتھ ساتھ ایک موضوع روایت لفظ ''خَالُ الْمُؤْمِنِيْنَ'' کے بارے میں بھی بیان کر ڈالی، اور جلالی صاحب نے تو انتہائی فاتحانہ انداز میں کہا کہ اور تو اور صحابہ کرام ؓ بھی امیر شام کو خال المؤمنین کہتے تھے۔ چونکہ جلالی صاحب نے اِس جھوٹی روایت کو درمنثور کے حوالے سے بیان کیا ہے اور مؤلفین ''فیضان امیر معاویہ'' نے بھی متعدد حوالہ جات کے ساتھ پہلا حوالہ درمنثور کا ہی دیا ہے، لہٰذا ہم بھی اس روایت کو اُسی سے باسند نقل کر رہے ہیں۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

Presented by Ziaraat.com

وَأَخْرَجَ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ ، وَابْنُ الْمُنْذِرِ ، وَابْنُ عَدِيٍّ ، وَابْنُ مَرْدُوَيْه، وَالْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّلَائِلِ ، وَابْنُ عَسَاكِرَ مِنْ طَرِيْقِ الْكَلْبِيِّ، عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ فِيْ قَوْلِهِ ﴿عَسَى اللّٰهُ أَنْ يَجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُم مِّنهُمْ مَّوَدَّةً﴾ قَالَ : كَانَتِ الْمَوَدَّةُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ بَيْنَهُمْ تَزْوِيْجَ النَّبِيِّ ﷺ أُمَّ حَبِيْبَةَ بِنْتَ أَبِيْ سُفْيَانَ ، فَصَارَتْ أُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ ، وَصَارَ مُعَاوِيَةُ خَالَ الْمُؤْمِنِيْنَ.

''کلبی کے طریق سے از ابوصالح روایت ہے کہ سیدنا ابن عباس ؓ نے ارشادِ الٰہی: ﴿قریب ہے کہ اللہ تم میں اور ان میں، جو اُن میں سے تمہارے دشمن ہیں دوستی کر دے﴾ کی تفسیر میں فرمایا: یہ محبت جو اللہ تعالیٰ نے اُن کے درمیان پیدا فرمائی، وہ نبی کریم ﷺ کا ام حبیبہ بنت ابی سفیان سے شادی کرنا ہے۔ پس وہ ام المومنین ہوگئیں اور معاویہ خال المومنین ہوگئے''۔

(الدر المنثور ج١٤ ص ٤١١)

افسوس کہ یہ حدیث روایۃً اور درایۃً دونوں طرح موضوع (جعلی) ہے۔ درایۃً اس کا موضوع ہونا علامہ سید محمود آلوسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کے اس کلام سے واضح ہوتا ہے:

وَأَنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ تَزَوُّجَهَا كَانَ وَقْتَ هِجْرَةِ الْحَبْشَةِ ،وَنُزُوْلِ هٰذِهِ الْآيَاتِ سَنَةَ سِتٍّ مِنَ الْهِجْرَةِ ، فَمَا ذُكِرَ لَا يَكَادُ يَصِحُّ بِظَاهِرِهِ ، وَفِيْ ثُبُوْتِهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَقَالٌ.

''آپ جانتے ہیں کہ ام حبیبہ سے شادی ہجرتِ حبشہ کے وقت ہوئی تھی، جبکہ اِن آیات کا نزول چھ ہجری میں ہوا، لہٰذا جو کچھ بیان کیا گیا بظاہر وہ صحیح نہیں اور ابن عباس ؓ سے اس کے ثبوت میں کلام ہے''۔

(روح المعاني ج٢٧ ص ٧٩)

مطلب یہ ہے کہ آیت میں مستقبل میں مودت پیدا کر دینے کا ذکر ہے جبکہ ام المومنین ام حبیبہ سے شادی اس سے پہلے ہو چکی تھی، لہٰذا جو ماضی میں ہو چکا قرآن مجید میں اُس کا مستقبل میں ہونا کیسے بیان کیا جا سکتا ہے؟ سو چونکہ ایسی بے تکی بات کا سیدنا ابن عباس ؓ سے منقول ہونا بعید ہے، اس لیے علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے راویوں کی جرح وتعدیل کے جھنجھٹ میں پڑے بغیر مختصراً یہ فرما دیا کہ ابن عباس سے اس روایت کے ثبوت میں کلام ہے۔ وہ کیسے؟ اس سلسلے میں سند کے بعض راویوں کے احوال سے معاملہ واضح ہو جائے گا۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

Presented by Ziaraat.com

لکھا ہے: ''مِنْ طَرِيقِ الْكَلْبِيِّ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ'' (کلبی نے ابوصالح سے روایت کیا) کلبی اور ابوصالح یہ دونوں کون تھے؟ امام ابن عساکر نے یہ روایت نقل کرنے کے بعد اِن دونوں کا تعارف یوں کرایا ہے:

''ابوصالح کا نام باذام مکی ہے اور کلبی کا نام محمد بن سائب ہے''۔

(تاریخ دمشق ج۳ ص۲۰۸)

علماء اسماء الرجال نے اِس کلبی کو کذاب اور ساقط کہا ہے، اور اِسی کذاب نے خود اعتراف کیا کہ جو کچھ اس نے از ابوصالح روایت کیا ہے وہ جھوٹ ہے۔ چنانچہ امام ابن عدی اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں:

قَالَ الْكَلْبِيُّ : كُلُّ شَيْءٍ أُحَدِّثُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ فَهُوَ كِذْبٌ.

''کلبی نے کہا: ہر وہ چیز جو میں نے ابوصالح سے روایت کی ہے تو وہ جھوٹ ہے''۔

(الکامل في ضعفاء الرجال ج۷ ص۲۷٤، ۲۷۵؛ تهذيب التهذيب ج٥ ص٥٩٥)

جبکہ جس ابوصالح باذام مکی سے اس نے روایت کیا ہے اُس کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

قَالَ ابْنُ أَبِي خَيْثَمَةَ عَنِ ابْنِ مَعِيْنٍ :لَيْسَ بِهِ بَأْسٌ ، وَإِذَا رَوَى عَنْهُ الْكَلْبِيُّ فَلَيْسَ بِشَيْءٍ.

''ابن ابی خیثمہ ابن معین سے نقل کرتے ہیں کہ اس سے روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور جب اس سے کلبی روایت کرے تو وہ قابل اعتبار نہیں ہے''۔

(تهذيب التهذيب ج۱ ص۳۹۱)

خود کلبی کہتا ہے:

قَالَ لِي أَبُو صَالِحٍ :أُنْظُرْ كُلَّ شَيْءٍ رَوَيْتَ عَنِّي ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فَلَا تَرْوِهِ.

''مجھے ابوصالح نے کہا: غور کر لو! ہر وہ چیز جو تم نے مجھ سے از ابن عباس روایت کی ہے تو اب اسے مت روایت کیا کرو''۔

(الکامل في ضعفاء الرجال ج۷ ص۲۷٤)

معلوم ہوا کہ یہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول نہیں ہے، لہٰذا اس سے استدلال کرنا محض خوش فہمی ہے۔ اگر یہ واقعی سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ہی قول ہوتا تو بعض طلقاء ابن عباس کے بھی خال (ماموں) ہوتے اور وہ اپنے ماموں کی تعظیم کرتے، جبکہ اُنہوں نے بعض مسائل میں موصوف کو ایک جانور تک سے تعبیر کرنے میں عار محسوس نہ فرمائی،

Presented by Ziaraat.com

جیسا کہ "شرح معاني الآثار، باب الوتر" میں اُن کی تصریح موجود ہے۔ ویسے بھی سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کسی ایسے شخص کی تعظیم کی توقع کیونکر کی جاسکتی ہے جس کے بارے میں اُنہیں معلوم تھا کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر سب وشتم اور لعنت کرتا ہے؟

مُعَاوِيَةُ بنُ أَبِي سُفْيَانَ أَحْلَمُ...

"فیضانِ امیر معاویہ" کے مؤلفین نے پہلے یہ عنوان قائم کیا ہے "سب سے حلیم وسخی" پھر لکھا ہے:

"حضرت سیدنا شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: **مُعَاوِيَةُ بنُ اَبِي سُفيَانَ اَحلَمُ اُمَّتِي وَاَجوَدُهَا** یعنی میری اُمت میں معاویہ بن ابوسفیان سب سے بُردبار اور سخی ہیں"۔

(فیضان امیر معاویہ ص۱۷۸)

امیر اہل سنت نے اِس باطل روایت پر بالترتیب اِن تین کتب کے حوالے دیے ہیں:

[۱] بغية الباحث، للهيثمي [۲] السنة، للخلال [۳] المطالب العالية، للعسقلاني.

اِن میں سے پہلی کتاب "بغية الباحث" پر عصرِ حاضر کے محقق دکتور حسین احمد صالح الباکری نے جو تحقیق کی ہے اُسی سے ہی صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

فِيْ إِسْنَادِهٖ بَشِيْرُ بْنُ زَاذَان، مُتَّهَمٌ، وَعُمَرُ بْنُ صُبْحٍ مَتْرُوْكٌ، وَكَذَّبَهُ ابْنُ رَاهُوْيَه.

"اس کی سند میں بشیر بن زاذان حدیث گھڑنے میں ملوث ہے، اور عمر بن صبح متروک ہے اور امام ابن راھویہ نے اسے جھوٹا قرار دیا ہے"۔

(بغية الباحث ص ۸۹۲، حاشية ۸، ۹ و ص ۸۹۳ حاشية ۲ حديث ۹۶۵)

یہ وہی امام ابن راھُوْیَہ [یا رَاھَوَیْہ] ہیں جن کا قول شروع میں آچکا ہے کہ فضائل معاویہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زبان اقدس سے کوئی چیز ثابت نہیں ہے۔

امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو دو سندوں سے لائے ہیں اور آخر میں فرمایا ہے:

هٰذَا حَدِيْثٌ مَّوْضُوْعٌ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ.

Presented by Ziaraat.com

''یہ حدیث رسول اللہ ﷺ پر گھڑی ہوئی ہے''۔

(الموضوعات لابن الجوزي ج۲ ص۲۹)

اس حدیث کے راوی بشیر بن زاذان کے بارے میں امام ذہبی فرماتے ہیں:

''امام دارقطنی اور دوسرے محدثین کرام نے اسے ضعیف کہا ہے، امام ابن الجوزی نے اس پر حدیث گھڑنے کا الزام لگایا ہے اور یحییٰ بن معین نے کہا ہے: ''لَیْسَ بِشَيْءٍ'' (یہ قابل اعتبار نہیں)''۔

(میزان الاعتدال ج۲ ص۴۱)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کے علاوہ یہ بھی لکھا ہے:

قَالَ ابْنُ عَدِيٍ: أَحَادِيْثُهُ لَيْسَ لَهَا نُوْرٌ.

''امام ابن عدی نے کہا: اس کی روایات بے نور ہیں''۔

(لسان المیزان ج۲ ص۳۲۱)

علامہ برھان حلبی نے امام ابن الجوزی سے مکمل اتفاق کیا ہے۔

(الکشف الحثیث عمن رمي بوضع الحدیث ص۷۷، ۷۸)

اس میں دوسرا راوی عمر بن صبح تمیمی عدوی ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی کی ''**تهذيب التهذيب**'' میں اس کی تعدیل میں ایک قول بھی منقول نہیں۔ اس کو کذاب، وضاع اور منکر الحدیث کہا گیا ہے، اور ''**تقريب التهذيب**'' میں اِن الفاظ میں خلاصہ پیش کیا گیا ہے:

مَتْرُوْكٌ كَذَّبَهُ إِسْحَاقُ بْنُ رَاهُوَيْه.

''یہ متروک ہے، امام اسحاق بن راھویہ نے اس کو جھوٹا قرار دیا ہے''۔

(تهذیب التهذیب ج٤ ص۷۲٦؛ تحریر تقریب التهذیب ج۳ ص۷٦)

امام ذہبی لکھتے ہیں:

لَيْسَ بِثِقَةٍ وَلَا مَأْمُوْنٍ ، قَالَ ابْنُ حِبَّانٍ : كَانَ مِمَّنْ يَضَعُ الْحَدِيْثَ.

''یہ معتبر ہے اور نہ ہی امین ہے، امام ابن حبان نے فرمایا ہے: یہ حدیث گھڑتا تھا''۔

(میزان الاعتدال ج۳ ص۲۰٦، وط: ج۵ ص۲٤۹)

Presented by Ziaraat.com

۲۔ "السنة للخلال" میں یہ حدیث دوسندوں سے ہے، پہلی سند میں شداد بن اوس سے ابوقلابہ نے روایت کی ہے لیکن اس کا اُن سے سماع ثابت ہی نہیں۔ حافظ جمال الدین مزی اور حافظ عسقلانی نے جن صحابہ سے اس کا روایت کرنا ذکر کیا ہے اُن میں شداد بن اوس کا نام نہیں ہے۔ علماء اسماء الرجال سے ابوقلابہ کی ثقاہت تو منقول ہے لیکن اُس کے ساتھ یہ بھی منقول ہے:

بَصْرِيٌّ تَابِعِيٌّ ثِقَةٌ وَكَانَ يَحْمِلُ عَلٰى عَلِيٍّ.

''بصری تابعی اور ثقہ تھا اور سیدنا علی علیہ السلام کے خلاف بکواس کرتا تھا''۔

(معرفة الثقات للعجلي ج۲ ص ۳۰؛تاريخ الثقات للعجلي ص ۲۵۷؛تهذيب الكمال ج۱٤ ص ٥٤٦؛تهذيب التهذيب ج۳ ص ٤٨٥)

"السنة للخلال" میں دوسری سند وہی ہے جس میں بشیر بن زاذان اور عمر بن صبح ہے اور "بغية الباحث" کی سند میں بھی یہی دونوں راوی ہیں اور اِن پر پہلے کلام ہو چکا ہے۔

۳۔ تیسرا حوالہ "المطالب العالية" کا ہے اور اُس کی سند میں بھی بشیر بن زاذان موجود ہے، نیز اُس میں شداد بن اوس صحابی سے مکحول کا روایت کرنا ذکر کیا گیا ہے لیکن عند المحدثین مکحول کا شداد بن اوس سے سماع ثابت نہیں ہے۔ چنانچہ محدث عقیلی نے یہ روایت ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے:

وَلَا يُتَابَعُ بَشِيْرٌ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ وَلَا يُعْرَفُ إِلَّا بِهِ.

''اس حدیث میں بشیر کی متابعت نہیں کی گئی اور اُس کے سوا یہ حدیث نہیں جانی گئی''۔

(كتاب الضعفاء للعقيلي ج۱ ص ۱٤٥؛لسان الميزان ج۲ ص ۳۲۱)

امام ابن الجوزی نے اِس کو دونوں سندوں سے لکھ کر فرمایا ہے:

وَفِي الطَّرِيْقَيْنِ جَمَاعَةٌ مَجْرُوْحُوْنَ ، وَالْمُتَّهَمُ بِهِ عِنْدِيْ بَشِيْرُ بْنُ زَاذَانَ إِمَّا أَنْ يَكُوْنَ مِنْ فِعْلِهِ أَوْمِنْ تَدْلِيْسِهِ عَنِ الضُّعَفَاءِ ، وَقَدِ اخْتَلَطَ فِيْ إِسْنَادِهِ.

''اس سند کے دونوں طریقوں میں مجروحین کی ایک جماعت ہے اور میرے نزدیک بشیر بن زاذان اس میں ملوث ہے، یا تو اُس نے خود ہی اس کو وضع کیا ہے یا اُس نے ضعفاء کے متعلق تدلیس (فریب کاری) کی ہے اور سند میں گڑبڑ کر دی ہے''۔

(الموضوعات لابن الجوزي ج۲ ص ۳۰)

Presented by Ziaraat.com

مطلب یہ ہے کہ اِس روایت کے موضوع ہونے میں تو کوئی شک نہیں ہے لیکن یہ کنفرم نہیں کہ اِس کو بنایا بشیر بن زاذان نے ہے یا کسی اور نے۔

یہاں کوئی شخص امام سیوطی کی "اللآلي المصنوعة" کے حوالہ سے مغالطہ آفرینی کر سکتا ہے، کیونکہ اُنہوں نے امام ابن الجوزی کے مذکورہ بالا الفاظ کے بعد لکھا ہے:

قُلْتُ: فِي اللِّسَانِ: قَالَ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ سَأَلْتُ أَبِي عَنْهُ فَقَالَ: صَالِحُ الْحَدِيْثِ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

"میں کہتا ہوں: "لسان المیزان" میں ہے: ابن ابی حاتم نے کہا: میں نے اپنے والد سے اس کے متعلق پوچھا تو اُنہوں نے کہا: وہ صالح الحدیث ہے، واللہ اعلم"۔

(اللآلي المصنوعة للسيوطي ج١ ص٤٢٨)

لیکن یہ فریب کاری نہیں چل سکتی کیونکہ "لسان المیزان" کے یہ الفاظ فقط بشیر بن زاذان کے متعلق ہیں جبکہ اِسی سند میں بشیر کا شیخ عمر بن صبح بھی موجود ہے اور اُس کو کذاب قرار دیا گیا ہے، لہٰذا اصل آفت اُسی کی طرف سے ہے۔

محدث ابن عراق الکنانی نے لکھا ہے کہ اس نے خود احادیث گھڑنے کا اعتراف کیا ہے۔

(تنزيه الشريعة المرفوعة عن أخبار الشنيعة الموضوعة ج١ ص٩١)

پھر یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ جس "لسان المیزان" سے امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بشیر بن زاذان کی تعدیل میں یہ اکلوتا قول نقل کیا ہے اُسی میں سات اقوال اُن کی جرح میں بھی موجود ہیں اور اُن اقوال میں اس کو "لَيْسَ بِشَيْءٍ" کے ساتھ ساتھ حدیث گھڑنے میں ملوث، مدلّس اور مختلط بھی کہا گیا ہے۔ امام ابن عدی کا وہ قول بھی اسی جگہ مذکور ہے جو پہلے نقل کیا جا چکا ہے کہ "اُس کی روایات بے نور ہیں" اور امام ابن حبان کا یہ قول بھی موجود ہے:

غَلَبَ الْوَهَمُ عَلٰى حَدِيْثِهٖ، حَتّٰى بَطَلَ.

"اُس کی حدیث پر وہم غالب آ گیا حتیٰ کہ وہ باطل قرار پائیں"۔

(لسان الميزان ج٢ ص٣٢٠، ٣٢١)

Presented by Ziaraat.com

امیر اہل سنت سے سوال

امیر اہل سنت سے سوال ہے کہ اگر اُن کے نزدیک یہ حدیث موضوع نہیں ہے تو پھر اُنہیں چاہیئے کہ وہ ایک دفعہ اِس کے الفاظ میں غور فرمائیں، یہ اُن ہی کے نقل کردہ الفاظ ہیں:

مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ أَحْلَمُ أُمَّتِي وَأَجْوَدُهَا.

''میری اُمت میں معاویہ بن ابوسفیان سب سے بُردبار اور سخی ہیں''۔

عربی الفاظ کے ساتھ ترجمہ کے الفاظ بھی اُنہی کے ہیں۔ کیا وہ مجھ بے خبر کو یہ بتلانے کی زحمت گوارا فرمائیں گے کہ اِس حدیث میں ''أُمَّتِي'' کا لفظ بھی ہے اور اُن کے ترجمہ میں بھی امت کا لفظ واضح ہے تو کیا معاویہ اُن شیخین کریمین ﷺ سے بھی زیادہ حلیم اور زیادہ سخی تھے جن کا راہِ الٰہی میں خرچ کرنے پر مقابلہ ہوتا تھا؟ اِس گتھی کو ضرور سلجھائیں اور ہمیں سمجھائیں کہ آخر کیا راز تھا کہ ابن آکلۃ الاکبادا اُس پیکرِ صدق و اخلاص سے بھی بڑھ گیا تھا جس سے سیدنا عمر ﷺ بھی نہیں بڑھ سکے تھے؟

معاویہ خلیفۂ اول سے بھی زیادہ حلیم؟

قارئین کرام! میرا خیال ہے کہ یہ عاجز اور آپ حضرات اس سوال کے جواب سے محروم ہی رہیں گے کیونکہ ہمارے یہ مہربان اِس سے قبل معاویہ کو حلم میں سیدنا ابوبکر ﷺ سے بھی افضل کہہ چکے ہیں اور با قاعدہ خلیفۂ اول کا نام لیا ہے، اور یہ حقیقت ہے کہ جو حلم میں زیادہ ہو سخاوت و شجاعت وغیرہ میں بھی وہی زیادہ ہوتا ہے، اس لیے کہ سخاوت و شجاعت حلم کے بغیر ہو ہی نہیں سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو حلیم فرمایا گیا ہے۔ بہر حال امیر اہل سنت لکھتے ہیں:

> ''حضرت سیدنا محمد بن سیرین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ایک دفعہ حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: حضرت سیدنا معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں میں سب سے زیادہ حوصلہ مند اور سب سے زیادہ حلیم الطبع ہیں۔ حاضرین مجلس نے عرض کی: کیا امیر المؤمنین حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی زیادہ؟ تو حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے مقام اور مرتبے کے اعتبار سے تو حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہتر اور افضل ہیں لیکن

Presented by Ziaraat.com

حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زیادہ حلیم (بردبار) ہیں''۔

(فیضان امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ص ۴۳،۴۴)

آقا ﷺ نے کیا ہی خوب فرمایا تھا:

إِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَافْعَلْ مَا شِئْتَ.

''جب تیرا حیا نہ رہا تو تو جو چاہے کر''۔

(صحیح البخاري ص ۴۷۷ حدیث ۳۴۸۳،۳۴۸۴)

یعنی بے حیا باش! ہر چہ خواہی کن، یہ روایت ''السنة للخلال'' کی روایت نمبر ۶۸۱ ہے، اس میں فقط سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر ہی نہیں بلکہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر بھی فوقیت کا ذکر ہے۔ امیر اہل سنت کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ روایت روایۃً اور درایۃً دونوں صورتوں میں باطل ہے۔ سنداً اس لیے کہ اس کی سند میں ایک راوی محمد بن عبدالملک بن جریج مجہول ہے، لہٰذا ممکن ہے کہ یہ گل اُسی نے کھلایا ہو، اور درایۃً اس لیے باطل ہے کہ خود اس حدیث کے راوی سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما معاویہ کو اس حد تک غیر حلیم سمجھتے تھے کہ وہ اس کے دربار میں سچ بولنے سے بھی گھبراتے تھے۔ چنانچہ بخاری شریف کی حدیث نمبر [۴۱۰۸] میں ہے کہ ایک مجلس میں معاویہ نے کہا: جو شخص ہم سے زیادہ خلافت کا حق دار ہو وہ ذرا اپنے سینگ تو نکالے، یعنی سر تو اُٹھائے تو سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ اس موقعہ پر اظہارِ حق سے رہ گئے تھے، کیوں رہ گئے تھے؟ خود اُن سے ہی سن لیجئے۔ وہ فرماتے ہیں:

''میں ڈر گیا کہ میری بات سے زیادہ تفریق پیدا ہوگی، حتیٰ کہ خوں ریزی تک نوبت جا پہنچے گی اور میری بات کا کوئی اور مطلب لیا جائے گا۔ سو میں نے جنت میں اپنے اجر کو یاد کیا (اور خاموشی برتی)۔ حبیب نے کہا: آپ نے اپنے آپ کو محفوظ کر لیا اور بچا لیا''۔

(بخاري ص ۵۶۰ حدیث ۴۱۰۸)

حلیم و بردبار کے سامنے تو کوئی عام شخص بھی سچ بولنے سے نہیں گھبراتا، چہ جائیکہ وہ ابن عمر رضی اللہ عنہما گھبرا جائیں جو اُنہیں اپنے والد اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بھی زیادہ حلیم مانتے تھے؟ امیر اہل سنت کی تحقیق سے روگردانی کرنے سے بھی ہم خوف زدہ ہیں لیکن ہمارے سامنے ایسے حقائق بھی ہیں کہ اُن کے ممدوح کے سامنے ایسا سچ بولنا دشوار تھا جو اُن کے مفاد کے خلاف ہوتا تھا۔ چنانچہ متعدد علماء کرام سیدنا امام حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اُنہوں نے فرمایا:

Presented by Ziaraat.com

ذَكَرُوْا عِنْدَ مُعَاوِيَةَ شَيْئًا ، فَتَكَلَّمُوْا ، وَالْأَحْنَفُ سَاكِتٌ ، فَقَالَ مُعَاوِيَةُ : تَكَلَّمْ يَا أَبَا بَحْرٍ ، فَقَالَ : أَخَافُ اللّٰهَ إِنْ كَذَبْتُ وَأَخَافُكُمْ إِنْ صَدَقْتُ.

''لوگوں نے معاویہ کی مجلس میں کسی چیز کا ذکر کیا تو اُس میں خوب بحث کی لیکن احنف بن قیس خاموش رہے، اس پر معاویہ نے اُنہیں کہا: اے ابو بحر تم بھی کچھ بولو۔ اُنہوں نے فرمایا: اگر میں جھوٹ بولوں تو خدا کا ڈر ہے اور اگر سچ بولوں تو تمہارا ڈر ہے''۔

(الطبقات الكبرى ج٩ ص٩٤؛ الكامل في اللغة للمبرد ج١ ص٩٨؛ المنتظم ج٦ ص٩٣، ٩٤؛ تاريخ دمشق ج٢٤ ص٣٢٧؛ عيون الأخبار ج٢ ص١٨٠؛ تهذيب الكمال ج١ ص٤٧٩؛ سير أعلام النبلاء ج٤ ص٩٢؛ تاريخ الإسلام للذهبي ج٥ ص٣٥١؛ تذهيب تهذيب الكمال ج١ ص٢٩١؛ كنز الدرر لابن أيبك ج٤ ص٤٥؛ العقد الفريد ج١ ص٥٦؛ تاريخ اسلام للندوي حصه سوم ص٢٩٤)

اگر احنف بن قیس اُنہیں شیخین کریمین ﷺ سے بھی زیادہ حلیم سمجھتے تو اُن کے سامنے اظہار حق سے کیوں خوف زدہ ہوتے؟ شاید کوئی شخص اس کی یہ تاویل کرے کہ احنف بن قیس سکوت کے عادی تھے، اس لیے اُنہوں نے وہ کہا جو کہا، لیکن یہ تاویل باطل ہے، اس لیے کہ وہ حق گو آدمی تھے اور ظاہر ہے کہ ہر جگہ حق گوئی آسان نہیں ہوتی، الا یہ کہ سامنے والا بھی حق پسند ہو۔ چنانچہ یہی احنف بن قیس تھے جو ایک مرتبہ سیدنا عمر ﷺ کے جلال بھرے دربار میں بھی حق گوئی سے نہیں رہ سکے تھے۔ چنانچہ امام ابن سعد لکھتے ہیں:

''سیدنا عمر ﷺ نے بنو تمیم قبیلے کا ذکر کیا تو اُن کی مذمت فرمائی، اس پر حضرت احنف نے کھڑے ہو کر کہا: امیر المومنین مجھے بولنے کی اجازت دیجئے! فرمایا: بولیے۔ انہوں نے کہا: آپ نے بنو تمیم کا ذکر کیا تو پورے قبیلے کی مذمت کر دی، حالانکہ وہ بھی دوسرے لوگوں کی طرح لوگ ہی ہیں، اور لوگوں میں اچھے بھی ہوتے ہیں اور برے بھی۔ سیدنا عمر ﷺ نے فرمایا: آپ نے سچ کہا۔ پھر سیدنا عمر ﷺ نے خوبصورت طریقے سے معذرت کی''۔

(الطبقات الكبرى لابن سعد ج٩ ص٩٣؛ سير أعلام النبلاء ج٤ ص٩١؛ تاريخ دمشق ج٢٤ ص٣١٥؛ مختصر تاريخ دمشق ج١١ ص١٤٠؛ تاريخ الإسلام للذهبي ج٥ ص٣٤٩)

امیرِ اہلِ سنت نے اپنی پیش کردہ روایت میں معاویہ کو فاروق اعظم ﷺ سے بھی زیادہ حلیم کہا، لہٰذا عامۃ الناس کو بتلایا جائے کہ وہ کیا کریں؟ آیا وہ احنف بن قیس تابعی کے عمل کو مدنظر رکھتے ہوئے سیدنا عمر ﷺ کو زیادہ حلیم

Presented by Ziaraat.com

تسلیم کریں یا موصوف کی تحقیق انیق کو حرز جاں بناتے ہوئے معاویہ کو اُن پر ترجیح دیں؟

قولِ ابن عمر اہم یا ارشادِ نبوی ﷺ؟

امیر اہل سنت سے ایک اور سوال بھی ہے، وہ یہ کہ حدیث حسن میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے پوری امت سے زیادہ علیم اور حلیم سیدنا علی علیہ السلام کو فرمایا تھا۔ چنانچہ آقائے کائنات ﷺ نے سیدۃ نساء العالمین علیہا السلام کو اُن کے نکاح مبارک کے وقت فرمایا تھا:

أَمَا تَرْضَيْنَ أَنِّي زَوَّجْتُكِ أَقْدَمَ أُمَّتِي سِلْماً وَأَكْثَرَهُمْ عِلْمًا وَأَعْظَمَهُمْ حِلْمًا؟

"کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ میں نے تمہارا نکاح ایسے شخص سے کیا ہے جو میری امت میں اسلام کے لحاظ سے قدیم، اُن سب سے بڑھ کر علیم اور اُن سب سے بڑھ کر حلیم ہے؟"۔

(مسند أحمد ج٥ ص٢٦ و ج٦ ص٧٩٤ حديث ٢٠٥٧٣؛ فضائل الصحابة ج٢ ص٩٥٨ حديث ١٣٤٦؛ المعجم الكبير ج٢٠ ص٢٢٩؛ المصنف لابن أبي شيبة ج٦ ص٣٧٦ حديث ٣٢١٢٢، وط: ج١٧ ص١٣٥، ١٣٦ حديث ٣٢٧٩٤؛ الأحاد والمثاني ج١ ص١٤٢ حديث ١٦٩؛ المعجم الكبير ج١ ص٥١ حديث ١٥٦، وط: ج١ ص٥٧ حديث ١٥٤؛ الاستيعاب ج٣ ص٢٠٣، عن أبي إسحاق؛ سير أعلام النبلاء ج٢ ص٦٢؛ تاريخ دمشق ج٤٢ ص١٢٦؛ مختصر تاريخ دمشق ج١٧ ص٣٣٧، ٣٤١؛ الرياض النضرة ج٤ ص١٣٨؛ مسند فاطمة الزهراء للسيوطي ص٥٠ حديث ٦٧؛ در السحابة للشوكاني ص٢٠٥)

حافظ ہیثمی نے فرمایا ہے:

"اس حدیث کو امام احمد اور امام طبرانی نے روایت کیا ہے، اور اس کی سند میں ایک شخص خالد بن طہمان ہے، امام ابو حاتم اور دوسرے علماء نے اس کی توثیق فرمائی ہے اور باقی تمام راوی ثقہ ہیں"۔

(مجمع الزوائد ج٩ ص١٠١ وط: ج٩ ص١٢٣ حديث ١٤٥٩٥، وط: ج٩ ص٨٥ حديث ١٤٥٩٥)

شیخ احمد شاکر نے فرمایا ہے: اس کی سند حسن ہے۔

(مسند أحمد ج١٥ ص١٧٤ حديث ٢٠١٨٥)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب قول کو اگرچہ تسلیم کیا جائے تو وہ اِس حدیث نبوی ﷺ کے

Presented by Ziaraat.com

خلاف ہے، کیونکہ اس سے معاویہ کا سیدنا علی ؓ سے زیادہ حلیم ہونا لازم آتا ہے، جبکہ اس حدیث کی رو سے علم وحلم میں معاویہ تو کجا شیخین کریمین ؓ بھی سیدنا علی ؓ سے مفضول ٹھہرتے ہیں۔ ہمارے نزدیک تو ابن عمر ؓ کی طرف منسوب قول باطل ہے، لیکن چونکہ موصوف کے نزدیک قول ابن عمر ؓ قابلِ قبول ہے، لہٰذا امید کی جاتی ہے کہ وہ مذکور الصدر حدیث نبوی ﷺ اور قولِ ابن عمر ؓ کے درمیان مطابقت ضرور بیان فرمائیں گے۔

نیز یہ وضاحت بھی ہو جائے تو کرم نوازی ہوگی کہ معاویہ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما سے مطلقاً زیادہ حلیم تھے یا بعض صورتوں میں؟ اگر بعض صورتوں میں زیادہ حلیم تھے تو وہ کون سی صورتیں تھیں؟ تاکہ معلوم ہو سکے کہ شیخین کریمین ؓ اُن صورتوں میں کیوں اور کیسے پیچھے رہ گئے؟ اگر شیخین کریمین ؓ کی ذواتِ مقدسہ میں فطری، جبلّی اور پیدائشی طور پر حلم اتنا کم تھا جو کہ فتح مکہ تک کے اکیس برسوں میں مسلسل تربیتِ نبوی ﷺ کے باوجود بھی اُس سطح تک نہ پہنچ سکا جس سطح پر معاویہ کا فطری اور طبعی حلم تھا تو اللہ تعالیٰ نے اُس تربیت کی تعریف کیوں فرمائی؟ ذرا سورۃ الفتح کی آخری آیت کے اِن الفاظ ﴿كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ﴾ (جیسے ایک کھیتی اُس نے اپنا پٹھا نکالا پھر اُسے طاقت دی، پھر دبیز ہوئی، پھر اپنی ساق پر کھڑی ہوگئی، کسانوں کو بھلی لگتی ہے تاکہ اُن سے کافروں کے دل جلیں) میں صحابہ کرام ؓ کی جو شان بیان ہوئی اُس میں غور فرمائیں! پھر بتائیں کہ جس کھیتی کی شان کو اللہ ﷻ ﴿يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ﴾ سے بیان فرما رہا ہے اُس کھیتی کو سینچا کس نے اور اُس کی تربیت کس نے کی؟ کیا اُن کی تربیت میں کوئی کمی رہ گئی تھی کہ اُن سے وہ لوگ حلم میں بڑھ گئے جو اُس وقت کافر تھے؟

اگر شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا حلم بعض طلقاء سے بھی کم تھا تو اللہ تعالیٰ نے اُنہیں نبی الانبیاء ﷺ کا وزیر کیوں بنایا؟ جبکہ وزیر کا معنیٰ ہی بوجھ اٹھانے والا ہے، اور بوجھ مادی ہو یا معنوی دونوں کے لیے حلم وحوصلہ درکار ہوتا ہے۔ فَتَدَبَّرُوْا!

کبھی یہ تجربہ بھی کیجیے

قارئین کرام اور اہل حق مقررین وواعظین سے گزارش ہے کہ کبھی وہ تجربہ کریں اور ایسے ناصبیوں کے سامنے پہلے یہ بیان کریں کہ حلم میں سیدنا علی المرتضیٰ ؓ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما سے بھی زیادہ تھے۔ پھر سامعین کے ردِعمل میں غور فرمائیں، پھر اُسی لمحہ حلمِ معاویہ میں سیدنا ابن عمر ؓ کی طرف منسوب مذکورہ بالا جھوٹا قول بیان

Presented by Ziaraat.com

کریں کہ معاویہ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما سے بھی زیادہ حلیم تھے اور اُس پر جو ردِ عمل سامنے آئے اُس میں غور فرمائیں۔ اگر آپ نے ایسا کیا تو لامحالہ آپ پر دو میں سے ایک بات ضرور عیاں ہوگی یا تو ناصبیوں کو معاویہ کے بارے میں جھوٹے قول سے ہاتھ دھونا پڑیں گے یا پھر اُن کی ناصبیت کا پردہ چاک ہو جائے گا۔

شانِ معاویہ میں وضعِ حدیث کا انوکھا طریقہ

بنوامیہ کے شاہی دور میں اُن کی شان میں جہاں صاف ستھری سندوں پر جعلی اور وضعی متن چڑھانے کا طریقہ تھا جیسا کہ صحیح مسلم کے حوالے سے ایک مثال پیش کی جا چکی ہے، وہیں ایک طریقہ یہ بھی رہا کہ پہلے سے موجود اور بنے بنائے متن کی مانند کچھ کلام بنا کر آخر میں ایک آدھ جملہ حاکمِ شام کی شان میں شامل کر دیا جاتا تھا۔ زیرِ بحث حدیث میں یارلوگوں نے "بغية الباحث للهيثمي" سے جو" مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ أَحْلَمُ أُمَّتِي وَأَجْوَدُهَا" کا جملہ نقل کیا ہے اُس میں ایسی ہی کارروائی کی گئی ہے، اُس کے متن میں حضرات ابوبکر، عمر، عثمان، علی، ابن مسعود، ابوذر اور ابوالدرداء ﷺ کے سات نام آئے ہیں اور آٹھواں نام معاویہ کا ہے، لیکن اِس متن گھڑنے والے بدبخت شخص کی کمزوری یہ ہے کہ وہ اِس باطل متن کو صاف ستھری سند کا جامہ نہیں پہنا سکا۔

ایسی ہی ہیرا پھیری کرتے ہوئے ایک مشہور متن سے ملتا جلتا کلام بنا کر اُس کے آخر میں" وَصَاحِبُ سِرِّي مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ " کا جملہ شامل کر دیا گیا تھا، جس کو یارلوگوں نے آنکھیں بند کر کے اپنی کتاب میں درج کر دیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

> "حضرت سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے عشرۂ مبشرہ کے فضائل بیان فرمائے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یوں ذکر فرمایا: معاویہ بن ابی سفیان میرے رازداروں میں سے ہیں جس نے ان تمام سے محبت کی وہ نجات پا گیا اور جس نے ان سے بغض رکھا ہلاک ہو گیا"۔ (شرف المصطفى، جامع ابواب الفضائل والمناقب، باب فضائل الأربعة وسائر الصحابة أجمعين، فصل ومن فضائل بعض الصحابة مجتمعين، ٦/٨٩، رياض النضرة، الباب الثاني، الفصل الرابع، في وصف كل واحد۔۔۔الخ ١/٣٦ مختصراً)

(فیضانِ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ص: ۱۷۳)

Presented by Ziaraat.com

یہ روایت بھی موضوع و باطل ہے، لیکن اِس کا موضوع ہونا تب تک نہیں سمجھا جا سکتا جب تک کہ اِس کا مکمل متن سامنے نہ ہو، لہٰذا پہلے اس کا متن مع سند دیکھتے ہیں۔ چنانچہ جس مقام اور جس روایت سے اِن لوگوں نے معاویہ کی شان میں اِس روایت کا آخری جملہ اُچک لیا ہے، وہ مکمل روایت یہ ہے:

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :أَرْحَمُ أُمَّتِي بِأُمَّتِيْ أَبُوْ بَكْرٍ ، وَأَقْوَاهُمْ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ عُمَرُ ، وَأَشَدُّهُمْ حَيَاءً عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ ، وَأَفْضَلُهُمْ عَلِيُّ بْنُ أَبِيْ طَالِبٍ ، وَلِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيٌّ وَحَوَارِيَّيْ طَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ ، وَحَيْثُ مَا دَارَ سَعْدُ بْنُ أَبِيْ وَقَّاصٍ دَارَ الْحَقُّ مَعَهُ ، وَسَعِيْدُ بْنُ زَيْدٍ مِنْ أَحِبَّاءِ الرَّحْمٰنِ ﷻ، وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ الزُّهْرِيُّ مِنْ تُجَّارِ الرَّحْمَانِ وَأَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ أَمِيْنُ اللّٰهِ وَأَمِيْنُ رَسُوْلِهٖ ، وَلِكُلِّ نَبِيٍّ صَاحِبُ سِرٍّ وَصَاحِبُ سِرِّيْ مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِيْ سُفْيَانَ ، فَمَنْ أَحَبَّهُمْ فَقَدْ نَجَا وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَقَدْ هَلَكَ.

''سیدنا ابن عباس بن عبد المطلب ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری پوری امت سے میری امت پر سب زیادہ رحیم ابوبکر ہیں، دینِ الٰہی میں اُن سب سے زیادہ قوی عمر ہیں، سب سے بڑھ کر زیادہ حیادار عثمان ہیں اور اُن سب سے افضل علی ہیں، اور ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے اور میرے حواری طلحہ و زبیر ہیں، اور جس طرف سعد بن ابی وقاص رُخ کریں گے حق اُسی طرف ہوگا، اور سعید بن زید رحمان ﷻ کے محبوبوں میں سے ہے، اور عبد الرحمان بن عوف زُہری رحمان ﷻ کے تاجروں میں سے ہے، اور ابو عبیدہ بن جراح اللہ اور اُس کے رسول کا امین ہے، اور ہر نبی کا ایک بھیدی ہوتا ہے اور میرا بھیدی معاویہ بن سفیان ہے، سو جس شخص نے ان سب سے محبت کی تو وہ نجات پا گیا اور جس نے ان سے بغض رکھا تو وہ ہلاک ہو گیا''۔

(شرف المصطفی ج٦ ص٨٩ حديث ٢٥٩٨؛ الرياض النضرة ج١ ص٣٦ [علمية] وط: دار الغرب ج١ ص٢١٨، وط: دار المعرفة ج١ ص٣١)

یہ روایت متعدد وجوہ سے موضوع و باطل ہے:

۱۔ اوّلاً اس لیے کہ یہ بلا سند ہے

Presented by Ziaraat.com

۲۔ ثانیاً اس لیے کہ ایسی کوئی روایت سیدنا عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب ﷺ کی سند سے ثابت نہیں ہے۔ ''فیضانِ امیر معاویہ'' کے مؤلفین حضرات کو عاجز کا چیلنج ہے کہ وہ اپنی پوری توانائی اور وسائل کو جمع کر کے کسی بھی مسند ابن عباس ﷺ سے مکمل سند کے ساتھ یہ روایت دکھا دیں!

۳۔ ثالثاً اس لیے کہ جس بد بخت نے اِس روایت کو وضع کیا ہے، اغلب یہ ہے کہ اُس نے اُس حدیث کے متن کو سامنے رکھتے ہوئے اسے وضع کیا ہے جو کتبِ صحاح و مسانید میں ''أَرْحَمُ أُمَّتِي'' اور ''أَرْأَفُ أُمَّتِي'' کے الفاظ میں آئی ہے اور فقط سیدنا انس بن مالک، سیدنا ابن عمر اور سیدنا جابر بن عبداللہ ﷺ سے آئی ہے۔ جامع ترمذی سے اس حدیث کا مکمل متن مع ترجمہ ملاحظہ فرمایئے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَرْحَمُ أُمَّتِي بِأُمَّتِي أَبُو بَكْرٍ، وَأَشَدُّهُمْ فِي أَمْرِ اللهِ عُمَرُ، وَأَصْدَقُهُمْ حَيَاءً عُثْمَانُ، وَأَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللهِ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ، وَأَفْرَضُهُمْ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ، وَأَعْلَمُهُمْ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ، أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَمِينًا وَإِنَّ أَمِينَ هَذِهِ الْأُمَّةِ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ . هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

''سیدنا انس بن مالک ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں میری امت پر سب سے زیادہ مہربان ابوبکر ہیں، احکام الٰہی میں سب سے زیادہ سخت عمر، شرم و حیاء میں سب سے زیادہ سچے عثمان، حلال و حرام کو سب سے زیادہ جاننے والے معاذ بن جبل، علم فرائض کے سب سے زیادہ عالم زید بن ثابت اور سب سے اچھے قاری ابی بن کعب ہیں (ﷺ)۔ سنو! ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کے امین ابوعبیدہ بن جراح ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے''۔

(سنن الترمذي ج٦ ص١٢٧، حديث ٣٧٩٠، ٣٧٩١)

امام ترمذی کے علاوہ اِس حدیث کو امام احمد، امام ابن ماجہ، امام نسائی، امام ابوداود طیالسی، امام طحاوی، امام ابن حبان، امام ابویعلیٰ، امام حاکم، امام بیہقی، امام بغوی اور خطیب تبریزی نے بھی ذکر کیا ہے۔

(مسند أحمد ج٣ ص١٨٤، وص١٢٨، وط: شاكر ج١١ ص٣٥، ٣٢٤ حديث ١٢٨٣٩،

Presented by Ziaraat.com

١٣٩٢٥؛سنن ابن ماجه ص٤٣ حديث ١٥٤؛فضائل الصحابة للنسائي ص٤١ حديث ١٣٨ و ص٥٥ حديث١٨٢؛ مسند أبي داود للطيالسي ج٣ص٥٦٧ حديث ٢٢١٠؛شرح مشكل الآثار ج٢ص٢٧٩ حديث٨٠٨؛صحيح ابن حبان ج ١٦ ص٧٤ حديث٧١٣١، وص٨٦ حديث ٧١٣٧،وص٢٣٨ حديث٧٢٥٢؛مسند أبي يعلى ج١٠ص١٤١ حديث٥٧٦٣؛المستدرك للحاكم ج٣ص٤٢٢،وط: ج٣ص٤٧٧ حديث ٥٧٨٤؛السنن الكبرى للبيهقي ج٦ص٣٤٥ حديث١٢١٨٦؛شرح السنة للبغوي ج١٤ص١٣١ حديث٢٩٣٠؛ معالم التنزيل ج٧ص٣٢٦؛ مصابيح السنة ج٤ص١٧٩، ١٨٠ حديث٤٧٨٧؛مشكوة ج٣ص١٧٢٧ حديث ٦١١١)

اِن میں سے اکثر امہات الکتب ہیں اوران میں سے کسی بھی کتاب میں وہ جملہ نہیں ہے جو موصوف کی نقل کردہ روایت میں معاویہ کی شان میں بایں الفاظ "وَصَاحِبُ سِرِّيْ مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِيْ سُفْيَانَ" درج ہے۔

حدیث "أَرْحَمُ أُمَّتِيْ" کے طرق

امیر اہلِ سنت کی نقل کردہ حدیث "أَرْحَمُ أُمَّتِيْ" کے الفاظ سے شروع ہوتی ہے، لیکن مکمل سند کے ساتھ کسی بھی محدث نے اِس کو سیدنا ابن عباس سے روایت کیا ہے اور نہ ہی کسی نے "وَصَاحِبُ سِرِّيْ مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِيْ سُفْيَانَ" کے الفاظ ذکر کیے ہیں، حتیٰ کہ مشہور محدث خطیب بغدادی نے اس حدیث کو[١٥] طرق سے روایت کیا ہے اور کوئی طریق ابن عباس سے مروی ہے اور نہ ہی کسی میں یہ الفاظ آئے ہیں۔

(الفصلُ للوصل فی المدرج للنقل ص٦٧٦، تا٦٨٧)

معاویہ اور یزید کے بہت بڑے وکیل مشہور ناصبی قاضی ابن العربی مالکی نے بھی اس حدیث کو نقل کیا ہے مگر وہ بھی ایسے الفاظ لانے سے قاصر رہے۔ دیکھیے!

(العواصم من القواصم ص٢٥٢)

آقا علیہ السلام کے حواری کتنے تھے؟

اس حدیث کو وضع کرنے والا شخص بھی شاید موصوف کی طرح تھا، اُس جاہل کو علم ہی نہیں تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حواری فقط ایک ہی تھے اور وہ سیدنا زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ تھے، جبکہ حدیث گھڑنے والے جاہل نے سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو بھی حواری بنا دیا ہے۔ اُس کے الفاظ میں غور فرمایئے! "وَلِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيٌّ وَحَوَارِيِّيْ

Presented by Ziaraat.com

طَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ "(اور ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے اور میرے حواری طلحہ وزبیر ہیں) جبکہ صحابہ کرام ﷺ ایک سے زائد حواری سے آگاہ ہی نہیں تھے۔ چنانچہ متعدد محدثین کرام لکھتے ہیں:

عَنْ نَافِعٍ قَالَ : سَمِعَ ابْنُ عُمَرَ رَجُلًا يَقُوْلُ: أَنَا ابْنُ حَوَارِيِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: إِنْ كُنْتَ مِنْ آلِ الزُّبَيْرِ وَإِلَّا فَلَا.

"حضرت نافع بیان کرتے ہیں: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو کہتے ہوئے سنا: میں رسول اللہ ﷺ کے حواری کا بیٹا ہوں۔ اس پر سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تو آلِ زبیر سے ہے تو فبہا، ورنہ نہیں"۔

(المصنف لابن أبي شيبة [محمد عوّامة] ج ١٧ ص ١٥٥ حديث ٣٢٨٣٣؛ فضائل الصحابة ج ٢ ص ٩٢١ حديث ١٢٧٥؛ المعجم الكبير ج ١ ص ١١٩ حديث ٢٢٥؛ الطبقات الكبرىٰ لابن سعد [علمية] ج ٣ ص ٧٨، وط: ج ٣ ص ٩٩؛ معرفة الصحابة لأبي نعيم ج ١ ص ١١١ حديث ٤٣٧؛ تاريخ دمشق ج ١٨ ص ٣٧٥؛ كشف الأستار ج ٣ ص ٢١١ حديث ٢٥٩٤؛ إتحاف الخيرة المهرة ج ٩ ص ٢٩١ حديث ٩٠٠١؛ الإصابة ج ٢ ص ٤٦٠؛ المطالب العالية ج ١٦ ص ٢٣٥ حديث ٣٩٨٠)

امام ابن عساکر کے ہاں الفاظ ہیں کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اُس شخص کو فرمایا:

إِنْ كُنْتَ ابْنَ الزُّبَيْرِ وَإِلَّا فَقَدْ كَذَبْتَ.

"اگر تو زبیر کا بیٹا ہے تو ٹھیک ورنہ تو نے جھوٹ بولا ہے"۔

(تاريخ دمشق ج ١٨ ص ٣٧٥)

بعض لوگوں نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا:

هَلْ كَانَ أَحَدٌ يُقَالُ لَهُ حَوَارِيُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ غَيْرُ الزُّبَيْرِ ؟ قَالَ : لَا أَعْلَمُهُ.

"کیا سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور کوئی نہیں جس کو رسول اللہ ﷺ کا حواری کہا جائے؟ فرمایا: میں نہیں جانتا"۔

(الطبقات الكبرىٰ لابن سعد ج ٣ ص ٩٩، وط: ج ٣ ص ٧٨؛ تاريخ دمشق ج ١٨ ص ٣٧٦؛ الأحاديث الواردة في فضائل الصحابة ج ٧ ص ١٣٢، ١٣٣)

Presented by Ziaraat.com

یہی سوال خود سیدنا زبیر بن العوام ﷜ سے کیا گیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے آپ کے سوا کسی اور کو بھی حواری فرمایا تھا؟ اُنہوں نے جواباً فرمایا:

لَا ، وَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ قَالَهَا لِأَحَدٍ غَيْرِيْ.

''نہیں، اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ آپ ﷺ نے میرے سوا کسی کو یہ فرمایا ہو''۔

(تاریخ دمشق ج۱۸ ص۳۶۹، ۳۷۰)

علامہ نبہانی نے ''**جامع کرامات الأولياء**'' میں جہاں اولیاء کرام کی اقسام اور اُن کے نام لکھے ہیں وہیں اُنہوں نے وضاحت سے لکھا ہے کہ حواری ہر زمانے میں فقط ایک ہوتا ہے، بیک وقت ایک سے زائد نہیں ہوتے اور حضور اکرم ﷺ کی ظاہری حیات میں اِس درجہ پر سیدنا زبیر بن العوام ﷜ فائز تھے۔

(جامع كرامات الأولياء ج۱ ص۷۰، ومترجم اردو ج۱ ص۱۳۰)

اِس تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ جھوٹی حدیث بنانے والا شخص پڑھا لکھا جاہل تھا اور جو غرض مند شخص فقط ''**وَصَاحِبُ سِرِّيْ مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِيْ سُفْيَانَ**'' کے جملہ کی وجہ سے اِس حدیث کو آگے چلاتا رہا یا چلاتا ہے اُس کی بصیرت بھی بوجہ مذہبی تعصب جواب دے چکی ہے۔

حدیث کو آدھا ماننا ہے یا پورا؟

امیر اہلِ سنت نے بحوالہ کتاب ''**شرف المصطفى**'' ''**صَاحِبُ سِرِّيْ مُعَاوِيَةُ**'' کا جملہ جس باطل روایت سے اُچک لیا ہے اُس میں ایک جملہ یہ بھی ہے: ''**وَأَفْضَلُهُمْ عَلِيُّ بْنُ أَبِيْ طَالِبٍ**'' (اور اُن سب سے افضل علی بن ابی طالب ہیں ﷜) ملحوظ رہے کہ اِس روایت کی ابتدا میں ''**أَرْحَمُ أُمَّتِيْ**'' کے الفاظ ہیں پھر خلفاء ثلاثہ ﷢ کے اسماء ہیں اور پھر ''**وَأَفْضَلُهُمْ عَلِيُّ بْنُ أَبِيْ طَالِبٍ**'' ہے، اس لیے اِس جملہ میں ''**هُمْ**'' ضمیر کا مرجع فقط لفظ ''**أُمَّتِيْ**'' نہیں بلکہ خلفاء ثلاثہ ﷢ کے اسماء بھی ہیں، لہٰذا موصوف سے پوچھا جائے کہ جب اُن کے نزدیک یہ حدیث قابلِ قبول ہے تو کیا وہ اس حدیث کی تصریح کے مطابق سیدنا علی ﷤ کو خلفاء ثلاثہ ﷢ سے افضل مانتے ہیں، یا پھر اُن کا ایمان فقط ''**وَصَاحِبُ سِرِّيْ مُعَاوِيَةُ**'' کے جملہ پر ہی ہے؟

دو میں سے ایک

اگر امیر اہلِ سنت زیرِ بحث حدیث کو مکمل مانتے ہیں تو پھر اُنہیں ''**وَصَاحِبُ سِرِّيْ مُعَاوِيَةُ**'' کے جملے

Presented by Ziaraat.com

کے ساتھ ساتھ "وَأَفْضَلُهُمْ عَلِيُّ بْنُ أَبِيْ طَالِبٍ" کے جملے کو بھی ماننا ہوگا، لیکن اس صورت میں اُنہیں ایمان سے ہاتھ دھونا پڑیں گے، کیونکہ اُن کے نزدیک سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد تمام لوگوں سے افضل ہیں اور کسی مسلمان کا اِس میں اختلاف نہیں۔ چنانچہ اُنہوں نے اپنے ایک خطاب کے دوران کہا:

"سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ یقیناً سیدوں کے بھی آقا ہیں، سیدوں کے بھی سردار ہیں یہ۔ سیدوں سے افضل ہیں یہ، اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ تمام انسانوں میں نبیوں کے بعد سب سے افضل صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات ہے، مسلمانوں کا اس میں اختلاف نہیں ہے"۔

(ٹی وی چینل پر خطاب سے ماخوذ)

آخری الفاظ "مسلمانوں کا اس میں اختلاف نہیں ہے" میں غور فرما کر بتایئے کہ وہ اِس حدیث کے جملہ "وَأَفْضَلُهُمْ عَلِيُّ بْنُ أَبِيْ طَالِبٍ" کے مطابق سیدنا علی علیہ السلام کو کیسے افضل مان سکتے ہیں؟ اب نہ معلوم کہ وہ افضلیت مرتضوی سے جان چھڑانے کے لیے "وَصَاحِبُ سِرِّيْ مُعَاوِيَةُ" کے جملہ سے بھی دست برداری کا اظہار کرتے ہیں یا اپنی کتاب میں درج کردہ مکمل موضوع حدیث کو ہی خیر باد کہتے ہیں۔ اُنہیں دو میں سے ایک تو کرنا ہوگا۔

امیر اہلِ سنت سے التماس

یہ عاجز امیر اہلِ سنت سے التماس کرتا ہے کہ مسئلہ تفضیل اُن مسائل میں سے نہیں ہے جن کا تعلق کفر و اسلام سے ہے۔ ممکن ہے کہ جب اُنہوں نے کہا "مسلمانوں کا اس میں اختلاف نہیں ہے" تو اُس وقت اُن کے ذہن میں شاید شیعہ طبقہ ہوگا، لیکن اُنہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ بہت سے صحابہ کرام و تابعین عظام سیدنا علی علیہ السلام کی افضلیت کے قائل تھے۔ میرے مطالعہ کے مطابق سیدنا ابن مسعود، سیدنا عباس بن عبد المطلب، اُن کی کل اولاد، امام حسن، امام حسین، امام زین العابدین، تمام بنو ہاشم، حذیفہ بن یمان، خزیمہ بن ثابت، سلمان فارسی، ابوذر غفاری، مقداد بن اسود، خباب بن الأرت، جابر بن عبد اللہ، ابوسعید خدری، زید بن ارقم، ابی بن کعب، عثمان بن حنیف، سہل بن حنیف، بریدہ بن حُصَیب، ابوایوب انصاری، ابوالہیثم بن التیہان انصاری، ابوالطفیل عامر بن واثلہ، سیدنا زید بن علی رضی اللہ عنہ اور دوسرے بہت سے حضرات سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے قائل تھے۔

Presented by Ziaraat.com

اس کے ساتھ ساتھ اُنہیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ جو شخص اصولِ دین کا منکر نہ ہو تو اُسے غیر مسلم نہیں کہا جا سکتا۔ مسلمانوں کے جس طبقہ کو ہمارے ہاں کے بعض متشدد دین غیر مسلم اور کافر سمجھتے ہیں، اُس طبقہ کے لوگ حرمین شریفین میں بھی دیکھے جاتے ہیں، حالانکہ حرمین شریفین کی مساجد میں تو کیا حدودِ حرم بھی غیر مسلم کا داخلہ منع ہے۔

صَاحِبُ الْحَاجَةِ أَعْمٰى

بوجہ ضرورت یا تعصب انسان افراط و تفریط کا شکار ہو جاتا ہے، اُس کی بصیرت سلب ہو جاتی ہے اور وہ غیر متوازن اور غیر معتدل ہو جاتا ہے۔ سو چونکہ ملک معاویہ کی شان میں کوئی بھی حدیث نبوی نہیں ہے اس لیے جس کسی نے بھی اُن کا دفاع کرنا چاہا تو خواہ وہ کتنا ہی بڑا عالم اور محدث تھا اُس سے دامنِ اعتدال چھوٹ گیا اور اُسے اپنی ضرورت پوری کرنے کے لیے اُن چیزوں کا محتاج ہونا پڑا جو پہلے اُس کے مقام و مرتبہ سے پست تھیں۔ اسی صورتِ حال کا شکار علامہ ابن حجر مکی جیسی قد آور شخصیت بھی ہو گئی تھی۔ ہوا یہ کہ اُنہیں اُن کے دور کے ایک ہندی بادشاہ سلطان ہمایوں اکبر نے امیر شام کی شان میں کتاب لکھنے کی فرمائش کی تو اُنہوں نے شاہی فرمائش کی تعمیل میں "**تطهير الجنان واللسان عن ثلب معاوية بن أبي سفيان**" کتاب لکھنا شروع فرمائی۔ اب شانِ معاویہ یا دفاعِ معاویہ میں کوئی صحیح مواد تو تھا نہیں اس لیے اُنہیں اپنے مقام و مرتبہ سے نیچے آنا اور اُن ناپسندیدہ چیزوں پر گذارا کرنا پڑا جو اُن کے سابقہ مقام کے شایانِ شان نہیں تھیں۔

اُنہوں نے اپنی مشہور ترین کتاب "**الصواعق المحرقة**" میں اس حدیث کو پانچ طریقوں سے نقل کیا تھا لیکن اُن میں سے کسی ایک میں بھی "**وَصَاحِبُ سِرِّيْ مُعَاوِيَةُ**" کے الفاظ نہیں ہیں۔ دیکھیے!

(الصواعق المحرقة، مكتبة فياض، منصورة، مصر، ص ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، وط: دار الوطن، ص ۲۲۶، ۲۲۷)

لیکن مرتا کیا نہ کرتا "**تطهير الجنان**" (یعنی دفاعِ معاویہ) میں اُنہیں اپنی ہی نظر انداز کردہ جھوٹی روایت کو لینا پڑا۔

(تطهير الجنان ص ۵۵، ۵۶)

شاہی فرمائش پر لکھی گئی اس کتاب میں اُنہوں نے نہ صرف یہ کہ باطل روایات کو درج کر کے اپنے مقام و مرتبہ کو گرا دیا بلکہ بعض احادیث سے استدلال کرنے میں بھی وہ پست ہمتی کا شکار ہو گئے۔ اِس کتاب میں دفاع

Presented by Ziaraat.com

معاویہ کرتے کرتے اُن سے بالکل اُسی طرح بڑی بڑی شخصیات کی تنقیص ہوگئی جس طرح ابن تیمیہ سے "منہاج السنة" میں ہوگئی تھی۔ "تطہیر الجنان" تو کجا بعض محدثین کرام نے تو اُن کی کتاب "الصواعق المحرقة" کے بارے میں بھی تحفظات کا اظہار کیا ہے۔ چنانچہ شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وشیخ ابن حجر مکي در صواعق محرقة که در ردّ شیعه باو کد وجوه واشد طریق کرده داد، تشدد وتعصب داده است۔

"ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں جنہوں نے شیعوں کا رد محکم وجوہات اور مضبوط طرق سے کیا ہے، اس میں اُنہوں نے تشدد وتعصب اختیار کیا ہے"۔

(تکمیل الإیمان فارسي ص ١٥٤؛ ومترجم اردو، از مفتی سیدغلام معین الدین نعیمی، ص ١١١)

مجبوریوں میں وکلاءِ معاویہ کی یکسانیت

اگر برا نہ منائیں تو میں عرض کروں: دراصل علامہ ابن حجر ہیتمی کی مجبوریوں کا معاملہ "تطہیر الجنان" میں ایسا ہی ہے جیسا کہ ماضی قریب میں ہمارے حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی کا معاملہ رہا ہے۔ اُنہوں نے اپنی دو کتابوں میں لکھا کہ نبی کریم ﷺ کے کسی سالے کو خال المومنین کہنا جائز نہیں لیکن جب وہ بعض طلقاء کے دفاع میں کتاب لکھنے بیٹھے تو اُس میں اپنے اُسی قلم سے اُنہیں خال المومنین لکھ دیا۔ گویا اُن کے نزدیک جو بات پہلی دو کتابوں میں ناجائز تھی، وہی بات بعض طلقاء کے دفاع پر مبنی کتاب میں جائز ہوگئی۔ بہت سے مقامات پر علامہ ابن حجر مکی سے بھی ایسے ہی ہوگیا، اُنہوں نے پانچ طریقوں سے اِس حدیث کو "الصواعق المحرقة" میں درج کیا مگر اُن میں یہ جملہ نہیں لائے لیکن جب معاویہ کے دفاع میں کتاب لکھنے بیٹھے تو تمام تر محدثانہ صلاحیتوں کو پس پشت ڈالتے ہوئے اُس موضوع حدیث پر جا لپکے جس میں اُن کے ممدوح کی شان میں "صَاحِبُ سِرِّيْ مُعَاوِيَةُ" کا باطل جملہ موجود ہے۔

قارئین کرام! جس طرح یہ موضوع وباطل روایات عامۃ الناس کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی خاطر اور بغرض دفاع درج کی گئی ہیں بعینہٖ خال المومنین، کاتبِ وحی، فقیہ اور فاتح عرب وعجم وغیرہ الفاظ بھی محض دفاعی نکتۂ نظر سے لکھے اور بولے جاتے ہیں، ورنہ اُن سے قبل اُن سے بڑھ کر خال المومنین، کاتب وحی، فقیہ اور فاتحین گزر چکے ہیں، اُن کے لیے یہ الفاظ اس کثرت سے کیوں نہیں بولے جاتے؟

Presented by Ziaraat.com

موضوع احادیث کا عوام پر اثر

موصوف نے معاویہ کے حلم میں جو موضوع حدیث نبوی پیش کی اُس میں آٹھواں نمبر حاکمِ شام کو دیا گیا ہے اور جس موضوع حدیث میں "صَاحِبُ سِرِّيْ مُعَاوِيَةُ" کا جملہ آیا ہے اُس میں عشرہ مبشرہ کے بعد گیارھواں نمبر اُن کا ہے۔ میں پوچھتا ہوں: کیا عشرہ مبشرہ کے فوراً بعد اللہ ﷻ اور رسول اللہ ﷺ نے طلقاء کا درجہ بنایا ہے یا یہ سلطنت کی کرامت ہے؟ آخر کیا وجہ ہوئی کہ ایک طلیق انسان اصحابِ بدر، اصحابِ اُحد اور بیعت رضوان والوں سے بھی افضل ہو گیا؟

العوام کالانعام، لوگوں کی اکثریت بھیڑ چال کا شکار ہوتی ہے، اُنہیں بادشاہ اور سرکاری علماء جس طرف چاہتے ہیں لے جاتے ہیں۔ چنانچہ اسلام کی اوّلین بادشاہی اور اُس کے مابعد کے دور میں جو احادیث موضوعہ اور روایاتِ باطلہ وجود میں آتی رہیں اُن کا اُس دور کے عوام الناس پر اِس قدر گہرا اثر ہوا کہ وہ حاکم شام کو فضیلت میں گیارھویں اور آٹھویں نمبر سے اُٹھا کر پانچویں درجے پر لے آئے اور خلفاء اربعہ ؓ کے فوراً بعد اپنے ماموں کو درجہ دے دیا اور اپنے اِس عقیدہ کو مساجد پر کندہ کرا دیا۔ چنانچہ قاضی ابوبکر ابن العربی مالکی ناصبی اِس بات کو معاویہ کی مقبولیت کی دلیل کے طور پر لکھتا ہے:

مَكْتُوْبٌ عَلٰی أَبْوَابِ مَسَاجِدِهَا : خَيْرُ النَّاسِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ أَبُوْبَكْرٍ ، ثُمَّ عُمَرُ ، ثُمَّ عُثْمَانُ ، ثُمَّ عَلِيٌّ ، ثُمَّ مُعَاوِيَةُ خَالُ الْمُؤْمِنِيْنَ.

"بغداد کی مساجد کے دروازوں پر لکھا ہوا تھا: رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے بہتر ابوبکر، پھر عمر، پھر عثمان، پھر علی ؓ اور پھر مومنوں کا ماموں معاویہ ہے"۔

(العواصم من القواصم ص ٣٢٦)

ہمارے دور میں شانِ معاویہ میں موصوف کی کتاب میں درج کردہ اور TV پر بیان کردہ موضوع و باطل روایات کا اس قدر برا اثر ہوا ہے کہ خود اُن کے تربیت یافتہ، اُن ہی کے مرکز میں بیٹھ کر اُن ہی سے پوچھتے ہوئے دکھائے گئے "کہ سیدنا امیر معاویہ ؓ افضل ہیں یا سیدنا علی ؓ" خود سوچئے کہ دعوتِ اسلامی یا دوسرے نوجوانوں کے ذہنوں میں ایسے سوالات کیوں جنم لے رہے ہیں؟ پھر موصوف نے اِس سوال کا جواب بھی شاطرانہ طریقہ سے لیپا پوچی کے انداز میں دیا۔ نوجوان کو بتایا جاتا کہ بیٹا! سیدنا علی ؓ کے بعد عشرہ مبشرہ کے باقی چھ حضرات

Presented by Ziaraat.com

ہیں، پھر اصحاب بدر، پھر اصحابِ احد، پھر بیعت رضوان والے، پھر برضا و رغبت اور طوعاً اسلام قبول کرنے والے اور پھر فتح مکہ کے بعد مجبوراً اسلام لانے والے اُن لوگوں کا رتبہ ہے جنہوں نے اسلام قبول کر کے اچھے عمل کیے اور مہاجرین وانصار ﷺ کی اتباع کی۔

معاویہ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے

موصوف کی جانب سے ایک اور موضوع حدیث ملاحظہ فرمائیے! وہ لکھتے ہیں:

''حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت فرماتے ہیں: ایک روز نبی کریم رءوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابھی تمہارے درمیان ایک شخص آئے گا وہ جنتی ہے تو حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ داخل ہوئے۔ پیارے آقا، مدینے والے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: معاویہ میں تم سے اور تم مجھ سے ہو پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دو انگلیاں (درمیانی اور اس کے ساتھ والی) ملا کر فرمایا: تم جنت کے دروازہ پر میرے ساتھ اس طرح ہو گے''۔

(فیضان امیر معاویة ﷺ ص ۱۷۱)

اس روایت پر انہوں نے پانچ کتابوں کے حوالے دیے ہیں، ان میں سے کوئی کتاب بھی ایسی نہیں جس میں اس روایت پر جرح نہ کی گئی ہو۔ پہلا حوالہ محدث آجری کی کتاب ''الشریعة'' کا ہے، اُس کی تعلیق میں امام ذہبی کے حوالے سے دو مرتبہ لکھا ہوا ہے کہ یہ روایت باطل ہے۔

(الشريعة للآجري ج ٥ ص ٢٤٤٣، ٢٤٤٤ حديث ١٩٢٤، ١٩٢٥)

دوسرا حوالہ ''مسند الفردوس'' کا ہے، مسند الفردوس کے محقق نے نیچے تعلیق میں اس حدیث کی مکمل سند ''زهر الفردوس'' سے نقل کی ہے، جس میں ایک راوی عبدالعزیز بن یحییٰ ہے۔ لالکائی نے بھی اس موضوع روایت کو نقل کیا ہے اور اُس کی سند میں بھی اسی راوی کا نام موجود ہے اور وہاں اس کی نسبت ''المروزي'' بھی لکھی ہوئی ہے۔ لالکائی کی کتاب ''شرح أصول اعتقاد أهل السنة'' کے محقق (دکتور احمد بن سعد بن حمدان الغامدی) نے لکھا ہے کہ اگر یہ وہ یحییٰ ہے جس کو نزیلِ نیشاپور کہا جاتا ہے تو یہ ضعیف ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ اس محقق کا تساہل ہے، کیونکہ امام مزی، امام ذہبی اور حافظ وغیرہ نے لکھا ہے:

Presented by Ziaraat.com

"امام بخاری نے اس کو حدیث وضع کرنے (گھڑنے) والا کہا ہے، ابراہیم بن منذر نے اس کو جھوٹا قرار دیا ہے، مصعب زبیری نے اس کو کذاب کہا ہے اور محدث عقیلی نے کہا ہے: یہ ثقہ راویوں سے باطل روایات لاتا ہے"۔

(ملخصًا: تهذيب الكمال ج١٨ ص٢١٩؛ ميزان الاعتدال ج٢ ص٦٣٦، دار المعرفة؛ تهذيب التهذيب ج٤ ص٢١٣؛ تحرير تقريب التهذيب ج٢ ص٣٧٤)

تیسرا حوالہ "لسان الميزان" کا ہے، چند سطور بعد اِس پر تبصرہ آرہا ہے۔

چوتھا حوالہ خلّال کی "السنة" کا ہے اور اس کی سند یہ ہے:

أَخْبَرَنِيْ حَرْبٌ قَالَ: ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُصَفَّى، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَانِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ.

(كتاب السنة للخلال ج١ ص٤٥٤ حديث٧٠٤)

۱۔ اس سند میں پہلے راوی کا نام "حرب" ہے اور اس کے باپ کا نام مذکور نہیں ہے، لہٰذا جس کا باپ ہی معلوم نہ ہو اُس کے بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے؟

۲۔ دوسرا راوی محمد بن مصفّی ہے، اس کے بارے میں جرح و تعدیل کے دونوں اقوال ملتے ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے تمام اقوال کا خلاصہ یوں نقل کیا ہے:

صَدُوْقٌ، لَهُ أَوْهَامٌ وَكَانَ يُدَلِّسُ.

"سچا ہے، اُس کے کئی وہم ہے اور وہ تدلیس (فریب کاری) کرتا تھا"۔

(تقريب التهذيب ص٨٩٧)

۳۔ اس میں تیسرا راوی عبدالعزیز بن عمر ہے۔ "السنة للخلال" کے محقق نے کہا ہے کہ یہ خطا کرتا تھا۔

۴۔ چوتھا راوی اسماعیل بن عیاش ہے، اس کے بارے میں مذکور ہے:

صَدُوْقٌ فِيْ رِوَايَتِهٖ عَنْ أَهْلِ بَلَدِهٖ، مُخَلِّطٌ فِيْ غَيْرِهِمْ.

یہ اپنے شہر کے لوگوں سے روایت میں سچا تھا، دوسروں کے ساتھ خلط ملط کرنے والا تھا"۔

(تقريب التهذيب ص١٤٢)

Presented by Ziaraat.com

۵۔ پانچواں راوی عبدالرحمان بن عبداللہ بن دینار ہے۔ حافظ صاحب اس کے بارے میں مختصراً لکھتے ہیں:

صَدُوْقٌ یُخْطِئُ.

''سچا ہے، خطا کرتا ہے''۔

(تقریب التهذیب ص ۵۸۵)

امام ابن حبان اس کے حالات میں لکھتے ہیں:

كَانَ مِمَّنْ يَنْفَرِدُ عَنْ أَبِيْهِ بِمَا لَا يُتَابَعُ عَلَيْهِ مَعَ فُحْشِ الْخَطَأِ فِيْ رِوَايَتِهِ ،لَا يَجُوْزُ الِاحْتِجَاجُ بِخَبْرِهِ إِذَا انْفَرَدَ.

''یہ اپنے باپ [عبداللہ بن دینار] سے روایت میں فحش غلطی کے ساتھ ساتھ ایسی منفرد روایات لاتا تھا جس میں اس کی متابعت نہیں کی جاتی تھی، جب یہ روایت میں منفرد ہو تو اس سے دلیل لینا جائز نہیں ہے''۔

(كتاب المجروحين لابن حبان ج۲ ص ۱٦)

اِس روایت میں یہی صورتِ حال ہے، کہ یہ اپنے باپ سے روایت کر رہا ہے۔

اس روایت میں پانچواں حوالہ تاریخ ابن عساکر کا ہے، اور اس کی سند میں ایک راوی عبدالعزیز بن بحر ہے اور اُس کے بارے میں حافظ ابن عساکر نے لکھا ہے:

قَالَ الْخَطِيْبُ: عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ بَحْرٍ ضَعِيْفٌ ، وَمَنْ دُوْنَهُ مَجْهُوْلُوْنَ.

''خطیب نے کہا ہے: عبدالعزیز بن بحر ضعیف ہے اور اُس کے سوا باقی لوگ مجہول ہیں''۔

(تاريخ ابن عساكر ج۵۹ ص ۹۸، ۹۹)

خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں تو عبدالعزیز بن بحر کی میں جرح وتعدیل میں کچھ بھی نہیں کہا فقط اُس کا تعارف کرایا ہے، ممکن ہے کہ اُن کی کسی اور کتاب میں یہ الفاظ موجود ہوں۔ بہر حال حافظ ابن عساکر کے نزدیک بھی یہ روایت موضوع ہے، کیونکہ یہ اُن تین روایات کے علاوہ ہے جو ابن عساکر کے خیال میں کسی حد تک قابل قبول ہیں۔ نیز جب اِس سند میں بقول ابن عساکر ایک راوی ضعیف اور باقی سب مجہول ہیں تو پھر اس خاص باب یعنی (فضائل معاویہ) میں مجہول ہونے کے شبہ کا فائدہ وہ لوگ نہیں اٹھا سکتے جو فضائل معاویہ کو ثابت کرنے کے درپے ہیں، کیونکہ ایسے تمام مجہولین امام اسحاق بن راھویہ اور دوسرے تمام اہل تحقیق محدثین کے نزدیک جھوٹے

Presented by Ziaraat.com

ہیں، اسی لیے وہ صراحتاً فرما چکے ہیں کہ فضائل معاویہ میں کوئی بھی صحیح حدیث نبوی نہیں آئی۔

امیر اہل سنت وغیرہ کی دیدہ دلیری اور جرأت کا کیا کہنا!

موصوف اور اُن کے حواریوں کی دیدہ دلیری اور جرأت ملاحظہ فرمایئے کہ انہوں نے اِس باطل حدیث پر حافظ ابن حجر عسقلانی کی مشہور کتاب "لسان المیزان" کا حوالہ بھی ٹھوک دیا ہے، حالانکہ حافظ رحمہ اللہ نے واضح طور پر اِس روایت کو باطل قرار دیا ہے۔ آیئے! حافظ رحمۃ اللہ علیہ کے مکمل الفاظ ملاحظہ فرمایئے:

عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ بَحْرٍ الْمَرْوَزِيُّ ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ عَيَّاشٍ بِخَبَرٍ بَاطِلٍ ، وَقَدْ طَعَنَ فِيهِ عَبَّاسٌ الدَّوْرِيُّ ، وَاللَّفْظُ لَهُ ، وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَحْمَدَ ، وَغَيْرُهُمَا ، فَقَالُوْا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ بَحْرٍ ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَانِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: الآنَ يَطْلُعُ عَلَيْكُمْ رَجُلٌ مِّنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ ، فَطَلَعَ مُعَاوِيَةُ ، فَقَالَ: أَنْتَ مِنِّي يَامُعَاوِيَةُ وَأَنَا مِنْكَ ، لَتَزَاحَمُنِي عَلٰى بَابِ الْجَنَّةِ كَهَاتَيْنِ ، وَأَشَارَ بِإِصْبَعَيْهِ.

''عبدالعزیز بن بحر المروزی اسماعیل بن عیاش سے باطل روایت لایا ہے، اور اس میں عباس الدوری نے طعن کیا ہے اور یہ الفاظ اسی کے ہیں، اور عبداللہ بن احمد اور دوسرے لوگوں نے کہا ہے: ہمیں عبدالعزیز بن بحر نے بیان کیا، اس نے کہا ہمیں اسماعیل بن عیاش نے از عبدالرحمان بن عبداللہ بن دینار، از والدِ خود، از ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کیا، انہوں نے کہا: بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابھی تمہارے ہاں ایک جنتی شخص آئے گا تو معاویہ ظاہر ہوئے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: تم اے معاویہ! مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں، یقیناً تم دروازۂ جنت پر میرے ساتھ یوں مل جاؤ گے اور آپ نے اپنی دو انگلیوں سے اشارہ فرمایا''۔

(لسان المیزان ج٤ ص ٣٧٩، وط: ج٥ ص١٩٤)

دراصل یہ الفاظ امام ذہبی کے ہیں جو حافظ رحمۃ اللہ علیہما نے بلا تردید نقل کیے ہیں۔

(میزان الاعتدال ج٤ ص٣٥٨، ٣٥٩)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ایک اور مقام پر اس شخص کے بارے میں لکھتے ہیں:

Presented by Ziaraat.com

عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ بَحْرٍ الْمَرْوَزِيُّ ، عَنْ إِسْمَاعِيْلَ ابْنِ عَيَّاشٍ ، بِخَبَرٍ كَذِبٍ ، يُنْظَرُ مَنْ ذَا؟

''عبدالعزیز بن بحرالمروزی نے اسماعیل بن عیاش سے ایک جھوٹی حدیث روایت کی ہے، دیکھا جائے کہ وہ کون ہے؟''۔

(المغني في الضعفاء ج۱ ص ۵٦۰ ترجمة: ۳۷۲۳)

تنبیہ

یہاں ایک بات یادرکھیے کہ جس جس کتاب میں بھی یہ باطل حدیث آئی ہے اُن سب میں عبدالعزیز نام تو برابر آیا ہے مگر اُس کی ولدیت بدلتی رہی ہے۔ کہیں عبدالعزیز بن بحر اور کہیں عبدالعزیز بن یحییٰ وغیرہ۔ گویا حدیث گھڑنے والا شاطر شخص اپنی ولدیت بدلتا رہا ہے، اس لیے جہابذہ محدثین کرام اس شخص کی کامل شناخت میں تو مشکل سے دوچار ہوئے مگر روایت کے بطلان میں اُنہیں کوئی شک نہیں ہوا۔ گویا محدثین کرام کو واردات کے ہو جانے پر شک نہیں ہے لیکن جس شخص نے یہ واردات کی ہے چونکہ وہ اپنے باپ بدلتا رہا ہے اس لیے وہ محدثین کے نزدیک چھلاوے کی حیثیت اختیار کرچکا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اُن کے نزدیک یہ باطل روایت قابل قبول ہوگئی۔ اِس تصور کو امام برھان الدین حلبی نے اچھے انداز میں واضح کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ بَحْرٍ : عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ عَيَّاشٍ بِخَبَرٍ بَاطِلٍ وَقَدْ طُعِنَ فِيْهِ. ثُمَّ ذَكَرَ الذَّهَبِيُّ الْحَدِيْثَ ، وَفِيْ قُوَّةِ كَلَامِهِ : بِخَبَرٍ بَاطِلٍ ، مَعَ قَوْلِهِ : وَقَدْ طُعِنَ فِيْهِ ، أَنْ يَكُوْنَ أُتُّهِمَ بِوَضْعِهِ ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

''عبدالعزیز بن بحر: اسماعیل بن عیاش سے باطل حدیث لایا ہے اور اُس میں طعن کیا گیا ہے، پھر ذہبی نے وہ حدیث ذکر کی ہے۔ اُن کے کلام میں حدیث کو باطل کہنے میں قوت کا ہونا اور ساتھ ہی یہ کہنا کہ اُس میں طعن کیا گیا ہے، اس بات کا غماز ہے کہ وہی اس حدیث کے گھڑنے میں ملوث ہے، واللہ اعلم۔

(الكشف الحثيث ص۱٦۸ رقم الترجمة ٤٤۳)

اس سے معلوم ہوا کہ اِس روایت کے موضوع وباطل ہونے میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں، ہاں اِس بات

Presented by Ziaraat.com

میں شک ہے کہ اِس ناپاک جسارت کا مرتکب کون ہے؟ وہی بات ہوگئی کہ واردات کا ہونا تو مسلّم ہے مگر وارداتی کنفرم نہیں۔ امام برھان الدین حلبی نے اِس حدیث کو موضوع کہنے میں امام ذہبی کے جس کلام کی قوت کا ذکر کیا ہے، وہ قوت امام ذہبی کی ایک اور کتاب سے بھی جھلک رہی ہے۔ اُنہوں نے "سیر أعلام النبلاء" میں کسی قسم کے تذبذب کے بغیر دوٹوک انداز میں اِس حدیث کو موضوع اور مُختَلَق (بنائی ہوئی) کہا ہے۔ چنانچہ اُنہوں نے پہلے فضائل معاویہ میں چند موضوع و باطل روایات پر یوں عنوان قائم کیا ہے:

فَمِنَ الْأَبَاطِيلِ الْمُخْتَلَقَةِ.

''گھڑی ہوئی باطل روایات کا نمونہ''۔

(سیر أعلام النبلاء ج۳ ص ۱۲۸)

پھر متعدد باطل روایات کے ساتھ اِس روایت کو بھی نقل کیا ہے اور آخر میں فرمایا ہے:

فَهٰذِهِ الْأَحَادِيْثُ ظَاهِرَةُ الْوَضْعِ.

''پس یہ احادیث بداہۃً موضوع ہیں''۔

(سیر أعلام النبلاء ج۳ ص ۱۳۱)

امام ابوالحسن علی بن محمد الکنانی نے بھی اِس حدیث کو باطل تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ اُنہوں نے اِس روایت کو درج کرنے کے بعد عبدالعزیز کے تعیّن میں تو مختلف اقوال نقل کیے ہیں لیکن اِس حدیث کے باطل ہونے میں کوئی اختلاف نہیں کیا۔

(تنزيه الشريعة المرفوعة للكناني ج۲ ص ۲۰)

بتلایئے! جن مقامات پر اس حدیث کو موضوع و باطل کہا گیا ہے، موصوف کا اُن ہی مقامات سے اس روایت کو آنکھیں بند کر کے نقل کر دینا کتنی بڑی جسارت اور علمی خیانت ہے؟

قارئین کرام! اِس مرحلہ پر پہنچ کر آپ کو امام اسحاق بن راھویہ رحمۃ اللہ علیہ کو داد دینا پڑے گی کہ جس بات کی تہہ تک بعد والے محدثین بسیار قیل وقال کے بعد پہنچتے ہیں اُنہوں نے دوٹوک انداز میں اس بات کا فیصلہ صدیوں پہلے ہی کر دیا تھا کہ فضائل معاویہ میں کوئی حدیث بھی ثابت نہیں۔ **جَزَاهُ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنَّا وَعَنِ الْعِلْمِ وَالْعُلَمَاءِ وَالدِّيْنِ خَيْرًا.**

Presented by Ziaraat.com

کان پر قلم

فتح مکہ سے قبل تقریباً اکیس برس تک قرآن مجید مسلسل نازل ہوتا رہا اور اُس مکمل عرصہ میں متعدد حضرات یقیناً کتابتِ وحی کرتے رہے، ممکن ہے کہ حسبِ عادت وہ بھی قلم کو اپنے کان پر رکھتے ہوں گے، لیکن اُن میں سے کسی کو بھی ایسی دعا اور خوشنودیٔ مصطفیٰ ﷺ نصیب نہیں ہوئی جیسی کہ معاویہ کو نصیب ہوئی۔ چنانچہ امیر اہل سنت لکھتے ہیں:

''اُمُّ المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس جلوہ فرما تھے، کسی نے دروازے پر دستک دی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دیکھو کون ہے؟ عرض کی: معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: انہیں بلالو، حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کان پر قلم رکھا ہوا تھا جس سے آپ کتابت فرمایا کرتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: معاویہ! تمہارے کان پر قلم کیسا ہے؟ حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: میں اس قلم کو اللہ عزَّ وَجَلَّ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے تیار رکھتا ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزَّ وَجَلَّ تمہارے نبی کی طرف سے تمہیں جزائے خیر عطا فرمائے، میری خواہش ہے کہ تم صرف وحی کی کتابت کیا کرو اور میں ہر چھوٹا بڑا کام اللہ عزَّ وَجَلَّ کی وحی سے ہی کرتا ہوں، تم کیسا محسوس کرو گے جب اللہ عزَّ وَجَلَّ تمہیں پوشاک پہنائے گا؟ یعنی خلافت عطا فرمائے گا۔ (یہ بات سن کر) حضرت سیدتنا ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اٹھیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے روبرو بیٹھ کر عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! کیا اللہ عزَّ وَجَلَّ میرے بھائی کو خلافت عطا فرمائے گا؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں! لیکن اس میں آزمائش ہے، آزمائش ہے، آزمائش ہے۔ اُمُّ المؤمنین حضرت سیدتنا اُمّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! آپ ان کے لیے دعا فرما دیجیے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! نے دعا کی: اَللّٰھُمَّ اھْدِہٖ

Presented by Ziaraat.com

بِالْهُدٰی ، وَجَنِّبْهُ الرَّدٰی ، واغْفِرْ لَهُ فِي الْآخِرَةِ وَالْأُولٰی" یعنی اے اللہ عزّ وجلّ معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو ہدایت پر ثابت قدمی عطا فرما، انہیں ہلاکت سے محفوظ فرما اور دنیا و آخرت میں ان کی مغفرت فرما"۔

(فیضانِ امیر معاویہ ص۱٦٧تا١٦٩)

یہ حدیث موضوع ہے، امام طبرانی نے اس کو روایت کرنے کے بعد لکھا ہے:

لَمْ يَرْوِ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ هِشَامٍ إِلَّا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَحْيٰى، تَفَرَّدَ بِهِ السَّرِيُّ.

"اس حدیث کو ہشام سے عبداللہ بن یحییٰ کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کیا، سری اس کی روایت میں تنہا ہے"۔

(المعجم الأوسط ج٢ص٢٣٣حديث١٨٣٨)

یہ سَرِی کون ہے؟ یہ سَرِی بن عاصم بن سہل ہے۔ علماء اسماء الرجال نے اس کو سارق الحدیث، کاذب، وضاع (حدیث گھڑنے والا) اور موقوف حدیث (جس کی سند حضور ﷺ تک نہ پہنچتی ہو) کو مرفوع (جس کا سلسلۂ سند حضور ﷺ تک پہنچتا ہو) بنانے والا تھا۔ چنانچہ امام ابن عدی لکھتے ہیں:

السَّرِيُّ بْنُ عَاصِمٍ يُكْنٰى أَبَا سَهْلٍ ، يَسْرِقُ الْحَدِيْثَ.

"سری بن عاصم کی کنیت ابو سہل تھی، یہ حدیث چراتا تھا"۔

(الكامل في ضعفاء الرجال ج٤ص٥٤٠)

سارق الحدیث کا مطلب

حدیث چرانے کا مطلب کیا ہے؟ یہ لفظ جرح کے شدید الفاظ سے ہے۔ امام سخاوی لکھتے ہیں:

سَرِقَةُ الْحَدِيْثِ أَنْ يَكُوْنَ مُحَدِّثٌ يَنْفَرِدُ بِحَدِيْثٍ فَيَجِيْءُ السَّارِقُ وَيَدَّعِيْ أَنَّهُ سَمِعَهُ أَيْضًا مِنْ شَيْخِ ذَاكَ الْمُحَدِّثِ.

"حدیث کی چوری یہ ہے کہ کوئی محدث کسی حدیث کی روایت میں منفرد ہو، پھر سارق آکر دعویٰ کرے کہ اُس نے بھی اُس محدث سے یہ حدیث سنی ہے"۔

(فتح المغيث ج٢ص٢٩٠)

Presented by Ziaraat.com

یعنی ملاں چور بانگا گواہ۔ امام ذہبی حدیثِ مقلوب (جس کا متن دوسری سند پر یا سند دوسرے متن پر لگ جائے، یا راویوں کے ناموں میں ردو بدل ہو جائے: مثلاً مرہ بن کعب، کعب بن مرہ ہو جائے) کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَمَنْ تَعَمَّدَ ذٰلِکَ وَرَكَّبَ مَتْنًا عَلٰی إِسْنَادٍ لَيْسَ لَهُ ، فَهُوَ سَارِقُ الْحَدِيْثِ وَهُوَ الَّذِيْ يُقَالُ فِيْ حَقِّهِ : فُلَانٌ يَسْرِقُ الْحَدِيْثَ ، وَمِنْ ذٰلِکَ أَنْ يَسْرِقَ حَدِيْثًا مَا سَمِعَهُ فَيَدَّعِيْ سِمَاعَهُ مِنْ رَجُلٍ.

''اگر کوئی شخص قصداً ایسا کرے اور کسی متن کو ایسی سند پر چڑھا دے جو سند اُس متن کی نہ ہو تو وہ ''سارق الحدیث'' ہے، اور یہی ہے وہ جس کے بارے میں کہا جاتا ہے: ''فلان یسرق الحدیث'' (فلاں حدیث چراتا ہے) وراسی سرقہ سے یہ بھی ہے کہ کوئی شخص کسی سے ایسی حدیث کی سماعت کا دعویٰ کرے جو اُس نے اُس سے سنی نہ ہو''۔

(الموقظة في علم مصطلح الحديث ص ٦٠)

یعنی جھوٹ سے جھوٹ چلائے، اور یہ شخص (سرّی بن عاصم) جھوٹا ہی تھا۔ چنانچہ امام ذہبی لکھتے ہیں:

كَذَّبَهُ ابْنُ خَرَّاشٍ.

''محدث ابن خراش نے اس کو جھوٹا قرار دیا ہے''۔

(میزان الاعتدال ج۳ ص ۱۷٤)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ابن خراش کے قول کو مقرر رکھتے ہوئے مزید یہ بھی لکھا ہے کہ سرّی بن عاصم حدیث بھی گھڑتا تھا۔ چنانچہ اُنہوں نے اس کی کئی موضوع روایات درج کرنے کے بعد لکھا ہے:

وَقَالَ النَّقَّاشُ فِيْ ''مَوْضُوْعَاتِهِ'' فِي الْحَدِيْثِ الْأَخِيْرِ : وَضَعَهُ السَّرِيُّ.

''محدث نقاش نے اپنی کتاب ''موضوعات'' میں آخری حدیث کے بارے میں کہا: اس کو سرّی نے گھڑا ہے''۔

(لسان المیزان ج٤ ص٢٣)

اِن دونوں محدثین نے اس کی گھڑی ہوئی حدیثوں میں درجِ ذیل جعلی حدیث کو بھی ذکر کیا ہے:

وَمِنْ مَصَائِبِهِ أَنَّهُ أَتٰی بِحَدِيْثٍ مَتْنُهُ: ''رَأَيْتُ حَوْلَ الْعَرْشِ وَرْدَةً فِيْهَا مَكْتُوْبٌ:

Presented by Ziaraat.com

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ، أَبُوْبَكْرٍ الصِّدِيْقُ.

''اس کی مصیبتوں میں سے یہ بھی ہے کہ وہ ایک حدیث لایا جس کا متن ہے:''میں نے عرش کے اردگرد ایک پھول دیکھا جس میں لکھا ہوا تھا: محمد اللہ کے رسول ہیں، ابوبکر صدیق ہیں''۔

(میزان الاعتدال ج۳ص ۱۷٤؛لسان المیزان ج٤ ص ۲۲)

ثابت ہوا کہ یہ شخص کذاب تھا، سارق تھا، متن اور سند میں عمداً ردوبدل کرتا تھا اور حدیث گھڑتا تھا۔ اسی لیے امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

كَانَ بِبَغْدَادَ يَسْرِقُ الْحَدِيْثَ ، وَيَرْفَعُ الْمَوْقُوْفَاتِ ، لَا يَحِلُّ الِاحْتِجَاجُ بِهٖ.

''یہ بغداد کا باشندہ تھا، حدیث چراتا تھا اور موقوفات کو مرفوع بناتا تھا، اس سے دلیل حاصل کرنا جائز نہیں ہے''۔

(کتاب المجروحین لابن حبان ج۱ ص ۳۵۵، وط: ج۱ ص ٤٥۱)

کتاب ''فیضانِ امیر معاویہ'' کا مؤلف کوئی عام شخص نہیں بلکہ چشم بددور، امیر اہل سنت ہے، اگر امیر اہل سنت کی جگہ کوئی عالم ہوتا یا خود مختار عالم ہوتا تو وہ غور کرتا کہ جب امام طبرانی نے حدیث کے آخر میں اشارہ کر دیا تھا کہ ''تَفَرَّدَ بِهِ السَّرِيُّ'' (اس کی روایت میں سَرَی اکیلا ہے) تو وہ اس حدیث کی تحقیق کرتا کہ آیا اِس حدیث سے دلیل حاصل کرنا حلال بھی ہے یا نہیں، لیکن چونکہ یہ زحمت گوارا نہیں کی گئی اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تالیف بعض امراء ہی کی ہے، کیونکہ تحقیق سے اُمراء ہی جی چراتے ہیں۔

جنتی ہونے پر شیر کی گواہی

امیر اہل سنت نے موضوع و باطل روایات کے ساتھ ساتھ اپنے ممدوح کے جنتی ہونے پر ایک عجیب وغریب مگر جھوٹا واقعہ بھی نقل کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''حضرت سیدنا عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں اَریحا کے ایک ایسے گرجا میں قیلولہ کر رہا تھا جو اب مسجد میں تبدیل ہو چکا ہے۔ میں اچانک گھبرا کر اٹھ بیٹھا۔ میں نے دیکھا وہاں ایک شیر موجود تھا جو میری جانب بڑھ رہا تھا، میں نے ہتھیار اٹھانے کا ارادہ کیا تو شیر نے کہا: ''رُک جائیے میں تو آپ کو ایک پیغام دینے آیا ہوں۔'' میں نے پوچھا: تجھے

Presented by Ziaraat.com

کس نے بھیجا ہے؟ شیر نے کہا: اللہ عزوجل نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ آپ کو خبر دوں کہ حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنتی ہیں۔'' میں نے پوچھا: کون معاویہ؟ تو شیر نے کہا: حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ''۔

(فیضان امیر معاویة ﷺص۱۸٦)

ہر چند کہ ہمارا موضوع اُن جعلی وباطل روایات کے بطلان پر گفتگو کرنا ہے جن کو کچھ لوگ اپنی طرف سے گھڑ کر حدیث نبوی ظاہر کرتے تھے، اِس لحاظ سے یہ قصہ ہمارے موضوع کا حصہ نہیں ہے تاہم اِس کے بارے میں بھی اتنا عرض ہے کہ یہ بھی من گھڑت واقعہ ہے۔ چنانچہ حافظ ہیثمی نے اِس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

''اس میں ایک راوی ابوبکر بن ابی مریم ہے ''وَقَدْ اِخْتَلَطَ'' (اور وہ اختلاط کا شکار تھا)''۔

(مجمع الزوائد ج۹ص۳۵۷)

لغت میں اختلاط کا معنیٰ ہے:

''عقل کا فاسد ہونا اور چیزوں کا خلط ملط ہونا، اور اصطلاح محدثین میں بڑھاپے کی وجہ سے عقل کا خراب ہو جانا، یا اندھا ہو جانے اور کتابوں کے جل جانے کی وجہ سے روایات کو خلط ملط کر دینا''۔

(موسوعة علوم الحديث للغوري ج۱ص۱۷۳)

یہ حالت تو تھی ابوبکر بن ابی مریم کی جبکہ اِس سے جس شخص نے یہ واقعہ روایت کیا ہے امام ذہبی نے اُس کو اسی واقعہ کی وجہ سے موردِ الزام ٹھہرایا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

مُحَمَّدُ بْنُ حَبِيْبِ الْخَوْلَانِيُّ، عَنْ أَبِيْ بَكْرِ بْنِ أَبِيْ مَرْيَمَ الْغَسَّانِيِّ، لَهُ حَدِيْثٌ، وَهُوَ مُنْكَرٌ.

''محمد بن حبیب الخولانی نے ابوبکر بن ابی مریم الغسانی سے ایک حدیث روایت کی ہے اور وہ مُنْکَرْ (بری) ہے''۔

(المغني في الضعفاء ج۲ص٦۱۷۶؛ميزان الاعتدال ج٦ص۱۰۰؛لسان الميزان ج۷ص۵۱)

اِس روایت میں ایک اور بھی بڑی خرابی ہے، وہ یہ کہ اِس میں ایک راوی محمد بن زیاد الالہانی حمصی ہے۔ ہر چند کہ اِس شخص کو مشہور بدبخت ناصبی حریز بن عثمان کی طرح ثقہ کہا گیا ہے اور امام مسلم کے علاوہ صحاح ستہ کے

Presented by Ziaraat.com

باقی محدثین نے اس سے حدیث بھی لی ہے مگر یہ ناصبی (اہل بیت کا دشمن) تھا۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَقَالَ الْحَاكِمُ : اشْتَهَرَ عَنْهُ النَّصَبُ كَحَرِيْزِ بْنِ عُثْمَانَ.

''امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: حریز بن عثمان کی مانند اِس کی ناصبیت مشہور ہے''۔

(تهذيب التهذيب ج٥ ص٥٨٦)

ابن زیاد الہانی کے بارے میں عدم تدبر

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن زیاد الہانی حمصی کی ناصبیت کے بارے میں امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ سے اختلاف کیا ہے اور کہا ہے:

''میں اس کی کوئی برائی نہیں جانتا ماسوا قولِ حاکم شیعی کے۔ اُنہوں نے کہا: امام بخاری نے اپنی صحیح میں محمد بن زیاد اور حریز بن عثمان سے روایت لی ہے، اور وہ دونوں اُن لوگوں سے ہیں جن کی ناصبیت (اہل بیت سے عداوت) مشہور ہے۔ میں (ذہبی) کہتا ہوں: میں محمد بن زیاد کی اس خرابی کو نہیں جانتا''۔

(ميزان الاعتدال ج٦ ص١٥٣)

میں (فیضی) کہتا ہوں: اس معاملہ میں امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی بنسبت امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کا قول زیادہ وزنی ہے، کیونکہ یہ محمد بن زیاد حمص کا باشندہ تھا اور اہل حمص سیدنا علی ﷺ کے بغض میں شامیوں سے بھی زیادہ سخت تھے۔ چنانچہ مشہور ماہر جغرافیات علامہ یاقوت حموی لکھتے ہیں:

أَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَلٰى عَلِيٍّ ﷺ بِصِفِّيْنَ مَعَ مُعَاوِيَةَ كَانَ أَهْلُ حِمُصٍ وَأَكْثَرَ هُمْ تَحْرِيْضًا عَلَيْهِ وَجِدًّا فِيْ حَرْبِهِ.

''سیدنا علی ﷺ کے خلاف لشکرِ معاویہ میں سب سے زیادہ سخت حمصی تھے۔ معاویہ نے اُنہیں سیدنا علی ﷺ کے خلاف بہت زیادہ اُبھارا تھا اور اپنی جنگ میں خوب استعمال کیا تھا''۔

(معجم البلدان ج٢ ص٣٤٩)

خود امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

Presented by Ziaraat.com

وَكَانَ أَهْلُ حِمْصٍ يَتَنَقَّصُوْنَ عَلِيًّا حَتّٰى نَشَأَ فِيْهِمْ إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَيَّاشٍ، فَحَدَّثَهُمْ بِفَضَائِلِ عَلِيٍّ فَكَفُّوْا عَنْ ذٰلِكَ.

''اہلِ حمص سیدنا علی ﷺ کی تنقیص کرتے تھے، حتیٰ کہ اُن میں اسماعیل بن عیاش پیدا ہوئے، اُنہوں نے اُن کو فضائلِ علی علیہ السلام سے آگاہ فرمایا تو وہ اس سے باز آگئے''۔

(سير أعلام النبلاء للذهبي ج۸ ص ۱٤۸؛ تاريخ الإسلام للذهبي ج۱۲ ص ۷۲؛ تذهيب تهذيب الكمال للذهبي ج۱ ص ۳۷۷)

امام جمال الدین مزی اور ابن خلکان وغیرہ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

(تهذيب الكمال ج۳ ص ۱۷۰؛ وفيات الأعيان ج٤ ص ۱۳۰؛ بغية الطلب ج ٤ ص ۱۷۳۱)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اِس کی موت کے بارے میں لکھا ہے:

تُوُفِّيَ فِيْ نَحْوِ الْأَرْبَعِيْنَ.

''یہ ۴۰ھ کے قریب مرا تھا''۔

(سير أعلام النبلاء ج٦ ص ۱۸۸)

جنگِ صفین ۳۷ھ میں ہوئی اور آپ ابھی ابھی پڑھ چکے ہیں کہ اِس جنگ میں جو لوگ سب سے بڑھ کر سیدنا علی ﷺ کے خلاف تھے وہ اہلِ حمص تھے، لہٰذا چالیس ہجری میں مرنے والا یہ شخص محمد بن زیاد الہانی اُس جنگ میں شریک ہوا ہو یا نہ ہوا ہو، کم از کم اس تفصیل سے اِس حد تک امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کی بات وزنی معلوم ہوتی ہے کہ اوائل دور میں شام کے شہر حمص میں رہ کر اُس کا ناصبیت کے اثرات سے محفوظ رہنا بعید ہے۔ اس کو یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ جس طرح امیر اہلِ سنت کے زیرِ سایہ رہ کر فیضانِ امیر معاویہ سے محروم رہنا بعید ہے اسی طرح شام کے شہر حمص میں رہ کر ناصبیت کے اثرات سے محفوظ رہنا بعید تھا۔ جنگِ صفین میں جو لوگ حمایتِ معاویہ میں شریکِ جنگ ہوئے تھے اُنہیں نواصب کہا گیا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی خوارج اور نواصب کے فرق میں امام رافعی سے اختلاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَإِنَّمَا هُوَ وَصْفُ النَّوَاصِبِ أَتْبَاعُ مُعَاوِيَةَ بِصِفِّيْنَ.

''نواصب اُن لوگوں کا وصف ہے جنہوں نے صفین میں معاویہ کی پیروی کی''۔

(فتح الباري ج۱۷ ص ٦۲٦)

Presented by Ziaraat.com

۳۷، اور ۴۰ھ، اُموی پراپیگنڈا کی وجہ سے ناصبیت کے آغاز کا دور تھا اور اُس دور کے شامی لوگ سیدنا علی ﷛ سے بغض رکھتے تھے، حتیٰ کہ علامہ ابن تیمیہ تک نے بھی اِس حقیقت کو تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ وہ روافض کی تردید میں لکھتے ہیں:

وَكَذٰلِكَ مِنْ جَهْلِهِمْ وَتَعَصُّبِهِمْ أَنَّهُمْ يُبْغِضُوْنَ أَهْلَ الشَّامِ، لِكَوْنِهِمْ كَانَ فِيْهِمْ أَوَّلًا مَنْ يُّبْغِضُ عَلِيًّا.

''اور اسی طرح یہ اُن کی جہالت اور تعصب ہے کہ وہ اہل شام سے بغض رکھتے ہیں اس لیے کہ اُس میں اول دور میں لوگ سیدنا علی ﷛ سے بغض رکھتے تھے''۔

(منهاج السنة ج ٤ ص ١٤٦)

اسی طرح علامہ ابن تیمیہ نے ایک اور مقام میں اعتراف کیا ہے کہ اکثر شامی سیدنا علی ﷛ سے بغض رکھتے تھے۔ چنانچہ وہ شامیوں کی اطاعت پذیری کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَلَيْسَ فِيْهِمْ شِيْعَةٌ، بَلْ كَثِيْرٌ مِنْهُمْ يُبْغِضُ عَلِيًّا وَيَسُبُّهُ.

''اُن میں شیعہ نہیں تھے بلکہ اُن میں سے کثیر سیدنا علی ﷛ سے بغض رکھتے اور اُن پر سبّ کرتے تھے''۔

(منهاج السنة ج ٦ ص ٤٣١)

شام و حمص کی یہ ناگفتہ بہ حالت مسلسل جاری رہی حتیٰ کہ حضرت اسماعیل بن عیاش متوفیٰ ۱۸۱ھ وہاں پیدا ہوئے تو اُن کی مساعیٔ جمیلہ سے اِس برائی میں کمی آئی، جیسا کہ اِس سے قبل لکھا جا چکا ہے۔ فی الجملہ یہ کہ محمد بن زیاد الہانی کے بارے میں امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول عدم تدبر پر مبنی ہے اور اُن کے مقابلہ میں امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کا قول وزنی ہے۔ سو چونکہ محمد بن زیاد الہانی ناصبی (دشمنِ اہل بیت) تھا اس لیے اُس نے شیر کی زبانی جنتی بشارت کے واقعہ کی روایت میں شریک ہو کر اپنے امیر سے دوستی کا ثبوت پیش کیا۔ اب یہاں ذرا امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے اُس قول میں ایک مرتبہ پھر غور فرما لیجیے جس میں اُنہوں نے فرمایا کہ دشمنانِ مرتضیٰ ﷺ کو جب اُن کی ذات مطہرہ میں کوئی عیب نہ ملا تو اُنہوں نے اُس شخص کو چڑھانا شروع کر دیا جو اُن کے ساتھ لڑتا رہا۔

خلاصہ یہ ہے کہ شیر کی اِس کہانی میں تین سقم ہیں:

۱۔ اِس میں ابوبکر بن ابی مریم غسانی مُختَلِط ہے

Presented by Ziaraat.com

۲۔ محمد بن حبیب خولانی منکر الحدیث ہے اور اُس کی یہ راویت بھی مُنکَرْ ہے

۳۔ اور محمد بن زیاد الہانی حمصی ناصبی ہے۔

واضح رہے کہ معتبر محدثین کرام کا کام ایسے ناصبی یا شیعی راویوں سے چھان پھٹک کر حدیث لینا تھا، لہٰذا اگر کسی ایسے شخص سے بخاری و مسلم وغیرہا میں کوئی حدیث آ جائے تو یہ اُس شخص کے ہر لحاظ سے صاف ستھرے ہونے کی دلیل ہے اور نہ ہی بخاری و مسلم کا راوی ہونا عصمت کی دلیل ہے۔ اگر کوئی شخص ایسا سمجھتا ہے تو وہ احمقوں کی دنیا میں رہتا ہے۔

امیر اہل سنت کی کاریگری

امیر اہل سنت نے نہ صرف یہ کہ بعض طلقاء کی شان میں جعلی اور باطل روایات کی بھرمار کی ہے بلکہ اُن کے مثالب و معایب کو بھی فضائل بنانے کی ناکام کوشش کی ہے۔ چنانچہ مشہور ترین حدیث "مَا مَنَعَکَ أَنْ تَسُبَّ أَبَا تُرَابٍ" (حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برا بھلا کہنے سے تمہیں کس بات نے روک رکھا ہے؟) کو 'اہل بیت اطہار سے محبت' کے باب میں ذکر کر دیا ہے۔ یہ باب اُنہوں نے اپنی کتاب کے صفحہ ۷۲ پر قائم کیا ہے اور پھر صفحہ ۷۴ پر یہ مکمل حدیث ذکر کر دی ہے۔

(فیضان امیر معاویہ ص ۷۲، ۷۴)

حالانکہ اِس حدیث میں حاکم شام سیدنا سعد بن ابی وقاص ؓ سے وجہ معلوم کر رہے ہیں کہ وہ کیوں نہیں سیدنا علی ؓ پر سب کرتے؟ کیا کسی کے فضائل سننے کی خاطر ایسا سوال کیا جاتا ہے؟ دراصل امیر شام نے یہ سوال اس لیے کیا تھا کہ وہ اور اُن کے تمام گورنرز اِلا ماشاء اللہ، سیدنا علی ؓ پر سب وشتم اور لعنت کرتے تھے اور چونکہ سیدنا سعد بن ابی وقاص ؓ اِس دھندے سے پاک تھے اس لیے اُن سے یہ سوال کیا گیا تھا۔ اس موضوع کی مکمل تحقیق کے لیے ہماری کتاب "لَا تَسُبُّوْا أَصْحَابِيْ" (میرے صحابہ کو برا نہ کہو) کا مطالعہ فرمایئے!

منبرِ نبوی کو شام منتقل کرنے کا ارادہ

اسی طرح امیر اہل سنت نے امیرِ شام کے ناجائز ارادے کو بھی عشق نبوی بنانے کی ناکام کوشش کی ہے لیکن دروغ گورا حافظہ نباشد کے مطابق دوسرے مقام پر اپنی ہی تحریر کے خلاف لکھ گئے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے

Presented by Ziaraat.com

منسوب ہر چیز سے محبت فرماتے تھے چنانچہ ۵۰ ہجری میں حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حج فرمایا پھر مدینہ تشریف لائے تو آپ نے مسجد نبوی شریف میں موجود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا منبر شریف اور عصا مبارک اپنے ساتھ شام لے جانے کا ارادہ فرمایا، جب اِس ارادہ کی خبر حضرت سیدنا ابوہریرہ اور حضرت سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ہوئی تو آپ دونوں نے فرمایا: یہ درست نہیں ہے کہ آپ منبر کو اُس جگہ سے ہٹا دیں جس جگہ اسے نبی اکرم نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے رکھا تھا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے عصا مبارک کو بھی مدینہ سے جدا کرنا ٹھیک نہیں۔ اس التجا پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا ارادہ ترک فرمادیا''۔(البداية والنهاية ج ٥ ص ٥٣٤)

(فیضانِ امیر معاویہ ص ٦٦،٦٧)

اگر کسی شخص کے سر میں دماغ شریف موجود ہو تو وہ انصاف سے بتلائے کہ یہ کیسا عشق ہے کہ مدینہ معظمہ پر شام کو اور مسجد نبوی ﷺ پر مسجد دمشق کو ترجیح دی جائے؟ اگر امیر اہل سنت اور اُن کے مریدین بھی اس جرأت کو عشق سمجھتے ہیں تو پھر خدا ہی حافظ ہے۔ مدنی دیوانو! یہ عشق نہیں بلکہ ایسی ناپاک جسارت تھی کہ اُس کی نحوست کی وجہ سے روشن دن تاریک شب میں بدل گیا تھا۔ چنانچہ امیر اہل سنت خود ہی پہلے لکھ چکے ہیں کہ:

''نبی اکرم رحمتِ دو عالم ﷺ مسجد نبوی میں ایک ستون سے ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔ پھر ے سنِ ہجری میں خطبے کے لیے مسجد نبوی میں لکڑی کا منبر رکھا گیا (تاکہ پیارے آقا ﷺ اس پر تشریف فرما ہو کر خطبہ ارشاد فرمائیں)۔ حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چاہا کہ اس منبر کو تبرکاً ملک شام لے جائیں۔ چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اس منبر کو اس کی جگہ سے ہٹایا تو اچانک سارے شہر میں ایسا اندھیرا چھا گیا کہ دن میں تارے نظر آنے لگے۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارادہ ترک فرمادیا''۔[مدارج النبوۃ ج ۲ ص ٣٢٦]

(فیضانِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ص ٦٣)

ذرا سوچ کر بتایئے کہ دن کا ایسا تاریک ہو جانا کہ تارے نظر آنے لگ گئے تھے، اس تاریکی کا سبب ظلم و فسق تھا یا محبت و عشق؟

Presented by Ziaraat.com

تاریخ کیوں پیاری لگنے لگی؟

واضح رہے کہ یہ واقعہ امیر اہل سنت نے ''البدایة و النهایة'' کے حوالے سے نقل کیا ہے اور یہ حدیث نہیں بلکہ تاریخ ہے، اور منقول بھی واقدی سے ہے۔ موصوف اگرچہ اس نقل میں اپنے مطلوب میں کامیاب نہیں ہوسکے تاہم ان کی کارروائی سے اتنا تو ثابت ہوگیا کہ اگر انہیں ضرورت پڑے تو تاریخ کی کتابیں ان کے نزدیک قابل قبول ہو جاتی ہیں، ورنہ اُن کے نزدیک تاریخ کا کوئی اعتبار نہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنی اسی کتاب ''فیضان امیر معاویہ'' کے صفحہ نمبر ۲۰۲ پر تاریخ کے خلاف خوب بھڑاس نکالی ہے۔ یہ کیسا انصاف ہے کہ جب تاریخ کی کسی کتاب سے اپنے ممدوح کی کوئی شان نکلتی ہو، اگرچہ جھوٹی ہی سہی تو پھر وہ تاریخ کی کتاب معتبر ہو جائے اور جب اُسی ممدوح کی مذمت کا ذکر آجائے تو پھر تاریخ غیر معتبر ہو جاتی ہے؟

آقا علیہ السلام کے لگے ہوئے پرنالہ کی تعظیم

امیر اہل سنت کو معلوم ہونا چاہیئے کہ نبی کریم ﷺ سے منسوب یا آپ کی بنائی اور لگائی ہوئی کسی چیز کو بلا عذر اُس کے مقام سے ہٹانا عشق نہیں بلکہ حتی الامکان اُسے جوں کا توں اُس کے مقام پر اور اُسی حالت پر قائم رکھنا عشق ہے۔ موصوف کے نزدیک طلقاء کا عشق یہ ہے کہ وہ مسجد نبوی شریف میں نصب شدہ منبرِ نبوی ﷺ کو اکھاڑ کر شام لے جائیں، جبکہ سابقون اولون صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عشق یہ تھا کہ وہ عذر کے باوجود بھی حضور ﷺ کی نصب شدہ کسی چیز کو ہٹانا منافی تعظیم سمجھتے تھے۔ چنانچہ امام احمد اور دوسرے محدثین کرام سیدنا عبید اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اُنہوں نے بیان فرمایا:

> ''سیدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کا پرنالہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی گذرگاہ پر تھا۔ ایک مرتبہ وہ جمعہ کے دن لباس زیب تن فرما کر تشریف لے جا رہے تھے کہ اُن پر پرنالہ سے پانی گرا۔ اُس پانی میں خون کی آمیزش تھی، کیونکہ اُس دن سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے لیے چھت پر دو پرندے ذبح کیے گئے تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اُس پرنالے کو ہٹانے کا حکم دے دیا تو اُسے ہٹا دیا گیا۔ پھر وہ اپنے گھر واپس گئے اور دوسرے کپڑے زیب تن کر کے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ سیدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ اُن کے ہاں تشریف لائے اور فرمایا: خدا کی قسم اُس مقام پر رسول اللہ ﷺ نے خود پرنالہ نصب کیا تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں آپ سے پرزور التجا کرتا ہوں کہ آپ مجھ

Presented by Ziaraat.com

پر سوار ہو کر وہ پرنالہ دوبارہ لگائیں تو سیدنا عباس ﷺ نے ایسے ہی کیا"۔

(مسند أحمد بتحقيق أحمد شاكر ج۲ ص ۳۹۷ حديث ۱۷۹۰؛ الطبقات الكبرى لابن سعد ج٤ ص ۱۸، ۱۹؛ المستدرك قديم ج۳ ص ۳۳۱، ۳۳۲؛ سير أعلام النبلاء ج۲ ص ۹٦؛ محض الصواب في مناقب عمر بن الخطاب، لابن المبرد حنبلي ص ۵۹۲)

خود ہی موازنہ کر لیجئے کہ عشق، تعظیم اور محبت یہ ہے یا وہ تھی؟

امیر اہل سنت کی بددیانتی

بعض طلقاء کے عشق میں امیر اہل سنت نے جو حکایت نقل کی ہے اس میں اُنہوں نے بدترین خیانت کی ہے۔ میں نے بدترین اس لیے کہا ہے کہ موصوف نے اپنے مطلوب کے مطابق اِس حکایت میں ایک ایسے لفظ کا اضافہ کیا ہے جس نے مضمون کو یکسر بدل کر رکھ دیا ہے، اور وہ "تبرُّکاً" کا لفظ ہے۔ انہوں نے یہ حکایت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مدارج النبوۃ فارسی سے نقل کی ہے، اور اُس میں لفظ "تبرُّکاً" یا اُس کا ہم معنیٰ ایسا کوئی لفظ نہیں جس سے اس حکایت کو وہ رنگ دیا جا سکے جو موصوف نے دینے کی کوشش کی ہے۔ موصوف نے منبر کو منتقل کرنے کی وجہ عشق و محبت اور حصولِ تبرک بیان کی ہے لیکن امیر شام کی نیت میں یہ بات نہیں تھی۔ وہ منبر کو کیوں اکھیڑ رہے تھے؟ آیئے! خود اُن سے ہی معلوم کر لیتے ہیں۔ شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

پس معاویہ ازیں خیال محال برگشت وپشیمان شد. واعتذار آنرا باصحاب گفت که مقصد من تفحص وتفقد آن بود تا اورا زمین نخورده باشد۔

"پس معاویہ اِس محال خیال سے باز آ گئے اور شرمندہ ہوئے، اور صحابہ کو اس کا عذر یہ بیان کیا کہ اس کو اُکھیڑنے اور ٹٹولنے کا مقصد یہ تھا کہ اس کو زمین نے نہ کھا لیا ہو"۔

(مدارج النبوة فارسي ج۲ ص ۳۲۷)

خدا جانے کہ یہ بھی بیانِ حقیقت تھا یا "النُّكْتَةُ بَعْدَ الْوُقُوعِ" تھا، بہرحال بقولِ امیرِ شام منبر شریف کو اُکھاڑنے کا سبب وہ تھا جو خود اُنہوں نے بیان کیا، لہٰذا امیر اہل سنت کو چاہیئے کہ وہ اُن کے قول پر اعتماد کریں، اُنہیں جھٹلانے سے باز رہیں اور شاہ سے زیادہ شاہ کے وفادار بننے کی کوشش نہ کریں۔

Presented by Ziaraat.com

امیر اہل سنت کی اطلاع کے لیے عرض

امیر اہل سنت سے مجھ غریب اہل سنت کی گزارش ہے کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ایسے مواد کی توقع نہ کریں جس سے اُن کا رانجھا راضی ہو سکے، کیونکہ وہ امام بخاری کے شیخ امام اسحاق بن راھویہ کے اِس مشہور قول پر اعتماد فرماتے تھے کہ ''معاویہ کی شان میں کوئی حدیث نبوی نہیں ہے''۔ چنانچہ اُنہوں نے اس قول کو اپنی چار کتابوں میں بلانکیر درج کیا ہے، جیسا کہ ہم اس سے قبل اُن کی چاروں کتابوں کا حوالہ دے چکے ہیں۔ نیز اُنہوں نے اپنی کتاب ''ما ثبت بالسنة في أيام السنة'' جس کا ترجمہ علماء دیوبند نے ''مومن کے ماہ وسال'' کے نام سے کیا ہے، میں امیر شام کی بلانکیر کذب بیانی نقل کی ہے اور کسی تاویل کا سہارا نہیں لیا۔ اِس حقیقت کا ذکر آئندہ صفحات میں ''یزید کی بیعت اتنا آسان؟'' عنوان کے تحت آ رہا ہے۔

علامہ جلالی اور موضوع احادیث

قارئین کرام امیر اہل سنت کی کتاب ''فیضان امیر معاویہ'' میں ابھی کافی ایسا مواد موجود ہے جس کی تحقیق کی جائے تو ساری ملمع کاری واضح ہو جائے گی، لیکن ہم اس تحقیق کو کسی اور وقت کے لیے مؤخر کرتے ہوئے علامہ جلالی صاحب کی بیان کردہ موضوع و باطل روایات کی تحقیق کی طرف آتے ہیں۔

وَمُعَاوِيَةُ حَلْقَتُهَا

علامہ جلالی صاحب نے 2013ء میں ''شان امیر معاویہ سیمینار'' میں دیگر موضوع روایات کے ساتھ ساتھ حسبِ ذیل روایت بھی بیان کی ہے:

أَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا وَمُعَاوِيَةُ حَلْقَتُهَا.

''میں علم کا شہر ہوں، علی اُس کا دروازہ ہیں اور معاویہ اُس دروازے کی کُنڈی ہیں''۔

(فردوس الأخبار ج۱ ص۷۷، حديث ۱۱۱؛ الفردوس بماثور الخطاب ج۱ ص٤٤ حديث ۱۰٦)

واہ! واہ! بابِ علم پر عجیب کنڈی لگانے کی کوشش کی گئی۔ حدیث گھڑنے والے بدبخت نے اس موقع پر یہ بیان نہیں کیا کہ اِس کنڈی پر تالا بھی لگتا تھا یا نہیں اور یہ کہ دروازہ جب مفتوح ہوتا تو کنڈی کھول کر ہوتا یا توڑ کر؟ کنز العلماء صاحب! ذرا اس روایت کی کوئی سند ہی تلاش کی ہوتی! ہر چند کہ ''فردوس الأخبار'' میں صحیح یا

Presented by Ziaraat.com

موضوع کسی بھی حدیث کے ساتھ سند مذکور نہیں ہے، لیکن عالم کہلانے والے لوگ بھی اگر ایسی کتابوں کی حیثیت سے بے خبر ہوں تو پھر اُن میں اور حاطب اللیل قسم کے واعظین وخطباء میں کیا فرق ہوا؟ بڑے بڑے القاب والے لوگ اگر ایسی کتابوں کی حیثیت سے بے خبر ہیں تو مقام افسوس ہے، اور اگر باخبر ہیں اور پھر بھی متابع اور شواہد کے بغیر یہ بے سند اور موضوع روایت ٹھوک ماری ہے تو دین وایمان کا خدا ہی حافظ ہے۔

فردوس الأخبار للديلمي کی حیثیت

ہر چند کہ امام دیلمی حافظ الحدیث اور صالح آدمی تھے لیکن اُنہوں نے اپنی اِس کتاب میں ایسا حدیثی مواد یکجا جمع کیا جس کا اکثر حصہ فقط اُن ہی کے پاس تھا، اور اکثر محدثین ایسا اس لیے کرتے تھے کہ اُن کے پاس جو اور جیسا مواد موجود ہے وہ جوں کا توں محفوظ ہو جائے۔ آگے ذمہ داری علماء کی ہوتی کہ وہ کتب اصول حدیث اور اسماء الرجال کی مدد سے کسی بھی حدیث کو تحقیق کے بعد قبول کریں یا مسترد کر دیں، اس سے مصنف بری الذمہ ہو جاتا ہے اور ساری ذمہ داری کتاب کے قاری پر آ جاتی ہے۔ اس کو یوں سمجھئے جیسے کوئی شخص مفید وغیر مفید اشیاء کا ڈھیر لگا کر اذنِ عام دے دے کہ اس ڈھیر سے جس کو جو مفید شے ملے وہ لے جائے۔ اب اگر اُس ڈھیر سے کوئی شخص غیر مفید چیز اٹھا کر چلتا بنے تو یہ اُس کی نگاہ وعقل کا قصور سمجھا جائے گا، ڈھیر لگانے والے کا نہیں۔ امام دیلمی نے بھی اسی مقصد کو مدنظر رکھتے ہوئے دستیاب مواد کو یکجا جمع کر دیا تھا۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ ناقدین نے اُن کے بارے میں اور اُن کے جمع کردہ مواد کے بارے میں کیا کہا ہے؟ امام ذہبی لکھتے ہیں:

قُلْتُ: هُوَ مُتَوَسِّطُ الْحِفْظِ ، وَغَيْرُهُ أَتْقَنُ مِنْهُ.

''وہ درمیانہ حفظ والے تھے اور دوسرے محدثین اُن سے زیادہ ماہر تھے''۔

(سير أعلام النبلاء ج۱۹ ص ۲۹۵)

اِن الفاظ میں ایک لحاظ سے اُن کے اتقان کی کمزوری بلکہ نفی کی طرف اشارہ ہے، چنانچہ امام ذہبی اپنی دوسری کتاب میں لکھتے ہیں:

هُوَ مُتَوَسِّطُ الْمَعْرِفَةِ وَلَيْسَ هُوَ بِالْمُتْقِنِ.

''وہ درمیانی معرفت والے تھے اور ماہر نہیں تھے''۔

(تاريخ الإسلام للذهبي ج ۳۵ ص ۲۲۰)

Presented by Ziaraat.com

اہل لغت نے لفظ ''اِتـقان'' کا معنیٰ کیا ہے ''الإِحْـكَـامُ لِلْأَشْيَاءِ'' (تمام چیزوں کو حکمت سے کرنا) اور ''مُتْقِن'' کا معنیٰ ''حَاذِق'' (ماہر) کیا گیا ہے، جبکہ لفظ ''حاذق'' کا مصدر ''حِذَاقَة'' ہے۔ امام ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

الْحَذَاقَةُ: الْمَهَارَةُ فِيْ كُلِّ عَمَلٍ.

''ہر کام میں مہارت کا ہونا حذاقت ہے''۔

(لسان العرب ج۳ ص ۹٤)

یعنی کوئی شخص کسی کام کو خوبی اور مہارت سے کرے تو وہ اُس کام میں ''مُتْـقِن'' اور ''حَـاذِق'' (ماہر) مانا جاتا ہے۔ امام دیلمی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر محدث ہونے کے حوالے سے کیا گیا ہے اور چونکہ وہ علم حدیث میں ''مُتْـقِـن'' (ماہر) نہیں تھے اس لیے اُن کے اس کام میں خامیاں اور کمزوریاں پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ محدث ابن الصلاح اُن کے اس کام (مجموعہ حدیث) کے متعلق کہتے ہیں:

فَإِنَّ صَاحِبَ كِتَابِ الْفِرْدَوْسِ جَمَعَ فِيْهِ بَيْنَ الصَّحِيْحِ وَالسَّقِيْمِ ، وَبَلَغَ بِهِ الِانْحِلَالُ إِلَى أَنْ أَخْرَجَ أَشْيَاءَ مِنَ الْمَوْضُوْعِ.

''کتاب الفردوس کے مصنف نے اپنی کتاب میں صحیح و سقیم کو جمع کر دیا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ بہت سی موضوع احادیث بھی درج کر دیں''۔

(فتاوی ومسائل ابن الصلاح ،ص ۱۷۲)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں:

حافظ یحییٰ بن مندہ در حق او گفتہ کہ جوانے زیرک وحسن خلق در مذہب سنت متصلب ست، واز اعتزال دور، مرد کم گو ودلیر اما در اتقان معرفت وعلم او قصور است. در صحیح وسقیم تمیز نمی کند ولہذا دریں کتاب او موضوعات وواہیات تودہ تودہ مندرج۔

''حافظ یحییٰ بن مندہ ان کے یہ اوصاف بیان کرتے ہیں کہ وہ نہایت شکیل جوان، خلیق اور مذہب سنت میں متصلب (سخت)، اعتزال سے دور، کم گو اور دل کے دلیر تھے، مگر اُن کے

Presented by Ziaraat.com

اتقان، معرفت اور علم میں کچھ قصور تھا، وہ سقیم اور صحیح حدیث میں امتیاز نہیں کر سکتے تھے، اسی لیے
ان کی اس کتاب میں کثرت سے موضوعات اور واہیات (کمزور روایات) درج ہیں"۔

(بستان المحدثین، مع ترجمہ ص١٦٢)

سوچ کر بتلایئے کہ جن حضرات نے امام دیلمی اور اُن کی کتاب کے بارے میں یہ تبصرہ کیا ہے، اُن کا مقصد کیا ہے، کیا اُن کا مقصود محض اُن کی غیبت ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں! بلکہ اُن کا مقصد یہ ہے کہ اُن کی کتاب سے استفادہ کرنے والے شخص پر احتیاط لازم ہے، لیکن افسوس کہ ہمارے دور میں کنز العلماء کہلانے والے لوگوں نے جب اِس کتاب سے استفادہ کیا تو بصر و بصیرت دونوں کو خیر باد کہہ دیا۔ "حُبُّکَ الشَّيْءَ يُعْمِيْ وَيُصِمُّ"

بلا سند حدیث کی حیثیت؟

جب امام دیلمی کی کتاب "فردوس الأخبار" کی یہ حیثیت ہے تو پھر سوچئے کہ اُس سے حدیث لینے میں کس قدر احتیاط لازم ہے، مزید برآں یہ کہ جب اُس میں صحیح اور غیر صحیح تمام روایات ہیں ہی بلا سند تو پھر معمولی احتیاط کی نہیں بلکہ شدید احتیاط کی ضرورت ہے، کیونکہ غیر معتبر کتب سے سند کے بغیر بیان کردہ حدیث کی کوئی حیثیت نہیں مانی گئی۔ چنانچہ امام سمعانی لکھتے ہیں:

فَإِنَّ الْأَخْبَارَ إِذَا تَعَرَّتْ عَنْ وُجُوْدِ الإِسْنَادِ فِيهَا كَانَتْ بَتْرًا.

"جب احادیث سند سے خالی ہوں تو وہ دُم بریدہ ہیں"۔

(أدب الإملاء والاستملاء ص١٢)

امیر المومنین فی الحدیث حضرت شعبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

كُلُّ حَدِيْثٍ لَيْسَ فِيْهِ حَدَّثَنَا أَوْ أَخْبَرَنَا فَهُوَ خَلٌّ وَبَقْلٌ.

"ہر ایسی حدیث جس میں "حَدَّثَنَا" یا "أَخْبَرَنَا" نہ ہو تو وہ کُترے ہوئے گھاس کی طرح بیکار ہے"۔

(أدب الإملاء والاستملاء ص١٣؛ المدخل في أصول الحديث للحاكم ص١٧؛ الكامل في ضعفاء الرجال ج١ ص١٠٧؛ الإسناد من الدين لأبي غدة ص٢٠)

کنز العلماء نے جو روایت بیان کی ہے، اوّلاً تو وہ دیلمی ایسے غیر ماہر محدث کی غیر معتبر کتاب سے ہے اور ثانیاً بے سند بھی ہے، لہٰذا خود فیصلہ فرمایئے کہ اس روایت کو دم بریدہ کہا جائے، کُترے ہوئے گھاس کی طرح بیکار

Presented by Ziaraat.com

کہا جائے یا کوئی اور نام دیا جائے؟

بے سند حدیث بیان کرنے کا ضابطہ

علماءِ اصولِ حدیث نے ضابطہ طے کیا ہے کہ جب کوئی ایسی روایت بیان کرنی پڑ جائے جو ضعیف اور بے سند ہو تو براہ راست اُس کی نسبت حضور ﷺ کی طرف کرنا جائز نہیں۔ چنانچہ امام ابن الصلاح لکھتے ہیں:

إِذَا أَرَدْتَ رِوَايَةَ الْحَدِيْثِ الضَّعِيفِ بِغَيْرِ إِسْنَادٍ فَلَا تَقُلْ فِيهِ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كَذَا وَكَذَا، وَمَا أَشْبَهَ مِنَ الْأَلْفَاظِ الْجَازِمَةِ بِأَنَّهُ ﷺ قَالَ ذٰلِكَ، وَإِنَّمَا تَقُوْلُ فِيهِ: رُوِيَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ كَذَا وَكَذَا، أَوْ بَلَغَنَا عَنْهُ كَذَا كَذَا، أَوْ وَرَدَ عَنْهُ، أَوْ جَاءَ عَنْهُ، أَوْ رَوٰى بَعْضُهُمْ، وَمَا أَشْبَهَ ذٰلِكَ.

''جب تم بلاسند ضعیف حدیث روایت کرنا چاہو تو یوں نہ کہو کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا ایسا فرمایا اور نہ ہی اس جیسے دوسرے یقینی الفاظ استعمال کیا کرو کہ رسول اللہ ﷺ نے ہی یہ فرمایا ہے۔ ایسی حدیث کے بارے میں تم یوں کہا کرو کہ رسول اللہ ﷺ سے اِس اِس طرح روایت کیا گیا، یا ہمیں اس اس طرح روایت پہنچی، یا آپ سے اس طرح منقول ہوا یا بعض نے اس طرح روایت کیا اور اس جیسے دوسرے الفاظ استعمال کیا کرو''۔

(معرفة أنواع علم الحديث، بتحقيق الفحل، ص ۲۱۱)

لیکن فاضل بغداد کنز العلماء نے تمام ضوابط کو بالائے طاق رکھتے ہوئے فقط ضعیف اور بے سند ہی نہیں بلکہ موضوع اور جعلی روایت کو واضح اور صریح الفاظ میں فرمانِ مصطفیٰ ﷺ بنا ڈالا۔ **إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ.**

اکلوتی کتاب سے حدیث

اس روایت کے موضوع و مردود ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ امام دیلمی اس کو لانے میں تنہا ہیں، اُن کی کتاب کے علاوہ امہات الکتب میں سے کسی بھی معتبر کتاب میں اس حدیث کا کوئی سراغ نہیں ملتا، اور علماء اصول حدیث نے واضح کیا ہے کہ جو کوئی شخص ایسی حدیث لائے جو اُس کے علاوہ دوسروں کے پاس نہ ہو تو وہ قبول نہیں کی جائے گی۔ چنانچہ امام ابن الصلاح لکھتے ہیں:

قَالَ الْبَيْهَقِيُّ: فَمَنْ جَاءَ الْيَوْمَ بِحَدِيْثٍ لَا يُوْجَدُ عِنْدَ جَمِيْعِهِمْ لَمْ يُقْبَلْ مِنْهُ.

Presented by Ziaraat.com

''امام بیہقی فرماتے ہیں: پس آج کوئی شخص کوئی ایسی حدیث لائے جو دوسرے تمام محدثین کے پاس نہ پائی جائے تو وہ اُس سے قبول نہیں کی جائے گی''۔

(علوم الحديث ،بتحقيق نور الدين عتر ص ۱۲۱ ،وط: ص ۲٤۱؛التقييد والإيضاح للعراقي ج۱ ص ۱۳۳؛الشذ الفياح للأبناسي ص۲٦٦؛الوضع في الحديث ج۱ ص۳۰٦)

ذرا شمار کیجئے کہ جلالی صاحب کی بیان کردہ اس روایت میں کتنے سقم جمع ہو گئے:

۱۔ ''فردوس الأخبار'' کے مصنف کا غیر ماہر ہونا

۲۔ کتاب ''فردوس الأخبار'' کا غیر معتبر ہونا

۳۔ اس میں سقیم و موضوع روایات کا بکثرت ہونا

۴۔ اس کی احادیث کا بے سند ہونا

۵۔ اور خصوصاً زیر بحث روایت میں امام دیلمی کا منفرد ہونا

یہ پانچ سقم ہیں، اِن میں سے کوئی ایک سقم بھی ہو تو تحقیق لازم ہوتی ہے، لیکن افسوس کہ پانچ سقم ہونے کے باوجود جلالی صاحب نے آنکھیں بند کر کے یہ موضوع روایت بڑے فاتحانہ انداز میں اور انتہائی طمطراق کے ساتھ بیان کر ڈالی۔ فیا للأسف!

''أَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ'' پر مردود اضافہ

سیدنا علی المرتضیٰ ﷺ کی شان میں وارد ہونے والی مشہور حدیث'' أَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا'' پر ماضی بعید میں بھی بعض واعظین نے کچھ ہستیوں کے اسماء مبارکہ کا اضافہ کیا تھا تو اُس دور کے سامعین نے اُن سے اُسی وقت سند کا مطالبہ کیا تھا تو اُس کذاب خطیب کو جان چھڑانا مشکل ہو گیا تھا۔ اُس خطیب کا نام اسماعیل بن علی بن مثنی استراباذی الواعظ ہے، وہ ۴۴۸ھ میں مرا تھا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اس کے حالات میں لکھتے ہیں:

''غیث بن علی الصوری بیان کرتے ہیں کہ ہمیں سہل بن بشر نے اپنے الفاظ میں کئی بار بیان کیا کہ اسماعیل دمشق میں وعظ کرتا تھا: ایک مرتبہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر اس سے حدیث ''أَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا'' کے متعلق دریافت کیا تو وہ کہنے لگا:

Presented by Ziaraat.com

هٰذَا مُخْتَصَرٌ، وَ إِنَّمَا هُوَ: "أَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَ أَبُوْبَكْرٍ أَسَاسُهَا، وَعُمَرُ حِيْطَانُهَا، وَعُثْمَانُ سَقْفُهَا، وَعَلِيٌّ بَابُهَا. قَالَ: فَسَأَلُوهُ أَنْ يُخْرِجَ لَهُمْ إِسْنَادَهُ فَوَعَدَهُمْ بِهِ.

''یہ مختصر ہے اور پوری یوں ہے: میں علم کا شہر ہوں اور ابوبکر اس کی بنیاد ہے، اور عمر اس کی دیواریں ہے، اور عثمان اس کی چھت ہے اور علی اس کا دروازہ ہے۔ سہل کہتے ہیں: لوگوں نے اس سے سند کا مطالبہ کیا تو اس نے ان سے وعدہ کیا''۔

(لسان المیزان ج۱ ص ۶۵۲، رقم الترجمۃ ۱۳۳۲، وط: ج۲ ص ۱۵۲، رقم الترجمۃ ۳۱۲۰۶)

حافظ ابن عساکر نے بھی یہ واقعہ بیان کیا ہے۔

(تاریخ دمشق ج۹ ص ۲۰)

جھوٹے شخص کا کیا وعدہ؟ پھر وہ فقط جھوٹا ہی نہیں تھا بلکہ کذاب ابن الکذاب تھا۔ چنانچہ امام ابن السمعانی لکھتے ہیں:

كَانَ يُقَالُ لَهُ كَذَّابُ ابْنُ كَذَّابٍ.

''اس کو جھوٹا جھوٹے کا بیٹا کہا جاتا تھا''۔

حافظ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''عبدالعزیز نخشبی، شافع بن ابوعوانہ، ابوسعد بن ابوبکر الاسماعیلی، امام حاکم، امام سلمی اور ابوالفضل الخزاعی اور دوسرے حضرات فرماتے ہیں: یہ قصے بیان کرتا تھا اور جھوٹ بولتا تھا، اور اس کے چہرے پر متقین والی علامت نہیں تھی۔ نخشبی فرماتے ہیں: میں ابونصر عبید اللہ بن سعد سجزی کے پاس مکۃ المکرمۃ میں حاضر ہوا تو اس کے متعلق پوچھا: انہوں نے فرمایا: وہ جھوٹا جھوٹے کا بیٹا ہے، نہ اس سے حدیث لی جاتی ہے اور نہ ہی اس کی کوئی عزت ہے۔ میں نے اس کی اور اس کے باپ کی احادیث کی تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ وہ من گھڑت متنوں کو صحیح سندوں پر چڑھا دیتا ہے''۔

(لسان المیزان ج۱ ص ۶۵۲، وط: ج۲ ص ۱۵۲)

امام ذہبی لکھتے ہیں:

Presented by Ziaraat.com

قَالَ ابْنُ طَاهِرٍ : مَزَّقُوْا حَدِيْثَهُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِبَيْتِ الْمَقْدِسِ.

''ابن طاہر نے بیان کیا: لوگوں نے اس کے روبرو بیت المقدس کے اندر اس کی (جھوٹی) حدیثیں پھاڑ ڈالی تھیں''۔

(میزان الاعتدال ج۱ ص۳۹۸ رقم۱۳۳۱؛ لسان المیزان ج۱ ص۶۵۱، وط: ج۲ ص ۱۵۱)

امام ابن عساکر نے بھی اِس واقعہ کو اپنی سند کے ساتھ بیت المقدس کے امام سعد الرھاوی سے نقل کیا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں:

لَمَّا ظَهَرَ لِأَصْحَابِنَا كِذْبُ إِسْمَاعِيْلَ بْنَ الْمُثَنّٰى ،أَحْضَرُوْا جَمِيْعَ مَا كَتَبُوْا عَنْهُ وَشَقَّقُوْا وَرَمَوْا بِهِ بَيْنَ يَدَيْهِ.

''جب ہمارے ساتھیوں پر اسماعیل بن مثنیٰ کا جھوٹ عیاں ہوا تو اُنہوں نے جو کچھ اُس سے لکھا تھا سارے کا سارے لے آئے اور اُس کو پھاڑ کر اُس کے آگے پھینک دیا''۔

(تاریخ دمشق ج۹ ص ۲۰)

مذکورہ اضافہ کی وضعیت پر دلائل

''أَبُوْبَكْرٍ أَسَاسُهَا الخ'' کے اضافہ کے مردود، موضوع اور باطل ہونے کے مزید دلائل یہ ہیں

۱۔ سب سے اہم دلیل یہ ہے کہ اِس کی کوئی سند نہیں ہے، اور آپ پر اس سے قبل ''وَمُعَاوِيَةُ حَلْقَتُهَا'' کی تردید میں بلا سند حدیث کا حکم اور اُس کی قباحت واضح ہو چکی ہے۔

۲۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ محدثین کرام نے فرمایا ہے: اِس کے الفاظ میں رکاکت ہے۔ چنانچہ امام سخاوی نے حدیث ''أَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا'' کو ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے کے بعد متعدد اور احادیث بھی ذکر فرمائی ہیں اور اُن میں یہی حدیث ''أَبُوْبَكْرٍ أَسَاسُهَا'' اور پھر ''وَمُعَاوِيَةُ حَلْقَتُهَا'' کو بھی ذکر کیا ہے اور آخر میں لکھا ہے:

وَبِالْجُمْلَةِ فَكُلُّهَا ضَعِيْفَةٌ ، وَأَلْفَاظُ أَكْثَرِهَا رَكِيْكَةٌ ، وَأَحْسَنُهَا حَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ ، بَلْ هُوَ حَسَنٌ.

''خلاصہ یہ ہے کہ یہ تمام کی تمام ضعیف ہے اور ان کے اکثر کے رکیک ہیں، اور اِن

Presented by Ziaraat.com

سب سے حسین حدیثِ ابن عباس ہے بلکہ وہ حسن ہی ہے''۔

(المقاصد الحسنة في بيان كثير من الأحاديث المشتهرة على الألسنة ص ١٧٠)

شیخ عجلونی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

(كشف الخفاء ومزيل الإلباس ج١ ص١٨٥)

واضح رہے کہ امام سخاوی کی عبارت میں ''فَكُلُّهَا ضَعِيفَةٌ'' سے ضعفِ اصطلاحی مراد نہیں بلکہ یہ الفاظ اِن احادیثِ موضوعہ کو مسترد کرنے کے معنیٰ میں ہیں، ورنہ بے سند حدیث پر کوئی حکم کیسا؟ بہر حال یہ حدیث موضوع و باطل ہی ہے، جیسا کہ امام ذہبی اور حافظ عسقلانی نے تصریح فرمائی ہے۔ امام سخاوی نے بھی اپنے شیخ کی تائید فرمائی ہے، اُنہوں نے اِس حدیث کے الفاظ میں ''رکاکۃ'' سے اسی طرف اشارہ فرمایا ہے، چونکہ الفاظ کی ''رکاکۃ'' کو محدثین کرام نے موضوع حدیث کی علامات میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ بشمول امام سخاوی متعدد علماء کرام نے لکھا ہے و اللفظ للنووي:

فَقَدْ وُضِعَتْ أَحَادِيثُ يَشْهَدُ بِوَضْعِهَا رِكَاكَةُ لَفْظِهَا وَمَعَانِيهَا.

''پس بہت سی احادیث وضع کی گئیں جن کے موضوع ہونے پر اُن کے الفاظ اور معانی کا رکیک ہونا گواہی دیتا ہے''۔

(التقريب والتيسير للنووي ص٤٦؛ معرفة أنواع علوم الحديث لابن الصلاح ص٢٠٣؛ فتح المغيث للسخاوي ج٢ ص١٢٧؛ تدريب الراوي ج١ ص٣٢٤،٣٢٥)

اس حدیث ''أَبُوبَكْرٍ أَسَاسُهَا'' میں لفظی اور معنوی رکاکت یہ ہے کہ حدیث گھڑنے والے خبیث کو محسوس ہی نہیں ہوسکا کہ اُس کی کھوپڑی سے نکل کیا رہا ہے۔ دروغ گورا حافظہ نباشد، اُس احمق نے مدینۃ العلم (شہرِ علم) ﷺ کی اساس (بنیاد) سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بنا دیا ہے، حالانکہ کوئی اُمتی اپنے نبی کی اساس نہیں ہوسکتا۔ ذرا غور کیجئے کہ عنادِ مرتضوی کی وجہ سے وہ شخص کتنی بڑی گمراہی میں مبتلا ہوگیا؟ نہ معلوم اعداءِ علی المرتضیٰ علیہ السلام کو گمراہی کی مزید کتنی وادیوں میں بھٹکنا ہوگا؟

۳۔ اِس حدیث کے موضوع ہونے کے مزید دلائل میں تیسری دلیل یہ ہے کہ اس کو بیان کرنے والا شخص واعظ تھا اور واعظین اپنے وعظ میں نئی باتیں بیان کرنے کے شوق اور سامعین سے داد لینے کے ذوق میں ہر طرح کا رطب و یابس جمع کر دیتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ علماء اسماء الرجال جب حدیث میں کسی شخص کا غیر معتبر ہونا بیان

Presented by Ziaraat.com

کرتے ہیں تو اُس کے نام ساتھ جس طرح "الصوفي" اور "القاص" کے لفظ کو نمایاں کرتے ہیں اسی طرح اگر وہ مقرر و مبلغ ہو تو لفظ "الواعظ" کی بھی صراحت کرتے ہیں۔ اس حدیث کو بیان کرنے والے شخص "إسماعيل بن علي بن حسين بن بندار بن المثنى أبو سعد الأستراباذي الواعظ" کے نام کے ساتھ بھی لفظ واعظ کو آخر میں واضح کرنے میں یہی حکمت ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جب اس حدیث پر وہ اضافہ مردود و موضوع قرار دے دیا گیا جو خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی شان میں گھڑا گیا تھا تو پھر بعض طلقاء کے بارے میں ایسا اضافہ کیونکر قبول ہو سکتا ہے؟

افسوس کہ جلالی صاحب کے منعقدہ سیمینار کے شرکاء میں یہ ہمت نہیں تھی کہ اُن سے اُسی وقت سند کا مطالبہ کرتے اور اس روایت کی حیثیت دریافت کرنے کی کوشش کرتے۔ اگرچہ ویڈیو ریکارڈ میں اِس روایت کو سنتے ہی بعض حضرات کا ہاتھ قلم کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا جا سکتا ہے مگر زبان کو وہ بھی حرکت میں نہیں لا سکے، شاید اس لیے کہ ایسے مواقع پر بعض لوگوں کو لٹھ کا خوف ہوتا ہے، لیکن حیرت ہے کہ مجلس میں موجود علماء بھی ایسی باطل روایات پر خاموش رہے۔ یقین فرمائیے! ایسی جھوٹی احادیث پر سیمینار میں شریک علماء یوں دم بخود تھے جیسا کہ کوئی کرپٹ حاکم اُدھار کھا کر امریکہ کے سامنے دم بخود ہوتا ہے۔

دیلمی کی روایات اور علامہ اقبالؒ

قارئین کرام! ہر دور میں ایسے نام نہاد کنز العلماء خطیب رہے ہیں، آپ حیران ہوں گے کہ مفکر اسلام علامہ ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں بھی ایسے خطباء تھے لیکن مفکر اسلام اُن سے بہت مایوس تھے۔ چنانچہ وہ سراپا شکوہ کناں ہو کر فرماتے ہیں ۔

واعظ دستاں زنِ افسانہ بند معنی او پست وحرفِ او بلند

(واعظ کا یہ حال ہے کہ وہ ہاتھ ہلا ہلا کر کہانیاں بیان کرتا ہے، اس کی تقریر میں معنویت پست اور لفاظی بلند ہوتی ہے)

از خطیب و دیلمی گفتارِ او با ضعیف وشاذ ومرسل کارِ او

(وہ اپنے وعظ میں خطیب اور دیلمی کے حوالے دیتا ہے، شاذ، ضعیف اور مرسل احادیث سے کام چلاتا ہے)

(اسرار و رموز ۱۲۳)

Presented by Ziaraat.com

ذرا تصور فرمایئے کہ جب ایوانِ اقبال میں ہی دیلمی سے یہ موضوع روایت بیان کی جا رہی ہوگی تو اُس وقت روحِ اقبال پر کیا گزر رہی ہوگی؟

کنز العلماء سے دوسری موضوع حدیث

کنز العلماء نے ایوانِ اقبال میں ایک اور ایسا علمی خزانہ بھی پیش کیا جس کو ہمارے تمام کے تمام ماہرین علمِ حدیث سختی سے مسترد کر چکے ہیں۔ اُنہوں نے جس کتاب سے اس روایت کو نقل کیا ہے محدثین کرام نے اُس کے مصنف کے بارے میں کہا ہے کہ اُس نے عمداً یہ موضوع حدیث ذکر کی ہے۔ اُس کا نام ابوعبداللہ حسین بن ابراہیم الجورقانی (بعض کے نزدیک: الجوزقانی) ہے، وہ لکھتا ہے:

أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَاهِرٍ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ سَعِيْدِ الْمَالِيْنِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَدِيٍّ الْحَافِظُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ حَفْصٍ الْوَكِيْلُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُرَيْحُ بْنُ يُوْنُسَ، قَالَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمُ ابْنُ بِشْرٍ، عَنْ يَسَارٍ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَا أَفْتَقِدُ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِيْ غَيْرَ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِيْ سُفْيَانَ، لَا أَرَاهُ ثَمَانِيْنَ عَامًا أَوْ سَبْعِيْنَ عَامًا، فَإِذَا كَانَ بَعْدَ ثَمَانِيْنَ عَامًا أَوْ سَبْعِيْنَ عَامًا، يَقْبَلُ إِلَيَّ عَلَىٰ نَاقَةٍ مِنَ الْمِسْكِ الْأَذْخَرِ حَشْوُهَا مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ، قَوَائِمُهَا مِنَ الزَّبَرْجَدِ، فَأَقُوْلُ: مُعَاوِيَةُ! فَيَقُوْلُ: لَبَّيْكَ يَا مُحَمَّدُ! فَأَقُوْلُ: أَيْنَ كُنْتَ مِنْ ثَمَانِيْنَ عَاماً؟ فَيَقُوْلُ: فِيْ رَوْضَةٍ تَحْتَ عَرْشِ رَبِّيْ، أُنَاجِيْهِ وَيُنَاجِيْنِيْ، وَأُحَيِّيْهِ وَيُحَيِّيْنِيْ، وَيَقُوْلُ: هٰذَا عِوَضٌ مَا كُنْتَ تُشْتَمُ فِيْ دَارِ الدُّنْيَا.

هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ حَسَنٌ.

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں (قیامت کے دن) معاویہ بن ابوسفیان کے علاوہ اپنے کسی صحابی کو غیر حاضر نہیں پاؤں گا، میں اُسے ۸۰ یا ۷۰ سال تک نہیں دیکھوں گا، پھر وہ ۸۰ یا ۷۰ برس بعد مشک اذخر کی اونٹنی پر بیٹھ کر میری طرف آئے گا جو رحمت الٰہی سے ڈھکی ہوئی ہوگی، اُس کے پاؤں زبرجد کے ہوں گے، تو میں کہوں گا:

Presented by Ziaraat.com

معاویہ! وہ عرض کرے گا: لبیک یا محمدؐ! میں کہوں گا: تم ۸۰ برس سے کہاں تھے؟ وہ عرض کرے گا:
اپنے رب کے عرش کے نیچے ایک باغ میں تھا، سو وہ مجھ سے سرگوشی کرتا تھا اور میں اُس سے، میں
اُس کی تعظیم کرتا تھا اور وہ مجھے عظمت دیتا تھا، اور اُس نے فرمایا: یہ اُس کے عوض ہے جو تمہیں دنیا
میں برا کہا جاتا تھا"۔

(الأباطيل والمناكير والصحاح والمشاهير ج۱ ص ۲۶۰، ۲۶۱، وط: ص ۱۲۵ حديث ۲۴۲)

اس سے قبل کہ اس حدیث کی سند پر کلام کیا جائے، یہ جاننا چاہیے کہ اگر معاویہ کو یہ اعزاز فقط اس لیے ملا کہ
اُنہیں دنیا میں برا کہا جاتا تھا تو ایسا اعزاز خلفاء اربعہ ؓ کو کیوں نہ ملا؟ کیا اُنہیں برا نہیں کہا گیا اور اب تک نہیں کہا
جاتا؟

جورقانی کی موضوع روایت پر کلام

ہم نے اس روایت کی سند کا ترجمہ نہیں کیا، وہ فقط نام ہیں لہٰذا اُن میں آپ خود غور فرمالیجیے۔ سند میں دوسرا
نام احمد بن علی بن ثابت (خطیب بغدادی) کا ہے۔ جس سند سے جورقانی نے اس روایت کو نقل کیا ہے، بعینہٖ یہی
سند خطیب بغدادی کی کتاب میں مذکور ہے۔ خطیب بغدادی نے اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے:

هٰذَا حَدِيثٌ بَاطِلٌ إِسْنَادًا وَّمَتْنًا، وَنَرَاهُ مِمَّا وَضَعَهُ الْوَكِيلُ، وَأَنَّ إِسْنَادَهُ رِجَالُهُ كُلُّهُمْ ثِقَاتٌ سِوَاهُ.

"یہ حدیث سند اور متن دونوں کے لحاظ سے باطل ہے، ہم سمجھتے ہیں کہ اس کو وکیل نے گھڑا ہے،
اس کے تمام راوی ثقہ ہیں ماسوا اس (وکیل) کے"۔

(تاريخ بغداد ج۹ ص ۴۴۹، وط: ج۹ ص ۴۵۵، ۴۵۶، وط: ج ۱۱ ص ۱۱۵)

خطیب کی عبارت میں وکیل سے مراد اس سند کا پانچواں راوی عبداللہ بن حفص ہے۔ خطیب بغدادی نے
اسی کو حدیث گھڑنے والا قرار دیا ہے اور اس کے علاوہ باقی راویوں کو ثقہ کہا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص
نے متن گھڑ کر اس سند پر چڑھا دیا ہے۔ ذرا غور فرما کر بتلایئے کہ جورقانی نے اس حدیث کے بارے میں خطیب
بغدادی کا حکم پڑھا اور جانا نہیں ہوگا؟ یقیناً پڑھا اور جانا ہوگا لیکن کیا کیجیے دفاع معاویہ کرنے والے بیچاروں کے
پاس جھوٹی روایات اور باطل تاویلات کے علاوہ ہے ہی کیا؟

Presented by Ziaraat.com

اس سند میں چوتھے راوی عبداللہ بن عدی الحافظ یعنی امام ابن عدی ہیں۔ اُنہوں نے براہ راست عبداللہ بن حفص الوکیل سے سنا ہے اور اُنہوں نے اس کے حالات میں اس روایت سے قبل یوں لکھا ہے:

شَيْخٌ ضَرِيْرٌ كَتَبْتُ عَنْهُ ، كَانَ يَسْرِقُ الْحَدِيْثَ وَ أَمْلىٰ عَلَيَّ مِنْ حِفْظِهٖ أَحَادِيْثَ مَوْضُوْعَةً ، وَلَا أَشُكُّ أَنَّهٗ هُوَ الَّذِيْ وَضَعَهَا.

''یہ اندھا شیخ تھا، میں نے اس سے حدیثیں لکھی ہیں، یہ حدیثیں چراتا تھا اور مجھے زبانی طور پر موضوع احادیث لکھواتا تھا اور مجھے کوئی شک نہیں کہ اُس نے ہی اُن احادیث کو گھڑا ہے''۔

پھر یہی روایت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

هٰذَا حَدِيْثٌ مَوْضُوْعٌ ، وَضَعَهٗ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ حَفْصٍ هٰذَا.

''یہ موضوع حدیث ہے، اس کو اسی عبداللہ بن حفص نے گھڑا ہے''۔

(الكامل في ضعفاء الرجال ج٥ ص٤٣٣، ٤٣٤)

امام ابن جوزی نے بھی ابن عدی اور خطیب بغدادی کا حکم نقل کر کے اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے۔

(الموضوعات لابن الجوزي ج٢ ص٢٣، وط: ج٢ ص٢٦٣)

امام سیوطی نے امام ابن الجوزی کی جرح کو نہ صرف یہ کہ مقرر رکھا ہے بلکہ ابن عساکر کے حوالے سے اس کو مزید مؤکد بھی کر دیا ہے۔

(اللآلي المصنوعة في الأحاديث الموضوعة ج١ ص٤٢٤)

ہمارے سامنے امام ابن عساکر کی جو مطبوع تاریخ دمشق موجود ہے اس میں دو سندوں سے یہ روایت مذکور ہے، پہلی سند پر امام ابن عدی اور خطیب بغدادی کی جرح کو مقرر رکھتے ہوئے اس روایت کو سنداً اور متناً باطل تسلیم کیا گیا ہے اور دوسری سند کے بعد کوئی تبصرہ موجود نہیں۔ امام سیوطی نے جو یہ الفاظ لکھے:

قَالَ ابْنُ عَسَاكِرَ: هٰذَا حَدِيْثٌ مُنْكَرٌ ، وَفِيْهِ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ الْمَجَاهِيْلِ.

''ابن عساکر نے کہا: یہ حدیث منکر ہے اور اس میں متعدد گمنام راوی ہیں''۔

(اللآلي المصنوعة في الأحاديث الموضوعة ج١ ص٤٢٤)

یہ الفاظ ہمارے سامنے ''تاريخ مدينة دمشق'' کے مطبوعہ نسخہ میں موجود نہیں ہیں، تاہم امام سیوطی کے نسخہ میں ان الفاظ کا ہونا بعید نہیں۔ امام ابن منظور افریقی نے ''تاريخ مدينة دمشق'' کی جو تلخیص فرمائی ہے اُس

Presented by Ziaraat.com

میں اُنہوں نے اس روایت کوذکر کرنے کے بعد لکھا ہے:

هٰذَا حَدِيْثٌ مَوْضُوْعٌ ، بَاطِلٌ إِسْنَادًا وَمَتْنًا.

''یہ حدیث گھڑی ہوئی ہے، سند اور متن دونوں کے لحاظ سے باطل ہے''۔

(مختصر تاریخ دمشق ج۲۵ ص۱۳)

عاشقانِ طلقاء کا ہم نوا ہونا

بتایئے! امام ابن عدی متوفی ۳۶۵ھ اور خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ نے جو اس حدیث کے موضوع ہونے اور اس کے راوی کے واضع ہونے کی تصریح کی ہے، کیا اس تصریح کو جورقانی متوفی ۵۴۳ھ نے نہیں پڑھا ہوگا؟ جب ان دونوں محدثین نے واضح طور پر لکھ دیا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے اور اس کو وضع کرنے (بنانے اور گھڑنے) والا عبداللہ بن حفص الوکیل ہے تو ثابت ہوا کہ جورقانی نے عمداً اس موضوع روایت کو بیان کیا ہے۔
چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کو''حسن'' کہنے کی وجہ سے جورقانی پر اظہار تعجب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قُلْتُ : وَالْعَجَبُ أَنَّ الْجَوْزَقَانِيُّ أَخْرَجَهُ مِنْ طَرِيْقِ ابْنِ عَدِيٍّ ، وَقَدْ قَالَ ابْنُ عَدِيٍّ بَعْدَ تَخْرِيْجِهِ : كَتَبْتُ عَنْهُ ، كَانَ يَسْرِقُ الْحَدِيْثَ وَ أَمْلىٰ عَلَيَّ مِنْ حِفْظِهِ أَحَادِيْثَ مَوْضُوْعَةً ، وَلَا أَشُكُّ أَنَّهُ هُوَ الَّذِيْ وَضَعَهَا.

''میں کہتا ہوں: تعجب ہے کہ جوزقانی نے اس حدیث کو امام ابن عدی کی سند سے بھی روایت کر دیا ہے، حالانکہ ابن عدی نے اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد کہا ہے: یہ حدیث موضوع ہے، اور اس کو اسی عبداللہ بن حفص نے وضع کیا (گھڑا) ہے، اُس نے اپنے حافظہ سے مجھے موضوع احادیث لکھوائیں، میں شک نہیں کرتا کہ اِس حدیث کو اُس نے ہی گھڑا ہے''۔

(لسان المیزان ج٤ ص٤٦٢)

جس طرح حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ جوزقانی کی کارروائی پر حیرت زدہ ہیں کہ وہ جس کتاب سے اِس حدیث کو نقل کر رہا ہے، اُس میں اِس حدیث کو غیر مبہم اور کھلے الفاظ میں موضوع کہا گیا ہے مگر اُس نے پھر بھی اپنا الو سیدھا کرنے کے لیے معاویہ کی شان میں یہ موضوع و باطل روایت ٹھوک دی ہے، اسی طرح راقم الحروف بھی حیران ہے کہ ہمارے دور میں بھی لوگ دانستہ ایسی موضوع احادیث کو چلا رہے ہیں۔ یوں لگتا ہے کہ شروع سے

Presented by Ziaraat.com

اب تک عاشقانِ معاویہ ہم مزاج وہم نوا ہیں، کیوں نہ ہوں جبکہ حدیث پاک میں ہے: "الْأَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُجَنَّدَةٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ".

کنز العلماء اور عمداً جھوٹی حدیث

جلالی صاحب نے بھی اس جعلی اور موضوع حدیث کو عمداً بیان کیا ہے، کیونکہ اُن کے ہاتھ میں "الأباطیل والمناکیر" کا جو نسخہ موجود تھا، اُس کے حاشیہ میں ان تمام کتب کا حوالہ موجود ہے جن سے ہم نے اس حدیث کا موضوع ہونا بیان کیا ہے۔ علاوہ ازیں جلالی صاحب کی میز پر تاریخ دمشق اور سیر أعلام النبلاء بھی موجود تھیں اور ان دونوں کتابوں میں اِس روایت کو موضوع و باطل قرار دیا گیا ہے لیکن اُنہوں نے ان دونوں کتابوں سے صرفِ نظر کرتے ہوئے کم عقل جورقانی کی کتاب کا رُخ کیا اور عمداً یہ موضوع روایت بیان کرڈالی۔ عمداً کسی موضوع حدیث کو بیان کرنے والے کے لیے جو وعید آئی ہے اُس سے علماء حق بے خبر نہیں ہوتے۔ بعض احادیث میں ہے کہ عمداً تو کجا کسی حدیث کے جھوٹ ہونے کا محض گمان ہو تو بھی شدید وبال ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ حَدَّثَ عَنِّيْ حَدِيْثًا وَهُوَ يَرٰى أَنَّهُ كَذِبٌ فَهُوَ أَحَدُ الْكَاذِبِيْنِ.

"جس شخص نے مجھ سے کوئی حدیث نقل کی درآنحالیکہ اُس نے سمجھا کہ وہ جھوٹی ہے تو وہ جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے"۔

(سنن الترمذي ج٤ ص٣٩٧ حديث٢٦٦٢؛ (سنن ابن ماجه ص١٩ حديث٣٨؛ مسند أبي داود للطيالسي ج٢ ص٦٩ حديث٧٢٥؛ صحيح مسلم [مقدمة] ص٤)

حافظ ابن حجر عسقلانی اور امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہما ایسے شخص کے بارے میں لکھتے ہیں:

وَكَفٰى بِهٰذِهِ الْجُمْلَةِ وَعِيْدًا شَدِيْدًا فِيْ حَقِّ مَنْ رَوَى الْحَدِيْثَ فَيَظُنُّ أَنَّهُ كَذِبٌ، فَضْلاً عَنْ أَنْ يَتَحَقَّقَ ذٰلِكَ وَلَا يُبَيِّنُهُ، لِأَنَّهُ ﷺ جَعَلَ الْمُحَدِّثَ بِذٰلِكَ مُشَارِكًا لِكَاذِبِهٖ فِيْ وَضْعِهٖ.

"اس جملے میں اُس شخص کے بارے میں کافی شدید وعید ہے جس نے کسی حدیث کو جھوٹ گمان کرنے کے باوجود بیان کردیا، چہ جائیکہ وہ شخص جس پر اُس کا جھوٹ ہونا عیاں ہو اور وہ اُس کا جھوٹ ہونا واضح نہ کرے، اس لیے کہ آپ ﷺ نے حدیث بیان کرنے والے

Presented by Ziaraat.com

کو کذب میں حدیث گھڑنے والے کے ساتھ شریک کیا ہے''۔

(النکت علی کتاب ابن الصلاح للعسقلاني ص ۸۳۹؛ فتح المغیث للسخاوي ج ۲ ص ۱۰۰)

کنز العلماء کے امام کی کم عقلی

اس حدیث کو ''جورقانی'' نے ''حسن'' کہا ہے اور جلالی صاحب نے اُن کے اِس قول کو سراہتے ہوئے کہا ہے کہ امام جورقانی نے فرمایا: یہ حدیث حسن ہے، لیکن افسوس کہ یہ جلالی صاحب اور اُن کے امام کی محض خوش فہمی ہے، وہ کیسے؟ سنئے! امام ذہبی فرماتے ہیں:

قُلْتُ : هٰذَا مِنْ أَسْمَجِ الْوَضْعِ ، فَقَبَّحَ اللّٰهُ الْوَكِيْلَ ، فَإِنَّهُ اخْتَلَقَهُ ، وَقَالَ الْجَوْرَقَانِيُّ بِقِلَّةِ عَقْلٍ : هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

''میں کہتا ہوں: یہ بدترین موضوع حدیث ہے، اللہ تعالیٰ وکیل کو رسوا کرے اُس نے ہی اس کو گھڑا ہے، اور جورقانی نے کم عقلی کے ساتھ کہہ دیا: یہ حدیثِ حسن ہے''۔

(أحادیث مختارة من موضوعات الجورقاني وابن الجوزي، للذهبي ص ۱۲۱)

محدث ابن عراق الکنانی نے امام ذہبی کے قول کو برقرار رکھا ہے۔

(تنزیه الشریعة المرفوعة ج ۲ ص ۷)

علامہ ذہبی نے ''سیر أعلام النبلاء'' میں ایک عنوان قائم کیا: ''فَمِنَ الْأَبَاطِيْلِ الْمُخْتَلَقَةِ'' (گھڑی ہوئی باطل حدیثیں) پھر اُس عنوان کے تحت اس روایت کو بھی لا کر اس کے جعلی ہونے پر مہر لگا دی ہے۔

(سیر أعلام النبلاء ج ۳ ص ۱۳۰)

چونکہ کنز العلماء صاحب اس کم عقل شخص کے قول پر خوش ہوئے، لہٰذا اب آپ ہی فرمائیے کہ جوزقانی کو تو علامہ ذہبی نے کم عقل کہا، اُس شخص کو کیا سمجھا جائے جس نے اُس کم عقل کی روایت کو عمداً آگے بیان کر دیا؟

موضوع احادیث کے پیچھے عصبیت

احادیث گھڑنے والوں کے مختلف مقاصد میں ایک مقصد یہ بھی تھا کہ وہ اپنے قائدین کی شان میں احادیث بناتے تھے تاکہ جو شخص اُن کے قائد کے مدمقابل ہے اُس کو پست دِکھلایا جائے۔ سو کچھ لوگوں نے تو عصبیت کی وجہ سے اپنی طرف سے احادیث بنائیں اور کچھ لوگوں نے عصبیت کا شکار ہو کر اُن احادیث کو قبول کیا اور آگے چلایا۔

Presented by Ziaraat.com

ہر چند کہ جورقانی نے خود اس حدیث کو نہیں بنایا لیکن اُس نے بوجہ تعصب نہ صرف یہ کہ اِس جعلی حدیث کو قبول کیا بلکہ اس کو حدیثِ حسن بنا کر آگے بھی چلایا۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَسَاقَ الْجَوْزَقَانِيُّ حَدِيْثَهُ الْمَذْكُوْرَ ، عَنْ سُرَيْجٍ ، عَنْ هُشَيْمٍ بِسَنَدِهٖ ثُمَّ قَالَ: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ . وَتَعَقَّبَهُ ابْنُ الْجَوْزِيِّ فِيْمَا قَرَأْتُ بِخَطِّهٖ : نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْعَصَبِيَّةِ ، فَإِنَّ مُصَنِّفَ هٰذَا الْكِتَابِ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ أَنَّ هٰذَا الْحَدِيْثَ مَوْضُوْعٌ.

''جوزقانی نے مذکورہ حدیث کو اپنی سند سے از سریج، از ہشیم چلایا، پھر کہا: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ امام ابن جوزی نے اُس کا تعاقب کرتے ہوئے کہا، جیسا کہ میں نے اُن کی ذاتی تحریر میں پڑھا ہے: ہم عصبیت سے اللہ ﷻ کی پناہ میں آتے ہیں، اِس کتاب **(الأباطیل والمناکیر)** کے مصنف پر اس حدیث کا موضوع ہونا مخفی نہیں تھا''۔

(لسان المیزان ج٤ ص٤٦٢)

یعنی جوزقانی پر اس حدیث کا موضوع ہونا مخفی نہیں تھا پھر بھی اُس نے اس حدیث کو حسن کہہ ڈالا۔ میں پوچھتا ہوں: جوزقانی کو تو عصبیت نے اس خسیس و گھٹیا حرکت پر اُبھارا، لیکن جلالی صاحب کو کس چیز نے اس ذلیل حرکت پر اُبھارا؟ جوزقانی کے سامنے تو فقط ابن عدی کی وہ کتاب تھی جس میں اس حدیث کو جعلی اور موضوع کہا گیا ہے، لیکن جلالی صاحب کے سامنے تو امام ابن عدی، امام ابن جوزی، امام ابن عساکر، امام ابن منظور افریقی، امام ذہبی، حافظ عسقلانی، امام سیوطی، امام کنانی اور قاضی شوکانی کی عبارات موجود تھیں اور تعجب ہے کہ خود اُسی کتاب کے حاشیہ پر ان سب کتابوں کا نام مرقوم تھا جس سے اُنہوں نے یہ حدیث پڑھ کر سنائی اور سیمینار کے ناظرین کو اُس کا ٹائٹل بھی دکھایا۔

راقم الحروف اس سلسلے میں کچھ کہنے سے قاصر ہے، قارئین ہی خود فیصلہ فرمائیں کہ جلالی صاحب کو کس چیز نے اُبھارا کہ وہ مذکورہ بالا اہل تحقیق کے برعکس، کم عقل اور متعصب جورقانی کے پیچھے چلنے پر مجبور ہوئے؟

حدیث بنانے والا بصر و بصیرت سے اندھا

آپ پڑھ چکے ہیں کہ اس حدیث کا واضع (بنانے والا) عبداللہ بن حفص الوکیل ہے۔ علم حدیث کے ماہرین نے اس بدبخت کو عقل اور آنکھ دونوں سے اندھا قرار دیا ہے۔ وہ ظاہری بینائی سے تو پہلے ہی محروم تھا، جیسا

Presented by Ziaraat.com

کہ اُس کے حالات میں اُس کا ”ضَــرِیـر“ (اندھا) ہونا مرقوم ہے لیکن اُس کی باطل حرکتوں کی وجہ سے اُسے ”بصیرۃ“ (عقل) کا اندھا بھی کہا گیا ہے۔ چنانچہ امام ذہبی اسی موضوع (جعلی) حدیث کو درج کرنے کے بعد اس کے واضع (گھڑنے والے) عبداللہ بن حفص الوکیل پر جرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قُلْتُ : مَا كَانَ يَنْبَغِيْ لِابْنِ عَدِيٍّ أَنْ يَتَشَاغَلَ بِالْأَخْذِ عَنْ هٰذَا الدَّجَّالِ الْأَعْمٰى الْبَصَرِ وَالْبَصِيْرَةِ ، الَّذِيْ قَالَ اللّٰهُ فِيْهِ: ﴿وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖ أَعْمٰى فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمٰى وَأَضَلُّ سَبِيْلًا﴾[الإسراء: ۷۲]

”میں کہتا ہوں: امام ابن عدی کے شایانِ شان نہیں تھا کہ وہ اِس دجال سے حدیث لینے میں مشغول ہوتے جو آنکھ اور عقل دونوں سے اندھا ہے اور جس کی مذمت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿اور جو شخص بنا رہا اِس دنیا میں اندھا وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا اور بڑا گم کردہ راہ ہوگا﴾“۔

(میزان الاعتدال ج۲ ص ۴۱۰، وط: ج۴ ص ۸۴)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی اس تبصرہ کو قائم رکھا ہے اور کوئی اعتراض نہیں کیا۔

(لسان المیزان ج۴ ص ۴۶۱، ۴۶۲)

سیمینار والوں کے بارے میں کیا حکم؟

آپ نے جان لیا کہ جس نے اس حدیث کو خود ہی بنایا اور گھڑا اُسے ناقدینِ حدیث نے دنیا و آخرت دونوں میں اندھا، دجال اور گمراہ قرار دیا اور پھر جس نے اس حدیث کو ”حسن“ کہا اُسے کم عقل اور متعصب قرار دیا۔ اب یہ ذی شعور قارئین ہی بتائیں کہ جن صاحبانِ علم نے 2013ء میں ایوانِ اقبال، لاہور میں ”شانِ امیر معاویہ سیمینار“ میں ایک عقل کے اندھے کی بنائی ہوئی اور دوسرے کم عقل متعصب کی لکھی ہوئی اِس جعلی حدیث کو مزے لے لے کر بیان کیا اور سنا، اُنہیں کیا کہا جائے اور کیا سمجھا جائے؟

عصبیت اندھا کر دیتی ہے

امام ابن الجوزی اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہما نے صراحتاً کہا ہے کہ جورقانی پر اس حدیث کا موضوع ہونا مخفی نہ تھا لیکن وہ پھر بھی بیان کرنے سے باز نہ آیا۔ کیوں؟ اس لیے کہ عصبیت اور تعصب نے اُس کے لیے ایسا کرنا آسان کر دیا تھا۔ عصبیت اور تعصب کیا ہے؟ مختصر اً ملاحظہ فرمائیے: مولانا عبدالحفیظ بلیاوی لکھتے ہیں:

Presented by Ziaraat.com

''التعصُّبُ: دلیل ظاہر ہو جانے کے بعد بھی حق کو نہ قبول کرنا، جمع تعصّبات، العَصَبِی، قوم کی عصبیت کی بنا پر ظلم میں مدد کرنے والا۔ العَصَبِیَّۃُ: دھڑا بندی''۔

(مصباح اللغات ص ۵۵۵)

سوال پیدا ہوتا ہے کہ عبداللہ بن حفص الوکیل اور جورقانی وغیرہ کو کونسی عصبیت نے ایسی گھناؤنی حرکت کرنے پر ابھارا؟ محدثین کرام نے اسی جعلی روایت کے تحت اس عصبیت سے بھی پردہ اٹھادیا ہے۔ چنانچہ امام ابن الجوزی نے پہلے امام اسحاق بن راھویہ کا وہ قول نقل کیا جس میں ہے کہ معاویہ کی شان میں کوئی صحیح حدیث نہیں، پھر امام احمد بن حنبل کا وہ قول نقل کیا جس سے اس عصبیت کا پردہ چاک ہو جاتا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''ہمیں ہبۃ اللہ بن احمد جریری نے بیان کیا، اُنہیں محمد بن علی الفتح نے بیان کیا، اُنہیں امام دارقطنی نے بیان کیا، اُنہیں ابوالحسین عبداللہ بن ابراہیم بن جعفر بن نیارالبزاز نے بیان کیا، اُنہیں ابوسعید بن الحرفی نے بیان کیا، اُنہیں عبداللہ بن احمد بن حنبل نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں: میں نے اپنے والد سے ایک سوال میں عرض کیا: آپ سیدنا علی المرتضیٰ ﷛ اور معاویہ کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ اس پر انہوں نے اپنا سر جھکا لیا، پھر سر اُٹھا کر فرمایا: میں اُن دونوں کے بارے میں کیا کہوں؟ سیدنا علی ؑ کثیر الاعداء (بہت دشمنوں والے) تھے، ان کے دشمنوں نے اُن کے عیب تلاش کیے تو نہ پائے۔ پھر وہ اُس شخص کی طرف متوجہ ہوئے جس نے اُن سے جنگ اور لڑائی کی تو سازش کے تحت اُسے بڑھانا شروع کر دیا''۔

(الموضوعات لابن الجوزي ج۲ ص ۲۳، وط: ج۲ ص ۲۶۳؛ تنزيه الشريعة المرفوعة للكناني ج۲ ص ۸۰۷)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اس کلام کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''اس سے اُنہوں نے اُن بے اصل روایات کی طرف اشارہ کیا ہے جو لوگوں نے معاویہ کے فضائل میں گھڑی تھیں۔ فضائلِ معاویہ میں بکثرت روایات وارد ہیں لیکن ان میں سے کوئی بھی روایت ایسی نہیں ہے جس کی سند صحیح ہو، یہی امام اسحاق بن راھویہ، امام نسائی اور دوسرے علماءِ حدیث ﷭ کا قطعی قول ہے، واللہ اعلم''۔

(فتح الباري ج۷ ص ٤٧٦، وط: ج۷ ص ۱۲۱)

Presented by Ziaraat.com

یہ مکمل کلام متعدد حوالہ جات کے ساتھ مع عربی عبارت پہلے بھی نقل کیا جا چکا ہے۔

امام احمد اور دوسرے ائمہ کے اس کلام سے معلوم ہوا کہ لوگوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی دشمنی میں معاویہ کی شان میں احادیث وضع کیں اور بنائیں، عبداللہ بن حفص الوکیل کو اسی دشمنی میں دجال اور دنیا و آخرت میں بصر و بصیرت سے اندھا کہا گیا اور جورقانی کو اسی دشمنی کی وجہ سے کم عقل اور متعصب کہا گیا۔ اب ہم یہ سمجھنے اور سمجھانے سے قاصر ہیں کہ جلالی صاحب نے ایک ہی مجلس میں جناب معاویہ کی شان میں ایک نہیں بلکہ متعدد جعلی اور جھوٹی احادیث بیان کر ڈالیں، اُنہیں کس چیز نے اُبھارا ہوگا؟ کہیں اُن سے یہ گھٹیا حرکت اُس شخص کے تعصب میں تو نہیں ہوئی جس کا اُنہوں نے اپنی تقریر کے دوران بڑی اسکرین پر [Clip] کلپ چلایا؟

تنبیہ

جب اکابر محدثین کرام نے بغیر کسی تعصب و عناد کے صراحتاً فرمادیا ہے کہ شانِ معاویہ میں زبانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی بھی صحیح حدیث منقول نہیں ہوئی تو تمام اہل اسلام پر لازم ہے کہ وہ اُن کی شان بیان کرنے سے قبل اُن کے متعلق ہر ہر روایت کی تحقیق کر لیا کریں، تا کہ متعصبین کی گھڑی ہوئی روایات بیان کرنے کی وجہ سے اُن کا شمار دشمنانِ علی المرتضٰی میں نہ ہو جائے۔

کنز العلماء کا ناصبی امام

افسوس، صد افسوس کہ کنز العلماء کا طائرِ فکر جہاں قرار پذیر ہوا وہ مقام جائے قرار نہیں ہے۔ اُنہوں نے متعدد محدثین کی تحقیق کو پس پشت ڈال کر جس شخص (جورقانی) کے قول پر اعتماد کیا وہ ناصبی (دشمنِ اہل بیت) تھا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اس نے بعض طلقاء کا فقط دفاع نہیں کیا بلکہ اُن کے دفاع میں مبالغہ بھی کیا ہے۔ چنانچہ اُس نے اپنی اُسی کتاب میں جو جلالی صاحب کے سامنے تھی، جناب معاویہ کے فضائل بیان کرتے کرتے ایک جھوٹا جملہ یہ بھی لکھا ہے کہ جناب معاویہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی اطاعت کی تھی اور بات مانی تھی "فَسَمِعَ مُعَاوِيَةُ رضی اللہ عنہ وَأَطَاعَ" لیکن جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے قاتلین کے بارے میں معاویہ کی بات نہ مانی تو پھر وہ قتال کے لیے تیار ہو گئے تھے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے:

فَخَرَجَ يُقَاتِلُ عَلَى التَّأْوِيلِ ، وَبَايَعَ لَهُ جَمْهُورُ الصَّحَابَةِ وَمَنْ لَا يُحْصَى مِنَ التَّابِعِينَ إِلَى أَنْ اسْتَقَرَّ الْأَمْرُ عَلَى التَّحْكِيمِ بَعْدَ الْحُرُوبِ الْعَظِيمَةِ ، فَحَكَمَ لَهُ

Presented by Ziaraat.com

بِالْخِلَافَةِ وَبُوِيعَ عَلَيْهَا يَوْمَئِذٍ بِإِجْمَاعٍ.

''پس وہ (معاویہ) تاویل کے ساتھ قتال کے لیے نکلے اور جمہور صحابہ اوران گنت تابعین نے اُن کی بیعت کرلی، یہاں تک کہ عظیم جنگوں کے بعد معاملہ تحکیم پر آٹھہرا تو اُن کے حق میں خلافت کا فیصلہ کیا گیا اور اُسی دن اُن کی خلافت پر اجماع ہوگیا''۔

(الأباطيل والمناكير ج ١ ص ٢٠٧، وط: ١٠١)

لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ . اس عبارت میں جورقانی کم عقل اور بدبخت نے چار جھوٹ بولے ہیں:

۱۔ اس نے کہا: معاویہ نے تاویل پر جنگ کی، اس کا یہ کہنا اُس حدیثِ متواتر کے خلاف ہے جس میں ہے کہ سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو باغی گروہ قتل کرے گا۔ اگر اُن کا جنگ کرنا تاویل پر ہوتا تو وہ باغی نہ ہوتے۔

اس کی یہ بات اُس حدیث کے بھی خلاف ہے جس میں ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ میں نے جس طرح تنزیلِ قرآن پر جنگیں کی ہیں، علی رضی اللہ عنہ اسی طرح تاویلِ قرآن پر جنگیں کریں گے۔

اس کی یہ بات سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی اُن تصریحات کے بھی خلاف ہے جن میں اُنہوں نے فرمایا کہ ان لوگوں کا ''إِمَامُنَا قُتِلَ مَظْلُوْمًا'' کا نعرہ محض بہانہ ہے درحقیقت یہ لوگ جن لذتوں اور شہوتوں کے دلدادہ ہو چکے ہیں اُنہیں چھوڑنا نہیں چاہتے۔

(البداية والنهاية [قطر] ج ٧ ص ٤٥٥ وط: بتحقيق عبدالمحسن التركي ج ١٠ ص ٥٢٧)

نیز اس کی یہ بات اُس اثر کے بھی خلاف ہے جس میں سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے گروہِ معاویہ کے بارے میں فرمایا تھا: ''أَنَّهُمْ عَلَى الضَّلَالَةِ'' (وہ لوگ ضلالت پر ہیں)۔

(مسند أحمد ج ٤ ص ٣١٩ وط: ج ٦ ص ٤٠٥، حديث ١٩٠٩٠ وبتحقيق أحمد شاكر ج ١٤ ص ٢٩٣؛ صحيح ابن حبان ج ١٥ ص ٥٥٥، ٥٥٦، حديث ٧٠٨٠)

۲۔ جورقانی کا دوسرا جھوٹ یہ ہے کہ اس نے لکھا ہے کہ لڑائی سے قبل جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم نے معاویہ کی بیعت کرلی تھی، اور یہ بالکل باطل ہے، اُس وقت معاویہ کے ساتھ جمہور صحابہ نہیں بلکہ فقط فریب خوردہ شامی لوگ تھے۔

۳۔ پھر اس نے تحکیم کو باقاعدہ فیصلہ قرار دیا ہے، حالانکہ وہ خدیعت، کید اور مکر پر مبنی ایک چال تھی۔

۴۔ پھر اس نے اُسی تحکیم کے دن معاویہ کی خلافت اور بیعت پر اجماع لکھ دیا، جو سراسر باطل ہے۔ کیا وہ یہ باور کرانا چاہتا ہے کہ اُس وقت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کالعدم ہوگئی تھی؟

Presented by Ziaraat.com

اس بات کو تو اِس کتاب "الأباطيل والمناكير" کے معلق نے بھی مسترد کر دیا ہے، جبکہ اس کتاب کے مقدمہ نگار نے اس پورے بیان کو مبالغہ قرار دیا ہے۔

(مقدمة: الأباطيل والمناكير ص ٥٢)

آگے چل کر اُس نے سیدنا امام حسن مجتبیٰ ؓ کی خلافت سے دستبرداری کا ذکر کیا ہے اور امام پاک نے جو تحفظ اہل اسلام کی خاطر بادلِ نخواستہ معاملات معاویہ کے سپرد کیے، اس مجبوری کو جورقانی نے بلا تاویل ومقال اجماع قرار دیا ہے، حالانکہ کتاب وسنت کی روشنی میں وہ ایک ناگوار صلح تھی، جس میں معاویہ کی لیاقت وصلاحیت قطعاً پیش نظر نہیں تھی، ہزاروں ہستیاں معاویہ سے بہتر موجود تھیں مگر دولشکروں کے ٹکراؤ کے خطرے کے پیش نظر سیدنا امام حسن ؓ دست بردار ہو گئے تھے۔ اگر امام پاک دست بردار نہ ہوتے تو امیر شام تو لڑائی کے لیے تیار تھے۔ مطلب یہ ہے کہ اُن پر اجماع نہیں ہوا بلکہ دفع فساد کے لیے جو چیز اُنہیں مطلوب تھی وہ اُن کے سپرد کر دی گئی، رضا ورغبت سے کسی کو امیر بنانا اور ہے اور شر سے بچنے کے لیے کسی کو کچھ دینا اور معنیٰ رکھتا ہے۔ اس فرق کو سمجھنے کے لیے حسب ذیل واقعہ میں غور فرمایئے! امام ذہبی لکھتے ہیں:

"عمرو بن الحکم عوانہ سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا سعد بن ابی وقاص ؓ معاویہ کے پاس گئے تو اُنہیں امیر المومنین کے الفاظ سے سلام نہ کیا۔ معاویہ نے اس کی وجہ پوچھی تو اُنہوں نے فرمایا: ہم مومن ہیں اور ہم نے آپ کو اپنا امیر نہیں بنایا، پھر سیدنا سعد بن ابی وقاص ؓ نے فرمایا: تم تو اس حال میں بہت خوش ہو، اور اللہ کی قسم! میں اگر اس مقام پر ہوتا جہاں اب تم ہو تو مجھے اس میں خوشی نہ ہوتی کہ میں ذرہ برابر خون بہا کر یہ مقام حاصل کرتا"۔

(سير أعلام النبلاء ج ١ ص ١٢٢؛ مسالك الأبصار لابن فضل الله العمري ج ٢٤ ص ٢٧٢؛ الأنساب للبلاذري ج ٥ ص ٣١)

اس سے معلوم ہوا کہ سیدنا سعد بن ابی وقاص ؓ کے نزدیک قصاصِ عثمانِ غنی ؓ محض بہانہ تھا، اصل مقصود حصولِ مملکت اور دنیا طلبی تھی۔ سیدنا عمار بن یاسر ؓ (جنہیں شیطان کی شرانگیزی سے محفوظ فرمایا گیا ہے) بھی فرماتے تھے کہ قصاص محض بہانہ ہے، اصل جذبہ حصولِ اقتدار ہے۔ خود امیرِ شام کو بھی اس حقیقت کا اعتراف تھا۔ چنانچہ امام فسوی سند کے ساتھ لکھتے ہیں:

"سعید بن سوید نے بیان کیا کہ معاویہ نے ہمیں کوفہ سے باہر نخیلہ کے مقام پر نماز جمعہ پڑھائی تو

Presented by Ziaraat.com

خطبہ میں کہا:

مَا قَاتَلْتُكُمْ لِتَصُومُوا وَلَا لِتُصَلُّوا وَلَا لِتَحُجُّوا وَلَا لِتُزَكُّوا، قَدْ عَرَفْتُ أَنَّكُمْ تَفْعَلُونَ ذٰلِكَ، وَلٰكِنْ إِنَّمَا قَاتَلْتُكُمْ لِأَتَأَمَّرَ عَلَيْكُمْ ، فَقَدْ أَعْطَانِي اللّٰهُ ذٰلِكَ وَأَنْتُمْ كَارِهُونَ.

"میں نے تمہارے ساتھ اس لیے نہیں جنگ کی کہ تم روزے رکھو، نہ اس لیے کہ نماز پڑھو، حج کرو اور نہ ہی اس لیے کہ زکوۃ ادا کرو، میں جانتا ہوں کہ تم یہ سب کچھ کرتے ہو، لیکن میں نے تو فقط اس لیے تمہارے ساتھ جنگ کی ہے کہ تم پر حکومت کروں تو اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ عطا کر دی حالانکہ تم ناپسند کرتے ہو"۔

(المعرفة والتاريخ للفسوي ص ٦٦٤؛تاريخ دمشق ج٥٩ص ١٥٠؛سير أعلام النبلاء ج٣ص ١٤٧؛ البداية والنهاية ج٨ص ١٩٠،وط: ج١١ص ٤٢٩، ٤٣٠)

امام حسن مجتبیٰؑ نے دستبرداری کے وقت جو کڑوا گھونٹ پیا تھا اُس پر اُن کے خیر خواہ حضرات کی اکثریت ناراض تھی لیکن اس کے بغیر چارۂ کار ہی نہیں تھا، خود سیدنا علی المرتضیٰؑ فرما گئے تھے:

"اگر تم نے معاویہ کی امارت کو ناپسند کیا تو تم دیکھو گے کہ گردنیں کندھوں سے کٹ کٹ کر گریں گی"۔

(سير أعلام النبلاء ج٣ص ١٤٤)

یعنی ہمارا اقتدار نہ رہا تو ملک انتشار کا شکار ہو جائے گا۔ سو مستقبل کے ایسے بھیانک مناظر کو مدنظر رکھتے ہوئے امارتِ معاویہ کو برداشت کیا گیا، ورنہ وہ دین پسند اشخاص کی نگاہ میں پسندیدہ نہیں تھے۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان کی امارت کے بارے میں جو [Remarks] دیے تھے اگر اُن میں غور کیا جائے تو اصل حقیقت عیاں ہو جاتی ہے۔ اُنھوں نے اُن کی مملکت کو دنیوی سلطنت قرار دیا تھا اور کہا تھا کہ کیا فرعون کو ملک نہیں ملا تھا؟ اُن کے اصل الفاظ میں غور فرمائیں۔ امام ابن عساکر، امام ذہبی اور ابن کثیر حالاتِ معاویہ میں سند کے ساتھ لکھتے ہیں:

عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ : أَلَا تَعْجَبِينَ لِرَجُلٍ مِنَ الطُّلَقَاءِ يُنَازِعُ أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ فِي الْخِلَافَةِ ؟ قَالَتْ : وَمَا تَعْجَبُ مِنْ ذٰلِكَ ؟ هُوَ سُلْطَانُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ الْبَرَّ وَالْفَاجِرَ ، وَقَدْ مَلَكَ فِرْعَوْنُ مِصْرَ أَرْبَعَ مِئَةِ سَنَةٍ.

Presented by Ziaraat.com

''حضرت اسود بن یزید کہتے ہیں: میں نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا: کیا آپ کو تعجب نہیں ہوتا کہ خلافت کے معاملہ میں حضور ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ایسا شخص تنازع کر رہا ہے جو طلقاء میں سے ہے؟ اُنہوں نے فرمایا: تم اس معاملہ میں حیرت زدہ کیوں ہو؟ یہ خدا کا ملک ہے وہ نیک و فاجر ہر ایک کو دے دیتا ہے، فرعون نے بھی تو مصر پر چار سو سال حکومت کی تھی''۔

(تاريخ دمشق ج٥٩ ص١٤٥؛ مختصر تاريخ دمشق ج٢٥ ص٤٢؛ سير أعلام النبلاء ج٣ ص١٤٣؛ البداية والنهاية ج١١ ص٤٣٠، وط: ج٨ ص١٩٠؛ الدر المنثور ج١٣ ص٢١٥، ٢١٦، سورة الزخرف، آية: ٥١)

''اہلِ تحقیق نے تصریح کی ہے کہ جناب معاویہ کی حکومت تسلط سے وجود میں آئی تھی''۔

(إزالة الخفاء ج١ ص٢٤، ٢٥)

یہی حقیقت سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے بیان کی اور اسی کا اعتراف خود معاویہ نے بھی کیا کہ اُنہوں نے قتال کے ذریعے قصاصِ عثمان نہیں لیا بلکہ اقتدار حاصل کیا، جیسا کہ چند سطور قبل لکھا جا چکا ہے۔ نیز امام غزالی لکھتے ہیں:

قَالَ مُعَاوِيَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ : هُمُّوْا بِمَعَالِي الْأُمُوْرِ لِتَنَالُوْهَا ! فَإِنِّيْ لَمْ أَكُنْ لِلْخِلَافَةِ أَهْلًا فَهَمَمْتُ بِهَا فَنِلْتُهَا.

''معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: بلند امور کے لیے ہمت پیدا کرو تا کہ اُنہیں حاصل کر لو! بلا شبہ میں خلافت کے لیے اہل نہیں تھا، سو میں نے اُس کے لیے ہمت کی تو اُسے پا لیا''۔

(سر العالمين للغزالي ص٥)

قولِ معاویہ ''فَهَمَمْتُ بِهَا'' میں غور کر کے بتلائیے کہ جب اُن کی ہمت ہی خلافت کا حصول تھا تو پھر قصاص کے نعرہ کو کیا کہا جائے گا؟

بہر حال جلالی صاحب کا کم عقل امام جورقانی کا تحکیم کو اجماع قرار دینا یا کچھ لوگوں کا امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی دست برداری کو اجماع اور اُن کی رضا و رغبت قرار دینا حماقت ہے۔ اکابرین کے ناگوار فیصلہ کے سامنے عوام کا اُس پر کرہاً خاموش رہنا الگ بات ہے اور طوعاً کسی بات پر اجماع ہونا الگ بات ہے، ان دونوں باتوں میں فرق نہ کرنا

Presented by Ziaraat.com

بڑی خرابیوں کا باعث بنتا ہے۔

طلقاء کو منصب سونپنے پر ندامت

خیال رہے کہ طلقاء کسی بھی منصب کے لائق نہیں تھے، جن بعض حضرات ؓ نے بعض طلقاء کو گورنر وغیرہ بنایا تھا وہ اپنی زندگی کے آخری ایام میں اپنے اس فیصلہ پر نادم ہوئے تھے۔ اس بات کی مکمل تحقیق کے لیے راقم الحروف کی کتاب "الصَّحَابَةُ وَالطُّلَقَاءُ" کا مطالعہ فرمایئے!

یزید کی امامت اور جورقانی

جورقانی: جس کو جلالی صاحب اپنا امام مانتے ہیں، وہ یزید خبیث کا حامی تھا، چنانچہ اس نے امیر شام کی حکومت کے بعد مثبت انداز سے یزید پلید کی خلافت کا تذکرہ کیا ہے اور اُس کی صحت کو ثابت کرنے کی کوشش میں کئی جھوٹی روایات چلائی ہیں۔ مثلاً:

۱۔ اولاً یہ روایت ذکر کی کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اِحْفَظُوْنِيْ فِيْ أَصْحَابِيْ وَأَبْنَائِهِمْ . هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ.

"میرے صحابہ اور اُن کے بیٹوں کے بارے میں میرا خیال رکھنا۔ یہ حدیث غریب ہے"۔

۲۔ دوسری یہ کہ معاویہ مدینہ منورہ آئے تو کہا کہ ہم نے یزید کی بیعت کر لی ہے، لہٰذا تم بھی اس کی بیعت کرو۔

۳۔ پھر اس کو پختہ کرنے کی خاطر یہ روایت چلائی کہ جب کسی شخص کی خلافت پر بیعت ہو جائے تو اُس کے خلاف کھڑا ہونا غداری ہے۔

(کتاب الأباطيل والمناكير ملخصاً ج۱ ص ۲۶۱، وط: ص ۱۲۵)

اس سلسلے میں ہماری گزارش یہ ہے کہ جورقانی کی پیش کردہ پہلی روایت موضوع و باطل ہے، اس میں "وَأَبْنَائِهِمْ" کے الفاظ میں وہ منفرد ہے، اُس کی کتاب کے علاوہ دوسری کتب میں یہ الفاظ نہیں ملتے اور ہم اس سے قبل علم حدیث کے ائمہ سے نقل کر چکے ہیں کہ اگر کوئی شخص ایسی بات لائے جو دوسروں کے ہاں نہ پائی جائے تو اُسے قبول نہیں کیا جائے گا۔ نیز اس نے جس حدیث کو حسن کہا تھا، آپ نے دیکھا کہ اُس کی وجہ سے ائمہ نے اس کو کم عقل اور متعصب کہا ہے اور جس نے اُس حدیث کو گھڑا ہے اُسے دجال اور دنیا و آخرت میں اندھا قرار دیا ہے، پھر خود اندازہ کیجئے کہ جس حدیث کو وہ خود غریب تسلیم کر رہا ہے تو اُس کی حیثیت کیا ہوگی؟

Presented by Ziaraat.com

میں پوچھتا ہوں: جورقانی چاہتا کیا ہے؟ کیا یہی کہ معاویہ کی وجہ سے اُن کے لختِ جگر یزید پلید کا خیال رکھا جائے؟ یہ جورقانی کی غباوت، غوایت، سفاہت اور حماقت ہے کہ اُسے حدیث گھڑنے میں خیال ہی نہیں رہا کہ اُس کی کھوپڑی سے نکل کیا رہا ہے؟ وہ کہاں تک اس حدیث کو قابل عمل قرار دے سکتا ہے؟ اگر یہاں وہ اس موضوع حدیث کو بعض طلقاء کے لختِ جگر یعنی یزید خبیث کی خلافت کی حمایت میں لایا ہے تو آگے چل کر عمر بن سعد کی حمایت میں پیش کرے گا، کیونکہ عمر بن سعد میدان کربلاء میں قاتلینِ امام حسین کا سپہ سالار تھا، اگر چہ وہ عظیم صحابی سیدنا سعد بن ابی وقاص ﷜ کا بیٹا تھا؟ ذرا سوچئے کہ پھر اس موضوع حدیث اور اس سے استدلال کا نتیجہ سیدنا امام حسین ﷜ کے حق میں کیا نکلے گا؟

جورقانی بدبخت ایسی موضوع احادیث پر تو عمل کرنے کرانے کا خواہاں ہے لیکن اُس سے پوچھا جائے کہ جن امراءِ شام کی وہ وکالت کر رہا ہے اُنہوں نے "أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِيْ أَهْلِ بَيْتِيْ" (میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تمہیں اللہ یاد کراتا ہوں) پر کتنا عمل کیا؟

"أَصْحَابِيْ" کے اصلی مصداق کون؟

یادرکھنا چاہیئے کہ ہر وہ حدیث جس میں امر یا نہی میں لفظ "أَصْحَابِيْ" سے خطاب کیا گیا ہے، اُس کے اولین مخاطب وہ لوگ ہیں جو صلح حدیبیہ کے بعد مسلمان ہوئے۔ مثلاً "اِحْفَظُوْنِيْ فِيْ أَصْحَابِيْ" کے الفاظ سے بعض ضعیف احادیث آئی ہیں یا "لَا تَسُبُّوْا أَصْحَابِيْ" کے الفاظ سے جو بعض صحیح احادیث منقول ہیں، اُن میں جن صحابہ کرام ﷡ کے خیال رکھنے کا حکم ہے وہ السابقون الأولون اور مہاجرین وانصار ہیں ﷡ اور یہ وہ حضرات ہیں جو حدیبیہ کی صلح سے قبل مشکل وقت میں مشرف باسلام ہوئے، اور جو لوگ ان کے بعد مسلمان ہوئے وہ ایسی تمام احادیث پر عمل کرنے کے پابند ہیں اور پوری امت کی طرح وہ قدیم صحابہ کی تعظیم وتوقیر اور اُن کی اتباع کے مکلف ہیں۔ ایسی احادیث ہماری کتاب "الصَّحَابَةُ وَالطُّلَقَاءُ" میں ملاحظہ فرمائی جائیں۔

کنز العلماء کے ناصبی امام کی حالت

کنز العلماء نے جورقانی کو امام کہا ہے اور جورقانی یزید کو اپنا امام مانتا ہے، جبکہ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے یزید کے بارے میں لکھا ہے:

كَانَ نَاصِبِيًّا.

Presented by Ziaraat.com

''وہ ناصبی (دشمن اہل بیت) تھا''۔

(سیر أعلام النبلاء ج ٤ ص ٣٧)

اس کا نتیجہ کیا ہے؟ خود غور کیجیے!

یزید کی بیعت اتنا آسان؟

جورقانی نے یزید کی بیعت کو آسان بنا کر پیش کیا ہے کہ بس معاویہ مدینہ منورہ آئے اور کہا کہ ہم نے یزید کی بیعت کر لی ہے تو تم بھی اس کی بیعت کرو۔ یہ جورقانی کی دھوکہ دہی ہے، کیونکہ یہ معاملہ اتنا آسان نہیں تھا۔ یزید کی بیعت کے لیے رشوتیں دی گئیں، جھوٹ بولا گیا، دھمکیاں دی گئیں، دھوکہ دہی کی گئی حتیٰ کہ قتل کیے گئے۔ ان میں سے ایک ایک جملے پر دلائل کا انبار ہے، لیکن یہاں فقط ایک حوالہ پر ہی اکتفا کرتا ہوں، اور یہ اقتباس اُس شخصیت کی کتاب سے ہے جن کے نام کے بغیر پاک و ہند کے کسی عالم کی علمی سند کامل نہیں ہو سکتی۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

''۵۱ھ میں امیر معاویہ نے حج کیا اور اپنے بیٹے یزید کی ولی عہدی کے لیے دوسرے لوگوں کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو بلوایا اور ان سے کہا: اے ابنِ عمر! آپ ہم سے کہا کرتے تھے: ''مجھے اُس شب تار میں بھی سونا پسند نہیں جبکہ ہم پر کوئی امیر نہ ہو''۔ اب مسلمانوں میں فساد انگیزی اور ان کی لاٹھی کے دو ٹکڑے کرنے سے تم کو محفوظ دیکھنا چاہتا ہوں۔ اس پر حضرت عبداللہ ابنِ عمرؓ کھڑے ہوئے اور حمد و صلاۃ کے بعد کہا: تم سے پہلے بھی خلفاء ہوئے ہیں اور ان کے بھی فرزند تھے اور تمہارا بیٹا ان کے فرزندوں سے بہتر نہیں۔ ان خلفاء راشدین نے اپنے بیٹوں کے لیے وہ امر ناپسند کیا جو تم اپنے بیٹے کے لیے کرنا چاہتے ہو۔ واقعہ یہ ہے کہ اُنہوں نے خلیفہ کا انتخاب عام لوگوں پر چھوڑا اور ہر دور کے مسلمانوں نے اپنے حق خود اختیاری کے پیش نظر اپنے لیے خلیفہ کا انتخاب کیا۔ اب بحالت موجودہ آپ مجھے ڈرا رہے ہیں کہ میں مسلمانوں کی متحدہ قوت کے دو ٹکڑے نہ کروں۔ بخدا میں مسلمانوں میں انتشار کرنے والا نہیں ہوں، میں اُمت مسلمہ کا ایک فرد ہوں۔ جب پوری اُمت کسی پر اجماع کر لے گی تو میں بھی ان کو مان لوں گا۔ یہ سن کر امیر معاویہ نے کہا۔ اللہ آپ پر رحمت نازل کرے۔ (یہ کہہ کر) حضرت

Presented by Ziaraat.com

عبداللہ ابنِ عمرؓ واپس چلے گئے۔

پھر امیر معاویہ نے عبدالرحمٰن ابنِ ابوبکر صدیقؓ کو بلوا کر پہلے کی طرح اُن سے بھی کہا: دورانِ تکلم میں حضرت عبدالرحمٰن نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا: آپ کو گمان ہو گیا ہے کہ آپ کے بیٹے یزید کی ولی عہدی کے متعلق ہم لوگوں نے آپ کو اپنا وکیل ومختار عام بنالیا ہے۔ بخدا آپ کا یہ گمان بالکل باطل ہے۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ تمام مسلمان مجلسِ شوریٰ میں کسی بات پر متفق ہو جائیں۔ ورنہ میں بتائے دیتا ہوں کہ تفرقہ اندازی کا بار آپ کے کندھوں پر رہے گا۔ اتنا کہہ کر حضرت عبدالرحمٰن جانے کے لیے بیٹھ گئے تو امیر معاویہ نے کہا: اے اللہ میری مدد کر اور یزید کی ولی عہدی وخلافت کے نتائج سے میری ذات کو محفوظ رکھ۔ پھر عبدالرحمٰن سے کہا: اے جانے والے! یہاں سے شامیوں کے پاس اپنا تخیل نہ جانے دیجئے۔ مجھے خوف ہے کہ میرے اس معاملہ میں آپ سبقت کر بیٹھیں گے۔ مجھے صرف اتنی مہلت دیجئے کہ میں سب کو مطلع کر دوں کہ آپ نے بیعت کرلی ہے۔ پھر حسبِ دلخواہ جو چاہے کر لیجئے گا۔

اس کے بعد امیر معاویہ نے عبداللہ ابنِ زبیرؓ کو بلوا کر کہا: اے ابنِ زبیر! تم اس تیز لومڑی کی مانند ہو جو ایک بل سے نکل کر دوسری میں گھس جاتی ہے۔ میرا یقین ہے کہ ابوبکر وعمر کے فرزندوں سے تم مل چکے ہو اور ان کے کان میں تم نے کچھ پھونک دیا ہے اور ان دونوں کو ان کی ذاتی رائے کے خلاف کسی اور کے حق میں رائے دہی پر آمادہ کر دیا ہے۔ یہ سن کر عبداللہ ابنِ زبیرؓ نے کہا: اگر آپ تخت شاہی سے بیزار ہو گئے ہیں تو بصد شوق استعفاء دیجئے اور اس کے بعد اپنے صاحبزادہ کو کھڑا کیجئے تاکہ ہم اس کی بیعت کر سکیں تو فرمائیے کہ ہم کس کی سنیں اور کس کا کہا مانیں؟ کیونکہ دو خلیفہ موجود رہیں گے اور واضح رہے کہ وقت واحد میں دو خلیفہ نہیں ہو سکتے۔ یہ کہہ کر عبداللہ ابنِ زبیر چلے گئے۔ اس کے بعد امیر معاویہ نے منبر پر چڑھ کر حمد وثناء کے بعد کہا: میں نے کج رَو اشخاص کی یہ باتیں سنی ہیں کہ ابنِ ابوبکر، ابنِ عمر اور ابنِ زبیر کسی قیمت پر یزید کی خلافت کی بیعت نہیں کریں گے حالانکہ ان حضرات نے برضا ورغبت یزید کی بیعت کرلی ہے۔ یہ سن کر شامیوں نے کہا: ہم اس وقت ہرگز ہرگز یہ تسلیم نہیں کریں گے البتہ اُس وقت مان لیں گے جب وہ ہم سب کی موجودگی میں بیعت یزید کا علی الاعلان اقرار کریں گے، بصورت دیگر ہم

Presented by Ziaraat.com

ان کے سر قلم کر دیں گے۔ اس پر امیر معاویہ نے کہا: سبحان اللہ، استغفر اللہ، قریش کی شان میں اس قدر جلد بازی اور یہ شرارت۔ یاد رکھو آج کے بعد تم میں سے کسی کی زبان سے آئندہ ایسی گستاخ باتیں نہ سنوں۔ اس کے بعد منبر سے اُتر گئے۔

لوگوں نے باہم کہنا شروع کیا کہ ابنِ ابو بکر، ابن عمر اور ابنِ زبیر نے بیعت کر لی، حالانکہ یہ ہر سہ حضرات قسمیہ کہتے رہے کہ ہم میں سے کسی نے یزید کی بیعت نہیں کی ہے اور کیفیت یہ کہ لوگ ہاں اور نہیں یعنی مثبت و منفی اقوال زبان پر لاتے رہے، اور امیر معاویہ مدینہ سے روانہ ہو کر مملکت شام واپس چلے گئے"۔

(ماثبت بالسنة عن أعمال السنة، مترجم اردو: مومن کے ماہ وسال ص٣٦، ٣٧، ٣٨؛ تاریخ خليفة بن خياط ص٢١٣، ٢١٤؛ الأوائل لأبي هلال العسكري ص٢٣٥، ٢٣٦؛ تاريخ الخلفاء للسيوطي ص٣٢٦، ٣٢٧)

اس سے آپ پر یہ حقیقت عیاں ہو گئی کہ یزید کی بیعت کس طرح لی گئی، اور خود ہی انصاف فرمائیں کہ جورقانی کا بیعتِ یزید کو آسان کہنا اور تحکیم کے بعد بیعتِ معاویہ پر اجماع کا قول کرنا، کس حد تک درست ہے؟

غدار کون؟

جورقانی نے پہلے اپنے طور پر یزید کی بیعت کا منعقد ہو جانا ظاہر کیا ہے پھر تیسرے نمبر پر لکھا ہے کہ جو خلیفہ کی بیعت کے بعد اُس کے خلاف کھڑا ہو وہ غدار ہے۔ نہ معلوم وہ اس سے کس کس کو غدار قرار دے رہا ہے، آیا امام عالی مقام اور اُن کے اصحاب کو یا واقعۂ حرہ کے حضرات کو؟ یہ جلالی صاحب ہی سمجھ سکتے ہیں، کیونکہ امام کی رمز کو اُس کے پیروکار ہی سمجھ سکتے ہیں۔

امامِ کنز العلماء کی ناصبیت پر دوسری دلیل

جورقانی کی ناصبیت کا مزید ثبوت ملاحظہ فرمائیے کہ اس نے اپنی کتاب میں سیدنا علی ؓ کی شان پر مبنی ایسی چار احادیث کو مختلف، مضطرب اور منکر قرار دے دیا جن کو محدثین نے صحیح اور حسن تسلیم کیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے جب مشرکین مکہ سے معاہدہ ختم کرنے کا اعلان کرانا چاہا تو ایک حج کے موقعہ پر مناسکِ حج کی ادائیگی کی قیادت اور کفار سے براءت کا اعلان، دونوں کام سیدنا ابو بکر صدیق ؓ کے سپرد فرمائے۔ پھر آپ نے

Presented by Ziaraat.com

صحابہ کے مشورے پر اور بعض احادیث کے مطابق جبریل علیہ السلام کے عرض کرنے پر کفار سے اعلانِ براءت کا عمل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے واپس لے کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا، اور اس کی توجیہ یہ بیان فرمائی کہ کسی قوم سے کسی معاہدہ کے اختتام کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خود جانا ورنہ آپ کے قریبی رشتہ دار کا جانا ضروری ہے۔ اس موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ الفاظ ارشاد فرمائے:

عَلِيٌّ مِنِّي وَأَنَا مِنْهُ ، وَلَا يُؤَدِّي عَنِّي إِلَّا أَنَا أَوْ عَلِيٌّ.

''علی مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں، میں اپنی ذمہ داری خود ادا کروں گا یا علی (رضی اللہ عنہ) ادا کرے گا''۔

(خصائص علي بتحقيق الحويني ص ۸۳ حديث ۷۱، ۷۲)

اِن احادیث کو مسترد کرنے کی خاطر جورقانی نے ''والخلاف في ذلک'' کا عنوان قائم کر کے اس کے مقابلہ میں وہ حدیث نقل کی جس میں تفصیل ہے کہ مناسکِ حج تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ادا کرائے لیکن ہر اہم مقام پر سورۃ التوبہ کی شکل میں اعلانِ براءت سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے رہے۔ اس حدیث کے متن میں ہی دوسری چار احادیث کے ساتھ مطابقت موجود ہے لیکن جورقانی کی عصبیت و ناصبیت نے بیک جنبش قلم اِس حدیث سے اُن احادیث کو مسترد کر دیا۔ حافظ الدنیا امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے جورقانی کے اس بھونڈے طرزِ عمل پر یوں تبصرہ کیا ہے:

فَقَدْ أَخْطَأَ مَنْ حَكَمَ بِالْوَضْعِ بِمُجَرَّدِ مُخَالَفَةِ السُّنَّةِ مُطْلَقًا ، وَأَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ الْجَوْزَقَانِيُّ فِيْ كِتَابِ ''الأَبَاطِيْلِ'' لَهُ.

''پس اُس شخص نے خطا کی جس نے محض ظاہری مخالفتِ سنت سے کسی حدیث پر موضوع کا حکم لگا دیا، اور اکثر یہ کارروائی جوزقانی نے اپنی کتاب ''الأباطیل'' میں کی ہے''۔

(النكت على كتاب ابن الصلاح ص ۸٤٦)

امام کنز العلماء کی ناصبیت پر تیسری دلیل

جورقانی کی ناصبیت کی ایک اور دلیل یہ ہے کہ وہ اہل بیت کرام یعنی سیدتنا فاطمہ علیہا السلام کی اولاد سے امام مہدی کے ہونے کا منکر ہے۔ اس نے ''باب المهدي'' میں پہلے دو حدیثیں درج کیں، اُن میں سے پہلی

Presented by Ziaraat.com

حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

الْمَهْدِيُّ رَجُلٌ مِنْ وَلَدِي.

''مہدی میری اولاد میں سے ایک شخص ہوگا''۔

دوسری کے الفاظ ہیں:

الْمَهْدِيُّ مِنْ وَلَدِ فَاطِمَةَ.

''مہدی سیدہ فاطمہ کی اولاد سے ہوگا''۔

پھر ''في خلاف ذلک'' کے عنوان کے تحت ایک طویل حدیث درج کر کے اِن دونوں حدیثوں کو مسترد کر دیا، اُس طویل حدیث کے آخری الفاظ یہ ہیں:

وَلَا مَهْدِيَّ إِلَّا عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ.

''حضرت عیسی بن مریم علیہما السلام کے علاوہ کوئی مہدی نہیں''۔

(کتاب الأباطیل والمناکیر ج۱ ص۳۱۷، ۳۱۹)

ان تینوں احادیث پر جورقانی نے جو کلام کیا ہے اُس سے خود اُس کی کتاب کے محققین نے بھی اتفاق نہیں کیا، محققین کے اُس کلام کو قارئین یا جو لوگ جورقانی کو اپنا امام مانتے ہیں خود ہی دیکھ لیں۔ ہمیں یہاں فقط یہ ثابت کرنا ہے کہ جورقانی بدبخت چونکہ ناصبی تھا اس لیے اُس نے امام مہدی کا انکار کیا۔ خدا جانے کہ جلالی صاحب کا میلان امام ابن عدی، خطیب بغدادی، امام ابن الجوزی، امام ذہبی، حافظ ابن حجر عسقلانی، امام سیوطی اور امام ابن عراق الکنانی وغیرہ کے بجائے کم عقل اور متعصب جورقانی کی طرف کیوں ہوگیا؟ ہماری اُن سے گزارش ہے کہ وہ اس پر نظر ثانی فرمائیں ورنہ تو کسی کو یہ کہنے کا موقعہ مل جائے گا، ع:

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

خیال رہے کہ یہاں ہم نے عمداً سیدنا امام مہدی علیہ السلام کے سیدہ فاطمہ علیہا السلام کی اولاد سے ہونے کے ثبوت پر دلائل نہیں دیے، اس لیے کہ یہ مسئلہ تواتر سے ثابت ہے اور علماء اسلام کی اس پر مستقل تصانیف موجود ہیں۔ چند تصانیف کے نام ملاحظہ ہوں:

عقد الدرر في أخبار المنتظر وهو المهدي: علامہ یوسف بن یحییٰ بن علی بن عبدالعزیز المقدسی السلمی الشافعی، متوفیٰ ۶۸۵ھ، مکتبۃ المنار، الأردن الزرقاء۔

Presented by Ziaraat.com

المهدي: دکتور محمد احمد اسماعیل المقدم، الدار العالمیة، الاسکندریة۔

الاحتجاج بالأثر، علی من أنکر المهدي المنتظر: حمود بن عبداللہ التویجري، مطبوعۃ الریاض۔

القول المختصر في علامات المهدي المنتظر: ابن حجر مکی، مکتبۃ القرآن، القاہرۃ۔

العرف الوردي في أخبار المهدي، امام سیوطی، دار الکتب العلمیہ، بیروت۔ یہ کتاب ''الحاوي للفتاوي'' میں بھی ہے۔

البرهان في علامات مهدي آخر الزمان، علی بن حسام الدین متقی ہندی، دار الغد الجدید، المنصورۃ، مصر۔

امام ابن عساکر کے قول کا جائزہ

امام ابن عساکر نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف ''تاریخ مدینة دمشق'' میں فضائل معاویہ میں بکثرت احادیث درج کی ہیں لیکن اُن کے بقول اُن تمام احادیث میں سے فقط تین احادیث قابل قبول ہیں، اور وہ یہ ہیں:

۱۔ أَنَّهُ كَانَ كَاتِبَ النَّبِيِّ ﷺ. فَقَدْ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ فِيْ صَحِيْحِهِ، يعني ''لَا أَشْبَعَ اللّٰهُ بَطْنَهُ''

۲۔ وَبَعْدَهُ حَدِيْثُ عِرْبَاضٍ: اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ.

۳۔ وَبَعْدَهُ حَدِيْثُ ابْنِ أَبِيْ عُمَيْرَةَ: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًّا.

امام ابن عساکر کا مذکورہ تین روایات کو فضیلتِ معاویہ میں کسی حد تک درست قرار دینا باطل ہے، کیونکہ نقاد ائمہ حدیث نے حدیثِ عرباض کو موضوع قرار دیا ہے، جیسا کہ ہم اس سے قبل لکھ چکے ہیں، اور حدیثِ ابن ابی عمیرہ ''اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًّا'' کو بھی موضوع قرار دیا ہے۔ ان شاءاللہ اس پر مکمل تحقیق آگے آئے گی۔
رہی حدیث ابن عباس تو یہ وہ حدیث ہے جس میں ہے: ''لَا أَشْبَعَ اللّٰهُ بَطْنَهُ'' (اللہ اُس کے پیٹ کو نہ بھرے) اس سے اُن کی فضیلت کیونکر ثابت ہوئی؟ یہ تو بد دعا ہے جو کہ اُن کے بارے میں قبول ہو گئی تھی اور وہ کھاتے کھاتے تھک تو جاتے تھے مگر سیر نہیں ہوتے تھے۔ وہ دن میں سات مرتبہ کھاتے تھے، حتیٰ کہ اُن کے جسم پر چربی اتنا بڑھ گئی تھی کہ وہ خطبۂ جمعہ بھی کھڑے ہو کر نہیں دے سکتے تھے۔ سوچئے! یہ مصیبت ہے یا راحت، دعائے خیر ہے یا دعائے ضرر؟

حاکمِ شام کے حق میں یہ دعا رحمت تب قرار پاتی اگر وہ عام اور معتدل مومن کے برابر کھا کر سیر ہو جاتے، لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ نبوی دعائے ضرر اُن کے خلاف بعینہٖ قبول ہو گئی تھی اور اُن کا پیٹ نہیں بھرتا تھا۔ چنانچہ بعض

Presented by Ziaraat.com

احادیث میں صراحتاً یہ الفاظ آئے ہیں:

فَمَا شَبِعَ بَطْنُهُ أَبَدًا.

''پس اُن کا پیٹ کبھی بھی نہیں بھرا''۔

(دلائل النبوة للبيهقي ج٦ ص ٢٤٣؛ سبل الهدى ج ١٠ ص ٢١٥)

امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ ''لَا أَشْبَعَ اللّٰهُ بَطْنَهُ'' کے جملہ کی تشریح میں لکھتے ہیں:

دُعَاءٌ عَلَيْهِ عَلَى الْمُتَبَادِرِ ، وَيَدُلُّ عَلَيْهِ قَوْلُ: ''فَمَا شَبِعَ بَطْنُهُ أَبَدًا'' وَزُعِمَ أَنَّهُ دَعَا لَهُ بِأَنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُهُ الْقَنَاعَةَ ، لَيْسَ بِشَيْءٍ.

''جو بات بلا تکلف ذہن میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ اُن کے خلاف بددعا ہے، اس پر یہ قول دلیل ہے ''فَمَا شَبِعَ بَطْنُهُ أَبَدًا'' اور کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ نے اُن کے حق میں دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اُنہیں قناعت نصیب فرمائے، یہ بیکار قول ہے''۔

(شرح الزرقاني على المواهب ج١٢ ص ٤٢)

اِس مقام پر امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے خیال کیا ہے کہ یہ دعا اُن کے خلاف نہیں بلکہ اُن کے حق میں قبول ہوئی۔ اُنہوں نے اپنے اِس خیال کی تائید میں یہاں ''اَللّٰهُمَّ امْلَأْهُ عِلْمًا وَّحِلْمًا'' کے الفاظ پر مبنی روایت درج کی ہے۔ امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس دلیل کو مسترد کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ دلیل درست نہیں ہے، کیونکہ یہ الگ الگ قصے ہیں۔ راقم الحروف کہتا ہے کہ یہ بھی ٹھیک ہے لیکن زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ دوسری روایت موضوع و باطل ہے، چونکہ امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اس طرف توجہ نہیں گئی اس لیے وہ اس سے استدلال کرنے میں معذور ہیں۔ اس سلسلے میں امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال قوی اور بلا تکلف ہے۔ ایسی ہی بلا تکلف تشریح امام سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

الْمَعْلُوْمُ مِنْ حَالِ مُعَاوِيَةَ بَيْنَ النَّاسِ أَنَّ اللّٰهَ اسْتَجَابَ فِيْهِ دُعَاءَ نَبِيِّهِ ﷺ وَلَعَلَّ سَبَبَهُ ۔ واللّٰه تعالىٰ أعلم ۔ أَنَّهُ تَرَكَ إِجَابَةَ دَعْوَةِ النَّبِيِّ ﷺ وَإِجَابَةُ دَعْوَتِهِ وَاجِبَةٌ عَلَى الْفَوْرِ ، حَتّٰى عَلَى الْمُصَلِّيْ فِي الصَّلَاةِ لِقَوْلِهِ تَعَالىٰ: ﴿اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ﴾ فَصَارَ مُسْتَحِقًّا لِلدُّعَاءِ عَلَيْهِ ، وَدُعَاءُهُ عَلَى الْمُسْتَحِقِّ يُسْتَجَابُ بِعَيْنِهِ وَعَلٰى غَيْرِ الْمُسْتَحِقِّ يَصِيْرُ رَحْمَةً.

Presented by Ziaraat.com

''لوگوں میں جومعاویہ کا حال معروف ہے اس کے مطابق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کی دعا کو اُس کے خلاف قبول فرمالیا۔ اس کا سبب واللہ اعلم یہ ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے بلانے پر حاضر نہ ہوئے، حالانکہ آپ ﷺ کے بلانے پر فوراً حاضر ہونا واجب ہے، حتیٰ کہ نمازی نماز میں ہو تو تب بھی۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿لبیک کہو اللہ اور رسول کو جب وہ تمہیں بلائے تاکہ تمہیں زندگی دے﴾ پس وہ اس دعائے ضرر کے مستحق ٹھہرے۔ آپ ﷺ کی دعائے ضرر مستحق کے خلاف بعینہٖ قبول ہوتی ہے اور غیر مستحق کے لیے رحمت بن جاتی ہے''۔

(حاشية السندي على صحيح مسلم ص٦٥٨)

امام سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب لکھا ہے، اُن کی تشریح سے واضح ہوا کہ جس کے خلاف دعائے ضرر کی گئی ہو تو طرح طرح کی موشگافیوں کی بجائے پہلے اُس شخص کے حال میں ہی غور کر لینا چاہیے۔ اگر جیسی دعائے ضرر تھی ویسا ہی اُس شخص کا حال ہو گیا ہو تو دعا اُس کے خلاف ہی قبول ہوگئی۔

امام ذہبی نے بھی ایسا ہی بے تکلف مطلب بیان کیا ہے۔ وہ باطل تاویلات کی تردید میں لکھتے ہیں:

فَسَّرَهُ بَعْضُ الْمُحِبِّيْنَ قَالَ: لَا أَشْبَعَ اللّٰهُ بَطْنَهُ، حَتّٰى لَا يَكُوْنَ مِمَّنْ يَجُوْعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، لِأَنَّ الْخَبَرَ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: أَطْوَلُ النَّاسِ شَبْعًا فِي الدُّنْيَا أَطْوَلُهُمْ جُوْعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ. قُلْتُ: هٰذَا مَا صَحَّ، وَالتَّأْوِيْلُ رَكِيْكٌ... وَقَدْ كَانَ مُعَاوِيَةُ مَعْدُوْدًا مِنَ الْأَكَلَةِ.

''بعض محبین نے اس جملہ کی تفسیر کرتے ہوئے کہا ہے: اللہ اُس کا پیٹ نہ بھرے تاکہ وہ قیامت کے دن اُن لوگوں میں سے نہ ہوں جو بھوکے ہوں گے، کیونکہ ایک حدیث میں ہے: دنیا میں زیادہ پیٹ بھرے لوگ قیامت کے دن زیادہ بھوکے ہوں گے۔ میں (ذہبی) کہتا ہوں: یہ صحیح نہیں ہے اور رکیک تاویل ہے... اور بلاشبہ معاویہ کا شمار تو زیادہ کھانے والوں میں ہوتا تھا''۔

(سير أعلام النبلاء ج٣ ص١٢٣، ١٢٤)

کھینچ تان کر فضیلت بنانے کی مجبوری

قارئین کرام! ذرا امام ذہبی کی عبارت میں غور فرمائیں کہ امیر شام کے محبین اور مدافعین کس طرح ہر دور

Presented by Ziaraat.com

میں اضطراب واحتیاج کا شکار رہے ہیں، وہ کسی بھی دور میں فضائل معاویہ کے ناقل نہیں رہے بلکہ جوڑ توڑ کر کے فضائل وضع کرتے اور بناتے رہے۔ اندازہ تو کیجئے کہ مسلم کی جس حدیث کو وہ فضیلتِ معاویہ میں سب احادیث سے زیادہ صحیح سمجھتے ہیں، اُس سے بھی وہ براہِ راست اُن کی فضیلت ثابت نہیں کر سکے بلکہ اس کے ساتھ وہ ایک اور حدیث کو ملانے کے محتاج ہوئے ہیں۔ چنانچہ صحیح مسلم میں "لَا أَشْبَعَ اللّٰهُ بَطْنَهٗ" کی حدیث سے قبل ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سیدہ ام سلیم کو فرمایا: اے ام سلیم! میں نے اپنے رب کے ساتھ ایک شرط طے کی ہے اور اُس کی بارگاہ میں عرض کیا ہے:

إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ أَرْضَى كَمَا يَرْضَى الْبَشَرُ، وَأَغْضَبُ كَمَا يَغْضَبُ الْبَشَرُ، فَأَيُّمَا أَحَدٍ دَعَوْتُ عَلَيْهِ مِنْ أُمَّتِي بِدَعْوَةٍ، لَيْسَ لَهَا بِأَهْلٍ، أَنْ يَّجْعَلَهَا لَهٗ طَهُوْرًا وَّزَكَاةً وَقُرْبَةً تُقَرِّبُهٗ بِهَا مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

''میں بشر ہی ہوں، اُسی طرح خوش ہوتا ہوں جس طرح بشر خوش ہوتا ہے اور اُسی طرح غضبناک ہوتا ہوں جس طرح بشر غضبناک ہوتا ہے، پس میں اپنی امت میں سے کسی کے خلاف بددعا کر دوں، جس کا وہ اہل نہ ہو تو وہ اُس بددعا کو اُس کے لیے طہارت، تزکیہ اور قربت کا ایسا ذریعہ بنا دے جس کی بدولت وہ قیامت کے دن اُس (رب) کے قریب ہو جائے''۔

(صحيح مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب من لعنه النبي ﷺ أو سبّه أو دعا عليه، وليس هو أهلاً لذلك، كان له زكاةً وأجرًا ورحمةً، ص ١٢٠٦، حديث ٢٦٠٣)

بخاری شریف میں یہ حدیث مختصراً یوں آئی ہے:

اَللّٰهُمَّ فَأَيُّمَا مُؤْمِنٍ سَبَبْتُهٗ، فَاجْعَلْ ذٰلِكَ لَهٗ قُرْبَةً إِلَيْكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

''اے اللہ! پس میں جس کسی مومن کو سب کروں تو اُس کو اُس کے لیے قیامت کے دن اپنی قربت کا سبب بنا دے''۔

(بخاري ص ٨٨٣ حديث ٦٣٦١)

میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ اگر نبوی بددعا اُن کے خلاف قبول نہ ہوئی ہوتی اور وہ نارمل مومن کی طرح ایک ہی مومن کے کھانے سے سیر ہو جاتے تو پھر کہا جا سکتا تھا کہ چونکہ اُن کا پیٹ حسبِ دستور دوسرے مومنین کی طرح ہی بھر جاتا ہے، لہٰذا نبوی بددعا اُن کے لیے قیامت کے دن باعثِ قربت ہو جائے گی، لیکن چونکہ ایسا نہیں

Presented by Ziaraat.com

ہوا اور وہ سیر ہی نہیں ہوتے تھے، اس لیے اِن دونوں حدیثوں کو ملا کر مؤلین نے جو نتیجہ اخذ کرنے کی کوشش کی ہے وہ هَبَـاءً مَّنْثُوْرًا ہو گیا اور جنہوں نے اس حدیث کا بلا تکلف معنیٰ بیان کیا ہے اُن کا بیان حق اور مبنی بر حقیقت ثابت ہوا۔

ایک اشکال اور اُس کے حل کا سوال

ہر چند کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرط طے کرنے کی یہ حدیث صحیحین میں جگہ پا گئی ہے اور اس میں ہے کہ:

''میں بشر ہی ہوں اور بشر کی طرح غصہ کرتا ہوں، لہٰذا اگر میں کسی مسلم کو سب، شتم یا لعنت کردوں تو اُسے رحمت بنا دینا''۔

مجھے اشکال یہ لاحق ہوا ہے کہ اِس حدیث کے برعکس بہت سی ایسی احادیث ہیں جن سے اس حدیث کے مضمون کی نفی ہوتی ہے۔ مثلاً ایک حدیث میں خادم رسول سیدنا انس بن مالک ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ ﷺ سَبَّابًا ، وَلَا فَحَّاشًا، وَلَا لَعَّانًا.

''نبی کریم ﷺ سب کرنے، فحش بولنے اور لعنت کرنے والے نہیں تھے''۔

(بخاري ص ۸٤۲ حديث ٦٠٣١، وص ۸٤٤ حديث ٦٠٤٦)

خود مسلم شریف میں مذکورہ باب ''باب من لعنه النبي ﷺ أو سبّه أو دعا عليه، وليس هو أهلاً لذلك ، كان له زكاةً وأجرًا ورحمةً'' سے قبل ایک حدیث اِن الفاظ میں آئی ہے:

إِنِّي لَمْ أُبْعَثْ لَعَّانًا وَإِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً.

''میں لعنت کرنے والا نہیں بھیجا گیا، میں تو رحمت ہی بھیجا گیا ہوں''۔

(صحيح مسلم ص ١٢٠٤ حديث ٢٥٩٩)

حضرت عبداللہ بن عمرو ﷺ بیان کرتے ہیں:

''میں رسول اللہ ﷺ کی زبان اقدس سے صادر شدہ ہر ہر بات لکھ لیتا تھا تو قریش نے مجھے روکا اور کہا تم ہر بات لکھ لیتے ہو ''وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَشَـرٌ يَتَـكَـلَّـمُ فِي الْغَضَبِ وَالرِّضَا'' (حالانکہ رسول اللہ ﷺ بشر ہیں، غصہ اور خوشی دونوں حالتوں میں کلام فرماتے ہیں) تو میں

Presented by Ziaraat.com

لکھنے سے رک گیا۔ پھر میں نے یہ بات رسول اللہ ﷺ کو عرض کی تو آپ نے فرمایا:

اُكْتُبْ ، فَوَ الَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ مَا يَخْرُجُ مِنْهُ إِلَّا حَقٌّ.

''لکھو! اُس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے یہاں سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا''۔

(سنن أبي داود ج٤ ص٤٨٠ حديث٣٦٤٦؛ المصنف لابن أبي شيبة ج١٣، ٤٦٢ حديث ٢٦٩٥٧؛مسند أحمد ج٣ص٥٣٥ حديث ٦٦٦٦، وص٦١٣ حديث ٦٩٧٧ [علمية]، وط: الأرنؤوط: ج١١ ص٥٧، ٥٨ حديث ٦٥١٠؛ سنن الدارمي ج١ ص٨٥ حديث٤٨٤؛المستدرك ج١ ص١٠٤ حديث٣٦٦ وط: ج١ ص٣٠٢ حديث٣٦٦؛فتح المنان ج٣ص٢٦٨ حديث٥١١؛ تقييدالعلم للخطيب ص٩٧ حديث١٤٢)

بعض احادیث میں الفاظ ہیں کہ اُنہوں نے عرض کیا:

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! أَكْتُبُ مَا أَسْمَعُ مِنْكَ ؟ قَالَ : نَعَمْ ، قُلْتُ فِي الرِّضَا وَالسَّخَطِ ؟ قَالَ : نَعَمْ ، فَإِنَّهُ لَا يَنْبَغِيْ أَنْ أَقُوْلَ فِيْ ذٰلِكَ إِلَّا حَقًّا.

''یارسول اللہ! کیا میں آپ سے جو بھی سنوں تو لکھ لیا کروں؟ فرمایا: ہاں، میں نے عرض کیا: خوشی اور غصہ میں بھی؟ فرمایا: ہاں، مجھے مناسب نہیں کہ میں اِس حالت میں بھی حق کے سوا کچھ بولوں''۔

(مسند أحمد[شاكر] ج٦ ص٤٠٠، ١٠٤ حديث٦٩٣٠؛المستدرك ج١ ص١٠٥؛تقييدالعلم للخطيب ص٩١، ٩٢ حديث١٣٤ وص٩٦ حديث١٤٠)

ایک اور مقام پر حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا:

فِي الْغَضَبِ وَالرِّضَا ؟ قَالَ : نَعَمْ ، فَإِنِّيْ لَا أَقُوْلُ فِيْهِمَا إِلَّا حَقًّا.

''غضب اور رضا کی حالت میں بھی؟ فرمایا: ہاں، کیونکہ میں اِن دونوں حالتوں میں بھی حق ہی بولتا ہوں''۔

(مسند أحمد[شاكر] ج٦ ص٤٥١، حديث ٧٠٢٠)

اِس فقیر کو تو بخاری و مسلم کی مذکورہ حدیث کے مقابلہ میں یہ احادیث زیادہ قابل فہم معلوم ہو رہی ہیں، اور یہ

Presented by Ziaraat.com

اِس ارشادِ الٰہی کے بھی مطابق ہیں:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوْحٰى.

''اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے، وہ تو نہیں مگر وحی جو اُنہیں کی جاتی ہے''۔

(النجم: ۳،۴)

وہ دہن جس کی ہر بات وحی خدا

چشمۂ علم وحکمت پہ لاکھوں سلام

لہٰذا یہ کیسے ممکن ہے کہ ایسے دہن اقدس سے کسی بھی حال میں خلافِ حق جملہ نکل جائے؟ اگر یہ بات مان لی جائے تو پھر عصمت کا کیا ٹھکانہ رہا؟ سو مجھ ناکارہ کو صحیحین کی زیرِ بحث حدیث سمجھ نہیں آرہی، میرا دل نہیں مان رہا کہ حالتِ غصہ میں لسانِ نبوی ﷺ سے کوئی بھی ناحق بات نکلی ہو، خواہ وہ کسی کے حق میں دعائے خیر ہو یا دعائے ضرر۔ اہل علم سے اپیل ہے کہ اگر اُنہیں سورۃ النجم کی مذکورہ بالا آیت اور اِن مختلف احادیث کے مابین کوئی تطبیق معلوم ہو تو مجھے ضرور آگاہ فرمائیں۔

البتہ اگر یوں کہا جائے کہ نبی کریم ﷺ نے محض رحمۃ للعالمین ہونے کی وجہ سے بارگاہِ الٰہی میں ایسا عرض کر دیا تھا لیکن حقیقت میں کبھی ایسا ہوا نہیں کہ آپ ﷺ کی زبان اقدس سے کسی کے خلاف ناحق بددعا یا کوئی بھی خلافِ حق لفظ نکلا ہو تو پھر ''فَأَيُّمَا أَحَدٍ دَعَوْتُ عَلَيْهِ مِنْ أُمَّتِي الخ'' وغیرہ الفاظ پر مشتمل احادیث قابلِ اعتبار اور قابلِ فہم ہو سکتی ہیں۔ واللہ اعلم۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًا کا موضوع ہونا

اِس حدیث کو امیر شام کی فضیلت میں عظیم دلیل سمجھا جاتا ہے، امیر اہل سنت نے بھی اِس کو نقل کیا ہے۔

(فیضان امیر معاویہ ص ۱۶۶)

کنز العلماء صاحب نے اس حدیث پر فاتحانہ اور فاخرانہ انداز میں گفتگو کی ہے اور کہا ہے کہ اس پر امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ''مناقب معاوية'' کا باب قائم کیا ہے۔ راقم الحروف اس حدیث کی سندی اور معنوی حیثیت پر اس سے قبل اپنی بعض کتب میں حسبِ ضرورت مختصراً گفتگو کر چکا ہے، اب میں اس پر مفصل روشنی ڈالنا ضروری سمجھتا ہوں۔ اس تفصیل سے ہمارا مقصد اس امر کی وضاحت کرنا ہے کہ کسی کی شان میں دعائیہ حدیث کا ہونا

Presented by Ziaraat.com

واقعی اُس کی فضیلت کی دلیل ہوتا ہے لیکن ساتھ ہی یہ دیکھنا بھی ضروری ہوتا ہے کہ آیا اُس دعا کی قبولیت کی تاثیر اُس شخص میں پائی بھی گئی یا نہیں؟

ابن ابی عمیرہ کی صحابیت کا مشکوک ہونا

امیرِ شام کی آئندہ زندگی میں اس دعا کی تاثیر پائی ہی نہیں گئی، اور پائی ہی کیسے جاتی جبکہ یہ حدیث ہے ہی موضوع۔ اس حدیث کا مرکزی راوی جس کے صحابی ہونے کا دعویٰ کیا گیا ہے، اس کے بارے میں امام ابن ابی حاتم لکھتے ہیں:

وإِنَّمَا هُوَ ابْنُ أَبِيْ عُمَيْرَةَ وَلَمْ يَسْمَعْهُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ هٰذَا الْحَدِيْثَ.

''وہ ابن ابی عمیرہ ہے اور اس نے نبی کریم ﷺ سے یہ حدیث نہیں سنی''۔

(كتاب العلل لابن أبي حاتم ج٦ ص٦٨٢، وط: ج٦ ص٣٧٢)

حافظ ذہبی نے بھی ابن ابی عمیرہ کی صحابیت میں اختلاف کا قول نقل کیا ہے، اگرچہ اُنہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ وہ صحابی ہے۔

(تاريخ الإسلام للذهبي ج٢ ص٣٤٢؛ وط: ج٤ ص٣٠٩)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی لکھا ہے:

مُخْتَلَفٌ فِيْ صُحْبَتِهِ.

''اُس کی صحابیت میں اختلاف ہے''۔

(تقريب التهذيب ص٥٩٣)

امام ابن عبد البر، امام ابن اثیر الجزری، حافظ ابن حجر عسقلانی اور عبد الرحمان مبارک پوری نے لکھا ہے:

''نہ اس کا صحابی ہونا صحیح ہے اور نہ ہی یہ حدیث ثابت ہے''۔

(الاستيعاب ج٢ ص٣٨٦؛ أسد الغابة ج٣ ص٤٩٤؛ تهذيب التهذيب ج٥ ص١٥٢؛ تحفة الأحوذي ج١٠ ص٣١٥)

حافظ مغلطائی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے دوٹوک انداز میں لکھا ہے:

حَدِيْثُهُ مُضْطَرِبٌ فِيْهِ ، لَايَثْبُتُ صُحْبَتُهُ.

Presented by Ziaraat.com

''اس کی حدیث میں اضطراب ہے، اس کی صحابیت ثابت نہیں ہے''۔

(الإنابة إلى معرفة المختلف فيهم من الصحابة ج ۲ ص ۲۳)

اِن عبارات سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

۱۔ عبدالرحمان بن ابی عمیرہ کی صحابیت میں اختلاف کو سب نے تسلیم کیا ہے

۲۔ کچھ حضرات نے اُس کے صحابی ہونے کا صاف انکار کیا ہے۔

جب اس کی صحابیت مشکوک ہوگئی تو جس حدیث کی سند میں اِس کا نام ہے وہ حدیث اضطراب سے منزہ ومبراء نہیں سمجھی جاسکتی، یہی وجہ ہے کہ محدثین کرام اِس اضطراب سے جان نہیں چھڑا سکے۔ چنانچہ امام مغلطائی نے صاف لکھا ہے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًا ، وَلَايَصِحُّ إِسْنَادُ حَدِيْثِهٖ هٰذا عِنْدَهُمْ.

''**اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًا**'' محدثین کے نزدیک اس حدیث کی سند درست نہیں ہے''۔

(الإنابة إلى معرفة المختلف فيهم من الصحابة ج ۲ ص ۲۳)

سو جب اتنے علماء ومحدثین نے عبدالرحمان ابن ابی عمیرہ کی صحابیت کا انکار کیا ہے اور امام ابن ابی حاتم نے دوٹوک انداز میں کہا ہے کہ اُس نے یہ حدیث سنی ہی نہیں تو پھر سنداً اس حدیث کے موضوع و باطل ہونے میں کیا شک باقی رہ جاتا ہے؟ کیا سنن الترمذی میں آجانے کی وجہ سے اس حدیث کو ماننا لازم ہوگیا اور اس کی سند پر کلام ممنوع ہوگیا؟

ابن ابی عمیرہ کہاں کا باشندہ تھا؟

اس حدیث کے وضعی ہونے کے شواہد میں سے ایک اہم شاہد یہ بھی ہے کہ جس عبدالرحمان ابن ابی عمیرہ کو صحابی بنا کر پیش کیا گیا ہے وہ نہ صرف یہ کہ شامی تھا بلکہ حمصی تھا، اور ہم اہل حمص کے بارے میں باحوالہ لکھ چکے ہیں کہ وہ سیدنا علی ؑ سے عداوت میں شامیوں سے بھی زیادہ سخت تھے۔ پہلے آپ اس بات کی پوری تفصیل ''محمد بن زیاد الہانی کے متعلق عدم تدبر'' کے عنوان کے تحت ایک مرتبہ دوبارہ پڑھ کر پھر خود ہی سوچئے کہ آخر فضائل معاویہ کی احادیث فقط ایسے ہی لوگوں سے کیوں مروی ہیں؟ اگر آپ مختلف کڑیاں ملائیں اور پھر امام احمد بن حنبل کا وہ قول بھی شامل فرمائیں جس میں اُنہوں نے فرمایا کہ ''سیدنا علی ؑ کثیر الاعداء تھے، اُن کے دشمنوں کو جب اُن کے

Presented by Ziaraat.com

عیبوں کی ٹوہ میں ناکامی ہوئی تو اُنہوں نے اُس شخص کو چڑھانا شروع کر دیا جو اُن کے ساتھ لڑتا رہا" تو آپ پر اِس حدیث کی حقانیت کے دعووں کی قلعی کھل جائے گی، اور آپ ماننے پر مجبور ہو جائیں گے کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اِس حدیث کو اپنی سنن میں درج کر کے دھوکہ کھایا ہے۔ اگر وہ اپنے استاذ امام اسحاق بن راھویہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول میں غور و خوض فرماتے تو اِس دھوکہ سے محفوظ رہتے۔

شارحین کا اِس حدیث سے اغماض

صحاح ستہ میں سے یہ حدیث فقط سنن الترمذی میں ہے، پھر سنن الترمذی سے اس کو امام بغوی نے مصابیح السنۃ میں درج کیا ہے اور ظاہر ہے کہ مشکاۃ المصابیح میں بھی یہ موجود ہے چونکہ وہ مصابیح السنۃ پر اضافہ ہے۔ سنن الترمذی اور مصابیح السنۃ اور مشکاۃ المصابیح کے شارحین میں سے بعض نے اس حدیث کی شرح کی ہے، بعض نے اس کو اپنی شرح کے متن سے ہی اڑا دیا ہے اور یوں اُنہوں نے عملاً اس پر عدم اعتماد کا اظہار کر دیا ہے، اور بعض نے اس کو باقی تو رکھا ہے لیکن اس کے معاً بعد ہی امام اسحاق بن راھویہ اور دوسرے محدثین کرام کا قول نقل کر کے قولاً اس حدیث پر عدم اعتماد کا اظہار کر دیا ہے۔ چنانچہ امام سیوطی نے اس کو اپنی کتاب "**قوت المغتذی علی جامع الترمذي**" سے اڑا دیا ہے، امام بیضاوی نے اس کو مصابیح السنۃ کی شرح میں جگہ نہیں دی، امام مظہر الدین زیدانی متوفی ۷۲۷ھ نے بھی اس حدیث کو اپنی شرح میں نہیں لیا۔

(قوت المغتذي على جامع الترمذي للسيوطي ج٢ ص١٠٣٢؛ تحفة الأبرار شرح مشكاة المصابيح ج٣ ص٥٧٦؛ المفاتيح شرح المصابيح ج٦ ص٣٥٣)

جبکہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی مختصر سی شرح کے بعد لکھا ہے:

وَاعْلَمْ أَنَّ الْمُحَدِّثِيْنَ قَالُوْا : لَمْ يَصِحَّ فِيْ فَضَائِلِ مُعَاوِيَةَ حَدِيْثٌ ، كَذَا فِيْ [سفر السعادة] وَكَذَا قَالَ السُّيُوْطِيُّ.

"جان لیجئے کہ محدثین کرام نے فرمایا ہے: فضائل معاویہ میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے، اسی طرح [سفر السعادۃ] میں ہے اور ایسا ہی امام سیوطی نے کہا ہے"۔

(لمعات التنقيح شرح مشكاة المصابيح ج٩ ص٧٧٥)

سلفی عالم علامہ عبد الرحمان بن عبد الرحیم مبارکپوری نے اس حدیث کی کچھ تشریح کے بعد حافظ ابن حجر

Presented by Ziaraat.com

عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا وہ مکمل کلام نقل کیا ہے جو ہم آغازِ کتاب میں لکھ چکے ہیں۔

(تحفة الأحوذي ج ١٠ ص ٣٤١،٣٤٢)

ذرا غور فرمائیے کہ شانِ معاویہ میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی درج کردہ حدیث کے بعد امام ابن راھویہ اور دوسرے محدثین کرام کے قول کو نقل کرنے کا کیا مقصد ہے؟ کیا اس کے سوا کوئی اور مقصد ہوسکتا ہے کہ اُن کے نزدیک امام ترمذی کے مقابلہ میں امام ابن راھویہ کی تحقیق زیادہ قابلِ اعتماد ہے؟

"اللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا" کے مؤیدین سے سوال

جن لوگوں کے نزدیک یہ حدیث صحیح یا حسن ہے اُن سے سوال ہے کہ اگر یہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے تو لامحالہ حیاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں زبانِ اقدس سے صادر ہوئی ہوگی، اُس وقت سے لے کر معاویہ کی موت تک تقریباً ۵۲ سال بنتے ہیں۔ کیا اِن باون [52] سالوں میں اِس حدیث کی اطلاع خود اُس شخص کو بھی ہوئی جس کی شان میں یہ صادر ہوئی؟ اگر وہ اِس حدیث سے باخبر تھے تو اس پر دلیل چاہیئے اور اگر اُنہیں خبر نہیں ہوسکی تو پھر اس عدم اطلاع کی وجہ کیا ہے؟ نیز عموماً زبانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی کی برائی یا بھلائی میں جو الفاظ صادر ہوتے تھے اُن کے پیچھے کوئی واقعہ اور وجہ ہوتی تھی جس کو محدثین کی اصطلاح میں وُرُودِ حدیث کہا جاتا ہے۔ کیا اِس حدیث کی بھی کوئی شانِ ورود ہے؟

"اللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًّا" کا درایۃً جائزہ

جب یہ حدیث سنداً اِس قدر مضطرب ہے کہ اِس کے مرکزی راوی کی صحابیت ہی مشکوک ہے تو پھر آیئے! اب ہم درایۃً اس حدیث پر تفصیلی گفتگو کرتے ہیں تاکہ معلوم ہوسکے کہ اِس حدیث کے بارے میں اُن محدثین کرام کا قول درست ہے جو اِس حدیث کے مرکزی راوی کو صحابی تسلیم کرتے ہیں اور نہ ہی اِس حدیث کو تسلیم کرتے ہیں یا اُن کا قول صحیح ہے جو اس کو صحابی تسلیم کرتے ہیں اور اِس کی حدیث کو بھی کسی حد تک مانتے ہیں؟

احادیث مختلف امور و موضوعات پر مشتمل ہوتی ہیں، مثلاً امر، نہی، وعد، وعید، ماضی کی خبر اور مستقبل کی پیش گوئی وغیرہ۔ اگر کسی حدیث میں مستقبل کی پیش گوئی کی گئی ہو تو دیکھا جائے گا کہ وہ مستقبل قریب کی بات ہے یا بعید کی؟ پھر اُس کی صحت کو پرکھنے کا دارومدار فقط سند پر نہیں ہوگا بلکہ اُس کے متن و معنیٰ کو بھی جانچا جائے گا۔ مثلاً ایک حدیث ہے:

الدُّنْيَا سَبْعَةُ آلَافِ سَنَةٍ ، أَنَا فِيْ آخِرِهَا أَلْفاً.

Presented by Ziaraat.com

''دنیا کی عمر سات ہزار سال ہے، میں اُس کے آخری ہزار سال میں ہوں''۔

(الجامع الصغیر للسیوطي حدیث۴۲۷۸)

جب تک ہجری ماہ وسال کے لحاظ سے ایک ہزار سال پورے نہیں ہوئے تھے اُس وقت تک اِس حدیث کی سند پر بات ہوتی رہی اور بعض محدثین نے اس کو سنداً موضوع و باطل قرار دیا بھی تھا لیکن جب ساتواں ہزار سال ختم ہوگیا تو اب اس کی سند پر کلام کرنے کی ضرورت نہیں رہی، اس کا متن ہی اس کے باطل ہونے کو عیاں کر رہا ہے، چونکہ اب تو ۱۴۳۹ھ ہے، سو اگر ولادتِ مصطفیٰ ﷺ سے آخری ہزار سال کو شمار کیا جائے تو اس حدیث میں بیان کردہ دنیا کی عمر سے پانچ سو سال اوپر ہو چکے ہیں۔ اب بتلایئے! عظمتِ مصطفیٰ ﷺ کا تحفظ اس حدیث کو موضوع و باطل قرار دینے میں ہے یا اسے صحیح ثابت کرنے میں؟

بعینہٖ یہی معاملہ ''اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا'' کی حدیث کا ہے۔ فرق اتنا ہے کہ اُس حدیث میں مستقبل کی ایک بات تھی جبکہ اِس حدیث میں ایک مخصوص و معیّن شخص کے حق میں دعائیہ الفاظ ہیں، لہٰذا اس کی فقط سند کو ہی نہیں دیکھا جائے گا بلکہ متن میں بھی غور کیا جائے گا کہ جس شخص کے حق میں یہ دعا کی گئی، آیا اُس کی سیرت و کردار میں اس دعا کی جھلک نمایاں بھی ہوئی تھی یا نہیں؟ اس دعا کے تین حصے ہیں:

۱۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا (اے اللہ! اس کو ہدایت دینے والا بنا)

۲۔ مَهْدِيًّا (ہدایت یافتہ بنادے)

۳۔ وَاهْدِ بِهٖ (اور اس کے ذریعے اوروں کو ہدایت دے)

ہادی مہدی کا قطعی انعام یافتہ حضرات سے بغض؟

ہم ہر نماز میں پڑھتے ہیں: ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ. صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ حدیث پاک کے مطابق کسی پر مکمل انعام یہ ہے کہ اُسے جنت کا داخلہ مل جائے، لہٰذا حسن ظن الگ بات ہے مگر کوئی یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ کون انعام یافتہ ہے اور کون نہیں، لیکن جن ہستیوں کو نوجوانانِ اہل جنت کی سرداری سے نوازا گیا ہو اُن کے ہدایت یافتہ اور انعام یافتہ ہونے میں قطعاً کسی شک کی گنجائش نہیں۔

کیا امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی شہادت مصیبت نہیں تھی؟

آیئے! اب دیکھتے ہیں کہ جس شخص کے حق میں ''اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا......'' والی دعائیہ حدیث کو صحیح

Presented by Ziaraat.com

ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، اُس کے دل میں اِن انعام یافتہ ہستیوں کی کتنی محبت تھی؟ ذرا غور سے پڑھیے!

امام ابوداود اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں:

''خالد بیان کرتے ہیں: حضرت مقدام بن معدیکرب ﷺ، عمرو بن اسود اور اہل قنسرین سے بنو اسد کا ایک شخص معاویہ کے پاس آئے۔ معاویہ نے حضرت مقدام ﷺ سے کہا:

أَعَلِمْتَ أَنَّ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ تُوُفِّيَ؟ فَرَجَّعَ الْمِقْدَامُ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: أَتَرَاهَا مُصِيبَةً؟ قَالَ لَهُ: وَلِمَ لَا أَرَاهَا مُصِيبَةً وَقَدْ وَضَعَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي حِجْرِهِ، فَقَالَ: هٰذَا مِنِّي وَحُسَيْنٌ مِنْ عَلِيٍّ؟ فَقَالَ الْأَسَدِيُّ: جَمْرَةٌ أَطْفَأَهَا اللهُ ﷻ، قَالَ: فَقَالَ الْمِقْدَامُ: أَمَا أَنَا، فَلَا أَبْرَحُ الْيَوْمَ حَتّٰى أُغِيظَكَ وَأُسْمِعَكَ مَا تَكْرَهُ، ثُمَّ قَالَ: يَا مُعَاوِيَةُ! إِنْ أَنَا صَدَقْتُ فَصَدِّقْنِي، وَإِنْ أَنَا كَذَبْتُ فَكَذِّبْنِي، قَالَ: أَفْعَلُ.

قَالَ: فَأُنْشِدُكَ بِاللهِ، هَلْ سَمِعْتَ رَسُولَ اللهِ يَنْهٰى عَنْ لُبْسِ الذَّهَبِ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَأُنْشِدُكَ بِاللهِ، هَلْ تَعْلَمُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهٰى عَنْ لُبْسِ الْحَرِيرِ؟ قَالَ: نَعَمْ.

قَالَ: فَأُنْشِدُكَ بِاللهِ، هَلْ تَعْلَمُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهٰى عَنْ جُلُودِ السِّبَاعِ وَالرُّكُوبِ عَلَيْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ.

قَالَ: فَوَاللهِ لَقَدْ رَأَيْتُ هٰذَا كُلَّهُ فِي بَيْتِكَ يَا مُعَاوِيَةُ! فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: قَدْ عَلِمْتُ أَنِّي لَنْ أَنْجُوَ مِنْكَ يَا مِقْدَامُ، قَالَ خَالِدٌ: فَأَمَرَ لَهُ مُعَاوِيَةُ بِمَا لَمْ يَأْمُرْ لِصَاحِبَيْهِ، وَفَرَضَ لِابْنِهِ فِي الْمِئَتَيْنِ، فَفَرَّقَهَا الْمِقْدَامُ عَلٰى أَصْحَابِهِ، وَلَمْ يُعْطِ الْأَسَدِيُّ أَحَدًا شَيْئًا مِمَّا أَخَذَ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ مُعَاوِيَةَ، فَقَالَ: أَمَّا الْمِقْدَامُ فَرَجُلٌ كَرِيمٌ بَسَطَ يَدَهُ، وَأَمَّا الْأَسَدِيُّ فَرَجُلٌ حَسَنُ الْإِمْسَاكِ لِشَيْئِهِ.

''کیا تم جانتے ہو کہ حسن بن علی وفات پا گئے؟ اس پر حضرت مقدام ﷺ نے ''إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ'' کہا، اس پر کسی شخص نے اُنہیں کہا: کیا تم اس کو مصیبت سمجھتے ہو؟ اُنہوں نے اُس کو فرمایا: میں اس بات کو کیوں نہ مصیبت سمجھوں جبکہ رسول اللہ ﷺ نے اُنہیں اپنی گود میں بٹھا کر

Presented by Ziaraat.com

فرمایا تھا: ''یہ مجھ سے ہے اور حسین علی سے ہے''۔ اس پر اسدی نے کہا: وہ ایک انگارہ تھا جسے اللہ ﷻ نے بجھا دیا۔ خالد کہتے ہیں: اس پر مقدام رضی اللہ عنہ نے معاویہ کو کہا: آج میں تم کو اُس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک کہ تمہیں غصہ نہ دلاؤں اور وہ کچھ نہ سناؤں جو تمہیں ناگوار ہو۔ پھر فرمایا: اے معاویہ! میں بات شروع کرتا ہوں، اگر میں سچ کہوں تو میری تصدیق کرنا اور اگر میں جھوٹ بولوں تو میری تردید کر دینا۔ معاویہ نے کہا: میں ایسا ہی کروں گا۔

حضرت مقدام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں: کیا تم نے رسول اللہ ﷺ سے سونا پہننے کی ممانعت سنی تھی؟ اُنہوں نے کہا: ہاں۔

حضرت مقدام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں: کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے ریشم پہننے سے منع فرمایا؟ اُنہوں نے کہا: ہاں۔

حضرت مقدام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں: کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے درندوں کی جلد کو پہننے اور اُس پر بیٹھنے سے منع فرمایا تھا؟ اُنہوں نے کہا: ہاں۔

اس پر حضرت مقدام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم! اے معاویہ! میں یہ سب کچھ تمہارے گھر میں دیکھتا ہوں۔ اس پر معاویہ نے کہا: اے مقدام! مجھے معلوم ہے، آج میں تم سے جان نہیں چھڑا سکتا۔ خالد کہتے ہیں: اس کے بعد معاویہ نے حضرت مقدام رضی اللہ عنہ کے لیے اتنے مال کا حکم دیا کہ اتنا اُن کے دوسرے ساتھیوں کے لیے نہ دیا اور اُن کے بیٹے کا وظیفہ دو سو دینار والے لوگوں کے برابر کر دیا۔ پس حضرت مقدام رضی اللہ عنہ نے وہ سب کچھ اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دیا۔ خالد کہتے ہیں: اسدی کو جو ملا تھا وہ اس نے کسی کو نہ دیا۔ یہ خبر معاویہ کو پہنچی تو اُنہوں نے کہا: مقدام ایک کریم شخص ہیں اُنہوں نے اپنے ہاتھ کھول دیے، رہا اسدی تو وہ اپنی چیز کو اچھے طریقے سے سنبھالنے والا ہے''۔

(سنن أبي داود بتحقيق الألباني ص٧٣٨ حديث ٤١٣١)

''أَتَرَاهَا مُصِيبَةً'' کا قائل کون؟

سنن ابوداود کے متن میں کچھ مخفی رکھنے کی کوشش تو کی گئی لیکن حقیقت پھر بھی مخفی رہ نہیں سکی۔ سنن ابوداود

Presented by Ziaraat.com

میں ہے "قَالَ لَهُ رَجُلٌ أَتَرَاهَا مُصِيبَةً؟" (ایک شخص نے کہا: کیا آپ اسے مصیبت سمجھتے ہیں؟) پھر ایک اسدی شخص نے کہا: "جَمْرَةٌ أَطْفَأَهَا اللّٰهُ ﷻ" (وہ ایک انگارہ تھا جسے اللہ نے بجھا دیا) سوال یہ ہے کہ اگر یہ دونوں غیر شرعی، غیر اخلاقی اور قبیح باتیں معاویہ کے علاوہ دوسرے دو شخصوں نے کہیں تو حضرت مقدام ؓ نے معاویہ کو کھری کھری سنانا کیوں شروع کر دیا؟ دراصل اِن میں سے پہلی بات کے قائل خود معاویہ ہیں، جیسا کہ امام احمد، امام طبرانی، امام ابن عساکر، امام ذہبی اور شمس الحق عظیم آبادی کی نقل کردہ حدیث میں یہ تصریح موجود ہے:

فَقَالَ لَهُ مُعَاوِيَةُ : أَتَرَاهَا مُصِيبَةً؟

"تو معاویہ نے اُنہیں کہا: کیا آپ اس کو مصیبت سمجھتے ہیں؟"۔

(مسند أحمد [بتحقيق أحمد شاكر] ج١٣ ص٢٩٥ حديث١٧١٢٣، وط: [شعيب] ج٢٨ ص ٤٢٦ حديث١٧١٨٩؛ المعجم الكبير ج٣ ص٣٤ حديث٢٦٢٨؛ تاريخ دمشق ج ٦٠ ص ١٨٧، ١٨٨؛ سير أعلام النبلاء ج٣ ص١٥٨، ١٥٩؛ عون المعبود في مجلد واحد ص١٨٨٤، وط: ج ١١ ص١٨٩، ١٩٠)

جبکہ دوسرا قول اسدی شخص نے ازخود نہیں کیا بلکہ اُس سے پوچھا گیا تو اُس نے میر محفل کی خواہش کے مطابق جواب دیا۔ اُس مجلس کے میر خود بادشاہ سلامت معاویہ ہی تھے، اُنہوں نے ہی اسدی سے پوچھا:

مَا تَقُوْلُ أَنْتَ ؟ قَالَ : جَمْرَةٌ أُطْفِئَتْ.

"تم کیا کہتے ہو؟ اُس نے کہا: ایک انگارہ تھا بجھا دیا گیا"۔

(سير أعلام النبلاء ج٣ ص١٥٨؛ المعجم الكبير ج ٢٠ ص٢٦٩ حديث٦٣٦)

البانی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے، شیخ احمد شاکر نے کہا: اس کی سند صحیح ہے اور امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: اس کی سند قوی ہے۔

معلوم ہوا کہ حضرت مقدام ؓ اُسی شخص پر ہی برہم ہوئے تھے جس نے یہ غیر شرعی اور غیر اخلاقی الفاظ بولے تھے اور وہ معاویہ تھے۔ اگر فقط سنن ابی داود کے الفاظ کو ہی مد نظر رکھا جائے تب بھی سیدنا مقدام ؓ کا معاویہ پر برہم ہونا قابل فہم ہے، اس لیے کہ گفتگو کے وقت چہروں کے تیور [Facial expressions] بھی تو وہ دیکھ رہے تھے۔

"كُلُّ إِنَاءٍ يَتَرَشَّحُ بِمَا فِيْهِ" دراصل معاویہ اس اظہارِ خیال میں [Expose] اس لیے ہو گئے تھے

Presented by Ziaraat.com

کہ اُنہوں نے جن لوگوں کے سامنے "أتَـرَاهَـا مُصِيبَةً" (کیا تم اسے مصیبت سمجھتے ہو؟) کہا وہ سب بشمول سیدنا مقدام بن معدیکرب ﷺ شامی تھے، اُنہوں نے گمان کیا کہ سب اہل مجلس اپنے ہم خیال ہیں، لیکن ضروری تو نہیں کہ سارے شامی اُن کے ہم خیال ہوں، کوئی "يَـكْتُـمُ إِيْمَانَهُ" کا مصداق شخص بھری مجلس میں پھٹ بھی تو سکتا تھا، سو ایسا ہی ہوا۔ اسی لیے کہا گیا۔

ہر بیشہ گمان مبر کہ خالیست
شاید کہ پلنگ خفتہ باشد

شہادتِ امام حسن علیہ السلام پر خوشی؟

یہ واقعہ دوسرے الفاظ میں علامہ ابن خلکان اور علامہ دمیری نے بھی نقل کیا ہے، اُس میں ہے کہ معاویہ نے سیدنا امام حسن ﷺ کی شہادت کی خبر سن کر کہا:

اِسْتَرَاحَ قَلْبِيْ.

"میرے دل نے راحت حاصل کی ہے"۔

ان دونوں کتابوں میں یہ بھی مذکور ہے کہ سیدنا ابن عباس ﷺ اُس وقت شام میں تھے، اُنہوں نے معاویہ کے چہرے پر خوشی کے آثار دیکھے تو وجہ پوچھی، معاویہ نے کہا:

مَاتَ الْحَسَنُ.

"حسن مر گیا"۔

(ملخصاً: وفيات الأعيان ج۲ ص۶۶، ۶۷؛ حياة الحيوان ج۱ ص۲۱۲)

عاشقانِ مصطفیٰ ﷺ سے سوالات

یہاں ہم بشمول "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا" کے مؤیدین و مصححین کے تمام عاشقانِ مصطفیٰ ﷺ کے سامنے بالعموم اور امیر اہل سنت وجلالی صاحب کے سامنے بالخصوص چند سوالات رکھتے ہیں اور اُنہیں اللہ ﷻ اور رسول اللہ ﷺ کا واسطہ دے کر پوچھتے ہیں کہ وہ امانت و دیانت اور عدل و انصاف کو مدنظر رکھتے ہوئے بتلائیں!

۱۔ نبی کریم ﷺ کے محبوب کے انتقال کو مصیبت نہ سمجھنا اور اُنہیں انگارہ قرار دینے کے قول پر راضی رہنا، اظہارِ بغض ہے یا اظہارِ محبت؟

Presented by Ziaraat.com

۲۔ شہادتِ امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کو مصیبت نہ سمجھنا، اُسے قلبی راحت کہنا اور امام حسن رضی اللہ عنہ کو انگارہ قرار دینے والے کو اُلٹا پیسے دینا۔ دل کو تھام کر ایمان اور انصاف سے بتایئے کہ ایسے قول و عمل سے حضور ﷺ کو اذیت پہنچی ہوگی یا راحت؟ اگر راحت پہنچنے کا قول کیا جائے تو اس پر ثبوت پیش کیا جائے، ورنہ بتلایا جائے کہ اگر رسول اللہ ﷺ کو ایذا پہنچانے والا کوئی صحابی کہلاتا ہو تو وہ حسبِ ذیل آیت سے مستثنیٰ ہوسکتا ہے؟

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّلَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا.

"بیشک جو لوگ ایذا پہنچاتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت سے محروم کر دیتا ہے، دُنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور اس نے تیار کر رکھا ہے اُن کے لیے رُسوا کن عذاب"۔

(الأحزاب: ٥٧)

۳۔ بھری مجلس میں نبی کریم ﷺ کی محبوب ترین ہستی کے بارے میں ایسا قبیح اظہارِ خیال مدارجِ ہدایت میں سے کونسا درجہ ہے؟

۴۔ اس حدیث میں سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی شان میں آیا کہ وہ حضور ﷺ سے ہیں۔ اس کی کئی تعبیریں ہوسکتی ہیں، لیکن سب سے واضح تعبیر یہ ہے کہ وہ ہو بہو صورتِ مصطفیٰ ﷺ تھے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے:

"سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نمازِ عصر پڑھ کر تشریف لے جا رہے تھے، اُنہوں نے دیکھا کہ سیدنا امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے تو اُنہوں نے اُنہیں اپنے کندھے پر اُٹھالیا اور فرمایا: میرے والد قربان ہوں، آپ نبی کریم ﷺ کے ہم شکل ہیں، علی کے ہم شکل نہیں ہیں، اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہنستے رہے"۔

(بخاري ص ٤٨٣ حديث ٣٥٤٢، وص ٥١٠ حديث ٣٧٥٠)

لہٰذا دل پر ہاتھ رکھ کر بتلائیں کہ شکلِ مصطفیٰ ﷺ کے اوجھل ہونے کو مصیبت نہ سمجھنا ایمان، عشق، محبت اور ہدایت کا کونسا درجہ ہے؟

۵۔ نبی کریم ﷺ جنہیں اپنا پھول فرمائیں، اُنہیں دربارِ معاویہ میں انگارہ کہا جائے اور وہ نہ صرف یہ کہ ٹس سے مس نہ ہوں بلکہ اُلٹا اُس منہ پھٹ شخص کو پیسے دیں، یہ عشقِ نبوی ﷺ کا کونسا درجہ ہے؟

۶۔ جس محبوب ہستی کو محبوبِ خدا ﷺ اپنا پھول فرمائیں، اُنہیں کوئی انگارہ کہے تو کیا یہ آوازِ نبوی ﷺ پر آواز بلند کرنے کے مترادف نہیں؟

Presented by Ziaraat.com

۷۔ اگر کچھ لوگوں کے نزدیک ایسا اظہارِ خیال اجتہاد ہو تو یہ کونسا اجتہاد ہے، ایک اجر والا یا دو اجر والا؟

۸۔ اس حدیث میں معاویہ کا قول و عمل مبنی بر ہدایت ہے یا سیدنا مقدام بن معدیکرب ؓ کا ردِ عمل؟

۹۔ اس حدیث میں ہے کہ سیدنا مقدام بن معدیکرب ؓ نے سونے، ریشم اور درندوں کی کھال کے استعمال کے متعلق ممانعتِ نبوی بیان کی تو معاویہ نے اُن کی تردید نہ کر سکے، جس پر انہوں نے فرمایا: اے معاویہ! میں یہ سب کچھ تمہارے گھر میں دیکھتا ہوں تو معاویہ اس کی بھی کوئی تردید کر سکے اور نہ ہی تاویل، یعنی وہ یہ بھی نہ کہہ سکے کہ یہ چیزیں تو ہمارے گھر کی خواتین استعمال کرتی ہیں۔ چونکہ حضرت مقدام ایک شامی شخص تھے اور وہاں کے حقائق و حالات سے باخبر تھے اس لیے اُن کے سامنے خود صاحبِ معاملہ کی بھی تردید اور تاویل نہ چل سکی تو کسی دوسرے کی تاویل کیا چلے گی؟ لہٰذا سوال قائم ہوتا ہے کہ جب یہ چیزیں ممنوع ہیں تو پھر جان بوجھ کر ان کا استعمال ہدایت ہے یا ضلالت؟ اگر ہدایت ہے تو ثابت کیجئے اور اگر ہدایت نہیں تو پھر بتلائیے کہ "اللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا" کی صحت اور مقبولیت کہاں گئی؟

۱۰۔ دربارِ معاویہ میں آئے تو تھے تینوں شخص اکٹھے ہی، لیکن انہوں نے حضرت مقدام ؓ کو دوسرے دو شخصوں سے زیادہ مال دیا، اس کی وجہ کیا ہے؟

۱۱۔ حضرت مقدام ؓ نے وہ مال اپنے پاس نہ رکھا اور ساتھیوں میں تقسیم کر دیا، آخر کیوں؟

بارگاہِ معاویہ میں حصولِ قرب کا طریقہ

وکلائے صفائی تو اس قسم کی احادیث کی اپنی اپنی تاویلیں کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے لیکن بعض لوگوں کا قلم اس مقام پر لگی لپٹی کا شکار نہیں ہوا اور وہ حق بات لکھ گئے۔ اسدی شخص نے سیدنا امام حسن مجتبیٰ ؓ کو جو "جَمْرَةٌ" (انگارہ) کہا تو کیوں کہا اور اس کا مطلب کیا ہے؟ اس کی تشریح میں مولانا خلیل احمد سہارنپوری اور مولانا شمس الحق عظیم آبادی لکھتے ہیں:

فَقَالَ الْأَسَدِيُّ: طَلَباً لِرِضَاءِ مُعَاوِيَةَ وَتَقَرُّباً إِلَيْهِ (جَمْرَةٌ أَطْفَأَهَا اللّٰهُ) تَعَالىٰ، أَيْ أَخْمَدَهَا وَأَزَالَ شَرَرَ شُرُوْرِهَا وَفِتَنِهَا.

''اسدی نے معاویہ کی خوشنودی اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لیے کہا: ''وہ ایک انگارہ تھا جسے اللہ ﷻ نے بجھا دیا) یعنی اللہ تعالیٰ نے اُسے بجھا دیا اور اُس کے بھڑکنے کے شر اور فتنہ کو زائل

Presented by Ziaraat.com

کردیا"۔

(بذل المجهود في حل سنن أبي داود ج١٧ ص١٤، ١٥، وط: ج١٧ ص٩؛ عون المعبود في مجلد واحد ص١٨٨٤ وط: ج ١١ ص١٩١)

تعجب ہے کہ جس کے حق میں ھادی، مہدی اور "وَاهْدِ بِهِ" (اس کے ذریعے اوروں کو ہدایت دے) کے الفاظ میں دعا کا دعویٰ کیا گیا ہے اُس کی بارگاہ میں تقرب اور خوشنودی کے حصول کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ اہل بیت کرام علیہم السلام کے خلاف بھڑاس نکالتے جاؤ اور ھادی و مہدی کی بارگاہ کا قرب حاصل کرتے جاؤ۔

امیر شام نے اہل بیت کی قدر نہ کی

اہل حدیث عالم شمس الحق عظیم آبادی لکھتے ہیں:

وَالْعَجَبُ كُلَّ الْعَجَبِ مِنْ مُعَاوِيَةَ فَإِنَّهُ مَا عَرَفَ قَدْرَ أَهْلَ الْبَيْتِ حَتّٰى قَالَ مَا قَالَ، فَإِنَّ مَوْتَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِنْ أَعْظَمِ الْمَصَائِبِ، وَجَزَى اللّٰهُ الْمِقْدَامَ وَرَضِيَ عَنْهُ فَإِنَّهُ مَا سَكَتَ عَنْ تَكَلُّمِ الْحَقِّ حَتّٰى أَظْهَرَهُ، وَهٰكَذَا شَأْنُ الْمُؤْمِنِ الْكَامِلِ الْمُخْلِصِ.

"معاویہ پر تعجب اور حیرت ہے، اُنہوں نے اہل بیت کی قدر نہیں جانی، حتیٰ کہ اُنہوں نے وہ کہا جو کہا۔ بیشک سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی وفات بڑی مصیبت ہے، اللہ تعالیٰ حضرت مقدام رضی اللہ عنہ کو جزائے خیر عطا فرمائے، بلاشبہ وہ حق کے اظہار سے خاموش نہ رہ سکے حتیٰ کہ اُسے ظاہر کردیا اور یہی کامل مخلص مومن کی شان ہوتی ہے"۔

(عون المعبود في مجلد واحد ص١٨٨٤ وط: ج ١١ ص١٩١)

ھادی مھدی کا انصار رضی اللہ عنہم سے برا سلوک

قرآن مجید میں انصار رضی اللہ عنہم کو بھی السابقون الاولون فرمایا گیا ہے، لیکن امیر شام نے اُن کے ساتھ بھی اچھا سلوک نہیں کیا تھا، اور احادیث مبارکہ میں اس ناروا سلوک کی پیش گوئی بھی آچکی ہے۔ چنانچہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار رضی اللہ عنہم کو فرمایا:

إِنَّكُمْ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِيْ أَثَرَةً، فَاصْبِرُوْا حَتّٰى تَلْقَوْنِيْ، وَمَوْعِدُكُمُ الْحَوْضُ.

Presented by Ziaraat.com

''عنقریب یقیناً تم میرے بعد ترجیحی سلوک کا سامنا کرو گے، لہٰذا مجھ سے ملاقات تک صبر کرنا اور ہمارے تمہارے ملنے کی جگہ حوض ہے''۔

(بخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب قول النبي ﷺ للأنصار: اصبروا حتىٰ تلقوني على الحوض، حديث ٣٧٩٣)

علماء نے ''أثَرَة'' کا معنی کیا ہے: مال کی تقسیم میں تم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے گی۔ چونکہ یہ نبوی پیش گوئی تھی اور مستقبل قریب کے لیے تھی، لہٰذا اس کا عنقریب پورا ہونا ضروری تھا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ کب پوری ہوئی اور انصار کے ساتھ یہ ناروا اور ترجیحی سلوک کب شروع ہوا؟ امیر اہل سنت سے التماس ہے کہ وہ ذرا غور سے ملاحظہ فرمائیں کہ انصار رضی اللہ عنہم کے ساتھ اُس ترجیحی سلوک کا مرتکب پہلا شخص کون تھا۔ ملا علی قاری اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہما لکھتے ہیں:

قَالَ الْيَعْمَرِيُّ: كَانَتْ هٰذِهِ الْأَثَرَةُ فِيْ زَمَنِ مُعَاوِيَةَ.

''علامہ یعمری فرماتے ہیں: یہ ترجیحی سلوک معاویہ کے زمانے میں ہوا''۔

(شرح الشفا لعلي القاري ج١ ص٦٩٦؛ مدارج النبوة ص٢٥٣)

ممکن ہے کہ بزعم خویش کسی باادب شخص کو ملا علی قاری، شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور علامہ یعمری کے قول سے اتفاق نہ ہو تو ہم ایسے نام نہاد باادب لوگوں کے سامنے کتب حدیث کی تصریح پیش کیے دیتے ہیں۔ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

عَنْ مِقْسَمٍ أَنَّ أَبَا أَيُّوْبَ أَتٰى مُعَاوِيَةَ فَذَكَرَ لَهٗ حَاجَةً، قَالَ: أَلَسْتَ صَاحِبَ عُثْمَانَ؟ قَالَ: أَمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَدْ أَخْبَرَنَا أَنَّهٗ سَيُصِيْبُنَا بَعْدَهٗ أَثَرَةٌ، قَالَ: وَمَا أَمَرَكُمْ؟ قَالَ: أَمَرَنَا أَنْ نَصْبِرَ حَتّٰى نَرِدَ عَلَيْهِ الْحَوْضَ، قَالَ: فَاصْبِرُوْا، قَالَ: فَغَضِبَ أَبُوْ أَيُّوْبَ وَحَلَفَ أَنْ لَّا يُكَلِّمَهٗ أَبَدًا.

''مقسم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے معاویہ کے پاس آ کر اپنی کوئی ضرورت ذکر فرمائی تو معاویہ نے کہا: کیا تم عثمان کے قاتل نہیں ہو؟ (معاویہ سب انصار رضی اللہ عنہم کو ایسا سمجھتے تھے) حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمیں رسول اللہ ﷺ نے خبر دی تھی کہ آپ کے بعد عنقریب ہمیں ترجیحی سلوک کا سامنا کرنا ہوگا۔ معاویہ نے کہا: اور آپ نے تمہیں کیا

Presented by Ziaraat.com

حکم دیا تھا؟ فرمایا: ہمیں آپ نے صبر کا حکم دیا تھا۔ معاویہ نے کہا: پھر تم صبر کرو۔ مقسم کہتے ہیں: اس پر حضرت ابوایوب ؓ غضب ناک ہوئے اور قسم کھائی کہ وہ کبھی بھی معاویہ کے ساتھ کلام نہیں کریں گے"۔

(المستدرك ج٣ص٤٥٩،وط: ج٣ص٥٢٠،حديث ٥٩٣٥؛حياة الصحابة للكاندهلوي ج١ ص ٤٨٧؛المعجم الكبير ج٤ ص١٢٥،حديث٣٨٧٦؛مجمع الزوائد ج٩ص٣٢٢،وط: ج١٩ص ٢٠٣ حديث ١٥٧٦٤)

امام طبرانی کی بعض روایات میں ہے کہ میزبانِ رسول سیدنا ابوایوب انصاری ؓ نے معاویہ کے سامنے اپنے مقروض ہونے کی شکایت کی تھی۔

(المعجم الكبير ج٤ ص١١٨،حديث٣٨٥٢؛مجمع الزوائد ج٩ص٣٢٣،وط: ج١٩ص٣٠٤، حديث١٥٧٦٥)

امام حاکم اور امام ذہبی دونوں نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

(تلخيص المستدرك على المستدرك للذهبي ج٣ص٤٥٩،٤٦٠)

آگے اسی سند کے ساتھ یہ حدیث دوبارہ تفصیلاً آئی ہے، اس میں ہے کہ سیدنا ابوایوب انصاری ؓ سرزمین روم میں جہاد میں شرکت کے لیے جا رہے تھے:

فَمَرَّ عَلىٰ مُعَاوِيَةَ فَجَفَاهُ مُعَاوِيَةُ ، ثُمَّ رَجَعَ عَنْ غَزْوَتِهِ فَجَفَاهُ وَلَمْ يَرْفَعْ بِهِ رَأْسًا.

"پس اُن کا گذر معاویہ پر ہوا تو معاویہ نے اُن سے زیادتی کی، پھر وہ غزوہ سے لوٹے تو بھی اُنہوں نے اُن سے زیادتی کی اور اُن کی طرف سر اُٹھا کر بھی نہ دیکھا"۔

(المستدرك ج٣ص٤٦١،وط: ج٣ص٥٢٢،حديث٥٩٤١)

پھر یہ جفا اور ترجیحی سلوک صرف سیدنا ابوایوب انصاری ؓ تک ہی محدود نہ رہا بلکہ سیدنا ابوسعید خدری انصاری ؓ نے بھی معاویہ کے سامنے یہ حدیث پیش کی تو اُنہیں بھی معاویہ نے صاف کہہ دیا: پھر تم صبر ہی کرو۔

(مسند أحمد[شاكر] ج١٠ص٢٨٠،٢٨١ حديث١١٧٨١)

سیدنا عبادہ بن صامت انصاری ؓ کو بھی ایک موقع پر یہ حدیث پیش کرنے پر یہی کہا گیا۔

(تاريخ دمشق ج٢٦ص٢٠١)

Presented by Ziaraat.com

سیدنا ابوقتادہ انصاری ﷺ کو بھی ایسا ہی کہا گیا۔ چنانچہ امام عبدالرزاق صنعانی ﷫ لکھتے ہیں:

''امام معمر سیدنا عبداللہ بن محمد بن عقیل بن ابوطالب ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ معاویہ جب مدینہ منورہ آئے تو اُن کی ملاقات سیدنا ابوقتادہ انصاری ﷺ سے ہوئی، اُنہوں نے اُن سے پوچھا: اے انصار کی جماعت! سب لوگ مجھے ملنے آئے لیکن تم نہیں آئے، تمہیں مجھ سے ملاقات سے کس چیز نے روکا؟ اُنہوں نے فرمایا: ہمارے پاس سواریاں نہیں ہیں۔ معاویہ نے کہا: اونٹنیاں کہاں گئیں؟ اُنہوں نے فرمایا:

عَقَرْنَاهَا فِي طَلَبِکَ وَطَلَبِ أَبِيْکَ يَوْمَ بَدْرٍ، قَالَ: ثُمَّ قَالَ أَبُوْقَتَادَةَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَنَا: إِنَّا لَنَرٰى بَعْدَهُ أَثَرَةً، قَالَ مُعَاوِيَةُ: فَمَا أَمَرَکُمْ؟ قَالَ: أَمَرَنَا أَنْ نَّصْبِرَ حَتّٰى نَلْقَاهُ، قَالَ: فَاصْبِرُوْا حَتّٰى تَلْقَوْهُ.

اُنہیں ہم بدر کی جنگ میں تمہاری اور تمہارے باپ کی تلاش میں کھپا چکے ہیں۔ راوی کہتے ہیں: پھر سیدنا ابوقتادہ ﷺ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں فرمایا تھا: ہم آپ کے بعد ترجیحی سلوک دیکھیں گے۔ معاویہ نے پوچھا: پھر آپ نے تمہیں کیا حکم دیا تھا؟ اُنہوں نے فرمایا: ہمیں آپ ﷺ نے اپنے ساتھ ملاقات تک صبر کرنے کا حکم دیا تھا۔ معاویہ نے کہا: پھر تم آپ ﷺ کے ساتھ ملاقات کرنے تک صبر کرو۔ یہ بات حضرت عبدالرحمان بن حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہما کے فرزند کو پہنچی تو اُنہوں نے فرمایا:

أَلَا أَبْلِغْ مُعَاوِيَةَ بْنَ حَرْبٍ ۔۔۔ أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَنَا کَلَامٌ

فَإِنَّا صَابِرُوْنَ وَمُنْظِرُوْکُمْ ۔۔۔ إِلٰى يَوْمِ التَّغَابُنِ وَالْخِصَامِ

''خبردار! معاویہ بن حرب امیرالمومنین کو میرا کلام پہنچا دو، بیشک ہم حساب اور احتجاج کے دن تک صبر کرنے والے ہیں اور تمہارا انتظار کرنے والے ہیں''۔

(المصنّف للإمام عبدالرزاق ج١١ ص ٦٠ حديث ١٩٩٠٩؛ الاستيعاب ج٢ ص٢٤٧؛ تاريخ دمشق ج٣٤ ص٢٩٦؛ تاريخ الخلفاء للسيوطي ص٣٣٣؛ عون القدير من فتاوى ورسائل ابن الأمير ج ٥ ص٣٣٩، ٣٤٠)

مذہبی تعصب سے بالا ہو کر بتلائیں کہ انصار ﷺ کے ساتھ ایسے جفا، ناروا سلوک اور اُن کی تذلیل کو کیا کہا

Presented by Ziaraat.com

جائے، محبت یا عداوت؟ یاد رہے کہ انصار ﷺ وہ مبارک طبقہ ہے جن کی قرآن کریم میں اتباع چاہی گئی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ.

''اور سب سے آگے آگے سب سے پہلے پہلے ایمان لانے والے مہاجرین وانصار سے اور وہ جنہوں نے پیروی کی ان کی عمدگی سے، راضی ہوگیا اللہ تعالیٰ اُن سے اور راضی ہوگئے وہ اُس سے''۔(التوبة: ۱۰۰)

اتباع محبت کے بغیر نہیں ہوتی جبکہ انصار ﷺ سے محبت کو ایمان کی نشانی اور اُن سے بغض کو نفاق کی علامت فرمایا گیا ہے۔ سیدنا انس بن مالک ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

آيَةُ الإِيْمَانِ حُبُّ الأَنْصَارِ وَآيَةُ النِّفَاقِ بُغْضُ الأَنْصَارِ.

''انصار ﷺ سے محبت ایمان کی نشانی ہے اور انصار ﷺ سے بغض منافقت کی نشانی ہے''۔

(بخاري: كتاب مناقب الأنصار، باب حب الأنصار، ص ۵۱۳ حديث ۳۷۸٤)

اب ایک طرف بخاری کی اِس حدیث کو سامنے رکھئے اور دوسری طرف سیدنا ابوایوب انصاری، سیدنا ابوسعید خدری انصاری، سیدنا عبادہ بن صامت انصاری اور سیدنا ابوقتادہ انصاری ﷺ کے ساتھ مذکورہ بالا ناروا سلوک کو سامنے رکھ کر خود ہی بتایئے کہ حدیث پاک کی رو سے اس کا نتیجہ کیا ہے؟

امیر شام نے میزبانِ رسول سیدنا ابوایوب انصاری ﷺ سے اس قدر ناروا سلوک تو کیا کہ اُنہوں نے قسم کھا کر کہا: وہ ہمیشہ کے لیے معاویہ کے ساتھ ہم کلام نہیں ہوں گے۔ راقم الحروف التماس کرتا ہے کہ ایک مرتبہ حدیث پاک میں دوبارہ غور فرما کر اپنے آپ سے پوچھئے کہ جس شخص کی شان میں ایسی جامع دعا کی گئی ہو، کیا اُس سے ایسی ہستیوں کے ساتھ برا سلوک ممکن ہے جو (بقولِ شما) اُس سے بھی زیادہ ہدایت یافتہ اور انعام یافتہ تھیں؟

میزبانِ مصطفیٰ ﷺ اور سیدنا ابن عباس ﷺ

یہاں یہ بات بھی مدنظر رہے کہ یہی ستم رسیدہ اور رنجیدہ میزبانِ رسول سیدنا ابوایوب انصاری ﷺ اس واقعہ کے بعد بصرہ تشریف لے گئے تو وہاں ان کی ملاقات سیدنا عبداللہ بن عباس ﷺ سے ہوئی، اور وہ اُس وقت سیدنا

Presented by Ziaraat.com

علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے بصرہ کے گورنر تھے، اُنہوں نے گفت وشنید کے بعد اُن سے عرض کیا:

یَا أَبَا أَیُّوْبَ إِنِّيَ أُرِیْدُ أَنْ أَخْرُجَ لَکَ مِنْ مَسْکَنِيْ کَمَا خَرَجْتَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَأَمَرَ أَهْلَهُ فَخَرَجُوْا، وَأَعْطَاهُ کُلَّ شَيْءٍ کَانَ فِي الدَّارِ ، فَلَمَّا کَانَ وَقْتُ انْطِلَاقِهٖ قَالَ: حَاجَتُکَ ؟ قَالَ حَاجَتِيْ عَطَائِيْ وَثَمَانِیَةُ أَعْبُدٍ یَعْمَلُوْنَ فِيْ أَرْضِيْ، وَکَانَ عَطَاءُهُ أَرْبَعَةَ اٰلْفٍ فَأَضْعَفَهَا لَهُ خَمْسَ مِرَارٍ ، وَأَعْطَاهُ عِشْرِیْنَ أَلْفًا وَأَرْبَعِیْنَ عَبْدًا.

''اے ابوایوب! میں چاہتا ہوں کہ میں آپ کی خاطر اُسی طرح اپنے مسکن سے نکل جاؤں جس طرح آپ رسول اللہ ﷺ کی خاطر نکل گئے تھے، پھر اُنہوں نے اپنے اہل وعیال کو حکم دیا تو وہ نکل گئے اور ہر وہ چیز جو گھر میں موجود تھی وہ بھی اُنہیں کے لیے چھوڑ گئے، پھر جب جانے لگے تو کہا: آپ کی کوئی اور ضرورت؟ اُنہوں نے کہا: میرا وظیفہ اور آٹھ غلام دیجئے جو میری زمین میں کام کریں۔ اُن کا وظیفہ چار ہزار دینار تھا تو اسے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے پانچ گنا کر دیا اور اُنہیں بیس ہزار دینار وظیفہ اور چالیس غلام دیئے''۔

(المستدرك ج۳ص ٤٦١ ،وط: ج۳ص ٥٢٢ حدیث ٥٩٤١)

انصار رضی اللہ عنہم کے ساتھ سلوک کے یہ دونمونے آپ کے سامنے ہیں۔ ایک سلوکِ معاویہ، دوسرا سلوک ابن عباس۔ ایمان وانصاف سے فرمایئے! اِن میں سے سنتوں بھرا سلوک کس کا ہے؟ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا یا اُس شخص کا جس کے بارے میں ''اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِیًا'' کی دعا کا دعویٰ کیا جاتا ہے؟

آقا علیہ السلام کی طرف دھوکہ کی نسبت پر خاموشی؟

امام طحاوی، امام خطابی اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہم مکمل سند کے ساتھ لکھتے ہیں:

أَخْبَرَنِيْ سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ ، عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِیْدٍ أَخِيْ سُفْیَانَ بْنِ سَعِیْدٍ الثَّوْرِيِّ عَنْ أَبِیْهِ عَنْ عُبَایَةَ قَالَ: ذُکِرَ قَتْلُ ابْنُ الْأَشْرَفِ عِنْدَ مُعَاوِیَةَ ، فَقَالَ: ابْنُ یَامِیْنٍ: کَانَ قَتْلُهُ غَدْرًا، فَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ : یَا مُعَاوِیَةُ أَیُغَدَّرُ عِنْدَکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ لَا تُنْکِرُ ؟وَاللّٰهِ لَایُظِلُّنِيْ وَإِیَّاکَ سَقْفُ بَیْتٍ أَبَدًا، وَلَا یَخْلُوْلِيْ دَمُ هٰذَا

Presented by Ziaraat.com

إِلَّا قَتَلْتُهُ.

''حضرت عبایہ بیان کرتے ہیں کہ معاویہ کے دربار میں کعب بن اشرف کے قتل کا ذکر ہوا تو ابن یامین نے کہا: وہ دھوکے کا قتل تھا، اس پر حضرت محمد بن مسلمہ ؓ نے فرمایا: ''اے معاویہ! تیرے سامنے نبی کریم ﷺ کی طرف دھوکہ کی نسبت کی جارہی ہے پھر بھی تم منع نہیں کر رہے؟ اللہ کی قسم! میں اور تم کبھی ایک چھت کے سایہ میں اکٹھے نہیں ہوں گے، اور یہ شخص کبھی بھی مجھے تنہا مل گیا تو میں اس کو قتل کر دوں گا''۔

یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

''ہم اب تک جو کچھ اس سلسلے میں بیان کر چکے ہیں اور جو عنقریب بیان کریں گے اُس سے کعب بن اشرف کی غداری، اُس کی عہد شکنی، اُس کی نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ پر طنز، اُس کی حضور ﷺ اور صحابہ کرام ؓ کے ساتھ عداوت اور اُن کے خلاف بھڑکانے وغیرہ سے اس شخص [ابن یامین] کا کذاب ہونا، اس کی رائے کا برا ہونا اور اس کے قول کا قبیح ہونا ظاہر ہو جائے گا اور کعب بن اشرف کا مستحقِ قتل ہونا متحقق ہو جائے گا''۔

(شرح مشكل الآثار ج۱ ص ۱۹۰، ۱۹۱ حديث ۲۰۰؛ معالم السنن ج۲ ص ۳۳۷؛ دلائل النبوة للبيهقي ج۳ ص ۱۹۳)

اس واقعہ کو علامہ ابن تیمیہ، امام سبکی اور علامہ ابن قیم نے بھی ذکر کیا ہے۔

(الصارم المسلول لابن تيمية ص ۹۰؛ السيف المسلول على من سب الرسول للسبكي ص ۳۰۲؛ أحكام أهل الذمة ج۳ ص ۱٤٤۸)

یہ محمد بن مسلمہ ؓ وہ ہیں جنہوں نے کعب بن اشرف کو قتل کیا تھا۔ علامہ ابن تیمیہ نے ان کے واقعہ کی مکمل تفصیل مع بحث ونظر بیان کی ہے۔ لہٰذا جو لوگ حدیث ''اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا وَاهْدِ بِهٖ'' کی صحت کے مدعی ہیں ہمارا اُن سے سوال ہے کہ جب معاویہ کے سامنے رسول اللہ ﷺ کی طرف دھوکہ کی نسبت کی جارہی تھی تو اُس وقت اِس دعا کی مقبولیت کہاں گئی ہوئی تھی اور امیر شام کی غیرتِ اسلامی، محبتِ نبوی ﷺ اور ھادیت ومہدیت کہاں چلی گئی تھی؟

Presented by Ziaraat.com

امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تاویل

یہاں امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ سے بوجہ عدم تدبر ایک غلط تاویل ہوگئی۔ پہلے تو اُنہوں نے لکھا کہ واقدی نے اس واقعہ کی نسبت دربارِ مروان کی طرف کی ہے، لیکن دوسرے تمام حضرات نے دربارِ معاویہ میں ہی اس کا وقوع بیان کیا ہے۔ پھر لکھا ہے:

وَلَعَلَّ مَرْوَانَ أَوْمُعَاوِيَةَ۔ إِنْ ثَبَتَ أَنَّ الْقِصَّةَ كَانَتْ عِنْدَهُ۔ إِنَّمَا سَكَتَ عَنْ قَتْلِهِ لِتَجْوِيْزِهِ أَنْ يَكُوْنَ ابْنُ يَامِيْنَ إِنَّمَا نَسَبَ الْغَدْرَ إِلَى ابْنِ مَسْلَمَةَ وَأَصْحَابِهِ، وَلَوْ تَحَقَّقَ مِنْهُ أَنَّهُ نَسَبَهُ إِلَىٰ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لَمْ يَتَوَقَّفْ فِيْ قَتْلِهِ.

''شاید مروان یا معاویہ نے۔ اگر ثابت ہو کہ یہ واقعہ اُن کے سامنے پیش آیا۔ اُس شخص کو قتل کرنے سے اس لیے باز رہے کہ اُنہوں نے سمجھا کہ ابن یامین دھوکہ کی نسبت ابن مسلمہ اور اُن کے ساتھیوں کی طرف کر رہا ہے، اگر اُن پر واضح ہو جاتا کہ اُس نے دھوکہ کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کی ہے تو وہ اُس کو قتل کرنے میں توقف نہ کرتے''۔

(السیف المسلول علی من سب الرسول ص۳۰۲)

امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ کی اس تاویل کا تصنع اور تکلف پر مبنی ہونا بالکل واضح ہے، کیونکہ سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے واشگاف الفاظ میں فرمایا تھا:

يَا مُعَاوِيَةُ أَيُغْدَرُ عِنْدَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ لَا تُنْكِرُ؟

''اے معاویہ! تیرے سامنے نبی کریم ﷺ کی طرف دھوکہ کی نسبت کی جارہی ہے پھر بھی تم برا نہیں منا رہے؟''۔

اِس پر امیرِ شام نے اتنی وضاحت کرنا بھی گوارا نہ کی کہ: اے محمد بن مسلمہ! یہ آپ کی طرف دھوکہ کی نسبت کر رہا ہے حضور ﷺ کی طرف نہیں۔ اُنہوں نے تو اس حد تک بے پروائی کی کہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اُنہیں اس گستاخی پر راضی قرار دیتے ہوئے یہاں تک کہہ گئے کہ میں اور تم کبھی ایک چھت تلے جمع نہیں ہوں گے، لیکن اس کے باوجود معاویہ نے ابن یامین کو ڈانٹا تک نہیں قتل کرنا تو کجا، بلکہ حد تو یہ ہے کہ اُنہوں نے اپنی ذات سے بھی تہمت یا غلط فہمی کو دور کرنا مناسب نہ سمجھا۔ کیا کوئی عاشقِ رسول سمجھا سکتا ہے کہ اتنے بڑے واقعہ پر اس قدر خاموشی

Presented by Ziaraat.com

میں آخر راز کیا تھا؟؟؟

تعجب ہے کہ ہمارے ائمہ اُن لوگوں کے ناجائز دفاع میں بے ڈھنگی تاویلات میں مشغول ہو جاتے ہیں جنہوں نے منبروں پر سیدنا علی علیہ السلام پر سب وشتم اور لعنت کرنے کرانے کو رسم بنالیا تھا، حالانکہ صحیح حدیث ہے کہ جس نے علی کو سبّ کیا اُس نے مجھے سبّ کیا۔ سو ایسے لوگوں سے کیا توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ کسی گستاخ کو قتل کریں گے۔ جو صاحب اس قدر حلیم یا احلم تھے کہ کسی گستاخ کو ٹوکنا بھی اُن کے حلم کے منافی تھا تو اُن سے یہ توقع کرنا کہ وہ کسی گستاخ کو قتل کریں گے انتہائی سادگی ہے۔ ہاں جن ہستیوں [معاذ اللہ] سے کسی گستاخ کو فی النار کرنے کی توقع کی جاسکتی ہے تو وہ وہ ہیں جن کا ذکر خود امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں کیا ہے:

> **وَ لَا يَحِلُّ أَنْ يُقَالَ : إِنَّ كَعْبًا قُتِلَ غَدْرًا ، وَقَدْ قَالَ ذٰلِكَ قَائِلٌ فِيْ مَجْلِسِ عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ فَأَمَرَ بِهٖ عَلِيٌّ فَضُرِبَتْ عُنُقُهُ ، حَكَى ذٰلِكَ الشَّيْخُ زَكِيُّ الدِّيْنِ عَبْدُ الْعَظِيْمِ الْمُنْذِرِيُّ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ فِيْ حَوَاشِي السُّنَنِ.**
>
> ''یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ کعب بن اشرف دھوکہ سے قتل کیا گیا، ایک مرتبہ کسی شخص نے یہی بات سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی مجلس میں کہی تو سیدنا علی علیہ السلام کے حکم سے اُس کی گردن اُڑادی گئی۔ یہ بات امام زکی الدین عبدالعظیم منذری رحمۃ اللہ علیہ نے سنن ابی داود کے حاشیہ میں بیان فرمائی ہے''۔

(السیف المسلول علی من سب الرسول ص۳۰۳)

ہادی، مہدی اور سود؟

مہاجرین وانصار اور دوسرے اسلاف کرام رضی اللہ عنہم مشکوکات اور مشتبہات سے بھی اجتناب فرماتے تھے مگر آپ حیران ہوں گے کہ جن کے بارے میں ''اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مُّهْدِيًّا'' کی دعائے نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دعویٰ کیا جاتا ہے اُن کے سامنے کسی چیز کے سود اور حرام ہونے کے متعلق صریح فرامینِ نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی پیش کیے جاتے تو وہ تاویلات کرنے لگ جاتے۔ اس سلسلے میں ہم آپ کے سامنے کتب تاریخ سے نہیں بلکہ کتب حدیث سے چند شواہد پیش کر رہے ہیں۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

Presented by Ziaraat.com

''ابوقلابہ بیان کرتے ہیں کہ میں ملک شام میں لوگوں کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ابوالاشعث تشریف لائے، لوگ کہنے لگے: ابوالاشعث، ابوالاشعث، یہاں تک کہ وہ بیٹھ گئے تو میں نے اُنہیں عرض کیا: اے ہمارے بھائی: آپ ہمیں عبادہ بن صامت کی حدیث بیان فرمائیں۔ اُنہوں نے کہا: ہاں: ہم نے ایک جہاد کیا جس میں معاویہ لوگوں کے امیر تھے، سو ہمیں بہت مالِ غنیمت حاصل ہوا، اُس میں ایک چاندی کا برتن بھی تھا، جناب معاویہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ اس کو لوگوں میں اُن کی تنخواہ کے عوض فروخت کر دو، لوگ اُس کو خریدنے میں جلدی کرنے لگے۔ یہ خبر حضرت عبادہ بن صامت ﷺ کو پہنچی تو وہ کھڑے ہو کر فرمانے لگے:

إِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَنْهٰى عَنْ بَيْعِ الذَّهَبِ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ بِالْفِضَّةِ، وَالْبُرِّ بِالْبُرِّ، وَالشَّعِيْرِ بِالشَّعِيْرِ، وَالتَّمْرِ بِالتَّمْرِ وَالْمِلْحِ بِالْمِلْحِ إِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ، عَيْنًا بِعَيْنٍ، فَمَنْ زَادَ أَوْ ازْدَادَ فَقَدْ أَرْبٰى، فَرَدَّ النَّاسُ مَا أَخَذُوْا، فَبَلَغَ ذٰلِكَ مُعَاوِيَةَ فَقَامَ خَطِيْبًا فَقَالَ: أَلَا مَا بَالُ رِجَالٍ يَتَحَدَّثُوْنَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَحَادِيْثَ، قَدْ كُنَّا نَشْهَدُهُ وَنَصْحَبُهُ فَلَمْ نَسْمَعْهَا مِنْهُ، فَقَامَ عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ فَأَعَادَ الْقِصَّةَ، ثُمَّ قَالَ: لَنُحَدِّثَنَّ بِمَا سَمِعْنَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَإِنْ كَرِهَ مُعَاوِيَةُ، أَوْ قَالَ: وَإِنْ رَغِمَ، مَا أُبَالِيْ أَنْ لَا أَصْحَبَهُ فِيْ جُنْدِهِ لَيْلَةً سَوْدَاءَ.

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا تھا: آپ نے سونے کو سونے، چاندی کو چاندی، گندم کو گندم، جو کو جو، کھجور کو کھجور اور نمک کو نمک کے بدلے بیچنے سے منع کیا مگر برابر برابر اور نقد بانقد۔ سو جس نے زیادہ دیا یا زیادہ لیا تو وہ سود کا مرتکب ہوا۔ یہ سنتے ہی لوگوں نے جو کچھ لیا تھا سب کا سب واپس کر دیا۔ اس کی اطلاع معاویہ کو پہنچی تو وہ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور کہا: لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث بیان کرنا شروع کر دیتے ہیں؟ ہم نے بھی آپ کا مشاہدہ کیا ہے اور آپ کی صحبت میں رہے ہیں لیکن ہم نے آپ سے یہ احادیث نہیں سنیں۔ اس پر سیدنا عبادہ ﷺ نے کھڑے ہو کر دوبارہ اُسی حدیث کا اعادہ کیا، پھر فرمایا: ہم ضرور بالضرور وہ احادیث بیان کریں گے جو ہم نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہیں، اگرچہ وہ معاویہ کو ناپسند ہوں یا فرمایا کہ اس کی رسوائی ہو۔ مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ میں

Presented by Ziaraat.com

اس کے لشکر کی سیاہ رات میں نہ رہوں''۔

(صحیح مسلم ، کتاب المساقاة والمزارعة ، باب الصرف وبیع الذهب بالورق نقداً، ص ٧٤٤، حدیث ١٥٨٧)

جہالتِ حاکم

سیدنا عبادہ بن صامتؓ سے حدیث سننے پر ''فَرَدَّ النَّاسُ مَا أَخَذُوْا'' (لوگوں نے جو کچھ لیا تھا واپس کر دیا) کی تشریح میں قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

يَدُلُّ عَلٰى فَسْخِ هٰذِهِ الْبُيُوْعِ الْفَاسِدَةِ.

''واپس کرنے کا یہ عمل اُس فاسد خرید وفروخت کے فسخ پر دلالت کرتا ہے''۔

(إكمال المعلم ج٥ ص٢٦٨)

نووی اسی جملہ کے تحت لکھتے ہیں:

هٰذَا دَلِيْلٌ عَلٰى أَنَّ الْبَيْعَ الْمَذْكُوْرَ بَاطِلٌ.

''یہ مذکورہ خرید وفروخت کے باطل ہونے کی دلیل ہے''۔

(المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج، ج١١ ص١٩)

اولاً لوگوں نے جو اُس برتن کو خریدنے میں جلدی کی، اس پر امام ابوالعباس قرطبی لکھتے ہیں:

وَهُوَ يَدُلُّ عَلٰى أَقَلِّيَّةِ الْعُلَمَاءِ ، وَأَنَّ الْأَكْثَرَ الْجُهَّالُ ، أَلَا تَرٰى مُعَاوِيَةَ ؓ قَدْ جَهِلَ ذٰلِكَ مَعَ صُحْبَتِهِ ، وَكَوْنِهِ مِنْ كُتَّابِ الْوَحْيِ ، وَيَحْتَمِلُ أَنْ يُقَالَ: إِنَّ مُعَاوِيَةَ كَانَ لَا يَرٰى رِبَا الْفَضْلِ كَابْنِ عَبَّاسٍ وَغَيْرِهِ. وَالْأَوَّلُ أَظْهَرُ مِنْ مَسَاقِ هٰذَا الْخَبَرِ . فَتَأَمَّلْ نَصَّهُ ، فَإِنَّهُ صَرِيْحٌ فِيْ أَنَّ مُعَاوِيَةَ لَمْ يَكُنْ عَلِمَ بِشَيْءٍ مِّنْ ذٰلِكَ.

''یہ جلد بازی علماء کی قلت اور جہلاء کی کثرت پر دلالت کرتی ہے، کیا تم معاویہؓ کو نہیں دیکھتے کہ وہ صحابی اور کاتبانِ وحی میں سے ہونے کے باوجود اس مسئلہ سے جاہل رہے۔ احتمال ہے کہ یہاں یہ کہا جائے کہ معاویہ ربا الفضل میں سود نہیں سمجھتے تھے، جیسا کہ ابن عباس

Presented by Ziaraat.com

وغیرہ، لیکن پہلا قول حدیث کے متن کی رو سے زیادہ ظاہر ہے، لہٰذا تم بھی اس نص میں غور کرو کیونکہ اس میں تصریح ہے کہ معاویہ کو اس سلسلے میں کچھ بھی علم نہیں تھا''۔

(المفهم لأبي العباس القرطبي ج٤ ص٤٧٣)

معاویہ نے جو یہ کہا کہ ہم بھی رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہے اور آپ سے احادیث سنیں لیکن ہم نے آپ ﷺ سے یہ حدیث نہیں سنی۔ اس پر اہل حدیث عالم صفی الرحمان مبارکپوری لکھتے ہیں:

لٰكِنْ عَدَمُ سِمَاعِهٖ لَهَا لَيْسَ بِدَلِيْلٍ عَلٰى عَدَمِ صُدُوْرِهَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَكَمْ صَدَرَ مِنْهُ ﷺ مِنْ قَوْلٍ أَوْفِعْلٍ لَمْ يَشْهَدْهُ مُعَاوِيَةُ وَلَمْ يَرَهُ وَلَمْ يَسْمَعْهُ.

''معاویہ کا حضور ﷺ سے اس حدیث کا عدم سماع اس بات کی دلیل نہیں کہ یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے صادر ہی نہیں ہوئی۔ بہت کچھ آپ ﷺ سے قول وفعل کی صورت میں صادر ہوا جبکہ معاویہ اُس وقت حاضر تھا، نہ اُس نے آپ کو دیکھا تھا اور نہ ہی آپ کو سنا تھا''۔

(منة المنعم في شرح صحيح مسلم، ج٣ ص٥٧)

زیادہ ہدایت پر کون، ھادی مہدی یا رعایا؟

اس سے معلوم ہوا کہ اُس باطل خرید وفروخت کے وقت لوگوں نے ''هَادِيًا مَّهْدِيًا وَاهْدِ بِهٖ'' کی ہدایت پر نہیں بلکہ سیدنا عبادہ بن صامت ﷺ کی پیش کردہ حدیث پر عمل کیا، اس سے واضح ہوا کہ معاویہ کی رعایا کے کچھ لوگ اُن سے زیادہ ہدایت پر تھے اور سیدنا عبادہ بن صامت انصاری ﷺ بھی رعایا میں سے ایک تھے۔

کیا وہ جلیل القدر علماء میں سے تھے؟

صحیح مسلم کی اِس حدیث سے ''اَللّٰهُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِيَةَ الْكِتَابَ'' (اے اللہ! معاویہ کو قرآن سکھادے) کا بطلان بھی واضح ہوگیا اور یہ بھی ثابت ہوگیا کہ وہ جلیل القدر علماء میں سے نہیں تھے بلکہ دوسرے حضرات اُن سے بڑے عالم تھے۔

بعض زائغین یا دافعین نے دفاع کرتے ہوئے کئی ٹامک ٹوئیاں کھائی ہیں۔ کسی نے کہا: وہ اس صورت میں سود نہیں سمجھتے تھے۔ گویا یہ کہہ کر ایسے لوگ اُنہیں منصب اجتہاد پر دِکھلانا چاہتے ہیں۔ کسی نے کہا: وہ پہلے اس حدیث کو جانتے نہیں تھے۔ میں کہتا ہوں: اگر وہ نہیں جانتے تھے اور یقیناً نہیں جانتے تھے تو پھر اُنہیں چاہیئے تھا کہ

Presented by Ziaraat.com

وہ لوگوں کو کہتے کہ فی الحال رک جاؤ! ایک حدیث سامنے آئی ہے جس میں مجھے شک ہے، تحقیق کر لیتے ہیں، بعد از تحقیق دیکھا جائے گا کہ کس پہلو پر عمل کیا جائے۔ لیکن اُنہیں یہ توفیق حاصل نہیں تھی، اگرچہ اُن کے حلم کا ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے مگر یہاں اُن کا حلم جواب دے گیا اور اُنہوں نے بلا تامل السابقون الأولون میں سے ایک نقیب انصاری صحابی کی تکذیب کر ڈالی اور حدیث نبوی ﷺ کی پروا بھی نہ کی۔ ایک حدیث میں تو یہاں تک آیا ہے کہ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے حدیث پیش کی تو معاویہ نے کہا:

إِنَّ هٰذَا لَا يَقُوْلُ شَيْئًا لِعُبَادَةَ . فَقَالَ عُبَادَةُ : إِنِّيْ وَاللّٰهِ لَا أُبَالِيْ أَنْ لَا أَكُوْنَ بِأَرْضٍ يَكُوْنُ فِيْهَا مُعَاوِيَةُ ، أَشْهَدُ أَنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ ذٰلِكَ.

''رسول اللہ ﷺ نے یہ بات عبادہ کو نہیں کہی۔ اس پر سیدنا عبادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم مجھے پروا نہیں کہ میں اس زمین میں نہ رہوں جہاں معاویہ ہو، میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا''۔

(مسند أحمد ج١٦ ص ٤٠٣ حديث ٢٢٦٢٢؛ سنن النسائي المجتبىٰ ج٧ ص ٢٧٥، وط: ج٤ ص ٣١٩ حديث ٤٥٨٠؛ السنن الكبرى للبيهقي ج٥ ص٢٧٨، وط: ج٥ ص ٤٥٦ حديث ١٠٤٨٤)

ایک اور مقام پر ہے کہ معاویہ نے سیدنا عبادہ رضی اللہ عنہ کو کہا:

اُسْكُتْ عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَلَا تَذْكُرْهُ ، فَقَالَ لَهُ عُبَادَةُ : بَلٰى ، وَإِنْ رَغِمَ أَنْفُ مُعَاوِيَةَ.

''اس حدیث کے بیان سے خاموشی اختیار کر، اس پر سیدنا عبادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیوں نہیں! ہم بیان کریں گے اگرچہ معاویہ کی رسوائی ہو''۔

(تاريخ دمشق ج٢٦ ص ١٩٩؛ تكملة فتح الملهم ج١ ص ٥٥٦)

ہادی مہدی اور حدیث پر ذاتی رائے کو ترجیح

ایسی احادیث پر امام سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے قولِ معاویہ کا بطلان واضح کیا ہے، اور جو اُنہوں نے دعویٰ کیا: ''**قَدْ كُنَّا نَشْهَدُهُ وَنَصْحَبُهُ فَلَمْ نَسْمَعْهَا مِنْهُ**'' (ہم نے بھی حضور ﷺ کو دیکھا ہے اور آپ کی صحبت میں رہے ہیں لیکن ہم نے آپ سے یہ بات نہیں سنی) اس پر یوں تبصرہ کیا ہے:

Presented by Ziaraat.com

هٰذَا دَلِيلٌ بِعَدَمِ الْعِلْمِ عَلٰى عَدَمِ الشَّيْءِ ، وَهُوَ بَاطِلٌ بِاتِّفَاقِ الْعُقَلَاءِ، فَالِاسْتِدْلَالُ بِمِثْلِهِ عَجِيبٌ ، وَالْعَجِيبُ أَنَّهُ وَقَعَ مِنْهُ مِثْلُهُ مَرَّةً ثَانِيَةً كَمَا رَوَاهُ فِي الْمُوَطَّأِ فِي قِصَّتِهِ مَعَ أَبِي الدَّرْدَاءِ ، فَإِنَّهُ رَوٰى عِنْدَهُ حَدِيثُ الرِّبَا فَقَالَ : لٰكِنِّي أَرَاهُ جَائِزاً ، أَوْ نَحْوَهُ ، فَقَابَلَ الْحَدِيثَ بِمُجَرَّدِ الرَّأْيِ ، وَكُلُّ ذٰلِكَ خَطَأٌ غَفَرَ اللّٰهُ لَنَا وَلَهُ.

''یہ کسی چیز کے علم نہ ہونے پر اُس چیز کے عدم وجود کی دلیل ہے، اور یہ باتفاقِ اہل عقل باطل ہے۔ اس جیسے استدلال پر تعجب ہے، مزید تعجب یہ ہے کہ اُن سے ایسا دو مرتبہ ہوا جیسا کہ موطأ میں سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے ساتھ اُن کا واقعہ ہوا، اُنہوں نے ان کے سامنے حدیثِ ربا کی پیش کی تو وہ کہنے لگے: لیکن میں اس کو جائز سمجھتا ہوں، یا اس جیسا کوئی کلمہ کہا۔ پس حدیث کے مقابلہ میں محض رائے پیش کر دی اور یہ سب خطا ہے، اللہ تعالیٰ ہماری اور اُن کی مغفرت فرمائے''۔

(حاشية السندي علىٰ صحيح مسلم ص٤٨٨)

حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عظیم جرأت

جو لوگ کہتے ہیں: ''بے خطا و بے گناہ، حضرت معاویہ'' کیا وہ یہ بتلانا پسند کریں گے کہ فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ذاتی رائے کو ترجیح دینا اور صحابی کو بیانِ حدیث سے روکنا کس کھاتے میں جائے گا؟ امام سندھی نے تو ایک سے زائد مرتبہ اِس واقعہ کو اور اُس میں پیش کردہ تاویلات کو'' وَكُلُّ ذٰلِكَ خَطَأٌ'' کے الفاظ سے خطا قرار دیا ہے۔ ممکن ہے کہ کچھ لوگ امام سندھی رحمۃ اللہ علیہ کو غریب اہل سنت جانتے ہوئے اُن کے قول پر دھیان نہ دیں، لہٰذا امیر اہلِ سنت ضرور ارشاد فرمائیں کہ اُن کا اِس مسئلہ میں کیا موقف ہے؟ مجھ ایسے عامۃ الناس اِس مسئلہ میں کیا کریں؟ آیا موضوع حدیث ''أَصْحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ'' پر نظر کرتے ہوئے اُن کے ممدوح اور مجتہد کی ذاتی رائے پر عمل کریں یا حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر؟ اگر امیر اہلِ سنت فیضانِ مدینہ یعنی حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل کرنے کا حکم فرمائیں تو ساتھ ہی یہ وضاحت ضرور فرما دیں کہ اِس مسئلہ میں ''فیضانِ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ'' کو کس کھاتہ میں ڈالا جائے؟ امام سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے تو غریب اہل سنت ہونے کے باوجود حق کا مظاہرہ کرتے ہوئے اِس مسئلہ میں ''فیضانِ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ'' کو ان الفاظ سے تعبیر کیا ہے:

Presented by Ziaraat.com

فَهٰذَا (فهذه) جُرْأَةٌ عَظِيْمَةٌ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَهٗ.

''یہ بڑی بے باکی ہے، اللہ تعالیٰ ہماری اور اُن کی مغفرت فرمائے''۔

(زهر الربی شرح سنن النسائي المجتبیٰ ج۷ص۲۷۵، وط: ج٤ص۳۱۷حدیث ٤٥٧٦)

لیکن چونکہ وہ غریب اہل سنت تھے، لہٰذا ہم اِس مسئلہ میں امیر اہل سنت کے قول کے منتظر رہیں گے۔

اس جرأت پر بعض محدثین کا باب قائم کرنا

اس سلسلے میں ایک حدیث سنن ابن ماجہ میں بھی آئی ہے اور اس پر یوں باب قائم کیا گیا ہے ''بَابُ تَعْظِيْمِ حَدِيْثِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَالتَّغْلِيْظِ عَلٰى مَنْ عَارَضَهٗ'' (رسول اللہ ﷺ کی حدیث کی عظمت اور جو شخص حدیث کی مخالفت کرے اُس پر غصہ کرنے کا باب) امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ کے صحابی نقیب الانصار سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سرزمین روم میں معاویہ کے ساتھ جہاد میں شریک ہوئے تو اُنہوں نے دیکھا کہ وہ سونے کے ٹکڑوں کو دیناروں اور چاندی کے ٹکڑوں کو درہموں کے بدلے میں خرید وفروخت کر رہے ہیں تو فرمایا: لوگو! تم سود کھا رہے ہو۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا تھا: سونا سونے کے بدلے میں برابر بیچو، اُس میں کوئی کمی اور زیادتی ہو اور نہ ہی ادھار ہو۔ اس پر معاویہ نے کہا: اے ابوالولید! میں اس میں سود نہیں سمجھتا الا یہ کہ ادھار ہو۔ اس پر حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

أُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَتُحَدِّثُنِيْ عَنْ رَأْيِكَ، لَئِنْ أَخْرَجَنِي اللّٰهُ لَا أُسَاكِنُكَ بِأَرْضٍ لَكَ عَلَيَّ فِيْهَا إِمْرَةٌ، فَلَمَّا قَفَلَ لَحِقَ بِالْمَدِيْنَةِ، فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: مَا أَقْدَمَكَ يَا أَبَا الْوَلِيْدِ؟ فَقَصَّ عَلَيْهِ الْقِصَّةَ وَمَا قَالَ مِنْ مُسَاكَنَتِهٖ، فَقَالَ: اِرْجِعْ يَا أَبَا الْوَلِيْدِ! إِلٰى أَرْضِكَ، فَقَبَّحَ اللّٰهُ أَرْضًا لَسْتَ فِيْهَا وَأَمْثَالُكَ، وَكَتَبَ إِلٰى مُعَاوِيَةَ: لَا إِمْرَةَ لَكَ عَلَيْهِ، وَاحْمِلِ النَّاسَ عَلٰى مَا قَالَ، فَإِنَّهٗ هُوَ الْأَمْرُ.

میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کرتا ہوں اور تم مجھے اپنی رائے پیش کرتے ہو، اگر اللہ تعالیٰ مجھے یہاں سے نکلنے کا موقعہ دے تو میں اُس زمین میں نہیں رہوں گا جہاں مجھ پر

Presented by Ziaraat.com

تمہاری حکومت ہو، پھر وہ لوٹے تو مدینہ منورہ چلے گئے۔ سیدنا عمر بن خطاب ﷺ نے اُن سے پوچھا: ابوالولید آپ کیوں واپس آئے؟ اُنہوں نے پورا قصہ بیان کیا اور اپنے وہاں نہ رہنے کی وجہ بھی بتائی تو سیدنا عمر ﷺ نے فرمایا: اے ابوالولید آپ اپنی رہائش گاہ کی طرف لوٹ جایئے! خدا اُس زمین کو خراب کرے جہاں آپ اور آپ جیسے حضرات نہ ہوں، اور معاویہ کی طرف لکھ بھیجا کہ ان پر تمہاری کوئی حکومت نہیں اور لوگوں کو اسی مسئلہ پر گامزن کرو جو اُنہوں (عبادہ) نے بیان کیا، کیونکہ یہی حق ہے''۔

(سنن ابن ماجه ص١٦ حديث ١٨)

معاویہ کو ٹوکنے کا ایسا ایک واقعہ سیدنا ابوالدرداء انصاری ﷺ سے بھی منقول ہے، جیسا کہ امام سندھی نے فرمایا، اُس میں بھی ہے کہ اُنہوں نے معاویہ کو فرمایا:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَنْهٰى عَنْ مِثْلِ هٰذَا ، إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ.

''میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا آپ نے اس طرح کی خرید و فروخت سے روکا تھا، مگر ایک ہی جنس دوسری جنس کے برابر برابر''۔

اس پر معاویہ نے کہا:

مَا أَرٰى بِمِثْلِ هٰذَا بَأْسًا.

''میں اس جیسی خرید و فروخت میں کوئی حرج نہیں سمجھتا''۔

اس پر سیدنا ابوالدرداء ﷺ نے فرمایا:

مَنْ يَعْذِرُنِيْ مِنْ مُعَاوِيَةَ ؟ أَنَا أُخْبِرُهٗ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَيُخْبِرُنِيْ عَنْ رَأْيِهٖ.

''معاویہ کے بارے میں مجھے کون معذور سمجھے گا؟ میں اُس کو رسول اللہ ﷺ کی حدیث سناتا ہوں اور وہ مجھے اپنی رائے سناتا ہے''۔

سیدنا ابوالدرداء ﷺ نے بھی برہم ہو کر فرمایا: ''میں اُس زمین میں نہیں رہوں گا جہاں تو ہوگا''۔ پھر وہ بھی سیدنا عمر ﷺ کے پاس چلے گئے تو سیدنا عمر ﷺ نے اُن کی تائید فرمائی اور معاویہ کو خط لکھ بھیجا:

فَكَتَبَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ إِلٰى مُعَاوِيَةَ : أَنْ لَا تَبِيْعَ ذٰلِكَ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ وَوَزْنًا بِوَزْنٍ.

Presented by Ziaraat.com

''پھر سیدنا عمر بن خطاب ؓ نے معاویہ کو خط لکھا کہ تو اس معاملہ میں خرید و فروخت مت کر مگر مثل در مثل برابر وزن کے ساتھ''۔

(الموطا للإمام مالك ج٣ ص ٣٩١ حديث ١٤٤٢؛ مسند الإمام الشافعي مع شرحه الشافي لابن الأثير الجزري ج٤ ص ٩٧؛ السنن للإمام الشافعي ج١ ص ٣١٨ حديث ٢١٨؛ الرسالة للإمام الشافعي ص ٤٤٦ فقرة ١٢٢٨؛ تهذيب الكمال ج٧ ص ١٦٤، ١٦٥)

اس کا مطلب یہ ہے کہ سیدنا ابوالدرداء ؓ کے حدیث نبوی ﷺ کے سنانے کا امیر شام پر کوئی اثر نہ ہوا اور وہ ذاتی رائے پر ڈٹے رہے تو سیدنا ابوالدرداء ؓ دل برداشتہ ہو کر شام سے چلے گئے، حتیٰ کہ سیدنا عمر ؓ کو معاویہ کی طرف خط لکھنا پڑا۔

علامہ ابوالولید الباجی المالکی سیدنا ابوالدرداء ؓ کے الفاظ ''مَنْ يَعْذُرُنِيْ مِنْ مُعَاوِيَةَ، الخ'' کی تشریح میں لکھتے ہیں:

إِنْكَارٌ مِنْهُ عَلٰى مُعَاوِيَةَ ، التَّعَلُّقُ بِالرَّأْيِ يُخَالِفُ النَّصَّ ، وَلَمْ يَحْمِلْ ذٰلِكَ مِنْ مُعَاوِيَةَ عَلَى التَّأْوِيْلِ ، وَإِنَّمَا حَمَلَهُ مِنْهُ عَلٰى رَدِّ الْحَدِيْثِ بِالرَّأْيِ.

''یہ اُن کی طرف سے معاویہ پر نکیر ہے کہ اُس نے رائے سے نص کی مخالفت کی، اُنہوں نے اس کو معاویہ کی تاویل نہیں سمجھا بلکہ رائے سے حدیث کو مسترد کرنا سمجھا ہے''۔

(المنتقىٰ شرح موطأ ج٦ ص ٢٣٦)

ظاہر ہے کہ جو شخص روبرو ہو گفتگو کے اتار چڑھاؤ اور چہرے کے آثار [باڈی لینگویج] کا مشاہدہ کر رہا ہو وہی اندازہ کر سکتا ہے کہ سامنے والا شخص اُس کی پیش کردہ دلیل کو اہمیت دے رہا ہے یا نہیں، لہٰذا دوسرے لوگوں کی تاویلاتِ بعیدہ کی بنسبت اُسی کا مشاہدہ اور سمجھ ہی فائق ہوگی۔

جرأتِ عظیمہ یا آوازِ نبوی پر آواز؟

امام سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے جس بات کو ایک مقام پر خطا اور دوسرے مقام پر جرأتِ عظیمہ کہا ہے، اگر لگی لپٹی سے کام نہ لیا جائے اور کسی غیر نبی انسان کی عصمت کا تصور نہ کیا جائے تو پھر حدیثِ نبوی کے مقابلہ میں اپنی رائے کو لانا محض جرأتِ عظیمہ نہیں بلکہ آوازِ نبوی ﷺ پر آواز بلند کرنا ہے۔ چنانچہ امیر شام و یزید کے عظیم وکیل

Presented by Ziaraat.com

قاضی ابوبکر ابن العربی مالکی لکھتے ہیں:

حُرْمَةُ النَّبِيِّ ﷺ مَيِّتًا كَحُرْمَتِهِ حَيًّا ، وَكَلَامُهُ الْمَأْثُوْرُ بَعْدَ مَوْتِهِ فِي الرِّفْعَةِ مِثْلُ كَلَامِهِ الْمَسْمُوْعِ مِنْ لَفْظِهِ ، فَإِذَا قُرِئَ كَلَامُهُ وَجَبَ عَلٰى كُلِّ حَاضِرٍ أَلَّا يَرْفَعَ صَوْتَهُ عَلَيْهِ ، وَلَايُعْرِضُ عَنْهُ ، كَمَا كَانَ يَلْزِمُهُ ذٰلِكَ فِي مَجْلِسِهِ عِنْدَ تَلَفُّظِهِ بِهِ ، وَقَدْ نَبَّهَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى دَوَامِ الْحُرْمَةِ الْمَذْكُوْرَةِ عَلٰى مُرُوْرِ الْأَزْمِنَةِ ، بِقَوْلِهِ تَعَالٰى: ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهُ وَاَنْصِتُوْا﴾ وَكَلَامُ النَّبِيِّ ﷺ مِنَ الْوَحْيِ، وَلَهُ مِنَ الْحُرْمَةِ مِثْلُ مَا لِلْقُرْآنِ.

''نبی کریم ﷺ کی عظمت بعد از وصال بھی آپ کی حیات کی طرح ہے اور آپ کی احادیث آپ کے وصال کے بعد رفعت میں اُسی کلام کی مانند ہیں جو آپ کے روبرو آپ کے الفاظ میں سنا گیا۔ سو جب آپ کا کلام پڑھا جائے تو ہر حاضر پر واجب ہے کہ اس پر اپنی آواز بلند نہ کرے اور نہ اس سے روگردانی کرے، جیسا کہ آپ کی مجلس میں آپ کے کلام فرماتے وقت یہ ادب لازم تھا اور بیشک اللہ تعالیٰ نے کئی زمانے گزر جانے کے باوجود مذکورہ عظمت کے دوام پر تنبیہ فرمائی ہے، ارشاد فرمایا: ﴿اور جب قرآن پڑھا جائے تو غور سے سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے﴾ اور نبی کریم ﷺ کا کلام وحی ہے اور اس کی وہی عظمت ہے جو قرآن مجید کی عظمت ہے''۔

(أحكام القرآن لابن العربي المالكي ج٤ ص١٤٦؛ تفسير القرطبي ج١٦ ص٢٠٢؛ الجواهر الحسان ج٣ ص٢١١؛ المواهب اللدنية ج٢ ص٣٠١، ٣٠٢؛ التفسير المنير ج٢٦ ص١٤٦)

امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَإِذَا كَانَ رَفْعُ الْأَصْوَاتِ فَوْقَ صَوْتِهِ مُوْجِبًا لِحُبُوْطِ الْأَعْمَالِ، فَمَا الظَّنُّ بِرَفْعِ الْآرَاءِ وَنَتَائِجِ الْأَفْكَارِ عَلٰى سُنَّتِهِ وَمَا جَاءَ بِهِ؟.

''اور جب آوازوں کا آپ کی آواز پر بلند کرنا اعمال کی بربادی کا موجب ہے تو پھر آراء اور نظریات کو آپ کی احادیث اور قرآن پر ترجیح دینے کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟''۔

(المواهب اللدنية ج٢ ص٣٥٨)

Presented by Ziaraat.com

اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہر مومن و مسلم کو ہمیشہ ایمان و اسلام پر قائم و دائم رکھے اور حبطِ اعمال سے محفوظ رکھے۔
آمین! ثم آمین!

کیا اجتماعِ بدعت وھدایت ممکن ہے؟

علماء کرام نے حدیث کے مقابلہ میں ذاتی رائے کو بدعت شمار کیا ہے بلکہ خود نبی کریم ﷺ نے اپنی سنت کے منافی ہر عمل کو بدعت اور مردود قرار دیا ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ ''أَحْسَنُ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ'' (حسین ترین ھدایت، ہدایتِ محمدی ﷺ ہے) سو اگر امیر شام کے حق میں پیش کی جانے والی حدیث ''اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًّا وَاهْدِ بِهٖ'' موضوع نہ ہوتی اور اُن کے حق میں واقعی ایسی جامع دعا مانگی گئی ہوتی تو پھر اُن کا سرِ مو بھی ہدایتِ نبوی ﷺ سے ہٹ کر بدعت کی طرف جانا کیونکر ممکن ہوتا؟ علماء کرام نے اِس اقدامِ معاویہ کو بدعت کہا ہے اور اِس بدعتی سے قطع تعلق اور ترکِ کلام کی دلیل حاصل کی ہے۔ چنانچہ امام ابن عبدالبر اور امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہما نے اس حدیث کی تشریح میں بدعتِ معاویہ اور اُس پر سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی برہمی پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے:

وَصُدُوْرُ الْعُلَمَاءِ تَضِيْقُ عِنْدَ مِثْلِ هٰذَا، وَهُوَ عِنْدَهُمْ عَظِيْمٌ رَدُّ السُّنَنِ بِالرَّأْيِ، قَالَ: وَجَائِزٌ لِلْمَرْءِ أَنْ يَهْجُرَ مَنْ لَمْ يَسْمَعْ مِنْهُ وَلَمْ يُطِعْهُ، وَلَيْسَ هٰذَا مِنَ الْهِجْرَةِ الْمَكْرُوْهَةِ، أَلَا تَرٰى أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَمَرَ النَّاسَ أَنْ لَا يُكَلِّمُوْا كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ حِيْنَ تَخَلَّفَ عَنْ تَبُوْكٍ، قَالَ: وَهٰذَا أَصْلٌ عِنْدَ الْعُلَمَاءِ فِيْ مُجَانَبَةِ مَنِ ابْتَدَعَ وَهِجْرَتِهٖ وَقَطْعِ الْكَلَامِ عَنْهُ، وَقَدْ رَأَى ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَجُلًا يَضْحَكُ فِيْ جَنَازَةٍ فَقَالَ: وَاللّٰهِ لَا أُكَلِّمُكَ أَبَدًا.

''اس جیسی باتوں پر علماء کے سینے تنگ ہو جاتے ہیں، اُن کے نزدیک یہ معاملہ عظیم ہے کہ سنت کو ذاتی رائے سے رَد کیا جائے۔ اُنہوں نے فرمایا: انسان کے لیے جائز ہے کہ جو اُس کی حق بات سنے اور نہ ہی مانے تو وہ اُسے خیر باد کہہ دے، اور یہ قطع تعلق ناپسندیدہ باتوں میں سے نہیں ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ رسول اللہ ﷺ جب تبوک سے واپس تشریف لائے تو لوگوں کو حکم فرمایا کہ وہ کعب بن مالک سے کلام نہ کریں۔ اُنہوں نے فرمایا: علماء کے نزدیک یہ حدیث

Presented by Ziaraat.com

بدعتی شخص سے کنارہ کشی، اُس سے دوری اور اُس کے ساتھ بول چال ختم کرنے کی اصل ہے۔

سیدنا ابن مسعودؓ نے ایک شخص کو جنازہ میں ہنستے ہوئے دیکھا تو فرمایا: خدا کی قسم! میں تمہارے ساتھ کبھی بھی کلام نہیں کروں گا"۔

(التمهيد لابن عبدالبر ج ٤ ص ٨٦، ٨٧؛ تنوير الحوالك للسيوطي ج ٢ ص ١٣٦؛ أوجز المسالك للزكريا كاندهلوي ج ١٢ ص ٥٤٠)

بولیے! اگر واقعی کسی شخص کے حق میں هادی، مھدی اور "وَاهْدِ بِهٖ" جیسے الفاظ میں دعا ثابت ہو تو اُس سے یہ حرکت سرزد ہو سکتی ہے کہ وہ ذاتی رائے سے سنت کو مسترد کرتے ہوئے کہے: "مَا أَرىٰ بِمِثْلِ هٰذَا بَأْسًا" (میں اس جیسے معاملہ میں کوئی حرج نہیں سمجھتا) اگر ایسی دعا کے مصداق سے ایسی حرکت سرزد نہیں ہو سکتی تو پھر جس سے سنت کو مسترد کرنے کی حرکت سرزد ہو گئی اُس کے بارے میں "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًّا وَاهْدِ بِهٖ" کی صحت پر ضد چھوڑ دیجئے اور اپنے آقا ﷺ کی عظمت کا خیال کیجئے، ورنہ لازم آئے گا کہ جس شخص کے حق میں آقاءِ دو عالم ﷺ نے یوں دعا فرمائی تھی: "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا......" وہ اپنے نبی کریم ﷺ کی سنت کو مسترد کرتے ہوئے اُس پر اپنی ذاتی رائے کو ترجیح دیتا تھا۔

بمقابلہ نصوصِ شرعیہ ذاتی رائے سے رجوع

سیدنا عبادہ بن صامتؓ کے سامنے تو معاویہ نے نہ حدیث کی طرف رجوع کیا اور نہ ہی کوئی لچک دکھائی، اگر وہ تھوڑی سی بھی لچک دکھاتے تو سیدنا عبادہؓ کو شام سے مدینہ منورہ نہ جانا پڑتا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا اُنہوں نے سیدنا عمرؓ کے خط کے بعد رجوع کر لیا تھا یا اپنے ہی اجتہاد پر ڈٹے رہے تھے؟ اس پر اُن کا دفاع کرنے والے محدثین نے رجوع کا احتمال تو بیان کیا ہے لیکن کوئی بھی محدث نقلی ثبوت پیش نہیں کر سکا۔ ہمیں بھی اس رجوع یا عدم رجوع پر بات کرنے میں زیادہ دلچسپی نہیں ہے، البتہ یہاں ہم یہ موازنہ پیش کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ اکابر صحابہ کرامؓ کے سامنے جب کوئی ایسی شرعی نص آتی جو پہلے اُن کے علم میں نہ ہوتی تو اُس پر اُن کا ردِّ عمل کیا ہوتا تھا۔

ایسے حقائق و واقعات کو پیش کرنے سے قبل ہم کچھ تمہیدی گفتگو کرنا مناسب سمجھتے ہیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ حق کی طرف رجوع کرنے کی ایسی سعادت کس کو نصیب ہوتی ہے اور کیوں نصیب ہوتی ہے؟

Presented by Ziaraat.com

شعائر اللہ کی تعظیم دل کا تقویٰ

اللہ تعالیٰ نے پہلے مقام پر قرآن مجید کے تعارف کے سلسلے میں فرمایا ہے کہ یہ بلند رتبہ کتاب متقین کے لیے ہدایت ہے، جبکہ دوسرے مقام پر متقی کی علامت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ.

''اور جو تعظیم کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی تو یہ اس وجہ سے ہے کہ دلوں میں تقویٰ ہے''۔

(الحج: ۳۲)

دل کے اسی تقویٰ کو ایک اور مقام پر یوں بیان فرمایا گیا ہے:

إِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُوْلٰئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى.

''بیشک جو پست رکھتے ہیں اپنی آوازوں کو اللہ کے رسول کے سامنے، یہی وہ لوگ ہیں مختص کر لیا ہے اللہ نے ان کے دلوں کو تقویٰ کے لیے''۔

(الحجرات: ۳)

چند سطور قبل ہم لکھ چکے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی تعظیم جس طرح آپ کی ظاہری حیات میں ضروری تھی اُسی طرح بعد میں بھی ضروری ہے، اور آپ کے کلام کے سامنے آواز بلند کرنا اور اُس سے روگردانی کرنا اُسی طرح حرام ہے جس طرح آپ کی ظاہری حیات میں حرام تھا، لہٰذا اب ہم اس مسئلہ میں چند مثالیں ایسے لوگوں کی پیش کرتے ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لیے چن لیا تھا۔

حق کی طرف رجوع کرنے کے دو طریقے

پیچھے آپ امام ابوالعباس قرطبی کے حوالے سے پڑھ چکے ہیں کہ انہوں نے کہا: ''ہوسکتا ہے کہ معاویہ ربا الفضل میں سود نہ سمجھتے ہوں، جیسا کہ ابن عباس وغیرہ''۔ پھر خود ہی اُنہوں نے معاویہ کے بارے میں اس احتمال کو مسترد کر دیا، تاہم اُن کا یہ کہنا درست ہے کہ پہلے ابن عباس وغیرہ ربا الفضل کو جائز سمجھتے تھے۔ لفظ ''وغیرہ'' سے اُن کا اشارہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی طرف ہے، کیونکہ یہ دونوں حضرات پہلے یہی موقف رکھتے تھے لیکن جونہی اُنہیں حدیث معلوم ہوئی تو اُنہوں نے کسی قسم کی لیت ولعل اور تردید و تکذیب کے فوراً رجوع کر لیا تھا۔ اس رجوع

Presented by Ziaraat.com

کے سلسلے میں صحیح مسلم میں ایک طویل حدیث میں آیا ہے:

''حضرت ابونضرہ نے سیدنا ابوسعید خدری ﷛ سے اس مسئلہ میں بات کی تو اُنہوں نے ربا الفضل کو ناجائز کہا۔ وہ کہتے ہیں: میں نے اُن کی بات نہ مانی اور اُن کے سامنے اِن دونوں (ابن عباس وابن عمر ﷛) کا موقف رکھا۔ اس پر ابوسعید خدری ﷛ نے اُن کے سامنے حدیث نبوی ﷺ پیش کی، پھر بعد میں اُن کی ملاقات ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ہوئی تو وہ اس سے رجوع کر چکے تھے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں اُنہیں ابوالصہباء کے ذریعے معلوم ہوا کہ وہ بھی رجوع کر چکے ہیں''۔

(صحيح مسلم ملخصاص ٧٤٨ حديث ١٥٩٤)

دوسری کتب حدیث میں تفصیل آئی ہے کہ سیدنا ابوسعید خدری ﷛ خود ابن عباس ﷛ کو ملے اور اُنہیں مکمل حدیث سنائی تو ابن عباس ﷛ نے فوراً رجوع کیا اور اُنہیں اِن الفاظ میں دعا دی:

جَزَاکَ اللّٰهُ يَا أَبَا سَعِيْدٍ الْجَنَّةَ ، فَإِنَّکَ ذَكَّرْتَنِي أَمْرًا كُنْتُ نَسِيْتُهُ ، أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَأَتُوْبُ إِلَيْهِ ، فَكَانَ يَنْهٰى عَنْهُ بَعْدَ ذٰلِکَ أَشَدَّ النَّهْيِ.

''اے ابوسعید! اللہ تعالیٰ آپ کو جزا میں جنت عطا فرمائے، آپ نے مجھے ایسے امر کی طرف متوجہ کیا جس سے میں بے خبر تھا، میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور اُسی کی بارگاہ میں رجوع کرتا ہوں، اس کے بعد وہ خود بھی اس سود سے شدت سے منع کرتے تھے''۔

(المستدرك ج٢ ص٤٣، وط: ج٢ ص٤٩ حديث ٢٢٨٢)

اس حدیث میں لفظ ''ذَكَّرْتَنِي'' کا ترجمہ میں نے ''متوجہ کیا'' اور ''نَسِيْتُ'' کا ترجمہ ''بے خبری'' سے اس لیے کیا کہ ایک اور حدیث میں ہے کہ جب ابوسعید خدری ﷛ نے اُن سے پوچھا کہ آپ جو فتوی دیتے ہیں، کیا اس سلسلے میں آپ کے پاس قرآن و حدیث سے کوئی دلیل ہے؟ تو اُنہوں نے صاف کہا: نہیں، لیکن فرمایا: میں نے اسامہ بن زید سے سنا ہے کہ ربا فقط ادھار میں ہوتا ہے۔

(بخاري: حديث ٢١٧٦، ٢١٧٧؛ مسلم ص ٧٤٩ حديث ١٥٩٦)

ایک اور حدیث میں اس سے زیادہ وضاحت آئی ہے، چنانچہ ابوالجوزاء بیان کرتے ہیں:

''میں نے نو سال سیدنا ابن عباس ﷛ کی خدمت کی، ایک مرتبہ اُن سے ایک شخص نے

Presented by Ziaraat.com

آکر پوچھا کہ کیا ایک درہم کے بدلے میں دو درہم لینا جائز ہے؟ اس پر ابن عباس ﷺ نے چیخ کرفرمایا: یہ شخص چاہتا ہے کہ میں اس کو سود کھلاؤں۔ اس پر اُن کی مجلس کے حاضرین نے عرض کیا:

إِنَّا كُنَّا لَنَعْمَلُ هٰذَا بِفُتْيَاكَ ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : قَدْ كُنْتُ أُفْتِي بِذٰلِكَ حَتّٰى حَدَّثَنِي أَبُوسَعِيدٍ وَابْنُ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنْهُ ، فَأَنَا أَنْهَاكُمْ عَنْهُ.

''ہم تو آپ کے فتوی کی وجہ سے اس پر عمل کرتے رہے، اس پر ابن عباس ﷺ نے فرمایا: بیشک میں اس پر فتوی دیتا تھا یہاں تک کہ مجھے ابوسعید اور ابن عمر ﷺ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے، لہٰذا اب میں بھی تمہیں اس سے منع کرتا ہوں''۔

(السنن الكبرى للبيهقي ج٥ ص ٢٨٢ ،وط: ج١١ ص ٦٥ حديث ١٠٥٩٨)

امام طبرانی نے ایسی تصریحات پر مبنی متعدد احادیث نقل فرمائی ہیں:

(المعجم الكبير ج١ ص ١٧٦، ١٧٧ ،حديث ٤٥٤، ٤٥٥، ٤٥٦، ٤٥٧، ٤٥٨، ٤٥٩)

کتبِ حدیث میں یہ تمام مقامات دیکھ لیے جائیں کسی بھی مقام پر آپ کو سیدنا ابن عباس و ابن عمر ﷺ کی طرف سے ویسی لیت یعنی ''مَا أَرٰى بِهَا بَأْسًا'' (میں اس میں حرج نہیں سمجھتا) وغیرہ تاویل نظر نہیں آئے گی جیسی معاویہ نے سیدنا عبادہ بن صامت ﷺ کے سامنے کی تھی۔

حق کی طرف رجوع کرنے کا دوسرا طریقہ

ہدایت یافتہ حضرات میں السابقون الأولون حضرات کی سیرت کا ایک نمونہ تو وہ ہے جو اوپر ذکر ہوا، جبکہ دوسرا نمونہ یہ ہے کہ اگر اُن کے سامنے کوئی حدیث پیش کی جاتی اور انہیں اُس کے ماننے میں تأمل ہوتا تو وہ اُسے امیرِ شام کی طرح جھٹ پٹ مسترد نہیں کرتے تھے بلکہ فرماتے تھے کہ پہلے ہم اس کی تحقیق کریں گے پھر مانیں گے۔ اس سلسلے میں ہمیں ایک مثال اُس دور کے استاذ اور شاگرد کے مباحثہ کی صورت میں ملتی ہے۔ استاذ سیدنا زید بن ثابت انصاری ﷺ ہیں اور شاگرد سیدنا ابن عباس مہاجر ﷺ ہیں۔ شاگرد نے اپنے استاذ کے برعکس فتویٰ دیا تو بعد از تحقیق اُستاذ نے اپنے شاگرد کے قول کی طرف رجوع کرلیا اور اُن کے پیروکاروں نے بھی۔ اس کا خلاصہ ملاحظہ فرمائیں! امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

عَنْ عِكْرِمَةَ أَنَّ أَهْلَ الْمَدِينَةِ سَأَلُوا ابْنَ عَبَّاسٍ ﷺ عَنْ إِمْرَأَةٍ طَافَتْ ، ثُمَّ

Presented by Ziaraat.com

حَاضَتْ ، قَالَ لَهُمْ : تَنفِرُ ، قَالُوا: لَا نَأْخُذُ بِقَوْلِكَ وَنَدَعُ قَوْلَ زَيْدٍ ، قَالَ: إِذَا قَدِمْتُمُ الْمَدِينَةَ فَسَلُوا ، فَقَدِمُوا الْمَدِينَةَ فَسَئَلُوا ، فَكَانَ فِيمَنْ سَأَلُوا أُمُّ سُلَيمٍ ، فَذَكَرَتْ حَدِيثَ صَفِيَّةَ.

''عکرمہ کہتے ہیں: اہل مدینہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اُس خاتون کے بارے میں پوچھا جو طواف زیارت کر چکی ہو، پھر اُسے حیض آ جائے (تو کیا وہ طوافِ وداع کیے بغیر جا سکتی ہے؟) اُنہوں نے فرمایا: جا سکتی ہے۔ لوگوں نے کہا: ہم حضرت زید کے قول کو چھوڑ کر آپ کے قول کو نہیں لیتے۔ اُنہوں نے فرمایا: جب تم مدینہ جاؤ تو اس مسئلہ کی تحقیق کر لینا، اُنہوں نے مدینہ پہنچ کر تحقیق کی، جن لوگوں سے اُنہوں نے تحقیق کی اُن میں سیدہ ام سلیم بھی تھیں، اُنہوں نے اس پر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث بیان کی''۔

(بخاري ص ٢٣٤ حديث ١٧٥٨)

حدیث صفیہ بخاری کی حدیث ۱۷۳۳ ہے، اُس میں ہے کہ:

''ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو ایام لاحق ہو گئے تھے تو حضور ﷺ نے فرمایا تھا: اِس نے تو ہمیں روک لیا۔ عرض کیا گیا: یہ طوافِ زیارت کر چکی ہیں تو فرمایا: پھر نکل چلو۔ شارحین حضرات نے فرمایا ہے: بعد میں جب سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے تحقیق فرمائی اور اُن کے شاگرد یعنی سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول صحیح ثابت ہوا تو اُنہوں نے ہنستے ہوئے اپنے قول سے رجوع کر لیا اور اپنے شاگرد کو فرمایا:

اَلْحَدِيثُ كَمَا حَدَّثْتَنِي.

''حدیث اُسی طرح ہے جیسا کہ آپ نے بیان کی تھی''۔

(ملخصاً: فتح الباري ج ٤ ص ٧٢١؛ عمدة القاري ج ١٠ ص ١٣٧، ١٣٨)

غور کیجیے! سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کس خندہ پیشانی سے اپنے شاگرد سے حدیث سن کر اپنے سابقہ موقف سے رجوع کر لیا اور اسی طرح سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سالہا سال جس موقف پر قائم رہے جونہی اُنہیں اُن کے موقف کے خلاف حدیث پہنچی تو اُنہوں نے بھی دعائیں دیتے ہوئے رجوع کر لیا۔ ایسے ہی سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بھی رجوع کر لیا تھا۔ اِن حضرات نے یہ نہ کہا کہ ہم بھی حضور اکرم ﷺ کی صحبت میں رہے ہیں لیکن ہم

Presented by Ziaraat.com

نے تو ایسی کوئی حدیث نہیں سنی اور نہ ہی اُنہوں نے السابقون الاولون کی شان والے صحابی کو یہ کہا کہ آئندہ یہ حدیث مت بیان کرنا، غرضیکہ کسی قسم کی آئیں بائیں شائیں سے کام نہ لیا۔ اس پر نواب سید صدیق حسن خاں قنوجی لکھتے ہیں:

قُلْتُ وَهٰذَا هُوَ اللَّائِقُ بِرَفِيْعِ شَأْنِ هٰذَا الْبَحْرِ الْحِبْرِ، تَرْجَمَانُ الْقُرْآنِ ، وَهٰكَذَا يَنْبَغِيْ لِكُلِّ إِنْسَانٍ يَتْرُكُ رَأْيَهُ وَرَأْيَ غَيْرِهٖ إِلٰى سُنَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ.

''میں کہتا ہوں: یہی انداز بلند شان والے، علم کے سمندر اور ترجمانِ قرآن کے شایانِ شان ہے، اور ایسا ہی ہر انسان کو کرنا چاہیئے، اپنی اور دوسروں کی رائے کو ترک کر کے سنتِ نبوی ﷺ کو اپنانا چاہیئے''۔

(السراج الوهاج ، ج٦ ص٤٨)

ذاتی مفاد کے خلاف حدیث سے روگردانی

تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ جو حدیث بعض طلقاء کے مفاد کے منافی ہوتی تو وہ اُس حدیث سے منہ پھیر لیتے تھے اور اگر کوئی شخص وہ حدیث بیان کرنے لگ جاتا تو وہ اُس پر غضبناک ہو جاتے تھے۔ چنانچہ جنگ صفین میں جب اُنہی کے ساتھی حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے بغاوت کی وہ حدیث پیش کی جو خود اُن کے گروہ پر صادق آرہی تھی تو معاویہ غضب ناک ہو کر کہنے لگے:

أَلَا تُنْهِي عَنَّا مَجْنُوْنَكَ [هٰذَا] يَا عَمْرُو؟

''اے عمرو! تم اپنے اس پاگل سے ہماری جان کیوں نہیں چھڑاتے؟''۔

(مسند أحمد ج٢ ص٢٠٦ حديث ٦٩٢٩؛ الطبقات لابن سعد ج٣ ص٢٣٤؛ البداية والنهاية ج٧ ص ٤٥٨ وج٦ ص ٣٢٠، وط: بتحقيق التركي ج١٠ ص٥٣٣)

بعض احادیث میں ہے کہ معاویہ نے حضرت عمرو بن العاص کو حدیث سنانے پر پاگل اور جھوٹا تک کہہ دیا۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ اُنہوں نے کہا:

إِنَّكَ شَيْخٌ أَخْرَقُ وَلَا تَزَالُ تُحَدِّثُ بِالْحَدِيْثِ وَأَنْتَ تَدْحَضُ فِيْ بَوْلِكَ.

Presented by Ziaraat.com

''تو بڑھا بیوقوف ہے اور ہمیشہ حدیث بیان کرتا رہتا ہے، جبکہ تو اپنے ہی پیشاب میں پھسل جاتا ہے''۔

(البداية والنهاية ج٧ص ٤٦٠ وط: بتحقيق عبد الله التركي ج١٠ ص٥٣٦)

''خَرِقَ يَخْرَقُ'' کے معانی میں بیوقوف ہونا بھی آیا ہے اور جھوٹ بولنا بھی۔

(مصباح اللغات ص١٩٨، ١٩٩)

ایک اور مقام پر ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن عمرو نے اپنے والد کو حدیثِ نبوی یاد دلائی اور حضرت عمرو بن العاص نے معاویہ کو کہا کہ سنو یہ عبداللہ کیا کہہ رہا ہے؟ تو معاویہ نے کہا:

لَايَزَالُ يَأْتِينَا بِهَنَةٍ بَعْدَ هَنَةٍ ، أَنَحْنُ قَتَلْنَاهُ؟

''وہ ایک کے بعد دوسری شرارت وفساد کی بات لاتا رہتا ہے، کیا ہم نے اس کو قتل کیا ہے؟''۔

(الطبقات الكبرىٰ لابن سعد ج٣ص ١٩١ وط: ج٣ص ١٣٥ وط: ج٣ص ٢٣٤؛ البداية والنهاية ج٧ ص ٤٦٠ وج٦ ص ٣٢١)

امام ابن منظور افریقی نے '' هَنَةٌ '' کا معنی شر اور فساد کیا ہے۔

(لسان العرب ج١٥ ص ١٥٠)

حضرت عمرو بن العاص معاویہ سے تقریباً دو سال قبل مسلمان ہوئے اور عبداللہ بن عمرو اپنے والد سے بھی پہلے مسلمان ہوئے تھے۔ خود اندازہ فرمائیں احادیث پیش کرنے پر اپنے سے سابقین کے ساتھ ایسا سلوک کرنا اور خود حدیث کو شرارت وفساد کی بات قرار دینا، ہدایت کی کون سی قسم ہے؟ میں پوچھتا ہوں: اگر ''**اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًّا**'' کی سند حسن ہے تو اس حدیث میں مذکور دعائے نبوی ﷺ کی مقبولیت کہاں گئی اور امیر شام نے سید الانبیاء ﷺ کی حسین ترین ہدایت کو شرارت اور فساد سے کیوں تعبیر کیا؟؟؟

ھادی، مہدی اور مالِ باطل

بعض طلقاء فقط سود ہی نہیں بلکہ دوسرے باطل طریقوں سے بھی مال کھاتے اور کھلاتے تھے۔ چنانچہ صحیح مسلم کی ایک طویل حدیث میں آیا ہے:

''حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ صحن کعبہ میں بیٹھے تھے اور لوگ اُن کے پاس جمع تھے۔ حضرت عبدالرحمان بن عبد رب الکعبہ فرماتے ہیں: میں بھی وہیں بیٹھ گیا۔ وہ خیر کی باتوں کی

Presented by Ziaraat.com

تلقین اور شر سے بچنے کا حکم کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ جب ایک خلیفہ کی بیعت ہو جائے اور دوسرا شخص خلافت کے لیے کھڑا ہو جائے تو اُس دوسرے کی گردن اڑا دو۔ عبدالرحمان بن عبد رب الکعبہ کہتے ہیں:

فَدَنَوْتُ مِنْهُ وَقُلْتُ لَهُ أَنْشُدُکَ اللّٰهَ أَنْتَ سَمِعْتَ هٰذَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ؟ فَأَهْوىٰ إِلىٰ أُذُنَيْهِ وَقَلْبِهِ بِيَدَيْهِ ، وَقَالَ : سَمِعَتْهُ أُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِيْ ، فَقُلْتُ لَهُ : هٰذَا ابْنُ عَمِّکَ مُعَاوِيَةُ يَأْمُرُنَا أَنْ نَأْكُلَ أَمْوَالَنَا بَيْنَنَا بِالْبَاطِلِ وَنَقْتُلَ أَنْفُسَنَا ، وَاللّٰهُ يَقُوْلُ: ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَأْكُلُوْا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوْا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا﴾ قَالَ: فَسَكَتَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ : أَطِعْهُ فِيْ طَاعَةِ اللّٰهِ وَأَعْصِهِ فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ.

''اس پر میں حضرت عبداللہ بن عمرو کے قریب ہوا اور عرض کیا: میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں، کیا آپ نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے خود سنی ہے؟ حضرت عبداللہ نے اپنے کانوں اور دل کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: میں نے اپنے کانوں سے سنا اور اپنے دل میں اس کو یاد رکھا، میں نے ان سے کہا: یہ تمہارا عم زاد معاویہ ہے جو ہم کو حکم دیتا ہے کہ ہم آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقے سے کھائیں اور ہم ایک دوسرے کو ناجائز قتل کریں، جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اے ایمان والو! ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقے سے مت کھاؤ، ہاں باہمی رضامندی سے تجارت مستثنیٰ ہے، اور تم ایک دوسرے کو قتل نہ کرو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر رحیم ہے﴾[النساء: ۲۹] راوی نے کہا: پس حضرت عبداللہ بن عمرو کچھ دیر کے لیے خاموش رہے، پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اُس شخص کی اطاعت کرو اور اللہ تعالیٰ کی معصیت میں اُس شخص کی نافرمانی کرو''۔

(صحیح مسلم: کتاب الإمارة، باب وجوب الأمر بالوفاء ببیعة الخلفاء، الأول فالأول، ص ۸۹۴، ۸۹۵ حدیث ۱۸۴۴؛ مسند أحمد بتحقیق الأرنؤوط ج ۱۱ ص ۴۷، ۴۸ حدیث ۶۵۰۳، وص ۳۹۹، ۴۰۰ حدیث ۶۷۹۳؛ المصنف لابن أبي شیبة بتحقیق محمد عوامة ج ۲۱ ص ۲۳ حدیث ۳۸۲۶۴؛ البدایة والنهایة بتحقیق عبد الله الترکي ج ۳ ص ۹۸، ۹۹ وج ۱۹ ص ۸۹، ۹۰؛ سنن أبي داود ج ۴ ص ۲۸۹ حدیث ۴۲۴۸)

Presented by Ziaraat.com

دفاعِ معاویہ سے ابن عمرو رضی اللہ عنہ کی عاجزی

سائل نے اُس وقت کے احوال کو مدنظر رکھتے ہوئے جب سوال کیا تو چونکہ وہ واقعات کے عین مطابق تھا اس لیے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اُسے مسترد نہ کر سکے، لہٰذا صحیح مسلم کی اس حدیث میں غور کر کے بتلایئے کہ ہادیت اور مہدیت اسی چیز کا نام ہے کہ لوگوں کو باطل طریقہ سے ایک دوسرے کے مال کھانے اور قتل کرنے کا حکم کیا جائے؟ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ تو معاویہ کی شان میں بنی ہوئی جعلی حدیث "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا" سے بے خبر تھے، ورنہ وہ کوئی تاویل کرتے ہوئے فرماتے کہ وہ ہادی اور مہدی تھے، لہٰذا اُن کے خلاف زبان درازی نہ کرو۔ آپ کے سامنے یہ جعلی حدیث موجود ہے، لہٰذا آپ بتایئے کہ اگر یہ حدیث موضوع نہیں تو پھر اس کی مقبولیت کہاں چلی گئی تھی کہ امیر شام ناحق قتل کرنے اور ایک دوسرے کا ناحق مال کھانے کا حکم کرنے لگ گئے؟ اگر آپ کے نزدیک یہ اُن کا اجتہاد ہو تو واضح فرمایئے کہ کونسے درجے کا اجتہاد ہے، سنگل اجر والا یا ڈبل اجر والا؟

حدیثِ مسلم سے تاریخ کی تائید

حضرت عبدالرحمان بن عبد رب الکعبہ نے جو کچھ بیان کیا وہ اُس دور کے ایسے واقعات تھے جن کے وہ خود شاہد تھے، اور ایسے ہی واقعات کو تاریخ کہا جاتا ہے۔ چونکہ سب کچھ اُن کے سامنے ہوا تھا اور ہو رہا تھا اِس لیے جونہی ابن عمرو رضی اللہ عنہ کی زبان سے نکلی ہوئی حدیث کے الفاظ اُن کانوں سے ٹکرائے تو وہ اچھل کر حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ کے قریب آ گئے اور مذکورہ بالا چشم دید حقائق اُن کے سامنے رکھ دیے۔ علامہ نووی اور دوسرے شارحین اُن کے کلام کی تشریح میں لکھتے ہیں:

> "اس کلام کا مقصد یہ ہے کہ عبدالرحمان نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا کلام سنا جس میں اُنہوں نے بیان کیا جو شخص پہلے خلیفہ مقرر ہو چکا ہو اُس سے نزاع حرام ہے اور خلافت کے دوسرے مدعی کو قتل کر دیا جائے تو اُنہوں نے یقین کر لیا کہ معاویہ اِن امور کا مرتکب ہوا ہے، کیونکہ اُس نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے لڑائی کی ہے، حالانکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیعت پہلے منعقد ہو چکی تھی، لہٰذا اُنہوں نے سمجھا کہ معاویہ کا اپنے لشکر اور متبعین پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خلاف جنگ وقتال میں خرچ کرنا باطل مال کھانا اور ناحق قتل کرنا ہے"۔

(المنهاج للنووي ج ١١ ص ٣٢٤؛ حاشية مسند أحمد ج ٤ ص ٣٠٥؛ السراج الوهاج للقنوجي ج ٧

Presented by Ziaraat.com

ص ٢٦٥ ؛منة المنعم للصفي الرحمان مبار كفوري ج٣ ص ٢٥٨ ؛فتح المنعم للموسى شاهين لاشين ج٧ ص ٤٦٣)

بعض شارحینِ مسلم کی غلط فہمی

ایمان سے بتایئے! کیا حضرت عبدالرحمان نے غلط سمجھا تھا؟ کیا سیدنا علی ؓ کے خلاف جنگی معاملات میں خرچ کرنا اور اُن کے خلاف اپنے متبعین کی وفاداریاں حاصل کرنے میں مال خرچ کرنا حلال تھا؟ ہرگز نہیں، لیکن حیرت ہے کہ مفتی محمد تقی عثمانی صاحب اُلٹا اِس کلام کو معاویہ کے حق میں سمجھتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

''نووی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے واضح ہوا کہ قائل کی مراد یہ نہیں کہ معاویہ بیت المال میں خیانت کرتے تھے، العیاذ باللہ، یا وہ بغیر حق اور اجتہاد کے قتل کرتے تھے، جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے، یقیناً اُن کے بارے میں وثوق کے ساتھ اِن میں سے کوئی بھی چیز ثابت نہیں ہے، وہ فضلاء صحابہ میں سے تھے ؓ''۔

(تكملة فتح الملهم للتقي عثماني ج٣ ص ٢٨٠)

علامہ عثمانی صاحب سے گذارش ہے کہ امام نووی نے حضرت عبدالرحمان کے کلام کی تشریح فرمائی ہے تردید نہیں۔ بھلا جب اُن کے فہم و کلام کی تردید حضرت عبداللہ بن عمرو ؓ نہیں کر سکے تو کوئی دوسرا شخص کس طرح کر سکتا ہے؟ باقی رہا عثمانی صاحب کا یہ کہنا کہ وہ مال میں خیانت نہیں کرتے تھے۔ میں پوچھتا ہوں: صحیح مسلم کے متن میں ''يَـأْمُـرُنَا أَنْ نَأْكُلَ أَمْوَالَنَا بَيْنَنَا بِالْبَاطِلِ'' کے الفاظ میں جو کچھ بیان ہوا ہے، کیا وہ ذکرِ امانت ہے؟ لیکن اگر اُن کی تسلی نہ ہو رہی ہو تو ہم ایک آدھ مثال اور پیش کر دیتے ہیں۔ امیرِ شام کو مال اِس قدر مرغوب تھا کہ وہ اپنا حاکمانہ اختیار استعمال کرتے ہوئے مالِ غنیمت میں سے سونے اور چاندی کو تقسیم سے پہلے ہی اپنے لیے خاص کرنے کا حکم فرماتے تھے۔

دستورِ دنیاداری یہ ہے کہ بادشاہوں کے ایسے احکام پر اکثر عمل ہو جاتا ہے تو معاملہ باہر نہیں آتا لیکن اگر کبھی بعض ایمان دار اور امانت دار حضرات ایسے احکامات پر عمل کرنے سے پرہیز کریں تو بات پبلک میں چلی جاتی ہے۔ ایسا ہی ایک واقعہ متعدد کتب حدیث و سیر وغیرہ میں آیا ہے کہ زیاد ابن ابیہ جب معاویہ کی طرف سے کوفہ کا گورنر تھا تو اُس نے خراسان کی طرف ایک لشکر بھیجا اور اُس کا سربراہ صحابیِ رسول سیدنا حکم بن عمرو غفاری ؓ کو مقرر

Presented by Ziaraat.com

کیا۔ اُنہوں نے خراسان کو فتح کر لیا اور کثیر مالِ غنیمت حاصل کیا۔ زیاد نے اُنہیں ایک خط روانہ کیا، جس کا مضمون یہ تھا:

أَمَّا بَعْدُ ، فَإِنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِيْنَ كَتَبَ إِلَيَّ أَنْ اصْطَفِيَ لَهُ الصَفْرَاءُ وَالْبَيْضَاءُ ، فَلاَ تُقَسَمُ بَيْنَ النَّاسِ ذَهَباً وَلَا فِضَّةً.

''امابعد، امیر المومنین نے میری طرف ایک خط لکھا ہے کہ سونا چاندی اُن کے لیے الگ کر لیا جائے، لہٰذا سونا چاندی مجاہدین میں تقسیم نہ کیا جائے''۔

جواباً سیدنا حکم بن عمرو غفاری ﷛ نے اُس کی طرف یوں لکھ بھیجا:

''تمہارا خط مجھے پہنچ چکا ہے، تم نے اُس میں امیر المؤمنین کی کتاب (خط) کا ذکر کیا ہے، جبکہ میرے پاس امیر المومنین کی کتاب (خط) سے قبل اللہ کی کتاب موجود ہے، اور اللہ کی قسم! اگر زمین و آسمان کسی بندے کو کچلنے کے لیے باہم مل جائیں اور وہ بندہ خوفِ الٰہی رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ اُس کے نکلنے کی سبیل پیدا فرما دیتا ہے، والسلام۔ پھر سیدنا حکم بن عمرو غفاری ﷛ نے لوگوں میں اعلان کرا دیا کہ وہ مالِ غنیمت آپس میں تقسیم کر لیں۔ معاویہ نے چونکہ سیدنا حکم بن عمرو کو تقسیم کے متعلق ایک حکم کیا تھا، اُنہوں نے اس حکم کی تعمیل نہ کی تو انہیں قید کر دیا گیا اور وہ اسی قید ہی میں انتقال فرما گئے۔

بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ جب اُن کے پاس یہ خط پہنچا اور اُنہوں نے اس کی تعمیل نہ کی تو اس موقع پر اُن کی زبان پر یہ الفاظ جاری ہو گئے تھے:

''اے اللہ! اگر میرے لیے تیرے پاس کوئی خیر ہے تو مجھے اپنے پاس بلا لے، پھر وہ اسی عرصہ میں خراسان کے علاقہ مَرْو میں انتقال فرما گئے''۔

(المستدرك قديم ج۳ ص۴۴۲، وط: ج۳ ص۵۰۱ حديث ۵۸۶۹؛ الطبقات الكبرى لابن سعد ج۹ ص۲۸؛ تاريخ الطبري ج٤ ص۲۷؛ الاستيعاب[قديم] ص۳۵۷، ۳۵۸؛ الكامل فى التاريخ لابن أثير ج۳ ص٤۳۲؛ أسد الغابة ج۲ ص۵۲؛ معرفة الصحابة لأبي نعيم ج۲ ص۷۰۸؛ المنتظم لابن الجوزي ج۵ ص۲۳۰؛ صفة الصفوة ج۱ ص۶۷۲؛ تهذيب الكمال ج۷ ص۱۲۷؛ تذهيب تهذيب الكمال للذهبي ج۲ ص٤۱۶؛ سير أعلام النبلاء ج۲ ص٤۷٤، ٤۷۵؛ شرح أدب القاضي لابن مازة حنفي ج

Presented by Ziaraat.com

۱ ص ۱۳۰، ۱۳۲؛ حضرت علي اور قصاص عثمان ﷺ محمد عبد الرشيد نعماني ص ۳۱، ۳۲)

قارئین کرام کو ایک خاص مشورہ ہے کہ اگر وہ علامہ تقی عثمانی صاحب کی ایسی تمام تاویلاتِ باطلہ کی مہذب و مدلل تردید پڑھنا چاہیں تو جسٹس ریٹائرڈ ملک غلام علی کی تصنیف ''خلافت وملوکیت پر اعتراضات کا تجزیہ'' ملاحظہ فرمائیں۔

اس مقام کی تشریح موسیٰ شاہین لاشین نے خوب کی ہے۔ وہ امام نووی کا کلام نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''گویا اُنہوں نے عبداللہ بن عمرو سے کہا: آپ ایک چیز کا حکم دے رہے ہیں اور ایک چیز سے ڈرا رہے ہیں، جس چیز کا آپ حکم دے رہے ہیں آپ کا چچازاد معاویہ اُس پر کاربند نہیں ہے اور جس چیز سے آپ ڈرا رہے ہیں اُس سے وہ اجتناب نہیں کر رہے''۔

(فتح المنعم ج۷ ص ٤٦٣)

صحیح مسلم کی زیر بحث حدیث میں ایک لفظ ''فَسَكَتَ سَاعَةً'' آیا ہے، اس سے مراد ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو ﷺ سائل کے سوال پر کچھ دیر کے لیے خاموش رہے۔ اس کی تشریح میں شیخ موسیٰ شاہین لکھتے ہیں:

''تھوڑی سی دیر کے لیے خاموش رہے، سوچتے رہے کہ کیا جواب دیں؟ معاملہ سیاسی جواب کا متقاضی تھا کہ اللہ تعالیٰ بھی راضی رہے اور وہ غضبِ معاویہ کا نشانہ بھی نہ بنیں''۔

(فتح المنعم ج۷ ص ٤٦٤)

امام ابوالعباس قرطبی کی خدمت میں

امام ابوالعباس قرطبی رحمۃ اللہ علیہ شاید اس مسئلہ میں حقائق سے آگاہ نہیں تھے، کیونکہ حضرت عبدالرحمان کی جس بات کو حضرت عبداللہ بن عمرو ﷺ بھی مسترد نہ کر سکے اُسے امام موصوف نے مسترد کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

وَمَا ذَكَرَهُ عَبْدُ الرَّحْمَانِ عَنْ مُعَاوِيَةَ إِغْيَاءٌ فِي الْكَلَامِ عَلَى حَسَبِ ظَنِّهِ وَتَأْوِيلِهِ، وَ إِلَّا فَمُعَاوِيَةُ ﷺ لَمْ يُعْرَفْ مِنْ حَالِهِ، وَلَا مِنْ سِيرَتِهِ شَيْءٌ مِمَّا قَالَهُ لَهُ.

''اور وہ جو عبدالرحمان نے معاویہ کے متعلق ذکر کیا ہے یہ اُن کے خیال و تاویل کے مطابق کلام میں زیادتی ہے، ورنہ معاویہ ﷺ کے حال و سیرت سے ایسی کوئی چیز نہیں جانی گئی جو

Presented by Ziaraat.com

اُنہوں نے اُن کے بارے میں کہی''۔

(المفهم لأبي العباس القرطبي ج ٤ ص ٥٣)

یہ امام ابوالعباس رحمۃ اللہ علیہ کی خوش فہمی ہے، ورنہ معاویہ کے ایسے احوال سے کتابیں بھری پڑی ہیں۔ گذشتہ صفحات میں بسر بن ابی ارطاۃ کے جو مظالم بیان کیے گئے وہ سب سیدنا علی ؓ کے دورِ خلافت میں ہی اُن کے متبعین ومحبین پر ڈھائے گئے تھے، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور یمن میں اُنہیں قتل کیا گیا، اُن کے نابالغ بچوں کو ذبح کیا گیا، اُن کا مال لوٹا گیا اور اُن کی خواتین کو لونڈی بنا کر بازار میں فروخت کے لیے کھڑا کیا گیا۔ یہی وہ تاریخی حقائق ہیں جو حضرت عبدالرحمان بن عبدرب الکعبہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو ؓ کے سامنے رکھے تو وہ انہیں مسترد نہ کرسکے۔ یہ احوال اگر فقط تاریخ کی کسی کتاب میں ہوتے تو اُنہیں تاریخ کہہ کر مسترد کر دیا جاتا، اب چونکہ اِن احوال کا تذکرہ صحیح مسلم میں آ گیا ہے تو تاویلات کا شروع ہوگئیں۔ عجب تماشا ہے کہ تین باتوں کو تو حقوقِ معاویہ کا درجہ دے دیا گیا ہے:

۱۔ اُن کے مظالم وغیرہ کا ذکر کتب تاریخ میں ہو تو تاریخ غیر معتبر

۲۔ اگر معتبر کتب حدیث میں ہو تو خطائے اجتہادی

۳۔ ورنہ تاویل اور سکوت!

شامیوں کی چستی اور عراقیوں کی سستی کا راز

صحیح مسلم کی زیر بحث حدیث سے یہ راز بھی آشکار ہوگیا کہ شامی فوج چست اور عراقی فوج سست کیوں تھی؟ شامی فوج کو سیدنا علی ؓ کے متبعین کی آبادیوں پر چڑھائی کے لیے بھیجا جاتا تھا تو اُنہیں وہاں سے بھی مالِ غنیمت اور لونڈیاں ہاتھ آتی تھیں، جیسا کہ آپ بسر بن ابی ارطاۃ کے حالات میں پڑھ چکے ہیں۔ نیز حافظ ابن کثیر اور علامہ ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

> ''امیر المومنین ؓ کو حالات نے بہت مکدر کر دیا تھا، اُن کی فوج میں بے راہ روی تھی، اہل عراق نے اُن کی مخالفت شروع کردی تھی، اُن کے ساتھ تعاون سے کترا رہے تھے، اُدھر شامیوں کی قوت زور پکڑ چکی تھی، اب وہ دائیں بائیں حملے کرتے اور لوٹ مار مچا رہے تھے''۔

(البداية والنهاية ج ٧ ص ٣٢٤، مكتبة المعارف؛ المرتضى لأبي الحسن ندوي ص ٢٧٨، ٢٧٠)

Presented by Ziaraat.com

سیدنا علی علیہ السلام نے ایک مرتبہ اپنی فوج کی سستی پر اُنہیں تنبیہ کرتے ہوئے جو تقریر فرمائی تھی اُس میں بھی ذکر ہے کہ شامی فوج نے سیدنا علی علیہ السلام کے گورنر حسان بن حسان کو قتل کیا اور مسلمانوں کے مال کو لوٹا۔ سیدنا علی علیہ السلام کے طویل خطاب سے ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیے! اُنہوں نے دورانِ خطاب فرمایا:

''قبیلہ غامد کے آدمی کی فوج نے ''الأنبـــار'' پر چڑھائی کی، اس کے گورنر حسان بن حسان کو قتل کر دیا، اُن کے ساتھ بہتیرے مردوں اور عورتوں کو ہلاک کیا، ایک سپاہی گھر میں گھس کر مسلمان خاتون یا ذمّی خاندان کی عورت کے کان سے اُس کی بالیاں اور پیروں سے اُس کے پازیب اُتار کر اطمینان سے چلا جاتا ہے، اور یہ سب فوجی لوٹ کے مال بھرے ہوئے اس طرح واپس جاتے ہیں کہ کسی کو ایک خراش بھی نہیں لگتی''۔

(الکامل في اللغة والأدب لابن المبرد ج۱ ص۶۷، ۶۸؛ المرتضیٰ لابی الحسن ندوي ص۲۷۷)

مطلب یہ ہے کہ دنیوی لحاظ سے شامی فوجیوں کی پانچوں گھی میں تھیں، وہ کفار پر حملہ کرتے تب بھی مال ہاتھ آتا اور مولیٰ علی علیہ السلام کے محبین و متبعین پر حملے کرتے تب بھی مال سمیٹتے، لیکن دوسری طرف سیدنا علی علیہ السلام کا سخت حکم تھا کہ مسلمان باغیوں کا نہ مال لیا جائے گا اور نہ ہی اُن کے مردوں اور عورتوں کو غلام اور لونڈیاں بنایا جائے گا۔ اس وجہ سے عراقی لوگ سست پڑ گئے تھے۔ مال کی ضرورت کس کو نہیں ہوتی۔ ذرا سوچئے کہ غزوۂ اُحد میں اوّلین ہزیمت کا سبب دنیوی لالچ کے علاوہ کیا تھا؟ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو صاف صاف فرما دیا تھا۔

مِنكُمْ مَنْ يُرِيدُ الدُّنيَا وَ مِنكُم مَنْ يُرِيدُ الْآخِرَةَ.

''تم میں کوئی دنیا چاہتا تھا اور تم میں کوئی آخرت چاہتا تھا''۔

(آل عمران: ۱۵۲)

اِس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مسلم فوجیوں کے جذبہ میں خود ظاہری حیاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہی ضعف آ گیا تھا۔ چنانچہ سورۃ الانفال کی آیت نمبر ۶۵ میں فرمایا گیا کہ تم میں سے بیس افراد دو سو لوگوں پر غالب رہیں گے اور آیت نمبر ۶۶ میں فرمایا: اب اللہ تعالیٰ نے تم میں ضعف جان لیا، لہٰذا اب تم میں سے ایک سو افراد دو سو لوگوں پر اور ایک ہزار افراد دو ہزار لوگوں پر غالب آئیں گے۔ خود ہی سوچئے کہ بعد میں یہ ضعف کتنا بڑھا ہوگا؟ سیدنا علی علیہ السلام کے بھوکے سپاہی مسلم باغیوں کے خلاف بغیر مال پانی کے آخر کب تک لڑتے؟ اُن کی ہمتیں پست ہو گئیں اور دوسری طرف کے فوجیوں کو چونکہ ہر صورت میں مال پانی حاصل ہوتا تھا اِس لیے اُنہوں نے حق و باطل

Presented by Ziaraat.com

کی تمیز کیے بغیر خوب لڑائی کی، بلکہ اُن میں سے اکثریت نے معاویہ کا ساتھ ہی اس لیے دیا تھا کہ اُنہیں دنیوی مستقبل کے سہانے خواب دکھائے گئے تھے۔ بطورِ نمونہ فقط ایک واقعہ پیش خدمت ہے۔ علامہ بلاذری اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں:

المَدَائِنِيُّ عَنْ مَسْلَمَةَ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ مِنْ وَلَدِ أُمَيَّةَ بْنِ خَلَفٍ الْجُمَحِيُّ، لِمُعَاوِيَةَ: إِنَّا تَرَكْنَا الْحَقَّ وَعَلِيٌّ يَدْعُونَا إِلَيْهِ، وَبَايَعْنَاكَ عَلَى مَا تَعْلَمُ، فَلَمَّا تَسَهَّلَتِ الْأُمُورُ جَعَلْتَ الدُّنْيَا لِأَرْبَعَةٍ: سَعِيدُ بْنُ الْعَاصِ، وَعَمْرُو بْنُ الْعَاصِ السَّهْمِيُّ، وَمَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ، وَالْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ، وَتَرَكْتَنَا.

''امام مدائنی حضرت مسلمہ سے روایت کرتے ہیں کہ اُنہوں نے بیان کیا: امیہ بن خلف جمحی کی اولاد میں سے ایک شخص نے معاویہ کو کہا: ہم نے حق کو چھوڑا حالانکہ علی ہمیں اُس کی طرف بلاتے رہے اور جس بات پر ہم نے آپ کی بیعت کی وہ آپ جانتے ہیں۔ پھر جب آپ کے لیے تمام معاملات آسان ہو گئے تو آپ نے دنیا کو چار اشخاص کے لیے مخصوص کر لیا: سعید بن العاص، عمرو بن العاص سہمی، مروان بن الحکم اور مغیرہ بن شعبہ، جبکہ ہمیں آپ نے چھوڑ دیا''۔

(أنساب الأشراف للبلاذري ج ٥ ص ١٣٢)

اندازہ فرمایئے! کیسے کیسے لوگ اُن کی فوج میں شامل تھے اور وہ کن امیدوں کے ساتھ بیعت کرتے اور جنگیں لڑتے تھے۔ آج تک دنیوی سیاستدان اُسی پالیسی پر گامزن ہیں اور دنیوی لحاظ سے دین پسند طبقات پر غالب بھی ہیں۔ دنیوی کامیابی کے یہ گُر سیدنا علی علیہ السلام پر مخفی نہیں تھے لیکن جن ہستیوں کو قدم قدم پر اپنی آخرت مدنظر ہو وہ ایسے گُر استعمال نہیں کیا کرتیں۔

ہادی مہدی اور رشوت

معاویہ نے اپنے بعد یزید پلید کی ولی عہدی کے لیے کئی سال پہلے کوششیں شروع کر دی تھیں، ہر شہر کے گورنر کو لکھ بھیجا تھا کہ وہ اس سلسلے میں راہ ہموار کرے۔ مروان ملعون اُس وقت مدینہ منورہ کا گورنر تھا، اُس نے بھی اس سلسلے میں کوشش کی اور مسجد نبوی شریف میں ایک تقریر جھاڑ دی، جسے بشمول امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ متعدد محدثین نے ذکر کیا ہے، اور وہ یہ ہے:

Presented by Ziaraat.com

ابن ابی بکر رضی اللہ عنہما کو رشوت

امام بخاری لکھتے ہیں:

''یوسف بن ماھک ﷺ بیان کرتے ہیں کہ مروان حجاز مقدس پر گورنر تھا، اس کو معاویہ نے مقرر کیا تھا، اس نے خطبہ دیا تو یزید بن معاویہ کا ذکر چھیڑ دیا تا کہ اس کے باپ کے بعد اس کی بیعت کی جائے۔ اس پر سیدنا عبدالرحمٰن بن ابوبکر ﷺ نے کوئی بات کہی تو مروان نے کہا: اس کو پکڑ لو! پس سیدنا عبدالرحمٰن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر داخل ہو گئے تو وہ لوگ اُن پر قادر نہ ہو سکے۔ مروان نے کہا: یہ وہ ہے جس کی مذمت میں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا: ﴿وَالَّذِي قَالَ لِوَالِدَيْهِ أُفٍّ لَّكُمَا﴾ اس پر ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پردہ کے پیچھے سے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہمارے بارے میں کچھ نہیں نازل فرمایا، ماسوا میری پاک دامنی کے''۔

(بخاري ص ٦٨٤ حديث ٤٨٢٧؛ الجمع بين الصحيحين ج ٤ ص ٢٠١ حديث ٣٣٦١)

یہاں بخاری میں کچھ محذوف کر دیا گیا تو اس پر بعض شارحین نے کہا:

قَدْ اخْتَصَرَهُ فَأَفْسَدَهُ.

''امام بخاری نے اختصار کیا تو بات بگاڑ دی''۔

(فتح الباري ج٩ ص٥٤٨)

میں کہتا ہوں: روایت کا اتنا حصہ نقل کرنے پر بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہمارے مشکور ہیں اور ہم اُن کے شاکر ہیں، بہر حال وہ محذوف جملہ یہ تھا کہ خال المومنین (بشرط جواز) سیدنا عبدالرحمان بن ابی بکر ﷺ نے فرمایا: یہ سنتِ صدیقی نہیں بلکہ ہرقل و قیصر کی سنت ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

(تفسير النسائي ج٢ ص٢٩٠ حديث ٥٥١؛ السنن الكبرىٰ للنسائي ج١٠ ص٢٥٧ حديث ١١٤٢٧؛ المستدرك ج٤ ص٤٨٠ وط: ج٥ ص٤٧٨ حديث ٨٥٣٠؛ تفسير ابن كثير ج٤ ص١٧٢؛ الكافي الشاف ص٢٥٥؛ الإصابة ج٤ ص٢٧٦؛ الدر المنثور ج٧ ص٤٤٤ وط: ج١٣ ص٣٢٨؛ فتح القدير للشوكاني ج٥ ص٢٦؛ فتح البيان للقنوجي ج١٣ ص٢٦؛ روح المعاني ج١٤ ص٣٢)

سیدنا عبدالرحمان بن ابی بکر ﷺ کی اِس سختی کو دور کرنے اور اُنہیں نرم کرنے کے لیے معاویہ نے اُن کی

Presented by Ziaraat.com

طرف کچھ پیسے بھیج دیے۔ چنانچہ ابن کثیراور دوسرے حضرات لکھتے ہیں:

بَعَثَ مُعَاوِيَةُ إِلى عَبْدِ الرَّحْمَانِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ بِمِائَةِ أَلْفِ دِرْهَمٍ ، بَعْدَ أَنْ أَبىٰ الْبَيْعَةَ لِيَزِيْدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ ، فَرَدَّهَا عَبْدُ الرَّحْمَانِ وَأَبىٰ أَنْ يَّأْخُذَهَا ، وَقَالَ : أَبِيْعُ دِيْنِي بِدُنْيَايَ؟.

''معاویہ نے سیدنا عبدالرحمان بن ابی بکر ﷺ کی طرف ایک لاکھ درہم بھیجے، بعد اس کے کہ اُنہوں نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا تھا تو اُنہوں نے وہ درہم مسترد کر دیے اور اُن کے لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا: کیا میں اپنے دین کو دنیا کے بدلے میں بیچ دوں؟''۔

(البداية والنهاية [قطر] ج٨ ص ٢٩ ؛ الإصابة ج٤ ص ٢٧٦ ؛ الاستيعاب ج٢ ص ٣٦٩ ؛ مختصر تاريخ دمشق ج١٤ ص ٢٨٤ ؛ تهذيب الأسماء واللغات للنووي ج١ ص ٢٩٥ ؛ شذرات الذهب ج٢ ص ٢٥١ ؛ تبيان القرآن للعلامة غلام رسول سعيدي ج١١ ص ٩٤ ، ٩٥)

ابن عمر رضی اللہ عنہما کو رشوت

خال المومنین (بشرط جواز) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو بھی اسی طرح رشوت دینے کی کوشش کی گئی تھی، چنانچہ امام ابن سعد لکھتے ہیں کہ حضرت ایوب حضرت نافع سے روایت کرتے ہیں:

أَنَّ مُعَاوِيَةَ بَعَثَ إِلىٰ ابْنِ عُمَرَ بِمِائَةِ أَلْفٍ ، فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يُّبَايِعَ لِيَزِيْدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ قَالَ: أرىٰ ذَاكَ أَرَادَ ، إِن دِيْنِي عِنْدِيْ إِذًا لَرَخِيْصٌ.

''معاویہ نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی طرف ایک لاکھ بھیجے، پھر جب معاویہ نے چاہا کہ وہ یزید کی بیعت کریں تو اُنہوں نے فرمایا: اب سمجھا ہوں میں کہ اُس رقم سے اُس کا یہ ارادہ تھا، تب تو میرا دین بڑا سستا ہے''۔

(الطبقات الكبرى لابن سعد ج٤ ص ١٧٠ ؛ سير أعلام النبلاء ج٣ ص ٢٢٥ ؛ الكامل في التاريخ للجزري ج٣ ص ٣٥١)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس بات کو بخاری کی حدیث نمبر ۷۱۱۱ کے تحت زیادہ وضاحت سے لکھا ہے:

(فتح الباري ج١٣ ص ٧٠، وط: ج١٦ ص ٥٤٠)

Presented by Ziaraat.com

سیر أعلام النبلاء کے محققین نے اِس واقعہ کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

بیعتِ یزید کے لیے مال اور زمین کی رشوت

دوسرے مقام پر امام ابن سعد اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں:

’’معاویہ نے عمرو بن العاص کی ڈیوٹی لگائی کہ وہ معلوم کرے کہ (خال المومنین) ابن عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں خلافت کے معاملہ میں کیا خیال ہے، آیا وہ اس معاملہ میں قتال چاہتے ہیں یا نہیں؟ پس عمرو بن العاص نے اُن سے کہا: اے ابوعبدالرحمان! آپ کیوں نہیں نکلتے کہ ہم آپ کی بیعت کریں، آپ رسول اللہ ﷺ کے صحابی اور امیر المومنین کے فرزند ہیں اور اس معاملہ میں تمام لوگوں سے زیادہ حقدار ہیں۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو کچھ تم کہہ رہے ہو، کیا لوگ اس پر جمع ہو جائیں گے؟ ابن العاص نے کہا: ہاں ماسوا چند افراد کے۔ اُنہوں نے فرمایا: اگر سب لوگ میری بیعت کرلیں ماسوا تین مزدوروں کے، تب بھی مجھے اس معاملہ میں کوئی دلچسپی نہیں۔ جب ابن العاص نے جان لیا کہ اُنہیں اس معاملہ میں کوئی دلچسپی نہیں تو وہ کہنے لگا:

هَلْ لَکَ أَنْ تُبَايِعَ لِمَنْ قَدْ کَادَ النَّاسُ أَنْ يَجْتَمِعُوْا عَلَيْهِ، وَيَکْتُبُ لَکَ مِنَ الْأَرْضِيْنَ وَمِنَ الْأَمْوَالِ، مَا لَا تَحْتَاجُ أَنْتَ وَلَا وَلَدُکَ إِلٰی مَا بَعْدَهُ؟ فَقَالَ: أُفٍّ لَکَ، اُخْرُجْ مِنْ عِنْدِيْ، ثُمَّ لَا تَدْخُلْ عَلَيَّ، وَيْحَکَ إِنَّ دِيْنِيْ لَيْسَ بِدِيْنَارِکُمْ وَلَا دِرْهَمِکُمْ، وَإِنِّيْ أَرْجُوْ أَنْ أَخْرُجَ مِنَ الدُّنْيَا وَيَدِيْ بَيْضَاءُ نَقِيَّةٌ.

’’کیا آپ اُس شخص کی بیعت کرلیں گے جس پر عنقریب سب لوگ جمع ہونے والے ہیں، آپ کے لیے اتنے رقبے اور اموال لکھ دیے جائیں گے کہ اس کے بعد آپ اور آپ کی اولاد محتاج نہیں رہے گی؟ اس پر اُنہوں نے فرمایا: تجھ پر افسوس ہے، دفع ہو جا یہاں سے! پھر ادھر آنے کی جرأت نہ کرنا، تم ہلاک ہو جاؤ! میرا دین تمہارے دینار و درہم کے بدلے میں نہیں ہے، میری تو خواہش ہے کہ میں دنیا سے رخصت ہوں تو میرے ہاتھ صاف ہوں‘‘۔

(الطبقات الکبری لابن سعد ج٤ ص١٥٣، ١٥٤؛ سیر أعلام النبلاء ج٣ ص٢٢٨)

سیر أعلام النبلاء کے محققین نے اِس واقعہ کی سند کو بھی صحیح قرار دیا ہے۔

Presented by Ziaraat.com

مغیرہ بن شعبہ سے تبادلۂ رشوت

معاویہ نے ایک مرتبہ مغیرہ بن شعبہ کو کوفے کی امارت سے معزول کر کے اُس کو لکھ بھیجا کہ تمہیں معزول کر دیا گیا، تم فوراً میرے پاس پہنچو، وہ کچھ تاخیر سے پہنچے تو معاویہ نے پوچھا: تم نے تاخیر کیوں کی؟ اُنہوں نے کہا: میں ایک خاص مہم میں مشغول تھا، وہ یہ کہ آپ بوڑھے ہو چکے ہیں اور میں نے چاہا کہ لوگوں کو یزید کی ولی عہدی کے لیے تیار کروں، بس اسی وجہ سے تاخیر ہوگئی۔ معاویہ نے کہا: پھر تم اپنے منصب کی طرف لوٹ جاؤ اور اس کام کو جلد مکمل کرو۔ وہ واپس گئے، وہاں دس افراد کو تیس ہزار درہم دے کر اس بات پر راضی کیا کہ وہ معاویہ کے پاس جا کر یزید کو ولی عہد مقرر کرنے کی بات کریں۔ اُن لوگوں کے ساتھ مغیرہ نے اپنے بیٹے موسیٰ بن مغیرہ کو بھی بھیجا۔ جب وہاں تفصیلی بات ہوگئی تو معاویہ نے ابن مغیرہ سے پوچھا:

بِكَمْ اشْتَرَى أَبُوكَ مِنْ هٰؤُلَاءِ دِيْنَهُمْ ؟ قَالَ : بِثَلَاثِيْنَ أَلْفًا ، قَالَ : لَقَدْ هَانَ عَلَيْهِمْ دِيْنُهُمْ.

"تمہارے باپ نے ان لوگوں کا دین کتنے میں خریدا؟ اُس نے بتایا: تیس ہزار میں۔ معاویہ نے کہا: تب تو ان کا دین ان کی نگاہ میں بہت ہلکا ہے"۔

(الكامل فی التاريخ لابن أثير الجزري ملخصاً ج۳ ص ۳۴۹، ۳۵۰)

تیس ہزار کے ذکر کے بغیر یہ واقعہ حافظ ابن کثیر اور ابن خلدون نے بھی بیان کیا ہے۔

(البداية والنهاية [قطر] ج۸ ص ۱۱۵، ۱۱۶؛ تاريخ ابن خلدون ج۳ ص ۱۹)

شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے اس بیعت کے معاملہ میں پہلے معاویہ کی کذب بیانی درج کی اور پھر اس کے اسباب بیان کیے اور اُس میں اُنہوں نے دو ایسے صحابیوں کو فسادی بھی قرار دیا جو معاویہ کے ساتھی تھے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"حضرت حسن بصری ﷫ کا بیان ہے: لوگوں میں فتنہ و فساد کی آگ سلگانے والے صرف دو آدمی ہیں۔ جن میں سے ایک عمرو بن عاص ہیں جنہوں نے امیر معاویہ کو نیزوں پر قرآن کریم اُٹھانے کا مشورہ دیا اور قرآن کریم نیزوں پر اُٹھائے گئے۔ اور ابنِ قراء کا قول ہے کہ خارجیوں کو انہوں نے ہی ثالث بنایا تھا اور یہ وہ ثالث تھے جن کا چرچہ قیامت تک رہے گا۔

Presented by Ziaraat.com

فسادیوں میں سے دوسرے شخص مغیرہ بن شعبہ ہیں جو کہ امیر معاویہ کے گورنر تھے جن کے نام امیر معاویہ کا یہ فرمان پہنچا تھا کہ اس کے حکم نامہ کی وصولیابی اور خواندگی کے بعد تم خود کو معزول سمجھو اور کوفہ سے فوراً ہمارے دربار میں حاضری دو۔ لیکن مغیرہ نے حکم میں تعویق (تاخیر) کی اور یہ تعویق دربار میں پہنچنے پر امیر معاویہ نے تعویق کا سبب پوچھا تو جواب دیا کہ ایک معاملہ پیش تھا جسے سلجھانے اور مفید طلب بنانے کی وجہ سے دیر ہوگئی۔ امیر معاویہ نے پوچھا کہ کیا معاملہ تھا؟ بتاؤ! مغیرہ نے جواب دیا: آپ کے بعد یزید کی بیعت کے لیے زمین ہموار کر رہا تھا۔ دریافت کیا کہ آیا تم نے یہ پورا کرلیا؟ جواب دیا: جی ہاں۔ یہ سن کر امیر معاویہ نے کہا: اچھا اپنی گورنری پر واپس جاؤ اور حسب سابق فرائض انجام دو۔ یہاں سے لوٹ کر جب مغیرہ اپنے احباب کے پاس پہنچا تو انہوں نے پوچھا: بتاؤ کیسی رہی؟ مغیرہ نے کہا: میں نے معاویہ کے پاؤں اُس ناواقفیت کے رکاب میں رکھ دیئے ہیں جس میں قیامت تک وہ گرفتار رہیں گے"۔

(ما ثبت بالسنة مترجم ص۳۸، وعربي: ملحق بمترجم: ص۲۴۹؛ سير أعلام النبلاء ج٤ ص۳۹؛ تاریخ الخلفاء اردو، نفیس اکیڈمی ص۲۰۷)

بتلایئے! اپنی موجودگی میں یزید کی بیعت کے لیے لوگوں کو رقبے، پلاٹ، عہدے اور مال دے کر اُن کے ضمیروں کا سوداگر بننا ہادی اور مہدی ہونے کی کون سی قسم ہے اور اگر یہ اجتہاد ہے تو کس درجے کا ہے؟

ہادی، مہدی اور شراب

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ، حَدَّثَنِي حُسَيْنٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُرَيْدَةَ، قَالَ: دَخَلْتُ أَنَا وَأَبِي عَلٰى مُعَاوِيَةَ فَأَجْلَسَنَا عَلَى الْفُرُشِ ثُمَّ أُتِينَا بِالطَّعَامِ فَأَكَلْنَا، ثُمَّ أُتِينَا بِالشَّرَابِ فَشَرِبَ مُعَاوِيَةُ، ثُمَّ نَاوَلَ أَبِي ثُمَّ قَالَ: مَا شَرِبْتُهُ مُنْذُ حَرَّمَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ.

"سیدنا عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرے والد معاویہ کے ہاں گئے تو اُنہوں نے ہمیں بستر پر بٹھایا، پھر ہمارے لیے کھانا لایا گیا تو ہم نے کھایا، پھر شراب

Presented by Ziaraat.com

لائی گئی تو معاویہ نے پی، پھر میرے والد نے پکڑی تو کہا: جب سے رسول اللہ ﷺ نے اسے حرام کیا ہے تب سے میں نے اس کو نہیں پیا''۔

(مسند أحمد[شاكر] ج١٦ ص٤٧٣ حديث٢٢٨٣٧؛ وط: بتحقيق الأرنؤط وغيره، ج٣٨ ص٢٥، ٢٦؛ تاريخ دمشق ج٢٧ ص١٢٧؛ مختصر تاريخ دمشق ج١٢ ص٤٥، ٤٦؛ جامع المسانيد والسنن لابن كثير، بتحقيق عبد المعطي أمين قلعجي ج٢ ص١٨٧ حديث ٧٥١؛ أطراف المسند المعتلي بأطراف المسند الحنبلي للعسقلاني ج١ ص٦٢٠ حديث١٢٤٨)

حافظ نورالدین ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے اِس حدیث کو ''مجمع الزوائد'' میں نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ اِس کو امام احمد نے راویت کیا ہے اور اُن کے تمام راوی صحیح حدیث کے راوی ہیں، لیکن اُنہوں نے اِس جملہ کو حدیث کے اندر سے حذف کر دیا ہے: ''مَا شَرِبْتُهُ مُنْذُ حَرَّمَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ. (جب سے رسول اللہ ﷺ نے اسے حرام کیا ہے تب سے میں نے اس کو نہیں پیا) اور خود اعتراف کرتے ہوئے لکھا ہے:

وَفِيْ كَلَامِ مُعَاوِيَةَ شَيْءٌ تَرَكْتُهُ.

''معاویہ کے کلام میں کوئی چیز تھی جس کو میں نے چھوڑ دیا''۔

(مجمع الزوائد ج٥ ص٤٢)

ایسا ہی اُنہوں نے اپنی اُس کتاب میں بھی کیا ہے جس میں اُنہوں نے مسند احمد کی وہ احادیث جمع کی ہیں جو صحاح ستہ کے علاوہ ہیں۔

(غاية المقصد في زوائد المسند ج٤ ص١١٥ حديث٤٠٤٥)

یہ حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ کی دیانت داری ہے کہ اُنہوں نے خود ہی بتا دیا کہ اُنہوں نے وہ جملہ حذف کر دیا ہے جس سے معاویہ کی شراب نوشی ثابت ہوتی ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر اُنہوں نے ایسا کیوں کیا جبکہ اُن کے نزدیک اِس حدیث کی سند بھی صحیح ہے؟ کیا کوئی صحابی کہا جانے والا شخص اگر بادشاہ بن جائے اور پھر وہ کسی کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو تو اُس پر پردہ ڈالنا اور اُس کی خاطر احادیثِ صحیحہ سے جملے حذف کرنا شرعی حکم ہے؟ اگر یہ جملہ حذف کرنا اتنا ضروری ہوتا تو اِس کو سیدنا عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہما اور اُن کے بعد والے راویوں نے حذف کیا ہوتا۔

قارئین کرام کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ یہ جملہ ''مجمع الزوائد'' کے قدیم نسخہ سے تو محذوف ہے مگر دارالفکر اور دارالکتب العلمیۃ بیروت کے محققین نے اِس جملہ کو مسند احمد سے لے کر پھر ''مجمع الزوائد''

Presented by Ziaraat.com

میں شامل کر دیا ہے مگر قوسین کے اندر، لیکن شیخ حسین سلیم اسد کی تحقیق سے جو مجمع الزوائد شائع ہوئی ہے اُس میں شیخ موصوف نے اِس جملہ کو ناپسندیدہ قرار دیا ہے۔ میں پوچھتا ہوں: امیر شام کے متعلق شیخ موصوف کتنے جملوں کو ناپسندیدہ قرار دیں گے؟ ہم اگر شیخ حسین سلیم اسد الدارانی کی تحقیق سے شائع شدہ مسند ابی یعلیٰ اور مجمع الزوائد سے ایسے ناپسندیدہ جملوں کی نشاندہی کرنا شروع کریں تو شیخ موصوف سر پکڑ کر بیٹھ جائیں گے۔

لفظ شراب ''نشہ آور چیز'' کے معنیٰ میں

اہلِ تقویٰ و ہدایت مشکوک و مشتبہ چیزوں سے بھی اجتناب کرتے ہیں لیکن ادھر حال یہ ہے کہ سیدنا بریدہ ﷺ نے جس چیز کے حرام ہونے پر حدیث نبوی پیش فرمائی، معاویہ کو اُس تک سے اجتناب نہیں تھا۔ بولیے ''اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًّا'' کی مقبولیت کہاں گئی؟

اگر کوئی شخص کہے کہ عربی میں تو لفظ ''شَـرَابٌ'' پینے کے معنیٰ میں ہوتا ہے تو یہاں اِس کو اُردو زبان والے شراب کے معنیٰ میں کیوں لیا گیا؟

اِس کا جواب سیدنا بریدہ ﷺ کے اِن الفاظ میں موجود ہے: ''مَا شَرِبْتُهُ مُنْذُ حَرَّمَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ'' (جب سے رسول اللہ ﷺ نے اسے حرام کیا ہے تب سے میں نے اس کو نہیں پیا) بتایئے! وہ کون سی چیز ہے جو عرب معاشرہ میں پہلے پی جاتی تھی اور پھر رسول اللہ ﷺ نے اُس کا پینا حرام کر دیا؟ علاوہ ازیں عرب محاورہ میں لفظِ شراب نشہ آور ''شراب'' کے معنیٰ میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔ چنانچہ خطیب بغدادی راوی کی عدالت کی تعریف میں لکھتے ہیں:

> سُئِلَ ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنِ الْعَدْلِ فَقَالَ : مَنْ كَانَ فِيْهِ خَمْسُ خِصَالٍ : يَشْهَدُ الْجَمَاعَةَ ، وَلَا يَشْرَبُ هٰذَا الشَّرَابَ ، وَلَا تَكُوْنُ فِيْ دِيْنِهٖ خَرْبَةٌ ، وَلَا يَكْذِبُ ، وَلَا يَكُوْنُ فِيْ عَقْلِهٖ شَيْءٌ.

''امام ابن المبارک سے عادل راوی کے بارے میں سوال کیا گیا تو اُنہوں نے فرمایا: جس میں پانچ خصلتیں ہوں: جماعت میں حاضر ہوتا ہو، اِس شراب کو نہ پیتا ہو، اُس کے دین میں کوئی خرابی نہ ہو، وہ جھوٹ نہ بولتا ہو اور اُس کی عقل میں کوئی نقص بھی نہ ہو''۔

(الكفاية في علم الرواية ص ٧٥)

Presented by Ziaraat.com

اِس عبارت میں لفظ شراب کو نشہ آور ممنوع شراب کے معنیٰ میں استعمال کیا گیا ہے۔ اسی طرح امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے مشہور آیت ﴿لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ﴾ [النساء: ٤٣] کی تفسیر میں لفظ شراب کو خمر کے معنیٰ استعمال کیا ہے۔

(أحكام القرآن للطحاوي ج١ ص١١٣)

ہادی، مہدی اور صحابہ کو ناجائز دھمکیاں

بخاری شریف کی طویل حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ بیعت کے سلسلے میں کوئی میٹنگ ہو رہی تھی، ام المومنین سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ پر زور دیا کہ وہ اس میں ضرور شریک ہوں۔ وہ فرماتے ہیں: میں اُس میں شریک ہوا تو معاویہ نے تقریر کرتے ہوئے کہا:

> ''جو شخص بھی امارت یا ولی عہد کے معاملہ میں زبان کھولنا چاہتا ہے، وہ ذرا اپنا سینگ تو اُونچا کرے۔ ہم اُس سے اور اُس کے باپ سے بھی زیادہ امارت کے مستحق ہیں۔ حبیب بن مَسلمہ نے (جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روئیداد سن رہے تھے) پوچھا کہ آپ نے معاویہ کو کوئی جواب کیوں نہ دیا؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اپنی چادر ڈھیلی کی تھی اور ارادہ کیا تھا کہ میں ان سے کہوں: ''تم سے زیادہ امارت کا حق دار وہ ہے جس نے تم سے اور تمہارے باپ ابوسفیان سے اسلام کی خاطر قتال کیا''۔ پھر میں ڈر گیا کہ میری بات سے زیادہ تفریق پیدا ہوگی، حتیٰ کہ خوں ریزی تک نوبت جا پہنچے گی اور میری بات سے کوئی دوسرا ہی مطلب اخذ کیا جائے گا۔ پس میں نے جنت میں اپنے اجر کو یاد کیا (اور خاموشی برتی)۔ حبیب کہنے لگے کہ آپ نے اپنے آپ کو محفوظ کر لیا، بچا لیا''۔

(بخاري ص ٥٦٠ حديث ٤١٠٨)

آیا واقعی معاویہ خلیفۂ ثانی سیدنا عمرؓ اور اُن کے فرزند سے خلافت کا زیادہ حق دار تھا؟ اگر نہیں تھا تو اُس کا یہ دعویٰ اور دھمکی ہدایت ہے یا ضلالت؟ ممکن ہے کہ کوئی شخص اس کو اجتہاد قرار دے کر اس پر اجر و ثواب ثابت کر ڈالے لیکن اس مقام پر بعض اہل قلم نے حق بات بیان کر دی ہے۔ چنانچہ اہل حدیث مؤلف علامہ عبداللہ دانش لکھتے ہیں:

Presented by Ziaraat.com

''یہی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جنہیں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ تنہائیوں میں بھی ہدایات دیتے رہے اور انہوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو شام کا گورنر بھی بنایا۔ صحیح بخاری کتاب المغازی حدیث ۴۱۰۸ میں دیکھیں کس رعونت کے ساتھ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی توہین کی''۔

(شرح أربعين إمام حسين رضی اللہ عنہ ص ۱۵۵)

بتلایئے! سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور اُن کے صوفی مزاج فرزند کی توہین کرنا اور اُنہیں دھمکی دینا، کیا یہ ''اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًّا'' کی تاثیر کا نتیجہ ہے؟

ہادی، مہدی اور قتلِ ناحق

امیر شام نے اپنے دور میں ناجائز، ناحق اور بے قصور کافی لوگوں کو قتل کرایا۔ اکثر لوگوں کو محبتِ مرتضوی کی پاداش میں قتل کرایا۔ اس سلسلے میں انتہائی بھیانک اور طویل واقعات ہیں مگر راقم الحروف فقط دو واقعات کو آپ کے سامنے لانا چاہتا ہے:

۱۔ بحکمِ امیر شام بسر بن ابی ارطاۃ کی بربریت

۲۔ حجر بن عدی اور اُن کے ساتھیوں کا قتلِ ناحق

اِن میں سے اول الذکر کی بربریت کا تذکرہ اِس سے قبل ''بسر بن ابی ارطاۃ کے مظالم'' کے عنوان سے آچکا ہے اور موخر الذکر کا تذکرہ یہاں پیش کرتا ہوں۔

سیدنا حجر بن عدی رضی اللہ عنہ اور اُن کے رفقاء کا قتلِ ناحق

سیدنا حجر بن عدی رضی اللہ عنہ اور اُن کے رفقاء کی شہادت کا واقعہ کافی طویل ہے اور متعدد کتب میں موجود ہے۔ پہلے اُن کا مختصر تعارف پھر اُن کی شہادت کا واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔

یہ یمن کے علاقے کندہ کے باشندے تھے، ایک وفد کے ساتھ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے تھے۔ محبانِ سیدنا علی رضی اللہ عنہ میں سے تھے، اُن کی تمام جنگوں میں شریک رہے تھے، آخر میں کوفہ میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ امام ابن سعد لکھتے ہیں:

ذَكَرَ بَعْضُ رُوَاةِ الْعِلْمِ أَنَّهُ وَفَدَ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم مَعَ أَخِيهِ هَانِي بْنِ عَدِيٍّ.

''حدیث کے بعض راویوں نے ذکر کیا ہے کہ وہ اپنے بھائی ھانی بن عدی کے ساتھ بارگاہِ نبوی

Presented by Ziaraat.com

ﷺ میں حاضر ہوئے تھے''۔

(الطبقات الكبرى لابن سعد ج٨ ص٣٣٧)

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اسی بات کو مکمل سند کے ساتھ لکھا ہے اور امام ذہبی نے اس پر خاموشی اختیار فرمائی ہے، نیز امام حاکم نے ان کے متعلق احادیث پر یوں عنوان قائم کیا ہے:

ذِكْرُ مَنَاقِبِ حُجْرِ بْنِ عَدِيٍّ ﷺ وَهُوَ رَاهِبُ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ ﷺ وَمَقْتَلِه.

''سیدنا حجر بن عدی ﷺ کے مناقب، جو کہ سیدنا محمد ﷺ کے اصحاب میں درویش تھے اور اُن کی قتل گاہ کا ذکر''۔

(المستدرك للحاكم ج٣ ص٤٦٨، وط: ج٣ ص ٥٣١، ٥٣٢ حديث ٥٩٧٤)

امام ابن اثیر جزری اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

(أسد الغابة ج١ ص٦٩٧؛ الإصابة ج٢ ص٣٢)

امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''سیدنا حجر بن عدی ﷺ فضلاء صحابہ کرام ﷺ میں سے تھے اور کم سن ہونے کے باوجود اکابر میں شمار ہوتے تھے''۔

(الاستيعاب ج١ ص١٩٧؛ بغية الطلب في تاريخ حلب ج٥ ص٢١١٠)

امام ذہبی اور دوسرے علماء کرام لکھتے ہیں:

وَلِحُجْرٍ صُحْبَةٌ وَوِفَادَةٌ وَجِهَادٌ وَعِبَادَةٌ.

''حجر صحبت، زیارت، جہاد اور عبادت سے مالا مال تھے''۔

(العبر في خبر من غبر ج١ ص٥٧؛ تاريخ الإسلام للذهبي ج٤ ص١٩٣؛ شذرات الذهب لابن العماد ج١ ص٢٤٧؛ در السحابة في ذكر شهداء الصحابة ج٣ ص١٨٢)

اکثر محدثین کرام اُنہیں صحابی مانتے ہیں اور بعض تابعی لکھتے ہیں، لیکن سب اُنہیں متقی، زاہد، عابد، صاحب استقامت، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا خوگر مانتے ہیں۔ چنانچہ امام ابو العرب محمد بن احمد بن تمیم متوفی ۳۳۳ھ مکمل سند کے ساتھ لکھتے ہیں:

''حجر بن عدی ﷺ کندی، کندہ کے رہنے والے تھے، عبادت گزار تھے، دائماً باوضو رہتے

Presented by Ziaraat.com

والے تھے، جب بھی بے وضو ہوتے تو فوراً وضو کرتے اور نماز تحیۃ الوضو پڑھتے"۔

(كتاب المحن لأبي العرب التميمي ص ١٢٠)

امام ذہبی لکھتے ہیں:

وَكَانَ شَرِيفًا ، أَمِيرًا مُطَاعًا ، أَمَّارًا بِالْمَعْرُوفِ ، مُقْدِمًا عَلَى الْإِنْكَارِ ، مِنْ شِيْعَةِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ، شَهِدَ صِفِّيْنَ أَمِيرًا ، وَكَانَ ذَا صَلَاحٍ وَتَعَبُّدٍ.

"وہ معزز تھے، مقبول لیڈر تھے، کثرت سے بھلائی کا حکم کرنے والے اور بڑھ چڑھ کر برائی سے روکنے والے تھے، سیدنا علی رضی اللہ عنہما کے پیروکاروں میں سے تھے، جنگِ صفین میں بحیثیت امیر شریک ہوئے تھے اور نیکی وعبادت کے پیکر تھے"۔

(سير أعلام النبلاء ج٣ ص٤٦٣؛ در السحابة في ذكر شهداء الصحابة ج٣ ص١٨٣)

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

"یہ تمام لوگوں سے زیادہ عبادت گزار اور زاہد تھے، اپنی والدہ سے بہت بھلائی سے پیش آنے والے تھے، اور نماز وروزہ کی کثرت کرتے تھے۔ ابو معشر کہتے ہیں: وہ جب بھی بے وضو ہوتے تو فوراً وضو کرتے اور دو رکعت نماز پڑھتے۔ یہ بات بہت لوگوں نے بیان کی ہے"۔

(البداية والنهاية بتحقيق عبد الله التركي ج١١ ص٢٢٩)

سیدنا حجر بن عدی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا سبب کیا تھا؟

علماء کرام نے اُن کی شہادت کی وجہ یہ لکھی ہے کہ وہ کوفہ کے گورنر زیاد حرامی کو اُس وقت ٹوکتے تھے جب وہ مسجد کے منبر پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو سب وشتم کرتا تھا۔ زیاد نے اُن کی اِس جرأت کا تذکرہ امیر شام کو لکھ بھیجا، امیر شام نے اُنہیں ساتھیوں سمیت طلب کیا اور مقام عذراء پر اُنہیں قتل کرا دیا۔ چنانچہ امام ذہبی لکھتے ہیں:

وَكَانَ عَابِداً صَالِحًا ، يُلَازِمُ الْوُضُوْءَ ، وَيُكْثِرُ مِنَ الْأَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ وَكَانَ يُكَذِّبُ ابْنَ أَبِيْهِ الْأَمِيْرَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَحَصَبَهُ مَرَّةً ، فَكَتَبَ فِيْهِ إِلَىٰ مُعَاوِيَةَ......

"وہ عبادت گزار صالح آدمی تھے، ہمیشہ وضو سے رہتے تھے، بکثرت امر بالمعروف اور

Presented by Ziaraat.com

نہی عن المنکر کرتے تھے اور گورنر زیاد ابن ابیہ کو منبر پر ٹوکتے تھے اور ایک مرتبہ اُس کی طرف کنکریاں پھینکیں تو اس نے اس سلسلہ میں معاویہ کو لکھ بھیجا......''

(تاريخ الإسلام للذهبي ج٤ ص١٩٣)

سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب زیاد ابن ابیہ منبر پر ہوتا تھا تو سیدنا حجر بن عدی اس ولد الزنا کو کیوں ٹوکتے تھے؟ اس لیے ٹوکتے تھے کہ بنوامیہ کے خطباء مساجد کے منبروں پر سیدنا علی المرتضیٰ علیہ السلام پر لعنت اور سبّ وشتم کرتے تھے۔ زیاد ابن ابیہ سے قبل جو شخص کوفہ کا گورنر تھا وہ بھی اپنی گورنری کو قائم رکھنے کے لیے یہی دھندہ کرتا تھا اور یہ اُسے بھی ٹوکتے تھے۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

وَإِذَا كَانَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ عَلَى الْكُوفَةِ إِذَا ذَكَرَ عَلِيًّا فِي خُطْبَتِهِ يَتَنَقَّصُهُ بَعْدَ مَدْحِ عُثْمَانَ وَشِيعَتِهِ ، فَيَغْضَبُ حُجْرٌ هٰذَا ، وَيُنْكِرُ الإِنْكَارَ عَلَيْهِ ، وَلٰكِنْ كَانَ الْمُغِيرَةُ فِيهِ حِلْمٌ وَأَنَاةٌ ، فَكَانَ يَصْفَحُ عَنْهُ وَيَعِظُهُ فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ ، وَيُحَذِّرُهُ غَبَّ هٰذَا الصَّنِيعِ ، فَإِنَّ مُعَارَضَةَ السُّلْطَانِ شَدِيدٌ وَبَالُهَا ، فَلَمْ يَرْجِعْ حُجْرٌ عَنْ ذٰلِكَ.

''جب مغیرہ بن شعبہ کوفہ کے گورنر تھے تو وہ اپنے خطبہ میں سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور اُن کے پیروکاروں کی مدح کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی تنقیص کرتے تھے تو اس پر سیدنا حجر بن عدی رضی اللہ عنہ غضب ناک ہو جاتے تھے اور اُن پر برس پڑتے تھے، مغیرہ میں بردباری اور برداشت تھی، سو وہ اُن سے درگذر کر جاتے تھے اور اپنے باہمی تعلق کی بنا پر اُنہیں سمجھاتے تھے اور اس کے انجام سے اُنہیں ڈراتے تھے کہ بادشاہ کے ردِ عمل کا وبال سخت ہوتا ہے، لیکن سیدنا حجر رضی اللہ عنہ اس سے باز نہ آئے''۔

(البداية والنهاية بتحقيق محسن التركي ج١١ ص٢٢٩)

سیدنا علی علیہ السلام کی تنقیص کرنا مغیرہ بن شعبہ کا محبوب مشغلہ تو نہیں تھا لیکن یہ اُن کی گورنری کی بقا کے لیے لازمی تھا، حتیٰ کہ علماء نے سند کے ساتھ لکھا ہے کہ معاویہ نے جب اُنہیں گورنر بنانا چاہا تو اُنہیں بطورِ خاص وصیت کی تھی اور کہا تھا:

''میں چاہتا تھا کہ تمہیں بہت سی چیزوں کے بارے میں وصیت کروں تاہم میں اُن باتوں کو

Presented by Ziaraat.com

تمہاری عقل مندی کے پیش نظر ترک کر رہا ہوں لیکن میں ایک بات کو ترک نہیں کرتا: **لَا تَتْرُكْ شَتْمَ عَلِيٍّ وَذَمَّهُ ، وَالتَّرَحُّمَ عَلٰى عُثْمَانَ وَالاسْتِغْفَارَ لَهُ.** (علی کو سبّ وشتم کرنا اور اُس کی مذمت کرنا اور عثمان کے لیے رحمت کی دعا کرنا اور اُن کے لیے مغفرت مانگنا نہ چھوڑنا"۔

(الكامل في التاريخ لابن أثير جزري ج٣ ص٦٩؛ أنساب الأشراف للبلاذري ج٥ ص٢٥٢؛ مرأة الزمان لسبط ابن الجوزي ج٧ ص٢٢٣)

سواُنہوں نے اس وصیت کو خوب نبھایا اور خود بھی اور کرایہ کے خطباء کو بھی اس کام پر لگا دیا۔ شاید کوئی شخص کہے کہ یہ تاریخ کی باتیں ہیں لہٰذا ان کا کوئی اعتبار نہیں تو جناب والا سبّ وشتم کی اس وصیت پر جس طرح مغیرہ بن شعبہ نے عمل کیا اُس کا تذکرہ امام احمد، امام ابوداود طیالسی، امام ابن ابی شیبہ، امام نسائی، امام ابو یعلیٰ، امام ابن حبان اور امام ابن ابی عاصم نے اپنی اپنی کتبِ حدیث میں کیا ہے اور آج کل کے متشدد محققین نے اُن احادیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ اس کی مکمل تحقیق کے لیے راقم الحروف کی کتاب "**لَا تَسُبُّوْا أَصْحَابِيْ**" (میرے صحابہ کو برا نہ کہو) کا مطالعہ فرمائیں۔

مغیرہ بن شعبہ کو اِس ناپاک جسارت سے کئی بار عشرہ مبشرہ میں شامل بعض حضرات نے ٹوکا بھی تھا، سو جب وہ اس نازیبا حرکت سے باز نہ آئے تو سیدنا حجر ﷺ نہی عن المنکر سے کہاں باز آنے والے تھے؟ پھر جب مغیرہ بن شعبہ وفات پا گئے تو اُن کے بعد زیاد ابن ابیہ کو وہاں کا گورنر بنا دیا گیا۔

ایک ہی ملاقات کی مار

ابھی ابھی آپ نے پڑھا کہ مغیرہ بن شعبہ کو وصیت کرتے ہوئے معاویہ نے دوسری وصیتوں کو تو مغیرہ بن شعبہ کی ذہانت کی وجہ سے ترک کر دیا تھا مگر شتمِ علی اور مذمتِ علی کی وصیت کو ترک نہیں کیا تھا، لہٰذا خود سوچیے کہ کیا یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ اُنہوں نے زیاد کو یہ خصوصی وصیت نہ کی ہوگی، ہرگز نہیں بلکہ وہ ہر گورنر کو یہ ناپاک وصیت کرنا لازم سمجھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ اُن کا ہر گورنر سبّ وشتم میں پورا پورا حصہ لیتا تھا اور جو اس عمل سے گریز کرتا تھا تو اُسے معزول کر دیا جاتا تھا۔ چنانچہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں کہ عمیر بن اسحاق نے کہا:

كَانَ مَرْوَانُ أَمِيْراً عَلَيْنَا سِتَّ سِنِيْنَ وَكَانَ يَسُبُّ عَلِيًّا كُلَّ جُمُعَةٍ ، ثُمَّ عُزِلَ ، ثُمَّ اسْتُعْمِلَ سَعِيْدُ بْنُ الْعَاصِ سَنَتَيْنِ فَكَانَ لَا يَسُبُّهُ ، ثُمَّ أُعِيْدَ مَرْوَانُ فَكَانَ يَسُبُّهُ.

Presented by Ziaraat.com

''مروان چھ سال ہم پر گورنر مقرر رہا اور وہ ہر جمعہ کو سیدنا علیؓ پر سب وشتم کرتا تھا، پھر اُسے معزول کر دیا گیا، پھر سعید بن العاص کو عامل بنایا گیا تو وہ سب وشتم نہیں کرتے تھے، پھر دوبارہ مروان کو مقرر کیا گیا تو وہ سب وشتم کرتا تھا''۔

(كتاب العلل للإمام أحمد ج٣ ص١٧٦؛ تاريخ دمشق ج٢١ ص١٢٩، وج٥٧ ص٢٤٣؛ تاريخ الإسلام للذهبي ج٥ ص٢٣١، ٢٣٢؛ سير أعلام النبلاء للذهبي ج٣ ص٤٧٧، ٤٧٨؛ البداية والنهاية ج١١ ص٣١٨، وج٨ ص٣٦٤؛ إتحاف الخيرة المهرة ج٨ ص٨٢ حديث ٧٥٢٦؛ المطالب العالية ج٤ ص٣٢٩، ٣٣٠ وط: ج١٨ ص٢٦٦ حديث ٤٤٥٧)

یہ بات اُس کتاب میں بھی موجود ہے جو امیرِ شام کی شان اور دفاع میں انتہائی اہم سمجھی جاتی ہے اور اُس میں اِس کی سند کے راویوں کو بھی ثقہ کہا گیا ہے۔

(تطهير الجنان لابن حجر مكي ص ٢١٠)

مطلب یہ ہے کہ یہ ناپاک جسارت امیر موصوف کے ہر گورنر کے فرائض منصبی میں شامل تھی، یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

وَاتَّخَذُوا لَعْنَهٗ عَلَى الْمَنَابِرِ سُنَّةً.

''اُنہوں نے منبروں پر سیدنا علیؓ پر لعنت بھیجنے کو معمول بنالیا تھا''۔

(فتح الباري ج٧ ص٤٣٤، وط: ج٨ ص٤٢٠)

سو یہ کیسے ممکن ہے کہ زیاد ابن ابیہ کو کوفہ اور بصرہ دونوں مقام کی گورنری دی گئی ہو اور اُسے یہ خاص وصیت نہ کی گئی ہو۔ یقیناً اُسے بھی ذات پاک مرتضی محبوبِ خدا و مصطفیٰ شیر خداؓ پر سب وشتم کی خاص تلقین کی گئی تھی۔ اس کی واضح دلیل یہ ہے کہ زیاد ابن ابیہ پہلے سیدنا علیؓ کی جماعت میں تھا اور سیدنا حجر بن عدیؓ کا خاص دوست تھا۔ جب سیدنا امام حسن مجتبیٰؑ نے دورِ خلافت کے اختتام پر امت کی خاطر اقتدار معاویہ کے سپرد کر دیا تو سیدنا حجر بن عدی، زیاد اور ان کے باقی ساتھیوں نے مشورہ کیا کہ اب وہ کیا کریں؟ بالآخر اُنہوں نے طے کیا کہ معاویہ سے امان لے لیتے ہیں۔ اس کے لیے سب نے زیاد کو منتخب کیا کہ وہ جا کر بات کرے۔ وہ بات کرنے گیا تو خود شکار ہو گیا، اُس پر ہادی اور مہدی کی ہدایت اور کرامت دونوں اثر انداز ہو گئیں۔ چنانچہ جب وہ اُدھر سے واپس آیا تو تھوڑا بہت نہیں یکسر بدل چکا تھا بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ اُس کی اصلیت نمایاں ہو گئی تھی، اسی کو انگلش میں

Presented by Ziaraat.com

[Expose] ایکسپوز ہونا کہا جاتا ہے۔ایک ہی ملاقات میں وہ کیسے بدلا؟ ذرا خود ہی پڑھ لیجئے:

''پھر جب وہ کوفہ آیا تو اس نے حجر بن عدی ؓ کو بلا کر کہا: ''اے ابو عبدالرحمان! تم جانتے ہو علی [ؓ] سے میری محبت کیسی ہے؟ انہوں نے کہا: شدید ہے۔ اُس نے کہا: اب وہ ساری کی ساری محبت ختم ہو کر بغض میں بدل گئی، لہٰذا اب مجھ سے ایسی بات مت کرنا جو مجھے ناپسند ہو، میں تمہیں آگاہ کر رہا ہوں......''۔

(كتاب المحن ص ١٢٠)

طبقات ابن سعد وغیرہ میں تو یہاں تک آیا ہے کہ زیاد نے گورنر بن جانے کے بعد سیدنا حجر بن عدی ؓ سے کہا:

''تمہیں معلوم ہے کہ میں تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں، میں چاہتا ہوں کہ مجھ سے تمہارے خون کا ایک قطرہ بھی نہ گرنے پائے۔ تم اپنی زبان کو قابو میں رکھنا اور زیادہ تر گھر میں رہنا، چونکہ میں تمہاری جلد بازی سے خوب واقف ہوں۔ ویسے تمہاری تمام ضروریات کو پورا کرنا میرا کام ہے اور اگر خود کو کنٹرول میں رکھ سکو تو میرا تخت تمہاری نشست گاہ ہوگا''۔

(الطبقات الكبرىٰ لابن سعد ج٨ ص٣٣٧؛ تاريخ دمشق ج١٢ ص٢١٤؛ سير أعلام النبلاء ج٣ ص٤٦٣؛ بغية الطلب ج٥ ص٢١٢١)

بہرحال زیاد نے بھی مغیرہ بن شعبہ کی طرح سبّ وشتم والا معمول شروع کر دیا تو سیدنا حجر بن عدی ؓ جو ''أَمَّارًا بِالْمَعْرُوْفِ، مُقْدِمًا عَلَى الْإِنْكَارِ'' کے پیکر تھے، ایسی ناپاک حرکت پر کیسے خاموش رہ سکتے تھے؟ اُنہوں نے بھی اپنی روک ٹوک کا سلسلہ جوں کا توں جاری رکھا تو نتیجہ وہی نکلا جس سے مغیرہ بن شعبہ متنبہ کیا کرتے تھے کہ بادشاہ کا ردِعمل سخت ہوتا ہے اور وہی ہو کر رہا۔ چنانچہ امام بیہقی، امام ابن عساکر، حافظ ابن کثیر اور دوسرے حضرات لکھتے ہیں:

''زیاد بن سمیہ نے سیدنا علی بن ابی طالب ؓ کا منبر پر ذکر کیا تو حجر بن عدی نے کنکریوں کی مٹھی بھر کر اُس کی طرف پھینکی پھر اُن کے آس پاس کے لوگوں نے بھی زیاد کی طرف کنکریاں پھینکیں، تو زیاد نے معاویہ کو لکھ بھیجا کہ حجر نے مجھے کنکریاں ماری ہیں درآں حالیکہ میں منبر پر تھا''۔

(دلائل النبوة للبيهقي ج٦ ص٤٥٦؛ تاريخ دمشق ج١٢ ص٢١٧؛ البداية والنهاية ج٩ ص٢٢٤)

Presented by Ziaraat.com

شیخ عبداللہ بن محسن ترکی "البداية والنهاية" کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

أَيْ ذَكَرَهُ بِسُوْءٍ عَلَى الْمِنْبَرِ.

"یعنی زیاد نے منبر پر سیدنا علی ؓ کا ذکر برائی سے کیا"۔

(حاشية: ٥، البداية والنهاية ج٩ص ٢٢٤)

امام ابن عبدالبر اور امام ابن اثیر جزری رحمۃ اللہ علیہما لکھتے ہیں:

وَلَمَّا وَلَّى مُعَاوِيَةُ زِيَادًا الْعِرَاقَ وَمَا وَرَاءَ هَا، وَأَظْهَرَ مِنَ الْغِلْظَةِ وَسُوْءِ السِّيْرَةِ مَا أَظْهَرَ.

"اور جب معاویہ نے زیاد کو عراق اور دوسرے علاقوں کا گورنر بنایا، اور اس نے وہ سختی اور بری عادت ظاہر کی جو کی"۔

(الاستيعاب ج١ ص١٩٧؛ أسد الغابة ج١ ص٦٩٧؛ بغية الطلب في تاريخ حلب ج٥ ص ٢١١٠)

خود سوچیے! مساجد کے منبروں پر امیر شام کے گورنروں کی اِس بے حیائی اور بدمعاشی کو سیدنا حجر بن عدی ؓ کب برداشت کر سکتے تھے؟ چونکہ اُن کی قوتِ ایمانی اُنہیں برائی کو بھلائی میں تبدیل کرنے کے اولین طریقوں پر اُبھارتی تھی تو لازماً اُس کا نتیجہ بھی وہی نکلنا تھا جو جابر سلطان کے سامنے کلمۂ حق بلند کرنے پر نکلا کرتا ہے۔ چنانچہ اختصار کے ساتھ عرض ہے کہ جب سیدنا حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں کو شام پہنچا دیا گیا تو اُن کے سامنے دو باتیں رکھی گئیں۔

علی سے بیزار ہو جاؤ ورنہ تیار ہو جاؤ

ان سے مطالبہ کیا گیا کہ اگر وہ علی سے بیزاری کا اظہار کر دیں تو اُنہیں معاف کر دیا جائے گا۔ چنانچہ امام بلاذری اور دوسرے حضرات لکھتے ہیں کہ ایک آدمی کو بھیجا گیا اور اُسے کہا گیا:

وَأَمَرَهُ أَنْ يَدْعُوْهُمْ إِلَى الْبَرَاءَةِ مِنْ عَلِيٍّ وَإِظْهَارِ لَعْنِهِ، وَيَعِدُ مَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ أَنْ يُتْرَكَهُ، فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ قُتِلَ.

"اُس کو حکم دیا کہ وہ اُن لوگوں کو علی سے براءت اور اُس پر لعنت کرنے کی طرف بلائے اور اُن سے وعدہ کرے کہ جس شخص نے ایسا کیا تو اُسے چھوڑ دیا جائے گا اور جس نے ایسا نہ کیا تو وہ

Presented by Ziaraat.com

قتل کر دیا جائے گا“۔

(أنساب الأشراف ج٥ ص٢٦٦؛ كتاب المحن ص١٢١، ١٢٢؛ الكامل في التاريخ ج٣ ص٧٩؛ تاريخ الإسلام للذهبي ج٤ ص ١٩٤؛ مرآة الزمان لسبط ابن الجوزي ج٧ ص٢٣٤؛ تاريخ دمشق ج ١٢ ص٢٢٢؛ مختصر تاريخ دمشق ج٦ ص٢٤١؛ بغية الطلب ج٥ ص٢١٢٥)

کچھ لوگوں نے انکار کیا تو وہ قتل کر دیے گئے اور کچھ نے اُن کا مطالبہ منظور کر لیا تو وہ بچ گئے، تاہم بشمول سیدنا حجر بن عدیؓ سات افراد کو شہید کر دیا گیا۔

معاویہ کو میں اسی حال میں ملوں گا

متعدد علماء کرام نے لکھا ہے:

”زیاد نے معاویہ کو شکایت بھرا خط روانہ کیا تو اُسے واپس جواب آیا کہ حجر بن عدی کو لوہے کی بیڑیوں میں باندھ کر ہماری طرف بھیج دو۔ امام ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ سب کو لوہے سے باندھا گیا۔ حافظ ابن کثیر کے مطابق بارہ افراد کو اِس حال میں بھیجا گیا، بعد میں دو شخص مزید پیچھے بھیجے گئے تو چودہ افراد ہو گئے۔ اِن میں سے سات کو قتل کیا گیا اور سات کو چھوڑ دیا گیا۔ جب جلاد تلوار چلانے لگا تو سیدنا حجرؓ نے وصیت فرمائی:

لَا تُطْلِقُوا عَنِّي حَدِيْدًا ، وَلَا تَغْتَسِلُوا عَنِّي دَماً ، فَإِنِّي مُلَاقٍ مُعَاوِيَةَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى الْجَادَةِ ، وَإِنِّي مُخَاصِمٌ.

”بعد از وفات مجھ سے بیڑیاں نہ کھولنا، میرا خون نہ دھونا، کیونکہ میں میدانِ محشر میں اسی حال میں معاویہ سے ملوں گا اور احتجاج کروں گا“۔

(كتاب المحن للتميمي ص١٢٣، ١٢٤؛ أنساب الأشراف للبلاذري ج٥ ص٢٦٩؛ الاستيعاب ج١ ص١٩٨؛ أسد الغابة ج١ ص٦٩٨؛ المنتظم لابن الجوزي ج٥ ص٢٤٢؛ تاريخ دمشق ج١٢ ص٢١٥، ٢٢٦، ٢٢٨؛ مرآة الزمان ج٧ ص٢٣٣؛ ٢٣٦؛ تاريخ الإسلام للذهبي ج٤ ص١٩٤؛ سير أعلام النبلاء ج٣ ص٤٦٦؛ تاريخ ابن خلدون ج٣ ص١٧؛ الإصابة ج٢ ص٣٣؛ بغية الطلب في تاريخ حلب ج٥ ص٢١١٤)

Presented by Ziaraat.com

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

''سیدنا امام حسن بن علی [بقول ابن کثیر: زیادہ صحیح یہ ہے کہ امام حسین] ؓ نے لوگوں سے پوچھا: کیا اُس کی نماز جنازہ پڑھی گئی اور اُس کو بیڑیوں کے ساتھ دفن کیا گیا؟ اُنہوں نے عرض کیا: ہاں، فرمایا: خدا کی قسم! وہ حجت قائم کر گیا''۔

(البداية والنهاية ج ١١ ص ٢٣٦؛ تاريخ دمشق ج ١٢ ص ٢٢٦)

شہادتِ حجر بن عدی ؓ سے استنباطِ مسائل

جس طرح سیدنا امام عالی مقام علیہ السلام نے حضرت حجر بن عدی ؓ کے بارے میں فرمایا کہ وہ حجت قائم کر گیا اسی طرح سیدنا امام حسن بصری ؒ سے بھی منقول ہے کہ اُنہوں نے بھی اسی طرح فرمایا تھا اور ہمارے فقہاء کرام نے بھی اس واقعہ سے اسی طرح مسائل کا استنباط کیا ہے، جس میں سیدنا حجر بن عدی ؓ کو اہل عدل اور اُن کے قاتلین کو غیر عادل کہا ہے۔ چنانچہ امام سرخسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے جہاں باغی کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ ''لایُغسَلُ وَلا یُصَلّٰی عَلَیْہِ'' (نہ اُسے غسل دیا جائے گا اور نہ ہی اُس کا جنازہ پڑھا جائے گا) وہیں اہل عدل کے بارے میں لکھا ہے کہ اُن کی نماز جنازہ تو پڑھی جائے گی مگر اُنہیں غسل نہیں دیا جائے گا۔ وہ فرماتے ہیں:

وَلَمَّا اسْتُشْهِدَ عَمَّارُ بْنُ یَاسِرٍ بِصِفِّیْنَ قَالَ: لَا تَغْسِلُوْا عَنِّیْ دَمًا وَلَا تَنْزِعُوْا عَنِّیْ ثَوْبًا، فَإِنِّیْ أَلْتَقِیْ مُعَاوِیَةَ بِالْجَادَةِ، وَهٰکَذَا نُقِلَ عَنْ حُجْرِبْنِ عَدِیٍّ.

''جب سیدنا عمار بن یاسر ؓ جنگ صفین میں شہید ہونے لگے تو فرمایا: میرا خون نہ دھونا اور میرے کپڑے نہ اُتارنا، میں اسی حال میں معاویہ سے میدانِ محشر میں ملاقات کروں گا، اور اسی طرح سیدنا حجر بن عدی ؓ سے بھی منقول ہے''۔

(المبسوط للسرخسي ج ٢ ص ٥٠)

امام موصوف ایک اور مقام میں لکھتے ہیں:

وَیُصْنَعُ بِقَتْلیٰ أَهْلِ الْعَدْلِ مَا یُصْنَعُ بِالشَّهِیْدِ، فَلا یُغَسَّلُوْنَ وَیُصَلّٰی عَلَیْهِمْ، هٰکَذَا فَعَلَ عَلِیٌّ ؓ بِمَنْ قُتِلَ مِنْ أَصْحَابِه، وَبِه أَوْصیٰ عَمَّارُ بْنُ یَاسِرٍ وَحُجْرُ بْنُ عَدِیٍّ وَزَیْدُ بْنُ صُوْحَانَ ؓ حِیْنَ اسْتُشْهِدُوْا، وَقَدْ رَوَیْنَاهُ فِیْ کِتَابِ الصَّلَاةِ:

Presented by Ziaraat.com

وَلَا يُصَلّٰى عَلىٰ قَتْلىٰ أَهْلِ الْبَغْيِ.

''اور جو لوگ اہل عدل میں سے قتل ہوں تو اُن کے ساتھ اسی طرح معاملہ کیا جائے گا جیسا کہ شہداء کے ساتھ کیا جاتا ہے، اسی طرح سیدنا علی ؓ نے اپنے مقتولین کے ساتھ کیا تھا، اور سیدنا عمار بن یاسر، حجر بن عدی اور زید بن صوحان ؓ نے اسی کی وصیت کی تھی، اور ہم کتاب الصلاۃ میں بیان کر چکے ہیں کہ باغیوں کے مقتولین کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی''۔

(المبسوط للسرخسي ج ۱۰ ص ۱۳۱)

امام ابن مازہ بخاری حنفی نے بھی یہی معنیٰ بیان کیا ہے:

(المحیط البرهاني ج۲ ص ۱۷۰)

حقیقی شہید کی تعریف

فقہاء کرام نے ضابطہ بیان کیا ہے کہ حقیقی (نہ کہ حکمی) شہید کے لیے ضروری ہے کہ وہ اہل باطل کے ہاتھوں قتل ہوا اور وہ کسی معاملہ میں مجرم نہ ہو بلکہ سراپا مظلوم ہو۔ چنانچہ امام ابن مازہ حنفی رحمۃ اللہ علیہ **"في بيان الأسباب المسقطة لغسل الميت"** (میت کو غسل نہ دینے کے اسباب کے بیان میں) لکھتے ہیں کہ حقیقی شہید کو غسل نہیں دیا جائے گا، حقیقی شہید کسے کہتے ہیں؟ اس کی توضیح میں وہ لکھتے ہیں:

الشَّهِيْدُ اِسْمٌ لِكُلِّ مُسْلِمٍ مُكَلَّفٍ طَاهِرٍ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ قُتِلَ ظُلْمًا فِيْ قِتَالِ ثَلَاثٍ : إِمَّا مَعَ أَهْلِ الْحَرْبِ ، أَوْمَعَ أَهْلِ الْبَغْيِ ، أَوْمَعَ قُطَّاعِ الطَّرِيْقِ.

''امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شہید ہر اُس مکلّف و پاک مسلم کا نام ہے جو تین صورتوں میں سے کسی ایک صورت میں قتل کیا جائے: یا اہل حرب کے ساتھ، یا باغیوں کے ساتھ یا ڈاکوؤں کے ساتھ قتال میں''۔

(المحیط البرهاني ج۲ ص ۱۶۰)

امام کاسانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَمِنْهَا أَنْ يَكُوْنَ مَظْلُوْمًا حَتّٰى لَوْ قُتِلَ بِحَقٍّ فِيْ قِصَاصٍ ، أَوْرَجْمٍ لَا يَكُوْنَ شَهِيْدًا.

''اور اُن اقسام میں سے یہ ہے کہ وہ سراپا مظلوم ہو، حتیٰ کہ اگر وہ قصاص کے حق یا رجم میں قتل کیا

Presented by Ziaraat.com

جائے تو وہ شہید نہیں ہوگا"۔

(بدائع الصنائع ج۲ ص ۳۶۰)

امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

الشَّهِيدُ مَنْ قَتَلَهُ الْمُشْرِكُونَ ، أَوْ وُجِدَ فِي الْمَعْرِكَةِ وَبِهِ أَثَرُ الْجَرَاحَةِ ، أَوْقَتَلَهُ الْمُسْلِمُونَ ظُلْمًا ، وَلَمْ تَجِبْ بِقَتْلِهِ دِيَةٌ ، فَيُكَفَّنُ وَيُصَلّٰى عَلَيْهِ ، وَلَا يُغَسَّلُ.

"شہید وہ ہے جس کو مشرکین قتل کریں، یا وہ میدانِ جہاد میں پایا جائے اور اُس پر زخمی ہونے کا اثر ہو، یا اُسے مسلمانوں نے ظلماً قتل کیا ہو، اور اُس کے قتل سے دیت واجب نہ ہوئی ہو۔ سو اُسے کفن دیا جائے گا، نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور غسل نہیں دیا جائے گا"۔

(مختصر القدوري ص ۱۱۳)

اِن فقہاء کی عبارت سے ظاہر ہوا کہ اگر وہ لڑتے ہوئے مارا جائے تو مذکورہ صورتوں میں سے کسی ایک صورت کا ہونا ضروری ہے اور اگر لڑے بغیر قتل کیا جائے تو مجرم کی حیثیت سے نہیں بلکہ سراسر مظلوم ہونے کی صورت میں قتل کیا جائے۔ ایسے مقتول کو غسل نہیں دیا جائے گا اور اُسے اُنہی کپڑوں میں دفن کیا جائے گا۔ اِن صورتوں کے بیان کے بعد امام کاسانی نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما کے دو قولوں میں سے ایک قول یہ نقل کیا ہے کہ اُن کے نزدیک ایسے شہید کو غسل دیا جائے گا۔ پھر حنفیہ کی طرف سے دلیل دیتے ہوئے لکھا ہے:

وَلَنَا : مَا رُوِيَ عَنْ عَمَّارٍ ، أَنَّهُ لَمَّا اُسْتُشْهِدَ بِصِفِّيْنَ تَحْتَ رَايَةِ عَلِيٍّ ﷺ ، فَقَالَ: لَا تَغْسِلُوْا عَنِّيْ دَمًا ، وَلَا تَنْزِعُوْا عَنِّيْ ثَوْبًا ، فَإِنِّي اَلْتَقِيْ وَمُعَاوِيَةُ بِالْجَادَةِ ، وَكَانَ قَتِيْلَ أَهْلِ الْبَغْيِ ، عَلٰى مَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ "تَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ".

"ہماری دلیل وہ ہے جو سیدنا عمار ﷺ سے روایت کی گئی کہ جب وہ جنگ صفین میں سیدنا علی ﷺ کے پرچم تلے شہید ہونے لگے تو فرمایا: میرے جسم سے خون دھونا اور نہ ہی میرے کپڑے اتارنا، کیونکہ میں اور معاویہ میدانِ محشر میں اِسی حال میں ملیں گے۔ وہ باغیوں کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے، جیسا کہ اس پر ارشادِ نبوی ﷺ "تجھے باغی گروہ قتل کرے گا" شاہد ہے"۔

(بدائع الصنائع ج۲ ص ۳۶۶)

Presented by Ziaraat.com

اسی طرح امام ابن مازہ حنفی رحمۃ اللہ علیہ احناف کی طرف سے دلائل نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَكَذٰلِكَ مَنْ قُتِلَ فِيْ قِتَالِ أَهْلِ الْبَغْيِ ، لِأَنَّهُ إِنَّمَا حَارَبَ لِإِعْزَازِ دِيْنِ اللّٰهِ تَعَالٰى ، فَصَارَ كَالْمُحَارِبِ مَعَ أَهْلِ الْحَرْبِ ، وَقَدْ صَحَّ أَنَّ عَمَّارَ بْنَ يَاسِرٍ قُتِلَ بِصِفِّيْنَ فَقَالَ : لَا تَنْزِعُوْا عَنِّيْ ثَوْبًا ، وَلَا تَغْسِلُوْا عَنِّيْ دَمًا ، وَارْمُسُوْنِيْ فِي التُّرَابِ رَمْسًا ، فَإِنِّيْ رَجُلٌ مُحَاجٌّ أُحَاجُّ مُعَاوِيَةَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، وَزَيْدُ بْنُ صُوْحَانَ قُتِلَ يَوْمَ الْجَمَلِ فَقَالَ : لَا تَنْزِعُوْا عَنِّيْ ثَوْبًا ، وَ لَا تَغْسِلُوْا عَنِّيْ دَمًا ، فَإِنِّيْ مُخَاصِمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، وَعَنْ صَخْرٍ[حُجْرِ]بْنِ عَدِيٍّ أَنَّهُ قَتَلَهُ مُعَاوِيَةُ ، وَكَانَ مُقَيَّدًا فَقَالَ : لَا تَنْزِعُوْا عَنِّيْ ثَوْبًا ، وَ لَا تَغْسِلُوْا عَنِّيْ دَمًا ، فَإِنِّيْ وَمُعَاوِيَةُ مُلْتَقٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى الْجَادَّةِ.

”اور اسی طرح وہ شخص جو باغیوں کے ساتھ جنگ میں قتل کیا جائے، کیونکہ اُس نے فقط دینِ الٰہی کے غلبہ کی خاطر جنگ کی ہے تو وہ اہل حرب کے ساتھ لڑنے والوں کی طرح ہوگیا، اور صحیح حدیث میں ہے کہ سیدنا عمار بن یاسر ﷛ نے صفین کی جنگ میں قتال کیا تو فرمایا: مجھ سے میرا لباس جدا کرنا اور نہ ہی میرے بدن سے خون دھونا اور اسی حال میں مجھے مٹی میں دفن کر دینا، کیونکہ میں احتجاج کرنے والا شخص ہوں، قیامت کے دن معاویہ کے ساتھ جھگڑوں گا، اور سیدنا زید بن صوحان ﷛ جمل کی جنگ میں قتل کیے گئے تو فرمایا: مجھ سے میرا لباس جدا کرنا اور نہ ہی میرا خون دھونا، میں قیامت کے دن اُن کے ساتھ بحث کروں گا، اور سیدنا صخر [حجر] بن عدی ﷛ کے متعلق منقول ہے کہ اُنہیں معاویہ نے قتل کیا، درآنحالیکہ وہ جکڑے ہوئے تھے تو اُنہوں نے فرمایا: مجھ سے میرا لباس جدا کرنا اور نہ ہی میرے بدن سے خون دھونا، میں اور معاویہ میدان محشر میں آمنا سامنا کریں گے“۔

(المحيط البرهاني ج٢ ص ١٦١)

فقہاء کرام کی اِن عبارات میں خود ہی غور فرمالیجئے کہ جب وہ سیدنا حجر بن عدی ﷛ کو اہل عدل اور اہل حق سے مان رہے ہیں تو پھر اُن کے نزدیک اُن کے قاتلین کیا قرار پائے؟

Presented by Ziaraat.com

قبل از شہادت دوگانہ نماز

اس سے معلوم ہوا کہ سیدنا حجر بن عدی ﷺ حق پر تھے اور اُن کا قاتل غیر عادل وظالم تھا۔ سیدنا حجر بن عدی ﷺ قدم قدم پر آخرت کو مدنظر رکھے ہوئے تھے۔ چنانچہ آخری وقت میں اُنہیں نہ صرف یہ کہ وہ حدیث یاد رہی جس میں ہے کہ شہیدِ حق کو اُس کے کپڑوں اور خون کے ساتھ بلا غسل دفن کیا جائے بلکہ عین اُس وقت جب اُن پر تلوار بلند کی گئی تب بھی وہ آخرت میں نجات دہندہ عمل کی فکر میں تھے۔ چنانچہ ابن سعد اور دوسرے علماء کرام لکھتے ہیں:

''ہر ایک شخص کو ایک ایک شامی کے حوالے کیا گیا تا کہ وہ اسے قتل کرے۔ ایک آدمی سیدنا حجر بن عدی ﷺ کی طرف بڑھا تو اُنہوں نے فرمایا: مجھے دو رکعت نماز پڑھنے کی مہلت دو۔ اُس نے مہلت دے دی تو سیدنا حجر ﷺ نے وضو کیا، دوگانہ ادا کیا اور دیر لگا دی تو وہ لوگ کہنے لگے: تم نے گھبراہٹ کی وجہ سے نماز لمبی کر دی؟ اُنہوں نے فرمایا: میں نے زندگی میں جب بھی وضو کیا تو دوگانہ ضرور ادا کیا اور میں نے اِس دوگانے سے مختصر دوگانہ کبھی بھی نہیں پڑھا، اور میں لرزا اس لیے ہوں کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تلوار بے نیام ہے، کفن پھیلا ہوا ہے اور قبر کھدی ہوئی ہے''۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد ج۸ ص۳۳۹؛ الاستیعاب ج۱ ص۱۹۸؛ أسد الغابة ج۱ ص۶۹۸؛ بغیة الطلب ج۵ ص۲۱۱۴؛ البدایة والنهایة ج۸ ص۲۳۵؛ تاریخ دمشق ج۱۲ ص۲۲۶؛ تاریخ ابن خلدون ج۳ ص۱۶)

امام محمد بن سیرین سے جب سوال کیا جاتا کہ وفات کے وقت دو رکعت پڑھنا کیسا؟ تو وہ فرماتے:

صَلَّاهُمَا خُبَيْبٌ وَحُجْرٌ ، وَهُمَا فَاضِلَانِ.

''یہ دو رکعتیں سیدنا خبیب اور حجر ﷺ نے پڑھی تھیں، اور وہ دونوں بڑے عالم تھے''۔

(الاستیعاب ج۱ ص۱۹۸؛ أسد الغابة ج۱ ص۶۹۸؛ بغیة الطلب ج۵ ص۲۱۱۱)

حجر بن عدی ﷺ کے قتل پر اکابر کا غم وغصّہ

چونکہ سیدنا حجر بن عدی ﷺ جہاں ایک طرف بے قصور تھے تو دوسری طرف انتہائی صالح، عابد، زاہد، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں بھی بڑی شہرت رکھتے تھے، اس لیے صحابہ و تابعین کے دلوں میں اُن کی بڑی عظمت تھی۔ اُن کی شہادت کے وقت جتنے بھی مشہور اکابر موجود تھے اور اُن تک اُن کے قتلِ ناحق کی خبر پہنچی تھی یا اُنہیں قتل

Presented by Ziaraat.com

کیے جانے کے منصوبہ کی اطلاع ملی تھی تو اُن پر بہت شاق گذرا تھا۔ اُس دور میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کون سی شخصیت حق شناس اور قد آور ہوگی، اُنہیں جب معلوم ہوا تو اُنہوں نے فوراً ایک آدمی کو تحریر دے کر روانہ فرمایا۔

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ناراضگی

علامہ سید مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں:

''حجر بن عدی کی جلالتِ شان کا اسی سے اندازہ کیجئے کہ کوفہ سے شام گرفتار کر کے بھیجے گئے اور یہ خبر مدینہ پہنچی تو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اسی وقت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس قاصد دوڑایا کہ حجر کو ہر گز قتل نہ کرنا، لیکن قاصد اُس وقت پہنچا جب وہ شہید ہو چکے تھے''۔

(تدوینِ حدیث ص ٤٥٤)

علامہ مناظر احسن نے یہ واقعہ ابن سعد سے نقل کیا ہے۔ اسی طرح اس واقعہ کو دوسرے ائمہ نے بھی ذکر کیا ہے لیکن ہم بعض اردو کتب کے حوالہ جات درج کر رہے ہیں تا کہ اردو داں قارئین کے لیے استفادہ آسان ہو۔ اس واقعہ کو علامہ سید سلیمان ندوی نے یوں ذکر کیا ہے:

''حجر کا صحابہ میں اُس وقت نہایت اقتدار [مرتبہ] تھا، اس لیے اس واقعہ کو تمام ملک میں ناگواری کے ساتھ سنا گیا، قبائل کے رئیسوں نے ان کے حق میں سفارش کی لیکن قبول نہ ہوئی، مدینہ خبر پہنچی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی طرف سے ایک قاصد اُن کی سفارش کے لیے روانہ فرمایا، لیکن افسوس کہ قاصد کے پہنچنے سے پہلے حجر کا کام تمام ہو چکا تھا۔ اُس وقت جب امیر معاویہ ؓ ملنے آئے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سب سے پہلے جو گفتگو اُن سے کی وہ یہ تھی: ''معاویہ! حجر کے معاملہ میں تمہارا تحمل کہاں تھا، حجر کے قتل میں تم خدا سے نہ ڈرے؟ امیر معاویہ ؓ نے جواب دیا: اس میں میرا قصور نہیں، قصور اُن کا ہے جنہوں نے گواہی دی۔ دوسری روایت میں ہے کہ امیر معاویہ ؓ نے کہا: یا ام المومنین! کوئی صاحب الرائے میرے پاس موجود نہیں تھا۔

مسروق تابعی راوی ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ:

Presented by Ziaraat.com

خدا کی قسم: اگر معاویہ کو معلوم ہوتا کہ کوفہ میں کچھ بھی جرأت اور خودداری باقی ہے تو کبھی وہ حجر کو ان کے سامنے پکڑوا کر شام میں قتل نہ کرتے، لیکن جگر خوارۂ ہند [کلیجہ چبانے والی] کے بیٹے نے اچھی طرح سمجھ لیا کہ اب لوگ اُٹھ گئے، خدا کی قسم! کوفہ شجاع و خودداری والے عرب رئیسوں کا مسکن تھا۔ لبید نے سچ کہا ہے:

ذَهَبَ الَّذِيْنَ يُعَاشُ فِيْ أَكْنَافِهِمْ وَبَقِيْتُ فِيْ خَلْفٍ كَجِلْدِ الْأَجْرَبِ

لَايَنْفَعُوْنَ وَلَا يُرْجٰى خَيْرُهُمْ وَيُعَابُ قَائِلُهُمْ وَإِنْ لَمْ يُشْغَبْ

وہ لوگ چلے گئے جن کے سائے میں زندگی بسر کی جاتی ہے، اب ایسے اخلاف کے درمیان رہ گیا ہوں جو خارشی اونٹ کی کھال کی طرح ہیں۔

نہ وہ نفع پہنچاتے ہیں، نہ اُن سے بھلائی کی امید ہے، ان سے باتیں کرنے والوں کی عیب گیری کی جاتی ہے"۔

(سیرتِ عائشہ رضی اللّٰہ عنہا، للندوي ص ۱۲۸، ۱۲۹؛ الاستیعاب ج ۱ ص ۱۹۹؛ أنساب الأشراف للبلاذري ج ۵ ص ۲۷۲؛ تاریخ ابن خلدون، مختصراً ج ۳ ص ۱۷؛ الکامل فی التاریخ ج ۳ ص ۸۳؛ مرآة الزمان ج ۷ ص ۲۳۷)

کیا حجر بن عدی کے خلاف گواہی قائم ہوئی تھی؟

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو معاویہ کے ساتھ مکالمہ فرمایا، اگر آپ اس کے پہلے اور آخری حصے میں غور فرمائیں تو معلوم ہوگا کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا معاویہ کے جواب سے مطمئن نہیں ہوئی تھیں، اور یہی حقیقت ہے، کیونکہ معاویہ نے جو یہ کہا کہ میں نے قتل نہیں کیا بلکہ گواہوں نے قتل کیا ہے، یہ سراسر خلافِ حقیقت ہے، اس لیے کہ دربار معاویہ میں ملزمین کے سامنے گواہیاں قائم نہیں ہوئی تھیں۔ رہ گیا زیاد کا گواہیاں قائم کرنا تو اس کی کوئی حیثیت نہیں، کیونکہ زیاد ابن ابیہ کی حیثیت مدعی کی تھی اور پھر اُس نے بحیثیت سربراہ دباؤ ڈال کر جو گواہیاں لی تھیں وہ جھوٹ پر مبنی تھیں۔

زیاد کا جھوٹے گواہ تیار کرنا

میں نے جھوٹی گواہی اس لیے کہا کہ زیاد نے گواہیاں دینے والے جن لوگوں کے نام لکھ کر روانہ کیے تھے،

Presented by Ziaraat.com

اُن میں بعض ایسے لوگوں کے نام بھی لکھ دیے تھے جنہوں نے نہ گواہی دی تھی اور نہ ہی وہ گواہیاں قلم بند کرتے وقت موجود تھے۔اُن میں ایک مشہور شخصیت قاضی شریح بن حارث کی تھی اور دوسرے اُن کے ہم نام شریح بن ھانی تھے۔قاضی شریح نے تو کہا:

سَأَلَنِيْ عَنْهُ ، فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّهُ كَانَ صَوَّامًا قَوَّامًا.

''زیاد نے مجھ سے حجر کے متعلق پوچھا تھا تو میں نے اُسے کہا تھا: وہ بہت زیادہ روزے رکھنے والے اور بہت زیادہ قیام کرنے والے ہیں''۔

(تاریخ الملوك والأمم لابن جرير الطبري ج۵ ص ۲۷۰؛البداية والنهاية ج۱۱ ص ۲۳۲)

رہے شریح بن ھانی تو جب اُن کو معلوم ہوا کہ زیاد نے اُن کا نام بھی گواہوں میں لکھ دیا ہے تو اُنہوں نے معاویہ کی طرف خط لکھا اور اُسے حجر بن عدی اور اُن کے ساتھیوں کو لے جانے والے قافلے میں ایک شخص کثیر بن شہاب کو تھمایا، اُس نے پوچھا: اس میں کیا ہے؟ اُنہوں نے فرمایا: یہ مت پوچھو،اس میں میری ضرورت ہے۔اس نے لے جانے سے انکار کر دیا۔اس کے بعد وہ وائل بن حجر کے پاس گئے تو وہ لے جانے پر آمادہ ہو گئے۔جب دربارِ معاویہ میں زیاد بدنہاد کی لکھی ہوئی تحریر پڑھ لی گئی تو آخر میں وائل بن حجر نے وہ خط پیش کیا۔اُس میں وضاحت کے ساتھ لکھا ہوا تھا:

أَمَّا بَعْدُ ، فَإِنَّهُ بَلَغَنِيْ أَنَّ زِيَادًا كَتَبَ إِلَيْكَ بِشَهَادَتِيْ عَلٰى حُجْرِ بْنِ عَدِيٍّ وَأَنَّ شَهَادَتِيْ عَلٰى حُجْرٍ أَنَّهُ مِمَّنْ يُقِيْمُ الصَّلَاةَ ، وَيُؤْتِي الزَّكَاةَ ، وَيُدِيْمُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ ،وَيَأْمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ ، وَيَنْهٰى عَنِ الْمُنْكَرِ ، حَرَامُ الدَّمِ وَالْمَالِ، فَإِنْ شِئْتَ فَاقْتُلْهُ ، وَإِنْ شِئْتَ فَدَعْهُ . فَقَرَأَ كِتَابَهُ عَلٰى وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ وَكَثِيْرٍ ، فَقَالَ: مَا أَرٰى هٰذَا إِلَّا قَدْ أَخْرَجَ نَفْسَهُ مِنْ شَهَادَتِكُمْ.

''امابعد، مجھے معلوم ہوا ہے کہ زیاد نے میری گواہی بھی حجر کے خلاف لکھ دی ہے، حالانکہ حجر کے بارے میں میری گواہی یہ ہے کہ وہ نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، ہمیشہ حج وعمرہ کرتے ہیں، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں۔اُن کے خون ومال پر دست درازی کرنا حرام ہے۔آپ کی مرضی خواہ اُسے قتل کریں یا چھوڑیں۔معاویہ نے اس تحریر کو وائل بن حجر اور کثیر بن شہاب کے سامنے پڑھنے کے بعد کہا: میں سمجھتا ہوں: اس شخص نے خود کو تمہارے شہادت

Presented by Ziaraat.com

نامہ سے نکال لیا ہے"۔

(تاريخ الملوك والأمم ج٥ ص٢٧٢؛أنساب الأشراف للبلاذري ج٥ ص٢٦٤؛الكامل في التاريخ ج٣ ص٧٩؛مرآة الزمان ج٧ ص٢٣١؛تاريخ ابن خلدون ج٣ص١٥)

اس خط کی نسبت بعض راویوں نے شریح بن ھانی کی طرف اور بعض نے قاضی شریح بن حارث کی طرف کی ہے، بہرحال اسماء کا التباس احادیث کی سند میں بھی ہو جاتا ہے، خط جس شریح کا بھی تھا کم ازکم اُن کی اس وضاحت سے یہ اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ باقی لوگوں کی گواہیاں بھی اسی طرح جھوٹ پر مبنی ہوں گی؟

شریح بن ھانی سے یہ بھی منقول ہے کہ اُنہوں نے زیاد کو بھی ملامت کی تھی۔ چنانچہ امام ابن جریر طبری اور امام ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

وَأَمَّا شُرَيْحُ بْنُ هَانِيِ الْحَارِثِيُّ فَكَانَ يَقُوْلُ : مَا شَهِدْتُ ، وَ لَقَدْ بَلَغَنِيْ أَنْ قَدْ كُتِبَتْ شَهَادَتِيْ ، فَأَكْذَبْتُهُ وَلُمْتُهُ.

"شریح بن ھانی کہا کرتے تھے: میں نے گواہی نہیں دی تھی، مجھے معلوم ہوا کہ میری گواہی لکھ دی گئی ہے تو میں نے زیاد کی تکذیب کی تھی اور اُس کو ملامت کی تھی"۔

(تاريخ الرسل والملوك والأمم ج٥ ص٢٧٠؛الكامل في التاريخ ج٣ص٧٨)

یہاں قارئین کرام کی ذہانت کی آزمائش ہے: وہ بتلائیں کہ شریح کے خط کو پڑھنے کے بعد بادشاہ سلامت نے جو یہ کہا:

"میں سمجھتا ہوں: اِس شخص نے خود کو تمہارے شہادت نامہ سے نکال لیا ہے"۔

یہ کہنا درست تھا یا یوں کہنا درست تھا کہ:

"جب اس شخص نے گواہی نہیں دی تو پھر زیاد نے اِس کی گواہی ڈالی ہی کیوں؟"

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ جب شریح نے خود کو گواہوں میں شامل ہی نہیں کیا تھا اور واضح طور پر لکھ بھیجا تھا "بَلَغَنِيْ أَنَّ زِيَادًا كَتَبَ إِلَيْكَ بِشَهَادَتِيْ عَلٰى حُجْرٍ" (مجھے خبر پہنچی ہے کہ آپ کی طرف زیاد نے میری گواہی بھی لکھ بھیجی ہے) تو جب وہ پہلے سے ہی گواہوں میں شامل نہیں تھے تو پھر اُنہوں نے خود کو نکالا کیسے؟ لیکن بادشاہ درباری تمکنت سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے جس طرح چاہتے ہیں بات کو گھما دیتے ہیں اور عوام کی جبری یا مفاد پرستی کی خاموشی کو اُن کی بے وقوفی سمجھتے ہیں، حالانکہ کسی بھی دور کے درباری اور حاضرین اتنا سادہ نہیں ہوتے۔

Presented by Ziaraat.com

شریح بن ھانی کی گواہی کی طرح قاضی شریح بن حارث کی غیر موجودگی میں بھی زیاد نے اُن کی گواہی بھی ڈال دی تھی۔ چنانچہ امام بلاذری لکھتے ہیں:

وَكَتَبَ زِيَادٌ شَهَادَةَ شُرَيْحِ بْنُ الْحَارِثِ الْكِنْدِيِّ الْقَاضِيُّ وَهُوَ الْغَائِبُ.

''اور زیاد نے قاضی شریح بن حارث کندی کی گواہی بھی لکھ دی تھی، حالانکہ وہ موجود نہیں تھے''۔

(أنساب الأشراف للبلاذري ج٥ ص٢٦٤)

علاوہ ازیں امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے سرّی بن وقاص حارثی کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ بھی موجود نہیں تھا اور اُس کی شہادت بھی لکھ دی گئی تھی۔ مختار بن ابی عبید اور عروہ بن مغیرہ بن شعبہ کو گواہی کے لیے بلایا گیا تھا مگر وہ کھسک گئے تھے۔ ہیثم بن اسود نخعی معذرت کرتا رہا مگر اُس کی گواہی بھی ٹھوک دی گئی تھی۔

(تاريخ الملوك والأمم ملتقطًا ج٥ ص٢٦٩، ٢٧٠؛ أنساب الأشراف ج٥ ص٢٦٣)

علاوہ ازیں جن لوگوں نے گواہی دی تھی اُن میں سے بھی اکثر نے دباؤ، خوف اور دیکھا دیکھی میں دی تھی۔ چنانچہ بنو ربیعہ کے جن لوگوں نے گواہی دی تھی، جب اُن سے اُن کی قوم کے لوگوں نے پوچھا کہ تم نے کیوں گواہی دی تو اُنہوں نے کہا: دوسرے لوگوں نے گواہی دی تو ہم نے بھی دے دی۔ چنانچہ امام ابن جریر طبری لکھتے ہیں:

فَغَضِبَتْ رَبِيْعَةُ عَلٰى هٰؤُلَاءِ الشُّهُوْدِ الَّذِيْنَ شَهِدُوْا مِنْ رَبِيْعَةَ وَقَالُوْا لَهُمْ : شَهِدْتُّمْ عَلٰى أَوْلِيَائِنَا وَحُلَفَائِنَا ؟ فَقَالُوْا: مَا نَحْنُ إِلَّا مِنَ النَّاسِ ، وَقَدْ شَهِدَ عَلَيْهِمْ نَاسٌ مِنْ قَوْمِهِمْ كَثِيْرٌ.

''اُن گواہوں میں جو لوگ بنو ربیعہ سے تھے، قومِ ربیعہ اُن پر غضبناک ہوئی اور اُن سے کہا کہ تم نے ہمارے دوستوں اور حلفاء کے خلاف یہ گواہی دے دی؟ اُنہوں نے جواب دیا: خود اُن کی قوم میں بہت لوگوں نے اُن کے خلاف گواہی دی ہے اور ہم بھی اُن کی طرح آخر آدمی ہی ہیں''۔

(تاريخ الملوك والأمم ج٥ ص٢٧٠، ومترجم اردو ج٤ ص٩٥)

یہ نہیں کہا کہ آخر ہم سچی گواہی کیوں نہ دیتے؟ بلکہ وہ کہا جو کہا۔ اس کے باوجود بادشاہ سلامت زیاد کو ہی سچا سمجھتے رہے، اور ہر چند کہ وہ ہادی ومہدی تھے مگر وہ شریح کے خط کی طرف متوجہ نہ ہو سکے کہ جب اُس نے باقاعدہ خط کے ذریعے آگاہ کر دیا تھا تو تحقیق ہی کر لیتے کہ آیا حق کیا ہے؟

Presented by Ziaraat.com

مجھے کوئی ہدایت دینے والا ہی نہیں تھا

گذشتہ سطور میں سید سلیمان ندوی سے جو کلام نقل کیا گیا ہے، اُس میں ہے کہ جب ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے معاویہ کو سرزنش فرمائی تو انہوں نے جواب دیا: ''کوئی صاحب الرائے میرے پاس موجود نہیں تھا'' یہ اِن الفاظ کا ترجمہ ہے ''لَمْ يَحْضُرْنِيْ رَشِيْدٌ'' رشید کا معنیٰ ہے رشد وہدایت دینے والا۔ میں پوچھتا ہوں: اگر معاویہ کے لیے بنائی ہوئی حدیث ''اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًّا'' صحیح ہوتی تو پھر تو اُن سے بڑا کوئی صاحبِ ورشد وہدایت ہی کوئی نہ ہوتا۔ سو جو لوگ اس حدیث کو صحیح یا قابلِ استدلال سمجھتے ہیں، وہ بتائیں کہ اُس دعائے نبوی ﷺ کی تاثیر کہاں گئی؟ اگر کہا جائے کہ مشورہ کا حکم تو نبی کو بھی ہوا ہے، تو میں کہوں گا کہ معاویہ نے بھی ایک شخص سے نہیں بلکہ اپنی پوری کابینہ سے مشورہ طلب کیا تھا اور اُن میں سے بعض نے بہترین مشورے دیے بھی تھے مگر اُن پر کسی اچھے مشورہ کا اثر نہیں ہوا تھا، حتیٰ کہ بعض لوگوں نے مشورہ دیتے ہوئے یہاں تک کہا تھا:

يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنْتَ رَاعِيْنَا وَنَحْنُ رَعِيَّتُكَ ، وَأَنْتَ رُكْنُنَا وَنَحْنُ عِمَادُكَ ، فَإِنْ عَاقَبْتَ قُلْنَا: أَصَبْتَ ، وَإِنْ عَفَوْتَ قُلْنَا : أَحْسَنْتَ ، وَالْعَفْوُ أَقْرَبُ إِلَى التَّقْوىٰ ، وَكُلُّ رَاعٍ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ.

''یا امیر المومنین! آپ ہمارے حاکم ہیں اور ہم آپ کی رعایا ہیں، آپ ہمارے سردار ہیں اور ہم آپ کے مضبوط ستون ہیں، اگر آپ نے سزا دی تو ہم کہیں گے: آپ نے ٹھیک کیا، اور اگر آپ نے معاف کر دیا تو ہم کہیں گے: آپ نے بہت بہتر کیا، اور معاف کر دینا تقوی سے زیادہ قریب ہے، اور ہر حاکم اپنی رعایا کے بارے میں جواب دہ ہوگا''۔

(المستدرك للحاكم ج۳ص ۵۳۲ حديث ۵۹۷۷؛ تاريخ دمشق ج۱۲ ص۲۲۳؛ بغية الطلب ج۵ ص۱۱۲٦، ۱۱۲۷)

ذرا مشیرِ معاویہ کے الفاظ میں غور تو فرمایئے! اُس نے سزا دینے کی صورت میں کیسے الفاظ استعمال کرنے کا کہا، معاف کرنے کی صورت میں کیا الفاظ استعمال کرنے کا کہا اور پھر قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ اُس نے آخر میں ''وَالْعَفْوُ أَقْرَبُ إِلَى التَّقْوىٰ'' کے ساتھ ساتھ '' كُلُّ رَاعٍ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ '' کے الفاظ بھی کہہ دیے، لیکن حیرت ہے کہ اس کے باوجود ھادی ومھدی کی ہدایت نے انگڑائی تک نہ لی۔ سورۃ البقرہ کی پہلی آیت میں

Presented by Ziaraat.com

ہے کہ یہ کتاب متقین کے لیے ہدایت ہے اور مشیر نے "وَالْعَفْوُ أَقْرَبُ إِلَى التَّقْوَىٰ" کے الفاظ سے بادشاہ کی توجہ اس طرف مبذول کرنا چاہی تھی مگر اُن کی اندر کی ہدایت ٹس سے مس تک نہ ہوئی۔ خود انصاف فرمائیے کہ اگر کسی کے حق میں واقعۃً "اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًّا" کے الفاظ میں دعائے نبوی ﷺ ثابت ہو تو وہ صائب مشورہ کے باوجود ہدایت کے اعلیٰ درجے سے کیسے محروم رہ سکتا ہے؟

کیا ملزم (حجر بن عدی) کی بھی سنی گئی تھی؟

آپ جان چکے ہیں کہ سیدنا حجر بن عدیؓ زیاد ابن ابیہ کے سامنے اس لیے کھڑے ہو جاتے تھے کہ وہ خبیث شخص برسرِ منبر سیدنا علیؓ کی برائی کرتا تھا۔ اس پر زیاد نے معاویہ کو شکایت لکھ بھیجی تھی، اس لحاظ سے زیاد مدعی ہوا اور سیدنا حجر بن عدی اور اُن کے ساتھی ملزمان ہوئے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ معاویہ نے زیاد مدعی کا خط اور اُس میں مرقوم گواہیوں کو پڑھ کر ملزمان کو مجرمان ثابت کرنے کے بعد قتل کیا تھا یا پہلے؟ دوسرے الفاظ میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ اُنہوں نے ملزمان کی بھی سنی تھی یا نہیں؟

میرے مطالعہ کے مطابق معاویہ نے اِس سلسلے میں اُن سے بات تک نہیں کی بلکہ اُن سے ملاقات بھی نہیں کی۔ چنانچہ امام بلاذری لکھتے ہیں:

وَالْمُجْتَمَعُ عَلَيْهِ أَنَّهُ لَمْ يَدْخُلْ عَلَىٰ مُعَاوِيَةَ.

"اس پر اتفاق ہے کہ وہ دربارِ معاویہ میں نہیں گئے"۔

(أنساب الأشراف ج٥ ص٢٦٩)

اگر بلاذری کے الفاظ پر اعتماد نہ کیا جائے اور اُن تاریخی روایات کو مانا جائے جن میں مذکور ہے کہ معاویہ مقام مرج العذراء میں سیدنا حجر بن عدی اور اُن کے ساتھیوں سے ملے تھے اور ایک ایک ملزم سے اُس کا نام پوچھا تھا اور حجر بن عدی سے اُن کی عمر پوچھی تھی اور کہا تھا: تم کیسے ہو اور آج کل عورتوں کا کیا حال ہوگا؟ اس کے بعد کفن دے کر آدمی بھیج دیے تھے۔

(تاریخ دمشق ج١٢ ص٢٢٢)

اس کے علاوہ اصل مقدمہ کے بارے میں قطعاً کوئی ایک لفظ بھی منقول نہیں ہوا، حالانکہ حدیث شریف میں ہے کہ فریقین کی سنے بغیر فیصلہ نہ کیا جائے۔ چنانچہ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

Presented by Ziaraat.com

إِذَا جَلَسَ إِلَيْکَ الْخَصْمَانِ فَلَا تَقْضِ بَيْنَهُمَا حَتّٰى تَسْمَعَ مِنَ الآخَرِ كَمَا سَمِعْتَ مِنَ الْأَوَّلِ ، فَإِنَّکَ إِذَا فَعَلْتَ ذٰلِکَ تَبَيَّنَ لَکَ الْقَضَاءُ.

''جب تمہارے پاس دو شخص اپنی اپنی شکایت لے کر آئیں تو تم اس وقت تک ان کا فیصلہ نہ کرنا جب تک کہ تم دوسرے شخص کا بیان اُسی طرح توجہ سے نہ سن لو جیسا کہ پہلے کا سن چکے تھے۔ پس جب تم اس اصول پر عمل کرو گے تو تم پر فیصلے کی اصل حقیقت واضح ہو جائے گی''۔

(السنن الكبرى للنسائي ج۷ص ۴۲۱ حديث ۸۳۶۶وط: ج۵ص ۱۱۷ حديث ۸۴۲۰؛مسند أحمد ج۱ص ۹۰ حديث ۶۹۰وص۱۴۳ حديث ۱۲۱۱وص ۱۵۰ حديث ۱۲۸۰،۱۲۸۱،۱۲۸۲،۱۳۸۵، ؛مسند أبي داود الطيالسي ص۱۹ حديث ۱۲۵ وط: ج۱ ص۷۸حديث ۱۲۷؛سنن أبي داود حديث ۳۵۸۲؛سنن الترمذي ص۳۲۲ حديث ۱۳۳۱؛المستدرك للحاكم ج۴ ص۹۲ حديث ۱۷۰۷؛ المصنف لابن أبي شيبة ج۶ ص۱۳ حديث ۲۹۰۸۸؛تحفة الأخيار بترتيب شرح مشكل الآثار ج۵ ص۸ حديث ۳۰۷۸،۳۰۸۰؛مسند أبى يعلىٰ ج۱ ص۱۹۲ حديث ۳۶۷، وط: ج۱ ص ۳۰۵ حديث ۳۷۱؛الطبقات الكبرىٰ لابن سعد ج۶ ص ۴۲۰؛السنن الكبرىٰ للبيهقي ج۱۰ ص۸۶ حديث ۲۰۱۵۳ وص ۱۴۰،۱۴۱ حديث ۲۰۴۸۶،۲۰۴۸۷؛ مشكاة ج۲ ص ۷۰،۷۱ حديث ۳۷۳۸)

یہ اور اس کے علاوہ بھی احادیث و آثار ہیں مگر معاویہ نے حاکم اور مجتہد ہونے کے باوجود اُن پر عمل نہیں کیا۔ کیا ''اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًّا'' کی دعا کو اُن کے حق میں صحیح سمجھنے والے بتا سکتے ہیں کہ کسی کی موت وحیات کا فیصلہ کرتے وقت اُنہیں یہ توفیق کیوں نہ ہوئی کہ وہ ملزمان سے بھی پوچھ لیتے کہ اُن پر اُن کا گورنر کیوں خفا ہے اور اُنہیں اُن کے گورنر سے کیا اور کیسی شکایت ہے؟

ہمارے نزدیک زیاد ہی سچا ہے

معاویہ ملزمان سے کیوں پوچھتے، اُن کے نزدیک تو زیاد ہی صدق وصفا کا پیکر تھا۔ وہ حجر اور اُن کے ساتھیوں کو قتل کرنے کے معاملہ میں تذبذب کا شکار تو ضرور تھے مگر ملزمان کو منہ نہیں لگانا چاہتے تھے۔ چنانچہ اُنہوں نے ایک مرتبہ پھر زیاد کی طرف یزید بن حجیہ تمیمی کے ذریعے ایک خط بھیجا جس میں لکھا تھا کہ میں کبھی ان کو قتل کرنے میں بہتری سمجھتا ہوں اور کبھی معاف کر دینے میں، تم بتاؤ کہ میں کیا کروں؟ زیاد نے واپس لکھ بھیجا کہ میں نے آپ کی

Presented by Ziaraat.com

تحریر پڑھ لی ہے اور میں حیران ہوں کہ آپ تا حال اشتباہ میں کیوں پڑے ہوئے ہیں؟

فَإِنْ كَانَتْ لَكَ حَاجَةٌ فِيْ هٰذَا الْمِصْرِ فَلَا تَرِدَنَّ حُجْرَ وَأَصْحَابَهُ إِلَيَّ.

''اگر آپ کو اس شہر کی ضرورت ہے تو حجر اور اُن کے ساتھیوں کو میری طرف نہ بھیجنا''۔

یزید بن حجیہ واپس آیا تو مقام عذراء سے گذرا اور اُس نے سیدنا حجر اور اُن کے ساتھیوں سے کہا: اے قوم! اب میں ایسا خط لایا ہوں کہ بس ذبح ہی ذبح۔ تم بتاؤ میں تمہیں کس طرح فائدہ پہنچا سکتا ہوں تا کہ میں اُس معاملہ میں کوشش کروں؟ سیدنا حجر بن عدی ؓ نے کہا: تم معاویہ کو کہنا: ''أَنَّا عَلٰى بَيْعَتِنَا'' (ہم اپنی بیعت پر قائم ہیں) ہمارے خلاف ہمارے مخالفین اور بدگمانوں نے گواہیاں دی ہیں اور زیاد نے بھی خط میں بہت زیادتی کی ہے۔

پس یزید بن حجیہ نے معاویہ کو پہلے زیاد کا خط پیش کیا اور پھر حجر بن عدی کا پیغام سنایا تو معاویہ نے کہا:

زِيَادٌ أَصْدَقُ عِنْدَنَا مِنْ حُجْرٍ.

ہمارے نزدیک زیاد حجر سے زیادہ سچا ہے''۔

(تاریخ طبري ج ۵ ص ۲۷۳؛ مرآۃ الزمان ج ۷ ص ۲۳۱)

شاباش! یہ ہے ''اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا'' کی تاثیر کہ ملزمان کے پیغام پر کوئی دھیان ہے اور نہ ہی اُنہیں اپنے دربار میں طلب کرنے کی حاجت، لیکن اُن کا گورنر زیاد خبیث اُن کے نزدیک سیدنا حجر بن عدی ؓ سے زیادہ سچا ہے، واہ، واہ، پہلے بادشاہ!

میں کہتا ہوں: وہ ملزمان سے بیان لیتے ہی کیوں، جبکہ اُنہیں معلوم تھا کہ اِن لوگوں کو زیاد سے جو شکایت ہے، اُس میں زیاد کی اتنی دل چسپی نہیں تھی جتنی دل چسپی مرکز کی تھی، جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ زیاد تو خود اُن کی ہدایات پر کاربند تھا، یہی وجہ ہے کہ اُس نے گورنر بننے کے فوراً بعد حجر بن عدی پر واضح کر دیا تھا کہ وہ زبان کو بند رکھا کریں، کیونکہ اب اُس (زیاد) کے دل میں محبت مرتضوی کی جگہ بغض آ چکا ہے۔ نیز آپ مرکز کی پالیسی کے حوالے سے یہ بھی پڑھ چکے ہیں کہ سعید بن العاص سب وشتم سے گریز کرتا تھا تو اُسے معزول کر دیا گیا اور اُس کی جگہ مروان کو گورنر بنا دیا گیا، کیونکہ اُس میں اہل بیت کرام ؑ کو سبّ وشتم کرنے کی کوالٹی بدرجۂ اتم موجود تھی۔ سو جب سیدنا حجر بن عدی ؓ اور دوسرے ملزمان کا جرم ہی یہ تھا کہ وہ زیاد ملعون کو سیدنا علی ؑ پر سبّ وشتم کرنے پر ٹوکتے تھے تو بھری مجلس میں اُن ملزمان سے بیان کیونکر لیا جاتا؟

Presented by Ziaraat.com

جان چھڑانا مشکل

سیدنا حجر بن عدی ﷺ اور اُن کے ساتھیوں کا قتلِ ناحق اس حد تک ظالمانہ اور ناحق تھا کہ معاویہ اس کی توجیہ پیش کرنے سے قاصر تھے۔ چنانچہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا حجر بن عدی ﷺ کے قتلِ ناحق پر معاویہ سے بات چیت شروع کی تو وہ بہت طویل ہوگئی حتیٰ کہ معاویہ کو جان چھڑانا مشکل ہوگیا اور بالآخر اُنہیں یوں کہنا پڑا:

دَعِینِيْ وَحُجْرًا حَتّٰی نَلْتَقِيْ عِنْدَ رَبِّنَا.

''مجھے اور حجر کو رہنے دیں، یہاں تک کہ ہم اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہوں''۔

(کتاب المحن ص۱۲۳؛ الاستیعاب ج۱ ص۱۹۸؛ أسدالغابة ج۱ ص۶۹۸؛ مرآة الزمان ج۷ ص۲۳۷؛ تاریخ دمشق ج۱۲ ص۲۲۹؛ البدایة والنهایة ج۹ ص۲۲۶، وج۱۱ ص۲۴۳؛ بغیة الطلب ج۵ ص۲۱۲۹)

سیدنا ابن عمر کا چیخ مار کر رونا

اہل عقل پر مخفی نہیں ہے کہ جو شخص واقعی کسی جرم کی پاداش میں سزا پا جائے تو اُس پر کوئی افسوس کرتا ہے اور نہ ہی کوئی آنکھ اُس پر روتی ہے، لیکن جب کسی کو ظلماً قتل کر دیا جائے تو اُس پر افسوس بھی کیا جاتا ہے اور رویا بھی جاتا ہے۔ چونکہ سیدنا حجر بن عدی ﷺ کا قتل بھی سراسر ظلم تھا اس لیے اُن کے حق میں جہاں شعراء کرام نے اپنا اپنا کلام پیش کیا تھا وہیں اِس قتلِ ناحق پر بڑی بڑی ہستیوں کی چیخیں بھی نکل گئی تھیں۔ چنانچہ امام حاکم حضرت نافع ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ اُنہوں نے فرمایا:

لَمَّا كَانَ لَيَالِيَ بُعِثَ حُجْرٌ إِلَىٰ مُعَاوِيَةَ، جَعَلَ النَّاسُ يَتَحَيَّرُوْنَ وَيَقُوْلُوْنَ: مَا فُعِلَ حُجْرٌ؟ فَأَتَىٰ خَبَرُهُ ابْنَ عُمَرَ وَهُوَ مُحْتَبِئٌ فِي السُّوْقِ، فَأَطْلَقَ حَبْوَتَهُ وَوَثَبَ، وَانْطَلَقَ فَجَعَلْتُ أَسْمَعُ نَحِيبَهُ وَهُوَ مُوَلٍّ.

''جن راتوں میں حجر ﷺ کو معاویہ کی طرف بھیجا گیا تو لوگ حیران ہو ہو کر پوچھتے تھے: حجر کا کیا بنا؟ پھر اُن کی خبر سیدنا ابن عمر ﷺ کے پاس آئی، جبکہ وہ بازار میں ٹانگوں اور کمر میں چادر لپیٹ کر بیٹھے ہوئے تھے تو وہ چادر کھول کر اچھل کر کھڑے ہوگئے اور پھر چل پڑے، سو جب وہ

Presented by Ziaraat.com

پشت پھیر کر جا رہے تھے تو میں اُن کے چیخ چیخ کر رونے کی آواز سن رہا تھا‘‘۔

(المستدرك للحاكم ج۳ ص۵۳۲ حديث ۵۹۷۵؛ كتاب المحن ص۱۲۲؛ أنساب الأشراف للبلاذري ج۵ ص۲۷۰، ۲۷۴؛ الاستيعاب ج۱ ص۱۹۸؛ أسد الغابة ج۱ ص۶۹۸؛ تاريخ دمشق ج۱۲ ص۲۲۷؛ سير أعلام النبلاء ج۳ ص۴۶۶؛ الإصابة ج۲ ص۴۸۶؛ البداية والنهاية ج۱۱ ص۲۴۲)

قتلِ حجر پر سیدنا ابن عباس ﷺ کا گریہ کرنا

ترجمانِ قرآن سیدنا عبداللہ بن عباس ﷺ پر اِس ظالمانہ قتل کا اثر اس قدر رہا تھا کہ وہ جب بھی اس واقعہ کا ذکر کرتے تو گریہ فرماتے۔ چنانچہ ابوالمغیرہ بیان کرتے ہیں:

فَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَكَادُ يُحَدِّثُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ إِلَّا بَكَى بُكَاءً شَدِيْدًا.

’’سیدنا ابن عباس ﷺ جب بھی یہ واقعہ بیان کرتے تو شدید ترین گریہ فرماتے‘‘۔

(تاريخ دمشق ج۱۲ ص۲۲۴؛ بغية الطلب ج۵ ص۲۱۲۷)

امام حسن بصری ﷺ کا اظہارِ رنج

امام حسن بصری ﷺ نے وقتاً فوقتاً کئی مقامات پر سیدنا حجر بن عدی ﷺ کے قتلِ ناحق پر مختلف الفاظ میں اظہارِ رنج فرمایا۔ چنانچہ مبارک بن فضالہ بیان کرتے ہیں:

سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَقُوْلُ : وَ قَدْ ذَكَرَ مُعَاوِيَةَ وَقَتْلَهُ حُجْرًا وَّأَصْحَابَهُ : وَيْلٌ لِّمَنْ قَتَلَ حُجْراً وَأَصْحَابَ حُجْرٍ.

’’میں نے حسن بصری ﷺ کو سنا، جبکہ اُنہوں نے معاویہ کا اور اُس کا حجر اور اُن کے ساتھیوں کو قتل کرنے کا ذکر کیا تو فرمایا: حجر بن عدی اور اُن کے اصحاب ﷺ کے قاتل کے لیے ہلاکت ہے‘‘۔

(الاستيعاب ج۱ ص۱۹۹؛ بغية الطلب ج۵ ص۲۱۱۱؛ الأنساب الأشراف للبلاذري ج۵ ص۲۷۳)

امام ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

وَكَانَ الْحَسَنُ الْبَصْرِيُّ يُعَظِّمُ قَتْلَ حُجْرٍ وَأُصْحَابِهِ.

’’امام حسن بصری سیدنا حجر بن عدی اور اُن کے ساتھیوں کے قتل کو بڑا سانحہ سمجھتے تھے ﷺ‘‘۔

(أسد الغابة ج۱ ص۶۹۸)

Presented by Ziaraat.com

نیز امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کا مشہور قول ہے:

أَرْبَعُ خِصَالٍ كُنَّ فِي مُعَاوِيَةَ ، لَوْلَمْ يَكُنْ فِيهِ مِنْهُنَّ إِلَّا وَاحِدَةٌ لَكَانَتْ مُوبِقَةً : اِنْتِزَاءُهُ عَلَى هٰذِهِ الْأُمَّةِ بِالسُّفَهَاءِ حَتّٰى ابْتَزَّهَا أَمْرَهَا بِغَيْرِ مَشْوَرَةٍ مِنْهُمْ وَفِيهِمْ بَقَايَا الصَّحَابَةِ وَذُوالْفَضِيلَةِ ، وَاسْتِخْلَافُهُ ابْنَهُ بَعْدَهُ سِكِّيْرًا خِمِّيْرًا ، يَلْبَسُ الْحَرِيْرَ وَيَضْرِبُ بِالطَّنَابِيْرِ ، وَادِّعَاءُهُ زِيَادًا ، وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ ، وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ ، وَقَتْلُهُ حُجْرًا ، وَيْلًا لَهُ مِنْ حُجْرٍ مَرَّتَيْنِ.

''چار باتیں معاویہ میں تھیں، اگر ان میں سے فقط کوئی ایک بات بھی اُن میں ہوتی تو وہ اُن کی ہلاکت کے لیے کافی ہوتی:

۱۔ اُن کا امت پر بلا مشورہ بے وقوف لوگوں کو چڑھا دینا، یہاں تک کہ اُنہوں نے امت کا حق زبردستی چھین لیا، جبکہ اُمت میں بقایا صحابہ اور اربابِ فضیلت بھی موجود تھے۔

۲۔ اُن کا اپنے بعد اپنے نشئی اور شرابی بیٹے کو خلیفہ بنانا، وہ ریشم پہنتا تھا اور مزامیر بجاتا تھا

۳۔ اُن کا زیاد ابن ابیہ کو ابوسفیان کا بیٹا بنا دینا، جبکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: بچہ شوہر کا ہوتا ہے اور زانی کے لیے پتھر ہوتے ہیں

۴۔ اور اُن کا سیدنا حجر بن عدی رضی اللہ عنہ کو قتل کرنا، حجر بن عدی رضی اللہ عنہ کی وجہ سے اُن کے لیے دوہری ہلاکت ہے''۔

(تاريخ الرسل والملوك والأمم ج٥ ص٢٧٩؛ مرآة الزمان ج٧ ص٢٣٨؛ الكامل في التاريخ ج٣ ص٨٢؛ البداية والنهاية ج١١ ص٤٢٨)

خود گورنرِ معاویہ کی برہمی

ربیع بن زیاد خراسان میں معاویہ کے گورنر تھے، جب اُنہیں حضرت حجر بن عدی رضی اللہ عنہ کے قتلِ ناحق کی خبر پہنچی تو اُن کا دل بھر گیا اور اُنہوں نے مزید دنیا میں رہنا پسند نہ کیا، اور اپنی دور اندیشی سے ایک ایسی پیش گوئی فرما گئے جو بعد میں من و عن پوری ہوئی۔ اُن کے واقعہ کو بہت سے مؤرخین نے ذکر کیا ہے لیکن میں خاص مقصد کے پیش نظر علامہ ابن خلدون کے الفاظ میں نقل کر رہا ہوں۔ وہ لکھتے ہیں:

Presented by Ziaraat.com

فَلَمَّا بَلَغَ الرَّبِيعَ بْنَ زِيَادٍ بِخُرَاسَانَ قَتْلُ حُجْرٍ سَخِطَ لِذٰلِكَ وَقَالَ: لَاتَزَالُ الْعَرَبُ تُقْتَلُ بَعْدَهُ صَبْراً، وَلَوْ نَكَرُوْا قَتْلَهُ مَنَعُوْا أَنْفُسَهُمْ مِنْ ذٰلِكَ، لٰكِنَّهُمْ أَقَرُّوْا فَذَلُّوْا، ثُمَّ دَعَا بَعْدَ صَلَاةِ جُمُعَةٍ لِأَيَّامٍ مِّنْ خَبْرِهِ وَقَالَ لِلنَّاسِ: إِنِّيْ قَدْ مَلِلْتُ الْحَيَاةَ، وَإِنِّيْ دَاعٍ فَأَمِّنُوْا، ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ وَقَالَ: اللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ لِيْ عِنْدَكَ خَيْرٌ فَاقْبِضْنِيْ إِلَيْكَ عَاجِلاً، وَأَمَّنَ النَّاسُ. ثُمَّ خَرَجَ فَمَا تَوَاتَرَتْ ثِيَابُهُ حَتّٰى سَقَطَ......وَمَاتَ مِنْ يَوْمِهِ.

''جب ربیع بن زیاد کو خراسان میں قتلِ حجر کی خبر پہنچی تو وہ ناراض ہوئے اور فرمایا: اس کے بعد عرب ہمیشہ بہیمانہ طور پر قتل کیے جائیں گے، اگر اُنہوں نے اس قتل پر آواز بلند کی ہوتی تو وہ خود کو محفوظ کر چکے ہوتے، لیکن چونکہ وہ خاموش رہے تو ذلت اُن کا مقدر ہوگئی۔ پھر اُنہوں نے اُن ہی ایام میں نمازِ جمعہ کے بعد لوگوں کو فرمایا: میرا دل زندگی سے بھر چکا ہے، میں دعا کرتا ہوں اور تم آمین کہو۔ پھر اُنہوں نے بارگاہِ الٰہی میں ہاتھ بلند کر کے عرض کیا: اے اللہ! اگر تیری بارگاہ میں میرے لیے کچھ خیر ہے تو مجھے جلد ہی اپنی طرف اُٹھا لے، لوگوں نے آمین کہا۔ پھر وہ باہر نکلے تو اپنے کپڑوں کو نہ سنبھال پائے تھے کہ گر گئے، سو اُنہیں اُٹھا کر اُن کے گھر پہنچایا گیا، اور اُسی دن وہ وفات پا گئے''۔

(تاريخ ابن خلدون ج٣ ص١٧؛ تاريخ الطبري ج٥ ص٢٩١؛ الكامل في التاريخ ج٣ ص٨٩؛ مرآة الزمان ج٧ ص٢٩٠؛ البداية والنهاية ج١١ ص٢٥٩)

امام بلاذری کے ہاں حضرت ربیع بن زیاد کے جو الفاظ ہیں، اُن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام میں اس سے قبل ''صَبْرًا'' (بغیر جنگ، بغیر حد اور بلا جرم) قتل نہیں ہوتا تھا۔ وہ فرماتے ہیں:

أَلَا إِنَّ الْفِتْنَةَ قَدْ كَانَتْ تَكُوْنُ وَلَمْ يَكُنْ قَتْلَ الصَّبْرِ.

''سنو! اس سے قبل فتنہ تو تھا لیکن ظلماً بہیمانہ قتل ہوتا نہیں تھا''۔

(أنساب الأشراف ج٥ ص٢٧٥، ٢٧٦)

علامہ ابن خلدون کے یہ الفاظ بھی اسی حقیقت کو بیان کر رہے ہیں: '' لَا تَزَالُ الْعَرَبُ تُقْتَلُ بَعْدَهُ صَبْرًا'' (اس کے بعد عرب ہمیشہ بہیمانہ طور پر قتل کیے جائیں گے) اس سے ثابت ہوا کہ اسلام میں ''صَبْرًا'' قتل

Presented by Ziaraat.com

کرنے کا مؤسس وموجد اسلام کا اولین بادشاہ ہے اور وہ معاویہ ہے۔

حجر بن عدی ﷺ کے قتلِ ناحق پر دل برداشتہ ہو کر ربیع بن زیاد ﷺ کے دعا مانگنے کا ذکر امام ابن عبد البر، امام ابن اثیر جزری، امام مزی، امام ذہبی، حافظ ابن کثیر اور حافظ عسقلانی نے بھی کیا ہے۔

(الاستیعاب ج۱ ص۱۹۹؛أسد الغابة ج۱ ص۶۹۸؛تهذيب الكمال ج۹ص۷۹؛تاريخ الإسلام للذهبي ج٤ ص٢٠٦؛تذهيب تهذيب الكمال ج۳ص۲۱۵؛البداية والنهاية ج۱۱ ص۲۵۹؛تهذيب التهذيب ج۲ص٤٠٦)

خیال رہے کہ حضرت ربیع بن زیاد ﷺ سے قبل خراسان کے گورنر سیدنا حکم بن عمرو غفاری ﷺ تھے، اُنہوں نے بھی معاویہ کے بعض ناجائز احکام سے تنگ آ کر موت کی دعا مانگی تھی جو کہ قبول ہوئی تھی۔ اس چشم کشا واقعہ کو باحوالہ دیکھنے کے لیے ہماری کتاب "الصَّحابَةُ وَالطُّلَقاءُ" کا مطالعہ کیا جائے۔

سیدنا حجر کی کرامات اور سعادتِ شہادت

سیدنا حجر بن عدی ﷺ مستجاب الدعاء تھے (اُن کی دعا قبول ہوتی تھی) امام احمد فرماتے ہیں: میں نے یحییٰ بن سلیمان سے پوچھا:

أَبَلَغَكَ أَنَّ حُجْرًا كَانَ مُسْتَجَابَ الدَّعْوَةِ ؟ قَالَ : نَعَمْ ، وَكَانَ مِنْ أَفَاضِلِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ.

"کیا آپ کو یہ بات پہنچی ہے کہ حجر مستجاب الدعاء تھے؟ اُنہوں نے فرمایا: ہاں، اور وہ اصحاب نبی ﷺ کے فاضلین میں سے تھے"۔

(الاستیعاب ج۱ ص۱۹۹؛أسد الغابة ج۱ ص۶۹۸؛بغية الطلب ج۵ ص۲۱۱۱)

متعدد علماء کرام نے لکھا ہے:

"جب سیدنا حجر بن عدی اور اُن کے رفقاء ﷺ کو کوفہ سے شام لے جایا جا رہا تھا تو سیدنا حجر ﷺ کو غسل کی ضرورت پیش آئی۔ اُنہوں نے سپاہی سے کہا: مجھے میرے پینے کا سارا پانی آج ہی دے دو، کل تم مجھے پانی نہ دینا۔ اُس نے کہا: مجھے اندیشہ ہے کہ آپ پیاس سے مر جائیں گے اور معاویہ مجھے قتل کر دے گا۔ اس پر اُنہوں نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی تو بادل برسنے لگا، اُنہوں

Presented by Ziaraat.com

نے اپنی ضرورت کا پانی لے لیا۔ یہ دیکھ کر اُن کے ساتھیوں نے کہا: آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس مشکل سے نجات عطا فرمائے۔ اُنہوں نے عرض کیا:

اَللّٰهُمَّ خِرْ لَنَا.

''اے اللہ! ہمیں بہتری عطا فرما''۔

پس وہ اور اُن کے ساتھی شہید کر دیے گئے''۔

(الإصابة ج۲ ص۳۳؛ فيض القدير ج٤ ص١٢٦؛ جامع كرامات الأولياء ج١ ص١٣١)

پانی ہی کے متعلق ان کی ایک اور کرامت بھی ہے، وہ یہ کہ ایک مرتبہ جہاد کے لیے لشکر جا رہا تھا کہ دریائے دجلہ عبور کرنا مشکل ہو گیا، لوگ سوچ و بچار میں تھے کہ سیدنا حجر بن عدی ﷺ کمال یقین کے ساتھ آگے بڑھے تو مشکل آسان ہو گئی۔ چنانچہ امام ابن ابی حاتم اور دوسرے حضرات لکھتے ہیں:

''حبیب صہبان بیان کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں سے ایک شخص نے کہا، اور وہ حجر بن عدی تھے: تمہیں دشمن کی طرف جانے سے کس چیز نے روک رکھا ہے، اس نطفہ یعنی دجلہ نے؟ ﴿وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللّٰهِ كِتَابًا مُّؤَجَّلًا﴾ (اور نہیں ممکن کہ کوئی شخص مرے، بغیر اللہ کی اجازت کے، لکھا ہوا ہے [موت کا] مقررہ وقت) [آل عمران: ١٤٥] پھر اُنہوں نے اپنے گھوڑے کو دریائے دجلہ میں ڈال دیا تو دوسرے لوگ بھی کود پڑے۔ جب دشمن قوم نے یہ منظر دیکھا تو کہنے لگے: جن بھوت آ گئے، جن بھوت آ گئے، یہ کہتے ہوئے وہ سب لوگ بھاگ گئے''۔

(تفسير القرآن العظيم لابن أبي حاتم ج٣ ص٧٧٩؛ المقامات العلية لكرامات الجلية لابن سيد الناس ص٨٤، ٨٥؛ تفسير ابن كثير ج٢ ص١٢٩؛ حياة الصحابة ج٥ ص٢٦٩، ٢٧٠؛ دلائل النبوة لأبي نعيم ج٢ ص٥٧٨، ٥٧٩؛ دلائل النبوة للبيهقي ج٦ ص٥٣، ٥٤؛ تاريخ الطبري ج٤ ص١٣)

قاتلِ حجر ﷺ پر اللہ ﷻ اور اہلِ آسماں کا غضب

بعض مرسل اور مرفوع احادیث میں نبوی پیش گوئی آئی ہے کہ عذراء کے مقام پر سات افراد کو ظلماً قتل کیا جائے گا۔ چنانچہ امام فسوی اور دوسرے محدثین کرام عبد اللہ بن رزین غافقی سے روایت کرتے ہیں کہ اُنہوں نے

Presented by Ziaraat.com

بیان کیا:

سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ يَقُوْلُ: يَا أَهْلَ الْعِرَاقِ سَيُقْتَلُ مِنْكُمْ سَبْعَةُ نَفَرٍ بِعَذْرَاءَ، مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ أَصْحَابِ الْأُخْدُوْدِ، فَقُتِلَ حُجْرُ بْنُ عَدِيٍّ وَأَصْحَابُهُ.

''میں نے سیدنا علی بن ابی طالب ﷛ کو بیان کرتے ہوئے سنا: اے اہل عراق! عنقریب تم میں سے سات افراد کو عذراء کے مقام پر قتل کیا جائے گا، اُن کی مثال ایسی ہے جیسی اصحاب الاخدود کی، پس سیدنا حجر بن عدی اور اُن کے ساتھی قتل کیے گئے''۔

(المعرفة والتاريخ ج۳ ص٤١٦؛ تاريخ دمشق ج١٢ ص٢٢٧)

نوٹ

اصحاب الاخدود کا دلچسپ واقعہ سورۃ البروج کی چوتھی آیت کے تحت تفاسیر میں ملاحظہ فرمائیے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قُلْتُ: عَلِيٌّ ﷛ لَايَقُوْلُ مِثْلَ هٰذَا إِلَّا بِأَنْ يَكُوْنَ سَمِعَهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عَائِشَةَ بِإِسْنَادٍ مُرْسَلٍ مَرْفُوْعًا.

''میں کہتا ہوں: سیدنا علی ﷛ ایسی بات نہیں کہہ سکتے ماسوا اس کے کہ اُنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہو، اور بیشک ایسا سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی مرسل سند کے ساتھ مرفوعاً روایت کیا گیا ہے''۔

(دلائل النبوة للبيهقي ج٦ ص٤٥٦)

حافظ ابن کثیر، امام سیوطی اور علامہ علی متقی ہندی نے امام بیہقی کے قول کو مقرر رکھا ہے:

البداية والنهاية ج٩ ص٢٢٥؛ الخصائص الكبرى ج٢ ص٢٤١؛ وط: بتحقيق خليل هراس، ج٢ ص٥٠١؛ كنز العمال ج١٢ ص٤٠٥ حديث ٣٥٤٣٧)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا علی ﷵ کے موقوف قول کو جس مرفوع و مرسل حدیث سے تقویت دینے کا قصد فرمایا ہے وہ یہ ہے:

عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ قَالَ: دَخَلَ مُعَاوِيَةُ عَلٰى عَائِشَةَ فَقَالَتْ: مَا حَمَلَكَ

Presented by Ziaraat.com

عَلٰى قَتْلِ أَهْلِ عَذْرَاءَ حُجْرٍ وَّأَصْحَابِهِ ؟ فَقَالَ: يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ ! إِنِّي رَأَيْتُ قَتْلَهُمْ إِصْلَاحًا لِلْأُمَّةِ ، وَأَنَّ بَقَائَهُمْ فَسَادٌ ، فَقَالَتْ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : سَيُقْتَلُ بِعَذْرَاءَ نَاسٌ يَغْضِبُ اللّٰهُ لَهُمْ وَأَهْلُ السَّمَاءِ.

''حضرت ابوالاسود بیان کرتے ہیں کہ معاویہ اُم المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حاضر ہوئے تو اُنہوں نے فرمایا: تمہیں کس بات نے اہل عذراء حجر اور اُن کے ساتھیوں کے قتل پر اُبھارا؟ اُنہوں نے کہا: یا ام المومنین! میں نے اُن کے قتل میں امت کی اصلاح اور اُن کی بقاء میں امت کا فساد سمجھا تھا۔ فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا تھا: عنقریب عذراء کے مقام پر کچھ لوگ قتل کیے جائیں گے، اُن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اور اہل آسمان غضب ناک ہوں گے''۔

(المعرفة والتاريخ ج٣ص٤١٧؛دلائل النبوة للبيهقي ج٦ص٤٥٧؛تاريخ دمشق ج١٢ص٢٢٧؛ البداية والنهاية ج٩ص٢٢٦؛الخصائص الكبرى ج٢ص ٢٤٠؛ وط: بتحقيق خليل هراس، ج٢ص ٥٠٠؛سبل الهدى ج١٠ص١٥٦؛كنز العمال ج١١ص١٢٦ حديث٣٠٨٨٧ وص١٩٤ حديث ٣١١٩٢وج١٣ص٥٨٨ حديث٣٧٥١٠)

عذرِ گناہ بدتر از گناہ، اب تک ظالم حکمران اسی پالیسی پر گامزن ہیں، وہ اپنے خلاف اُٹھنے والی آوازِ حق کو دبانے کی خاطر لوگوں کو ناحق قتل کرتے ہیں اور بہانہ بناتے ہیں کہ ریاست کی اصلاح کی خاطر ایسا کرنا ناگزیر تھا، جبکہ ظالم و نام نہاد خلفاء کے ایسے ظالمانہ اقدام کو اُن کے چاپلوس حواری اور علماء سوء خطائے اجتہادی بنا دیتے ہیں مگر مذکورہ بالا مکالمہ میں ام المومنین رضی اللہ عنہا نے ممکنہ خطائے اجتہادی کے دروازے کو حدیث پاک سنا کر ہمیشہ کے لیے بند کر دیا ہے اور واضح فرما دیا ہے کہ یہ اصلاح نہیں بلکہ ایسا فساد ہے جو اہلِ آسماں اور خالق آسماں ﷻ دونوں کے غضب کا سبب ہے۔

پیشوائے ظاہریہ کا قول

سیدنا حجر بن عدی اور اُن کے رفقاء ﷺ کے قتل پر خالق السماء ﷻ اور اہل آسماں کے غضب کا سبب کیا ہے؟ اہل حدیث حضرات کے پیشوا کے مطابق سببِ غضب فقط یہ ہے کہ اُنہیں کسی جرم کے بغیر قتل کیا گیا۔ اسی لیے ام

Presented by Ziaraat.com

المومنین رضی اللہ عنہا ناراض ہوئی تھیں۔ چنانچہ علامہ ابن حزم معاویہ کے حالات میں لکھتے ہیں:

وَفِيْ أَيَّامِهِ حُوصِرَتِ الْقُسْطُنْطِينِيَّةُ ، وَقُتِلَ حُجْرُ بْنُ عَدِيٍّ وَأَصْحَابُهُ صَبْرًا بِظَاهِرِ دِمَشْقَ أَيْضًا ، مِنَ الْوَهْنِ لِلإِسْلامِ أَنْ يُقْتَلَ مَنْ رَأى النَّبِيَّ ﷺ مِنْ غَيْرِ رِدَّةٍ وَلا زِنًى بَعْدَ إِحْصَانٍ ، وَلِعَائِشَةَ فِيْ قَتْلِهِمْ كَلامٌ مَحْفُوظٌ.

''اُن کے دور میں قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا گیا، نیز سیدنا حجر بن عدی اور اُن کے رفقاء رضی اللہ عنہم بھی ظلماً دمشق کے مضافات میں اُنہی کے دور میں قتل کیے گئے۔ یہ اسلام میں کمزوری کا سبب ہے کہ جس شخص نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا ہوا سے مرتد ہوئے بغیر اور شادی کے بعد زنا کیے بغیر قتل کیا جائے۔ اُن کے قتل میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا کلام محفوظ ہے''۔

(أسماء الخلفاء والولاة وذكر مددهم ،مع جوامع السيرة ص ۳۵۷)

قتلِ ناحق پر موصوف سے ہی حدیث

جب آپ صحابہ، تابعین، خود ارکینِ حکومتِ معاویہ اور فقہاء کی تصریحات کی روشنی میں جان چکے ہیں کہ سیدنا حجر بن عدی رضی اللہ عنہ اور اُن کے ساتھیوں کا قتل سراسر ناحق تھا تو یہاں ایک ایسی حدیث بھی سماعت فرماتے چلیے جس کے راوی خود امیر اہل سنت کے ممدوح معاویہ ہی ہیں۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

عَنْ أَبِيْ إِدْرِيْسَ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ وَكَانَ قَلِيْلَ الْحَدِيْثِ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ وَهُوَ يَقُوْلُ : كُلُّ ذَنْبٍ عَسَى اللهُ أَنْ يَغْفِرَهُ إِلَّا الرَّجُلُ يَمُوْتُ كَافِرًا ، أَوِ الرَّجُلُ يَقْتُلُ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا.

''ابوادریس بیان کرتے ہیں کہ اُنہوں نے معاویہ سے سنا اور وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرنے میں قلیل الحدیث تھے، اُنہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر گناہ کو بخش دے گا ماسوا اُس شخص کے جو کافر مرا، یا اُس شخص کے جس نے جان بوجھ کر کسی مومن کو قتل کیا''۔

(مسند أحمد ج ٤ ص ٩٩ ،وط: بتحقيق أحمد شاكر ج ١٣ ص ١٩٧ حديث ١٦٨٤٩ ؛ سنن النسائي ج ٤ ص ٩٣ حديث ٣٩٩٥ ؛ المستدرك للحاكم ج ٤ ص ٣٥١ ؛ المعجم الكبير ج ١٩ ص ٣٦٤ ، ٣٦٥

Presented by Ziaraat.com

حديث ٨٥٦، ٨٥٧، ٨٥٨؛ الكبائر للذهبي ص ٤٥)

یہ حدیث سیدنا ابوالدرداءؓ سے بھی منقول ہے۔

(سنن أبي داود بتحقيق شعيب الأرنؤوط، ج٦ ص ٣٢٥ حديث ٤٢٧٠؛ المستدرك للحاكم ج ٤ ص ٣٥١؛ صحيح ابن حبان ج١٣ ص ٣١٨ حديث ٥٩٨٠)

خیال رہے کہ کبائر کی فہرست میں شرک پہلے اور قتلِ ناحق دوسرے نمبر آتا ہے۔

قتلِ حجر پر امیرِ شام کا پچھتانا

سیدنا حجر بن عدیؓ کے قتلِ ناحق کا یہ واقعہ اختصار کی خواہش کے باوجود بڑھتا چلا گیا ہے، لہٰذا اِس عنوان کے تحت جو دو چار روایات آئی ہیں اُنہیں مکمل نقل کرنے کی بجائے فقط اشارہ کر کے آگے نکلتا ہوں۔

۱۔ یہ قتلِ ناحق مسلسل اُن کا ذہنی تعاقب کرتا رہا، وہ رہ رہ کر سوچتے تھے کہ آیا اُنہوں نے یہ درست کیا ہے یا غلط۔ اس پر اُنہوں نے مروان بن حکم کو خط لکھا کہ میں ایسا کر بیٹھا ہوں تو اُس نے جواباً لکھ بھیجا کہ تمہاری عقل اور حلم کہاں چلے گئے تھے؟

(تاريخ مدينة دمشق ج١٢ ص ٢٣٠)

۲۔ حتیٰ کہ بعد از قتل اُنہوں نے کسی اور کو نہیں خود زیاد ہی کو لکھ بھیجا کہ تیرے لکھنے پر میں حجر بن عدی کو قتل تو کر بیٹھا لیکن اب اُس کے بارے میں میرے سینے میں اضطراب ہے، لہٰذا تم میرے پاس کسی صالح شخص کو بھیجو تاکہ میں اس معاملہ میں اُس سے تبادلۂ خیال کروں۔ زیاد نے عبدالرحمان ابن ابی لیلیٰ کو بھیجا اور کہا: خبردار! اِس معاملہ میں اُن کی رائے کی قباحت کو اُن پر عیاں نہ کرنا، ورنہ میں تجھے قتل کرا دوں گا۔ وہ شام پہنچے تو اُنہیں کہا گیا: پہلے غسل کر کے کپڑے بدل لو۔ وہ تازہ دم ہو کر تخت پر آ بیٹھے تو معاویہ اور اُن کا یوں مکالمہ ہوا:

"میری خواہش تھی کہ میں حجر کو قتل نہ کرتا، میں چاہتا تھا کہ اُس کو اور اُس کے ساتھیوں کو قید میں رکھتا، یا اُنہیں شام کے مختلف مقامات پر ٹھہرا دیتا، یا اُنہیں معاف کر کے اُن کے رشتہ داروں پر احسان کر دیتا۔

عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ کہتے ہیں: میں نے کہا: کاش! آپ نے اِن تین باتوں میں سے کسی ایک بات پر عمل کیا ہوتا! وہ کہتے ہیں: یہ کہہ کر میں وہاں سے واپس ہوا، اور مجھے زیاد سے

Presented by Ziaraat.com

ملاقات کرنا بہت مبغوض تھا اور میں نے تہیہ کر لیا تھا کہ روپوش ہو جاؤں گا۔ سو جب میں نے کوفہ پہنچ کر بعض مساجد میں نماز پڑھی تو ایک شخص کی زبان سے سنا کہ زیاد مر چکا ہے۔ یہ سن کر مجھے بے حد خوشی ہوئی''۔

(أنساب الأشراف ج٥ ص٢٧٥)

بڑھی ناز سے جب دعائے محمد ﷺ

مکمل انصاف و ایمان سے بتایئے! اگر کسی شخص کے حق میں واقعی محبوبِ خدا اور ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوىٰ﴾ کی شان والے مصطفیٰ ﷺ سے ''اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًّا'' کے الفاظ میں دعا منقول ہو تو کیا اُس سے ایسے بے ڈھنگے اور ظالمانہ فیصلے صادر ہو سکتے ہیں جن پر وہ خود ہی مذبذب ہو؟ ہم اس سے قبل حدیث شریف نقل کر چکے ہیں کہ کسی نبی کی دعا رد نہیں ہوتی۔ پھر سید الانبیاء ﷺ کی دعا کیوں کر رد ہو سکتی ہے؟ کسی نے بہت خوب کہا ہے ۔

تیرے منہ سے نکلی جو، وہ بات ہو کے رہی
جو دن کو کہا شب، تو رات ہو کے رہی

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

جلو میں اجابت، خواصی میں رحمت — بڑھی کس تزک سے دعائے محمد ﷺ
اجابت نے جھک کر گلے سے لگایا — بڑھی ناز سے جب دعائے محمد ﷺ
اجابت کا سہرا، عنایت کا سہرا — دلہن بن کے نکلی دعائے محمد ﷺ

(حدائق بخشش ص ٤١، ٤٢)

حقیقت یہ ہے کہ چور اور راہزن پر کسی ولی کی نگاہ پڑ جائے تو اُس کی کایا پلٹ جاتی ہے جبکہ غافل لوگوں نے دعائے محمد ﷺ کو مذاق بنا رکھا ہے، یہ کیسے ممکن ہے کہ کسی کے حق میں دعائے سیدنا محمد ﷺ ہو جائے اور پھر اُس سے قتلِ ناحق جیسے بھیانک گناہ بھی سرزد ہوں؟ جس کے حق میں واقعی ہدایت کی دعا ہو جائے تو قطعاً ممکن نہیں کہ وہ ہدایت کے منافی قدم ہی اٹھا سکے۔ آیئے! صحیح حدیث سے ثابت شدہ دعائے محمدی ﷺ کی شان ملاحظہ فرمایئے! محبوبِ خدا ﷺ نے ایک موقعہ پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو یوں دعا دی تھی:

Presented by Ziaraat.com

إِنَّ اللّٰہَ سَیَهْدِيْ قَلْبَکَ وَیُثَبِّتُ لِسَانَکَ.

''یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارے دل کو ہدایت دے گا اور تمہاری زبان کو ثابت رکھے گا''۔

(السنن الكبرى للنسائي ج٧ص ٤٢١ حديث ٨٣٦٦؛ مسند أحمد ج١ ص ٩٠ حديث ٦٩٠)

یہ دعا اِن الفاظ میں بھی منقول ہے:

اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَلْبَهٗ وَسَدِّدْ لِسَانَهٗ.

''اے اللہ! اس کے قلب کو ہدایت دے اور اس کی زبان کو سلامت رکھ''۔

سیدنا علی ؓ فرماتے ہیں:

فَمَا شَکَکْتُ فِيْ قَضَاءٍ بَیْنَ اثْنَیْنِ.

''اس کے بعد میں دو شخصوں (یا فریقوں) کے مابین فیصلہ کرتے ہوئے شک کا شکار نہیں ہوا''۔

(خصائص علي ؓ بتحقيق البلوشي ص ٥٧ حديث ٣٤؛ سنن ابن ماجه ص ٣٩٥ حديث ٢٣١٠)

عظمتِ مصطفیٰ ﷺ مقدم یا عظمتِ طلقاء؟

میرا ایمان ہے کہ جس انسان کے حق میں ''اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ هَادِیًا مَّهْدِیًّا'' کے الفاظ میں دعائے نبوی ﷺ صادر ہو جائے تو اُس سے قتل ایسا گناہِ کبیرہ قطعاً سرزد نہیں ہوسکتا؟ مدعیانِ عشقِ مصطفیٰ ﷺ دل پر ہاتھ رکھ کر بتلائیں کہ کیا اُن کے نزدیک ایسا ممکن ہے؟ اگر ممکن ہے تو صحیح احادیث کی روشنی میں کوئی نظیر پیش کریں کہ اُن کے ممدوح کے علاوہ کسی اور انسان کے حق میں ایسی دعا ثابت ہو اور پھر اُس سے عمداً، سہواً، یا اجتہاداً کبائر کا صدور بھی ہوا ہو۔ اگر وہ ایسی کوئی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہوں تو اُنہیں چاہیئے کہ وہ اپنے ماموں کے حق میں دعائے نبوی ﷺ کو ٹھٹھا بنانے سے باز آجائیں!

جن کی شان میں واقعی دعائے نبوی ﷺ منقول ہے، اُنہوں نے بڑے بڑے معرکے پہلے سر کیے اور تحقیق بعد میں کی کہ آیا جو بڑا اقدم وہ اُٹھا چکے ہیں وہ درست بھی ہے یا نہیں؟ چنانچہ سیدنا علی ؓ جب خوارج کو تہ تیغ کر کے فارغ ہوئے تو بعد میں اپنے فوجیوں کو فرمایا:

''جاؤ! اِن لوگوں کی نعشوں میں تلاش کرو، اگر ان میں ذوالثدیہ (آدھے بازو والے شخص) کی نعش موجود ہو تو تم نے بدترین لوگوں کو قتل کیا ہے، ورنہ بہترین لوگوں کو مارنے کے

Presented by Ziaraat.com

مرتکب ہو چکے ہو۔ لوگوں نے جا کر نعشیں کھنگالیں تو واپس آ کر عرض کیا: اُن میں ایسی نعش نہیں ہے، اور ایسا تین مرتبہ کیا۔ مولیٰ علی علیہ السلام نے فرمایا: نہ ہم جھوٹے ہیں اور نہ ہی جھوٹے قرار پا سکتے ہیں۔ پھر آپ خود تشریف لے گئے تو اُس شخص کی نعش مل گئی''۔

(السنن الکبری للنسائی ج۷ص۴۷۷ حدیث ۸۵۱۷؛ المصنف لابن أبي شيبة ج۱۵ص۳۱۱ وط: ج۲۱ص۴۳۴، ۴۳۵ حدیث ۳۹۰۵۳؛ مسند البزار ج۲ص۱۹۶ حدیث ۵۸۰)

مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: ''شرح خصائص علي ﷺ'' الطبعة الخامسة ص ۱۰۲۴، ۱۰۲۵ حدیث نمبر ۱۷۶، ۱۷۹، ۱۸۰ وغیرھا۔

جبکہ دوسری طرف جنہیں ''اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هادِيًا مَهْدِيًّا'' کا مصداق سمجھا جاتا ہے اُن کی رگِ ہدایت اُس وقت بھی نہ پھڑکی جب اُنہیں خود اُنہی کے لوگوں نے منہ پر کہہ دیا تھا کہ قتلِ حجر ہدایت کے منافی ہے۔ چنانچہ علامہ بلاذری لکھتے کہ معاویہ نے عبدالرحمان بن اسود زھری کو بلایا اور کہا:

اِذْهَبْ فَاقْتُلْ حُجْرًا وَأَصْحَابَهُ ، فَقَالَ: أَمَّا وَجَدْتَ رَجُلاً أَجْهَلَ بِاللّٰهِ وَأَعْمَى عَنْ أَمْرِهِ مِنِّي؟

''جاؤ! حجر اور اُن کے ساتھیوں کو قتل کر دو، اُس نے کہا: کیا آپ کو ایسا شخص نہیں ملتا جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے امر کے معاملہ میں مجھ سے زیادہ جاہل اور اندھا ہو؟''۔

(أنساب الأشراف ج۵ص۲۶۸)

اجتہاد یا ظلم؟

سیدنا حجر بن عدی اور اُن کے رفقاء ﷺ کے بارے میں اب تک جو لکھا گیا ہے اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ اُن کے قتل کو مؤرخین، سیرت نگار، محدثین، فقہاء کرام، تابعین عظام، صحابہ کرام اور احادیث سید الانام علیہ الصلاۃ والسلام میں ظلم کہا گیا ہے، اور اِسی وجہ سے فقہاء نے حجر بن عدی ﷺ کو شہید قرار دیا ہے اور واضح فرمایا ہے کہ مسلمانوں کے ہاتھوں جو مسلمان قصاص یا حد کے طور پر نہیں بلکہ محض ظلماً قتل کیا جائے تو وہ شہید ہوتا ہے اور ایسے ہی شہید کو اُسی حال میں دفن کیا جاتا ہے جس حال میں وہ مقتول ہوا۔ اسی لیے فقہاء کرام نے باقاعدہ اُن کے قتلِ ناحق اور اُن کی آخری وصیت کے الفاظ کو مدنظر رکھتے ہوئے مسائل کا استنباط کیا ہے۔

Presented by Ziaraat.com

"اللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًّا" کی صحت کے قائلین سے سوال ہے کہ اُن کے نزدیک یہ قتلِ ناحق ہادیت ومہدیت ہے یا ظلم وسفاکیت؟ اجتہادی خطا ہے یا ضلالت وغوایت؟ معاویہ کے اپنے گورنر اور اُن کی رعایا کے کچھ لوگوں نے تو اس عمل کو "صَبْرًا" (بہیمانہ قتل) قرار دیا تھا، اور ام المومنین کی حدیث کے مطابق یہ قتل غضبِ الٰہی کا سبب ہے، لہٰذا "اللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًّا" کی صحت کے مدعیان بتلائیں کہ وہ اس قتلِ ناحق پر اپنے مجتہدِ اعظم کے لیے کتنا اجر وثواب ثابت فرماتے ہیں؟

حضرت خالد بن ولید ﷛ سے تاویلاً بعض لوگوں کا قتل ہو گیا تھا تو نبی کریم ﷺ نے فوراً بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا تھا:

اللّٰھُمَّ إِنِّي أَبْرَأُ إِلَيْکَ مِمَّا صَنَعَ خَالِدٌ.

"اے اللہ! جو خالد نے کیا میں اُس سے بری ہوں"۔

(بخاري ص ٥٩٠ حديث ٤٣٣٩ وص ٩٨٩ حديث ٧١٨٩)

حالانکہ حضرت خالد بن ولید کو شبہ ہوا تھا، کیونکہ اُنہوں نے بنو جذیمہ کے لوگوں کو فرمایا تھا: اسلام لے آؤ! اُنہوں نے جواباً کہا تھا "صَبَأْنَا" (ہم اپنے دین سے پھر گئے) اُنہیں کہنا چاہیئے تھا کہ "أَسْلَمْنَا" (ہم اسلام لے آئے) شارحینِ حدیث نے لکھا ہے جو مشرک شخص اسلام قبول کرتا تھا تو اُسے دوسرے مشرکین صابی کہتے تھے، اس لیے اُن لوگوں نے بھی "صَبَأْنَا" کے الفاظ بول دیے۔ حضرت خالد بن ولید نے سمجھا کہ شاید وہ اسلام سے پھر گئے، حالانکہ وہ اس سے قبل مسلمان تھے ہی نہیں۔ بس اس غلط فہمی میں حضرت خالد بن ولید سے وہ قتل ہو گئے تو آقا ﷺ نے اُن کے عمل سے براءت کا اظہار فرما دیا، جبکہ معاویہ کو تو سیدنا حجر بن عدی ﷛ نے اپنے قتل سے کچھ وقت قبل باقاعدہ پیغام بھیجا تھا کہ "أَنَا عَلٰى بَيْعَتِنَا" (ہم اپنی بیعت پر قائم ہیں) لیکن موصوف کو اُن کی بات پر یقین نہ آیا اور کہا: "زِيَادٌ أَصْدَقُ عِنْدَنَا مِنْ حُجْرٍ" (ہمارے نزدیک زیاد حجر سے زیادہ سچا ہے) اور پھر اُن کے قتل کا حکم دے دیا، حالانکہ حکم یہ ہے کہ اگر کوئی مشرک بھی تلوار دیکھ کر حالتِ جنگ میں کلمہ پڑھنے لگ جائے تو اُسے بھی قتل کرنا جرم ہے۔ چنانچہ متعدد احادیث میں آیا ہے کہ بعض مشرکین نے عین وقت پر کلمہ پڑھ لیا یا کہا: "إِنِّي مُسْلِمٌ" (میں مسلمان ہوں) اور اس کے باوجود اُسے قتل کر دیا گیا تو نبی کریم ﷺ نے قاتل کو فرمایا:

"تم نے اس کو قتل کر دیا جبکہ وہ کہہ چکا تھا کہ میں مسلم ہوں؟ عرض کیا: یارسول اللہ! اُس نے بچنے کے لیے کہا تھا۔ فرمایا:

Presented by Ziaraat.com

هَلَّا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهِ؟

''کیا تم نے اُس کا دل چیر کر دیکھا تھا؟''۔

(تفسیر ابن أبي حاتم ج۳ ص۱۰۳۹؛ جامع البیان ج۷ ص۳۵۹؛ تفسیر ابن کثیر ج٤ ص۱۹۳؛ الدر المنثور ج٤ ص٦۱۷، ٦۱۸)

اسی استفسارِ نبوی ﷺ کے مطابق سوال کیا جاسکتا ہے کہ جب سیدنا حجر بن عدی ؓ نے فرمایا تھا کہ ہم اپنی بیعت پر قائم ہیں تو پھر معاویہ نے اُنہیں کیوں قتل کیا تھا؟ کیا اُس نے اُن کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا کہ وہ پکے جھوٹے اور فریبی ہیں؟

عصرِ حاضر میں حقانیتِ حجر ؓ کے شواہد

سیدنا حجر بن عدی ؓ کے حقیقی شہید ہونے اور معاویہ کے مقابلہ میں اُن کے حق پر ہونے کی واقعاتی شہادت ہمارے اِس دور یعنی مئی 2013ء میں اُس وقت ظاہر ہوئی جب بعض دہشت گرد تنظیموں نے عذراء (موجودہ نام عدراء) کے مقام پر بارودی حملہ سے اُن کی مسجد و مزار کو اڑا دیا تو چودہ سو سال گزر جانے کے باوجود اُن کا جسم تر و تازہ برآمد ہوا۔ چنانچہ انٹرنیٹ پر اُن کی ہڈیاں نہیں بلکہ جسم دکھایا گیا تو اُن کے چہرے پر سرخی کی چمک عیاں تھی۔ بعد میں اُن کے جسم مبارک کو نامعلوم مقام پر لے جایا گیا۔

افسوس کا مقام ہے کہ اسلام کے جس اولین بادشاہ نے سیدنا حجر بن عدی ؓ کو فقط اس لیے قتل کرا دیا کہ وہ شاتمانِ مولا مرتضٰی کو ٹوکتے تھے، اور اس سے زیادہ افسوس اُن ناصبیوں اور اندھے لوگوں پر ہے جو اُس اولین بادشاہ کے فیضان سے مستفیض ہونے کے خواہشمند ہیں۔

علاوہ ازیں معاویہ کے حکم سے ہونے والے قتلِ ناحق کے اور بھی متعدد واقعات ہیں جنہیں ہم فی الحال نظر انداز کر رہے ہیں، کیونکہ ہمارا مطلوب ایسے تمام مظالم و واقعات کا استیعاب نہیں بلکہ یہ دِکھلانا مقصود ہے کہ اگر کسی شخص کے حق میں ''اللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا'' ایسی جامع دعا منقول ہو تو اُس سے رشوت، بدعت اور قتلِ ناحق وغیرہ افعالِ قبیحہ کا صدور ناممکن ہو جاتا ہے، لہٰذا مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ کسی کی جھوٹی عظمت کے اثبات میں یہ خیال بھی رکھا کریں کہ کہیں عصمت نبوی ﷺ پر تو حرف نہیں آرہا؟

Presented by Ziaraat.com

”وَاهْدِ بِهٖ“ کا جائزہ

”وَاهْدِ بِهٖ“ (اور اُس کے ذریعے اوروں کو ہدایت دے) اِس لفظ کا یہ ترجمہ جلالی صاحب کی اُس تقریر سے ماخوذ ہے جو اُنہوں نے 2013ء میں ایوانِ اقبال، لاہور میں کی تھی۔ اس باطل حدیث کے آخری حصہ کا جائزہ لینے کے لیے ہمیں زیادہ محنت کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ یزید پلید موصوف کا حقیقی بیٹا ہے، اُس کو جو اپنے بابا سے ہدایت ملی وہ سب کے سامنے ہے۔ ان شاء اللہ ﷻ ہم یزید کو اُس کے باپ سے حاصل شدہ ہدایت پر مفصل گفتگو اپنی کتاب ”سیدنا امام حسین علیہ السلام“ میں کریں گے۔ یہاں فقط چھوٹا سا جملہ نقل کرتا ہوں جو ”وَاهْدِ بِهٖ“ کے موضوع و باطل جملہ کی قلعی کھول دینے کے لیے کافی ہے۔ امام ذہبی یزید کے تعارف میں لکھتے ہیں:

وَكَانَ نَاصِبِيًّا، فَظًّا، غَلِيظًا، جَلِفًا، يَتَنَاوَلُ الْمُسْكِرَ، وَيَفْعَلُ الْمُنْكَرَ، اِفْتَتَحَ دَوْلَتَهُ بِمَقْتَلِ الشَّهِيدِ الْحُسَيْنِ، وَاخْتَتَمَهَا بِوَاقِعَةِ الْحَرَّةِ.

”وہ ناصبی (دشمنِ اہل بیت) تھا، تند مزاج، سخت دل، تباہ کار، عادی نشئی اور برائی کا خوگر تھا۔ اُس نے اپنی حکومت کا آغاز شہید حسین [رضی اللہ عنہ] کے قتل سے کیا اور اُس کا اختتام واقعۂ حرہ پر کیا“۔

(سير أعلام النبلاء للذهبي ج ٤ ص ٣٦، ٣٧)

اگر کسی نکتہ دان کو یہ نکتہ سوجھے کہ اِس میں یزید کے باپ کا کیا قصور ہے، آخر حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا بھی تو بے ہدایت تھا؟ تو میں عرض کروں گا: مغیرہ بن شعبہ، زیاد ابن ابیہ، مروان بن الحکم اور بسر بن ابی ارطاۃ وغیرہ کس کے گورنر تھے؟ اور کیا وہ سب سیدنا علی اور دوسرے اہل بیت کرام علیہم السلام پر اپنی مرضی سے سبّ وشتم کرتے تھے؟ مساجد کے منبروں پر کھڑے ہو کر لعنت کرنا اور اسی ناپاک مقصد کی خاطر خطبۂ عیدین کو بھی نمازِ عید پر مقدم کرنا کس کے حکم یا ایماء پر ہوا تھا؟ اگر گورنروں نے یہ ناپاک سلسلہ از خود شروع کر دیا تھا تو ”وَاهْدِ بِهٖ“ کے مصداق نے اُنہیں روکا کیوں نہیں تھا؟ چالیس سال سے مسلسل حکومت کرنے والے ہادی، مہدی اور ”وَاهْدِ بِهٖ“ کے پاس کیا اتنی پاور بھی نہیں تھی کہ وہ ایک حکم سے اپنی زندگی کے آخری ایام میں اس لعنت کو ختم کر جاتے؟ جو کام دو سالہ حکومت میں سیدنا عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کر گئے وہ اُن سے کیوں نہ ہو سکا؟ مولانا عبد السلام ندوی لکھتے ہیں:

”خلفاء بنو امیہ نے مذہب کے متعلق سب سے بڑی بدعت جو ایجاد کی تھی وہ یہ تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر علانیہ خطبے میں لعن وطعن کرتے تھے، اور چونکہ لوگ اس کا سننا گوارا نہیں کرتے

Presented by Ziaraat.com

تھے، اور خطبہ سننے سے پہلے ہی اٹھ جایا کرتے تھے، اس لیے امیر معاویہؓ نے نمازِ عیدین سے پہلے ہی خطبہ پڑھنا شروع کیا جو دوسری بدعت تھی، لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے تمام گورنروں کے نام فرمان جاری کیا اور خطبے میں حضرت علی کے متعلق جو ناملائم الفاظ شامل کر دیے گئے تھے اُن کو نکلوا دیا اور اُن کی جگہ قرآن مجید کی یہ آیت ﴿إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالإِحْسَانِ...﴾ داخل کر دی جو آج تک برابر پڑھی جاتی ہے"۔

(سيرت عمر بن عبدالعزيز للندوي ص۱۳۹؛ تاريخ الخلفاء للسيوطي ص۳۹٤؛ مناقب عمر بن عبد العزيز لابن الجوزي ص۳۳۳)

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی جامعیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَلِجَمْعِهَا مَا جَمَعَتْ أَقَامَهَا عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ حِيْنَ آلَتِ الْخِلَافَةُ إِلَيْهِ مَقَامَ مَا كَانَ بَنُوْ أُمَيَّةَ ـ غَضِبَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِمْ ـ يَجْعَلُوْنَهُ فِيْ أَوَاخِرِ خُطَبِهِمْ مِنْ سَبِّ عَلِيٍّ كَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالىٰ وَجْهَهُ، وَلَعَنَ كُلَّ مَنْ بَغَضَهُ وَسَبَّهُ، وَكَانَ ذٰلِكَ مِنْ أَعْظَمِ مَآثِرِهٖ رضی اللہ عنہ.

"اور اس آیت کی جامعیت کی وجہ سے سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اس کو اپنی خلافت کے دور میں اُس مقام پر رکھا جہاں بنوامیہ ۔ اللہ تعالیٰ اُن پر غضب نازل فرمائے ۔ اپنے خطبوں کے آخر میں سیدنا علی پر سب کرتے تھے، اللہ تعالیٰ سیدنا علی کی ذات کو مکرم فرمائے اور اُن کے مبغضین وشاتمین پر لعنت فرمائے۔ یہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے عظیم کارناموں سے ہے"۔

(روح المعاني ج۱٤ ص۲۷۳)

دورِ معاویہ سے شروع ہونے والی یہ بدعتِ سیئہ اس قدر رائج، شائع اور عام ہوگئی تھی کہ اس سے خود سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ بھی نہیں بچ سکے تھے۔ چنانچہ سابقہ دور میں کبھی وہ بھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر سب وشتم کرتے تھے، پھر اُنہیں عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے نصیحت فرمائی تو باز آ گئے تھے، توبہ فرمائی تھی اور خلافت سنبھالنے کے بعد اس بدعتِ سیئہ کو ختم بھی فرما دیا تھا۔

(الكامل في التاريخ ج٤ ص۹۸، ۹۹)

یزید کو ابن نوح کی طرح قرار دے کر معاویہ کا دفاع کرنے والے لوگ بتلائیں کہ چلئے تمہارے بقول

Presented by Ziaraat.com

یزیدتو پسرنوح کی طرح ٹھہرااور وہ ''وَاهْدِ بِهٖ'' کی تاثیر سے محروم رہا مگر معاویہ کی حیات میں اُن کے مذکورہ بالا گورنروں سے لے کر حضرت عمر بن عبدالعزیز ؒ کے دور کے آغاز تک جو حکومتی لوگ سب وشتم کرتے رہے، وہ کیوں ''وَاهْدِ بِهٖ'' کے مصداق کی ہدایت وتاثیر سے محروم رہے؟

خود ملوکِ بنوامیہ کے بعض وکلاء کے قلم سے یہاں تک نکل گیا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز اور معاویہ بن یزید کے علاوہ تمام ملوک بنوامیہ ناصبی تھے۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

وَكُلُّهُمْ قَدْ كَانَ نَاصِبِيًّا   إِلَّا الإِمَامَ عُمَرَ التَّقِيَّا

مُعَاوِيَهْ ثُمَّ ابْنُهُ يَزِيدُ   وَابْنُ ابْنِهِ مُعَاوِيُ السَّدِيدُ

''وہ سب کے سب ناصبی تھے ماسوا امام عمر متقی کے،

معاویہ پھر اُس کا بیٹا یزید اور اُس کا پوتا معاویہ سچا''۔

(البداية والنهاية بتحقيق محسن التركي ج١٧ ص ٣٧٥)

اس کلام میں یزید کے بیٹے معاویہ کو ''سدید'' (سچا) اس لیے کہا گیا کہ اُس نے اپنے دادا اور باپ کو غلط قرار دیا تھا اور اُن دونوں کے بارے میں ''فَصَارَ فِي قَبْرِهِ رَهِينًا بِذُنُوبِهِ'' کے الفاظ استعمال کیے تھے، جبکہ سیدنا علی اور امام حسین علیہما السلام کو برحق تسلیم کیا تھا، جیسا کہ علامہ ابن حجر مکی نے اپنی کتاب ''الصواعق المحرقة'' میں لکھا ہے۔

''وَاهْدِ بِهٖ'' کا مصداق پھر بدعات؟

کثیر تعداد میں ایسے بزرگ ہو گذرے ہیں جو سنتِ نبوی ﷺ کے خلاف ایک قدم بھی نہیں اُٹھاتے تھے، حالانکہ اُن کے حق میں ''اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا وَاهْدِ بِهٖ'' کی دعا منقول نہیں ہوئی، جبکہ ''وَاهْدِ بِهٖ'' کے نام نہاد مصداق کا معاملہ یہ رہا کہ وہ حرام تک کے مرتکب ہو گئے، مثلاً شراب، سود، رشوت وغیرہ۔ پھر وہ سنت میں کمی بیشی اور تبدیلی کے بھی مرتکب ہوئے۔ مثلاً امام سیوطی لکھتے ہیں:

قَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ :أَوَّلُ مَنْ أَحْدَثَ الأَذَانَ فِي الْعِيدِ مُعَاوِيَةُ. أَخْرَجَهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ ، وَقَالَ:أَوَّلُ مَنْ نَقَصَ التَّكْبِيرَ مُعَاوِيَةُ.

''پہلا شخص جس نے عید میں اذان کی بدعت نکالی معاویہ ہے۔ اس کو امام ابن ابی شیبہ نے روایت

Presented by Ziaraat.com

کیا ہے، اور فرمایا ہے: اول شخص جس نے عیدین کی تکبیریں کم کی تھیں وہ بھی معاویہ ہے''۔

(تاریخ الخلفاء للسیوطی ص ۳۳۲)

بدعت برائے لعنت

نہ صرف یہ کہ مذکورہ بدعت نکالی تھی بلکہ عیدین کے خطبہ کو بھی نمازِ عیدین سے پہلے پڑھنا شروع کر دیا تھا۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی اور امام سیوطی لکھتے ہیں:

عَنِ الزُّهْرِيِّ : أَوَّلُ مَنْ أَحْدَثَ الْخُطْبَةَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فِي الْعِيدِ مُعَاوِيَةُ.

''امام زہری فرماتے ہیں: اول شخص جس نے عید کی نماز سے قبل خطبہ کی بدعت نکالی وہ معاویہ ہے''۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۲۷۸؛ تاریخ الخلفاء للسیوطی ص ۳۳۱)

اِس تقدیمِ خطبہ کا مقصد حصولِ رضائے الٰہی نہیں تھا بلکہ سیدنا علی ؑ پر سبّ وشتم اور لعنت کرنا مقصود تھا۔ پہلے یہ ناپاک سلسلہ عیدین کے بعد ہی ہوتا تھا اور خطبۂ عیدین کا پڑھنا نماز عیدین کے بعد سنت ہے، لیکن چونکہ صالحین اور پرہیزگار لوگ خطباءِ بنوامیہ کی بکواسات سن سن کر تنگ آ گئے تھے اور وہ نماز عید پڑھ کر فوراً گھروں کو چلے جاتے تھے، اس لیے اُن ظالموں نے خطبہ کو نماز عیدین پر مقدم کر دیا تھا تا کہ لوگ جب مجبوراً خطبہ سننے کے لیے بیٹھیں گے تو لامحالہ اُنہیں اُن کی بکواسات ولغویات بھی سننا پڑیں گی۔ چنانچہ امام علاؤالدین کاسانی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَإِنَّمَا أَحْدَثَ بَنُو أُمَيَّةَ الْخُطْبَةَ قَبْلَ الصَّلَاةِ ، لِأَنَّهُمْ كَانُوا يَتَكَلَّمُونَ فِي خُطْبَتِهِمْ بِمَا لَا يَحِلُّ وَكَانَ النَّاسُ لَا يَجْلِسُونَ بَعْدَ الصَّلَاةِ لِسِمَاعِهَا ، فَأَحْدَثُوهَا قَبْلَ الصَّلَاةِ لِيُسْمِعُوهَا النَّاسَ.

''نمازِ (عید) سے پہلے خطبہ دینے کی بدعت بنواُمیہ نے نکالی تھی، اس لیے کہ وہ اپنے خطبہ میں ایسی باتیں کرتے تھے جو حلال نہیں تھیں، اور چونکہ لوگ ایسی باتیں سننے کے لئے بیٹھتے نہیں تھے اس لیے انہوں نے خطبہ کو نماز عید سے پہلے شروع کر دیا تا کہ زبردستی لوگوں کو سنایا جائے''۔

(بدائع الصنائع للکاسانی الحنفی ج ۲ ص ۲۴۱)

Presented by Ziaraat.com

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''بعض علماء نے بنوامیہ کے اِس عمل کا مقصد یہ بیان کیا ہے اور اسی پر اتفاق کیا ہے کہ بنوامیہ نے دونوں خطبوں میں اُن ہستیوں پر لعنت بھیجنے کی بدعت نکال لی تھی جن پر لعنت بھیجنا جائز نہیں تھا، پس جونہی نماز مکمل ہوتی تو لوگ دوڑ لگا دیتے اور اُنہیں تنہا چھوڑ جاتے، سو اِس لیے اُنہوں نے خطبہ کو مقدم کر دیا''۔

(إكمال المعلم ج۳ ص ۲۹۰)

اِس سب وشتم اور لعنت کی خاطر خطبۂ عیدین کو نمازِ عیدین پر مقدم کرنے کی بدعت کا موجد کون تھا؟ آپ پڑھ چکے ہیں کہ معاویہ ہی تھا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مروان اور زیاد نے یہ بدعت نکالی تھی لیکن یہ کیونکر تصور کیا جا سکتا ہے کہ صدر کے حکم کے بغیر گورنر زاتنی بڑی تبدیلی کر سکتے ہیں؟ اوپر کے آرڈر کے بغیر ایسا ممکن ہی نہیں، اسی لیے قاضی عیاض اور حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں اور الفاظ حافظ کے ہیں:

وَلا مُخَالَفَةَ بَيْنَ هٰذَيْنِ الْأَثَرَيْنِ وَ أَثَرِ مَرْوَانَ ، لِأَنَّ كُلًّا مِنْ مَرْوَانَ وَزِيَادَ كَانَ عَامِلًا لِمُعَاوِيَةَ ، فَيُحْمَلُ عَلٰى أَنَّهُ ابْتَدَأَ ذٰلِكَ وَتَبِعَهُ عُمَّالُهُ.

''اِن دونوں قولوں اور اثرِ مروان کے درمیان کوئی اختلاف نہیں، کیونکہ مروان اور زیاد دونوں معاویہ کے گورنر تھے، لہٰذا اس بدعت کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ اس کی ابتدا معاویہ نے کی تھی اور اُس کے گورنروں نے اس کی پیروی کی تھی''۔

(فتح الباري ج۳ ص ۲۷۸؛ إكمال المعلم ج۳ ص ۲۹۰)

یہ محض احتمال ہی نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ اِس بدعت سیئہ کا آغاز معاویہ نے ہی کیا تھا، کیونکہ اس کی پیروی فقط گورنرِ مدینہ مروان اور گورنرِ کوفہ زیاد ہی نہیں کر رہے تھے بلکہ تمام خطباء پر لازم تھا کہ وہ اس پر عمل کریں۔ چنانچہ شیخ ابوالفتوح عبداللہ بن عبدالقادر التلیدی لکھتے ہیں:

''بنوامیہ کے دور میں ستر ہزار سے زائد منبر تھے، جن پر سیدنا علی علیہ السلام پر لعنت کی جاتی تھی''۔

(الأنوار الباهرة ص ٤٤)

امام غزالی لکھتے ہیں:

ثُمَّ إِجْمَاعُ الْجَمَاهِيرِ بِشَتْمِ عَلِيٍّ أَلْفَ شَهْرٍ عَلَى الْمَنَابِرِ.

Presented by Ziaraat.com

''پھر تمام جمہوریوں کا اجماع ہے کہ ہزار مہینوں تک سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر منبروں پر سب وشتم کیا گیا''۔

(سر العالَمِین و کشف مافی الدارین [مجموعة رسائل للغزالي] ص ۱۲)

یہ سلسلہ سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے دور تک جاری رہا اور پھر اُن کے حکم سے ختم ہوا، جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں، لہٰذا ایمان وانصاف سے بتلایئے کہ سیدنا علی اور دوسرے اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم پر سبّ وشتم اور لعنت کرنے کے لیے سنت نبوی میں کمی، سنت نبوی میں اضافہ اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تبدیلی کرنا، کیا یہ سب ہدایت ہے اور کیا یہ ''اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًّا وَاهْدِ بِهٖ'' کی برکات کا اظہار ہے؟

یزید کی تقرری سنت یا بدعت؟

علماءِ حدیث کا کہنا ہے کہ اور تو اور مسلم امہ پر ظالم ملوکیت کا تسلط بھی سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تبدیلی کی وجہ سے ہوا، اور اس کا ارتکاب بھی اُسی شخص سے ہوا جسے ''وَاهْدِ بِهٖ'' کا مصداق قرار دیا جاتا ہے۔ چنانچہ ابن ابی عاصم لکھتے ہیں کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

أَوَّلُ مَنْ يُغَيِّرُ سُنَّتِي رَجُلٌ مِّنْ بَنِي أُمَيَّةَ.

''اول شخص جو میری سنت کو تبدیل کرے گا بنو امیہ سے ہوگا''۔

(الأوائل لابن أبي عاصم ص ۷۷ حديث ۶۳؛ المصنف لابن أبي شيبة ج ۱۹ ص ۵۵۴، ۵۵۵ حديث ۳۷۰۲۷)

امام سیوطی کی ''الجامع الصغیر'' میں یہ حدیث ''يُغَيِّرُ'' کی بجائے ''يُبَدِّلُ'' کے لفظ سے ہے۔ علامہ البانی نے وہاں اس حدیث کو حسن کہا ہے۔

(صحيح الجامع الصغير للألباني ۵۰۴ حديث ۲۵۸۲؛ جمع الجوامع للسيوطي ج ۳ ص ۲۵۵ حديث ۸۸۱۹)

بعض راویوں نے اس حدیث کے آخر میں ''يُقَالُ لَهٗ: يَزِيدُ'' کے الفاظ کا اضافہ نقل کیا ہے، شاید اس سے اُن کا مقصد اِس حدیث کا مصداق معیّن کرنا ہوگا، لیکن جب یزید بن معاویہ سے قبل سنت نبوی میں کئی تبدیلیاں ہو چکی تھیں اور خود یزید کا اقتدار بھی اُنہیں تبدیلیوں کا نتیجہ تھا تو پھر کسی حدیث میں ایسے اضافے کیسے جائز ہو سکتے ہیں جن کی وجہ سے نبوی پیش گوئی واقعاتی حقائق کے مطابق نہ ہو۔ بلاشبہ بنو امیہ میں سے یزید بن معاویہ بھی تغییرِ سنت

Presented by Ziaraat.com

کا مرتکب ہوا لیکن اس سلسلے میں وہ پہلا شخص نہیں ہے بلکہ پہلا شخص اُس کا باپ ہے۔ چنانچہ مشہور سلفی مصنف علامہ محمد بن اسماعیل الامیر الصنعانی یمانی مذکورہ اضافی الفاظ کے بعد لکھتے ہیں:

قُلْتُ : وَكَانَ يَقَعُ لَنَا أَنَّهُ مُعَاوِيَةُ ، لأَنَّهُ بَدَّلَ كَثِيْرًا مِنَ السُّنَّةِ ، كَتَغْيِيْرِهِ سُنَّةَ "الْوَلَدُ لِلْفَرَاشِ" بِاسْتِلْحَاقِ زِيَادِ بْنِ أَبِيْهِ ، وَاسْتَأْثَرَ عَلَى الأَنْصَارِ وَغَيَّرَ وَصِيَّةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْهِمْ ، وَبَاعَ سِقَايَةً مِنْ ذَهَبٍ وَوَرَقٍ بِأَكْثَرَ مِنْ وَزْنِهَا.

''میں کہتا ہوں: ہمارے سامنے حقیقت یہ ہے کہ اس سے مراد معاویہ ہے، اس لیے کہ اُنہوں نے بہت سی سنتوں کو تبدیل کیا، جیسا کہ حدیث ''الْوَلَدُ لِلْفَرَاشِ'' کو زیاد ابن ابیہ کے استلحاق سے تبدیل کیا، انصار رضی اللہ عنہم پر دوسروں کو ترجیح دی، اُن کے بارے میں وصیتِ نبوی ﷺ کو تبدیل کر دیا اور سونے اور چاندی کے برتن کو اُس کے اصل وزن سے زائد میں بیچا''۔

اس حدیث کی تشریح کے آخر میں علامہ صنعانی نے یہ بھی لکھا ہے:

وَوُرُوْدُ النَّصِّ بِأَنَّهُ ابْنُهُ لَا مَجَالَ لِلنَّظَرِ.

''نص کی موجودگی میں کہ اس سے اُن کا بیٹا مراد ہے، قیاس کی گنجائش نہیں''۔

(التنوير شرح الجامع الصغير ج ٤ ص ٣٤٤)

لیکن بادی النظر میں ''يُقَالُ لَهُ يَزِيْدُ'' کا تفسیری جملہ مدرج معلوم ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کو کچھ محدثین نے نقل ہی نہیں کیا۔ چنانچہ امام ابن عدی جیسے ماہر محدث کے کلام سے بھی یہ تأثر ملتا ہے کہ یہ الفاظ نبی کریم ﷺ سے منقول ہیں اور نہ ہی یہ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہیں بلکہ یہ کسی اور شخص نے اپنی طرف سے وضاحتاً شامل کر دیے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

وَ فِي بَعْضِ الأَخْبَارِ مُفَسَّرًا زَادَ يُقَالُ لَهُ : يَزِيْدُ.

''بعض روایات میں وضاحتی اضافہ ہے کہ اُس کو یزید کہا جائے گا''۔

(الكامل في ضعفاء الرجال ج ٤ ص ٩٧)

بعد میں اِن الفاظ کے شامل کرنے کی اہم دلیل ایک اور حدیث سے ملتی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

''جب یزید بن ابوسفیان شام پر امیر تھا تو مسلمانوں نے ایک جنگ کی، اُس میں جو مال غنیمت ہاتھ آیا اُس میں ایک خوبصورت لڑکی تھی جو کسی مسلمان کے حصہ میں آئی۔ یزید بن

Presented by Ziaraat.com

ابوسفیان نے اُس کو اپنے پاس منگوالیا، اُن دنوں سیدنا ابوذر ؓ شام میں تھے، اُس شخص نے اُن کے ہاں شکایت کی تو سیدنا ابوذر ؓ اُس کی مدد کے لیے یزید بن ابی سفیان کے پاس گئے اور اُسے کہا کہ وہ لونڈی اس شخص کو واپس کر دو۔ یزید نے پس و پیش سے کام لیا تو اُنہوں نے فرمایا: اگر تم پس و پیش ایسا کرتے ہو تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا تھا:

أَوَّلُ مَنْ يُبَدِّلُ سُنَّتِي رَجُلٌ مِنْ بَنِي أُمَيَّةَ.

پہلا شخص جو میری سنت کو تبدیل کرے گا وہ بنوامیہ سے ہوگا۔

یہ کہہ کر وہ چل دیے تو یزید بن ابی سفیان اُن کے پیچھے گیا اور کہا: میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں، کیا وہ میں ہوں؟ فرمایا: نہیں۔ اس پر یزید نے وہ لونڈی اُس شخص کو لوٹا دی"۔

(تاريخ دمشق ج٦٥ ص ٢٥٠؛ إتحاف الخيرة المهرة ج٦ ص ٤٠٨ حديث ٦١٦٠)

کیا ابوالعالیہ اور ابوذر ؓ کی ملاقات ہوئی؟

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ حضرت ابوالعالیہ اور سیدنا ابوذر ؓ کی ملاقات ثابت نہیں ہے، لہٰذا یہ حدیث مرسل ہے، لیکن یہ اُن کی مغالطہ آفرینی یا غلط فہمی ہے، کیونکہ اِن دونوں حضرات کی باہم ملاقات ثابت ہے۔ چنانچہ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قَالَ خَالِدٌ أَبُو الْمُهَاجِرِ ، عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ : كُنْتُ بِالشَّامِ مَعَ أَبِي ذَرٍّ.

"ابوالمہاجر خالد حضرت ابوالعالیہ سے روایت کرتے ہیں کہ اُنہوں نے فرمایا: میں شام میں سیدنا ابوذر ؓ کے ساتھ تھا"۔

(سير أعلام النبلاء ج٤ ص ٢٠٩)

اس سے قبل امام ذہبی اُن کا سیدنا ابوذر ؓ سے سماع بھی نقل کر چکے ہیں، اُن کے الفاظ ہیں:

وَسَمِعَ مِنْ عُمَرَ وَعَلِيٍّ ، وَأُبَيٍّ ، وَأَبِي ذَرٍّ.

"اور اُنہوں نے سیدنا عمر، علی، اُبی بن کعب اور ابوذر ؓ سے سنا ہے"۔

(سير أعلام النبلاء ج٤ ص ٢٠٧)

اِس سے معلوم ہوا کہ واقعی " يُقَالُ لَهُ : يَزِيدُ" کے الفاظ بعد کی ایجاد ہیں۔ اگر نبی کریم ﷺ نے

Presented by Ziaraat.com

حدیث میں کسی اُموی شخص کو نامزد کیا ہوتا تو سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ جو اِس حد تک صاف اور واضح بات کرنے کے عادی تھے کہ توریہ، تعریض اور کنایہ وغیرہ کے روادار بھی نہیں تھے، وہ ضرور یزید بن ابی سفیان کو فرما دیتے کہ ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی یزید کا نام تو لیا تھا لیکن یہ معلوم نہیں کہ وہ تم ہو یا کوئی اور۔ خیال رہے کہ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کا وصال ۳۱، یا ۳۲ھ میں ہوا تھا اور اُس وقت یزید بن معاویہ کی عمر چھ سات سال کی تھی اور وہ اُس وقت کوئی قابل ذکر چیز نہیں تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں جب اُسے اقتدار ملا اور اُس کے پرپُرزے نکلے یعنی اُس کی اصلیت ظاہر ہوئی تو یہ سب کچھ دیکھنے کے بعد بعض لوگوں نے "يُقَالُ لَهُ : يَزِيدُ" کے الفاظ کا اضافہ کر دیا، ورنہ اصلاً یہ الفاظ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں ہیں۔

انتخاب کو وراثت میں کس نے بدلا؟

علامہ البانی ایسے سلفی محدث نے بھی اس اضافہ کو اپنی کتاب "السلسلة الصحيحة" میں لانے کی زحمت نہیں فرمائی اور اُنہوں نے کسی شخص کا نام لیے بغیر اُسی شخص کو سنتِ نبوی میں تبدیلی کرنے والا کہا ہے جس نے نظامِ انتخاب کو وراثت میں تبدیل کیا۔ چنانچہ اُنہوں نے پہلے "مِنْ أَعْلَامِ نُبُوَّتِهِ ﷺ الْغَيْبِيَّةِ" (نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غیبی خبریں دینا) کا عنوان قائم کیا ہے، پھر یہی حدیث نقل کر کے لکھا ہے:

وَلَعَلَّ الْمُرَادَ بِالْحَدِيثِ تَغْيِيرُ نِظَامِ اِخْتِيَارِ الْخِلَافَةِ وَجَعْلِهِ وِرَاثَةً.

''شاید اس حدیث سے مراد انتخابِ خلافت کو بدلنا اور اُسے موروثی بنانا ہے''۔

(السلسلة الأحاديث الصحيحة للألباني ج ٤ ص ٣٢٩، ٣٣٠ حديث ١٧٤٩)

اِس تبدیلی کا بھیانک انجام

ظاہر ہے کہ خلافتِ راشدہ کے بعد جس نے اقتدار کا رُخ طریقۂ انتخاب سے وراثت کی طرف موڑا وہ معاویہ بن ابی سفیان ہے اور اُن کا بیٹا یزید اُن کے اعمال میں سے ایک عمل ہے۔ سنتِ نبوی کو تبدیل کرنے کا یہ اقدام کس قدر خطرناک اور بھیانک تھا؟ اس کا کچھ اندازہ فاضل دیوبند علامہ سعید احمد اکبر آبادی کے اِن الفاظ سے لگایا جا سکتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''امیر معاویہ نے اپنی زندگی میں ہی اپنے بیٹے یزید کے لیے بیعتِ خلافت لے کر اس طرزِ حکومت کو ایسا استوار کر دیا کہ آج تک اس کی بنیادیں قائم ہیں۔ اس وقت صحابہ میں اوران

Presented by Ziaraat.com

کے علاوہ تابعین میں بعض ایسے افراد موجود تھے کہ اگر حضرت معاویہ ان میں سے حضرت عمر کی طرح چند حضرات کا یا حضرت ابوبکر کی طرح کسی ایک شخص کا انتخاب فرما کر بطور وصیت ان کے حق میں خلافت کی سفارش کر جاتے تو بے شبہ وہ فساد پیدا نہ ہوتا جو یزید کو خلیفہ بنانے سے پیدا ہوا، اور جس کے باعث بادشاہت محض ایک خاندانی ورثہ ہو کر رہ گئی۔ خلیفہ کے لفظ میں دینی اقتدار کا مفہوم بھی شامل تھا، اس لیے بنوامیہ نے اس لقب کو ترک نہیں کیا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ خلافت اب ختم ہو چکی تھی اور یہ جو کچھ بھی تھا ایک فریب اصطلاح سے زیادہ اور کوئی وقعت نہیں رکھتا تھا۔

امیر معاویہ نے جس طرح حکومت بجبر حاصل کی تھی، اسی طرح یزید کی بیعتِ خلافت بھی بجبر لی گئی، جو حضرات دل سے اس کو پسند نہیں کرتے تھے، ان کو بھی بیعت کے لیے ہاتھ بڑھا دینا پڑا، ملوکیت یا شخصی حکومت کا سب سے زیادہ برا اثر یہ ہوتا ہے کہ عوام میں حریتِ فکر اور آزادیٔ بیان کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور قہر و غلبہ اور استبداد و تشدد کی فراوانی ہو جاتی ہے۔ بنوامیہ میں ملوکیت کے یہ تمام جراثیم پائے جاتے تھے"۔

(مسلمانوں کا عروج وزوال ص ۵۳)

یہاں پہلے سیدنا جابر بن عبداللہ اور ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا وہ قول مدنظر رکھیے جو ہم اس سے قبل نقل کر چکے ہیں کہ اُنہوں نے خود بیعتِ معاویہ کو بھی ضلالت قرار دیا تھا اور پھر مجبوراً بیعت کر بھی لی تھی، اور پھر اندازہ لگائیے کہ جس شخص نے خود بھی جنگ وجدال کے ذریعے حکومت حاصل کی اور اپنے بیٹے کی بیعت بھی جبر واستبداد سے حاصل کر کے نظامِ خلافت کی انتخابی سنت کو جبر و وراثت میں تبدیل کر دیا، اُس کے بارے میں کیسے باور کیا جا سکتا ہے کہ اُس کے حق میں "اللّٰھُمَّ اجعَلْہُ ھَادِیًا مَّھْدِیًا وَاھْدِ بِہٖ" کے مشتمل الفاظ پر دعائے نبوی کی حدیث غیر موضوع ہے؟ کیا معاذ اللہ، یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ موصوف کے لیے نبی کریم ﷺ نے جو دعا فرمائی تھی اُس کے اندر دوسری بدعات اور سب وشتم کے علاوہ خلافت کو ملوکیت میں بدلنے کی طاقت کی دعا بھی تھی؟

تقریرِ یزید میں ہمارے لوگوں کی نکتہ آفرینی

یزید پلید کی جس ولی عہدی اور جانشینی کو سلفی حضرات اور علماء دیوبند نے جبر، فساد اور سنت نبوی کی تبدیلی

Presented by Ziaraat.com

تک تسلیم کیا ہے، بڑے افسوس کی بات ہے کہ اُس تبدیلی کو کچھ نام نہاد عشاقانِ مصطفیٰ سنتِ انبیاء کہنے سے بھی باز نہیں آئے۔ چنانچہ امیر اہل سنت ایک مقام پر شیطانی وسوسہ اور بزعم خویش اُس کی بیخ کنی کی کوشش میں لکھتے ہیں:

''وسوسہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے یزید کو جانشین مقرر فرمایا اور اپنے بیٹے کو خلیفہ مقرر کرنا درست نہیں۔

جواب: میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اس طرح کے اعتراض اور شیطانی وسوسے مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ کمزور ہیں کیونکہ پہلے خلیفہ کا دوسرے کو اپنی زندگی میں خلیفہ کرنا درست ہے چنانچہ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس وسوسے کی کاٹ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: خلافت کی سپردگی کے چند طریقے ہیں۔(۱) رائے عامہ سے خلیفہ بننا جیسے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت (۲) پہلے خلیفہ کے انتخاب سے خلافت جیسے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت (۳) خاص اہل حل وعقد کے انتخاب سے خلافت جیسے حضرت عثمان وعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خلافت۔

اگر مذکورہ اعتراض کی وجہ سے (حضرت) امیر معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) قصوروار ہیں تو یہی اعتراض حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پر بھی آئے گا۔

اپنے بیٹے کو اپنا جانشین کرنا کسی آیت یا حدیث کی رو سے ممنوع نہیں اگر ممنوع ہے تو وہ آیت یا حدیث پیش کرو۔ آج عام طور پر صوفیاء مشائخ سلاطین اپنی اولاد کو گدی نشین اپنا جانشین بناتے ہیں کیا ان مشائخ صوفیاء کرام کو فاسق کہو گے؟

غرض کہ اپنی اولاد کو اپنا جانشین کرنا کسی آیت وحدیث کی رو سے جرم نہیں۔ اس سے پہلے امام حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے خلیفہ بن چکے تھے، بیٹے کا خلیفہ بننا حضرت حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے شروع ہوا۔

حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے دعا کی کہ مولیٰ میرے بھائی ہارون (علیہ السلام) کو میرا وزیر بنا دے **وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ أَهْلِيْ، هَارُوْنَ أَخِيْ، اُشْدُدْ بِهٖ أَزْرِيْ، وَأَشْرِكْهُ فِيْ أَمْرِيْ.** ترجمہ کنز الایمان۔ اور میرے لیے میرے گھر والوں میں سے ایک وزیر کردے، وہ کون میرا بھائی ہارون اس سے میری کمر مضبوط کر اور اسے میرے کام میں شریک کر۔ آپ کی یہ

Presented by Ziaraat.com

دعا قبول فرمائی گئی رب نے آپ پر ناراضی نہ فرمائی کہ تم اپنوں کے لیے کوشش کیوں کرتے ہو۔

حضرت سیدنا زکریا علیہ السلام نے رب العالمین سے فرزند مانگا اور دعا کی کہ وہ میرا بیٹا میرا جانشین ہو یہ دعا قبول ہوئی رب فرماتا ہے: فَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا. يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ. ترجمہ کنزالایمان: ''تو مجھے اپنے پاس سے کوئی ایسا دے ڈال جو میرا کام اٹھالے، وہ میرا جانشین ہو اور اولادِ یعقوب کا وارث ہو۔''

غرض کہ اپنے فرزند اپنے بھائی اپنے اہلِ قرابت کو اپنا نائب کرنا نہ حرام ہے نہ مکروہ بلکہ اس کی کوشش کرنا اس کی دعا کرنا انبیاء سے ثابت ہے''۔

(فیضان امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ص ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱)

امیر اہلِ سنت کی نکتہ آفرینی کا جائزہ

اس عبارت میں پانچ دلائل دیے گئے ہیں:

۱۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانا

۲۔ قرآن وسنت میں بیٹے کو خلیفہ بنانے کی ممانعت کا نہ ہونا

۳۔ صوفیاء مشائخ سلاطین کا اپنی اولاد کو گدی نشین اپنا جانشین بنانا

۴۔ بیٹے کا خلیفہ بنا حضرت حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے شروع ہوا۔

۵۔ انبیاء کرام علیہم السلام کا اپنے لیے اپنی اولاد کو بطور جانشین مانگنا۔

یہ پانچوں کے پانچوں دلائل نہ صرف یہ کہ تارِ عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور ہیں بلکہ کتاب وسنت کی روشنی میں مردود و باطل بھی ہیں۔

۱۔ امیر اہلِ سنت کی سب سے پہلی دلیل ہے:

''سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانا''۔

یہ دلیل اس لیے مردود و باطل ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بیٹے نہیں تھے، بلکہ اُن دونوں کا خاندان بھی ایک نہیں تھا۔ اول الذکر بنو عدی سے تھے اور ثانی الذکر بنو تیم سے، جبکہ وسوسہ یا اعتراض کی وجہ بیٹے کو اپنی زندگی میں خلیفہ بنانا ہے۔ پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ تنہا نہیں کیا تھا بلکہ اِس

Presented by Ziaraat.com

سلسلہ میں اُنہوں نے متعدد اکابر صحابہ کرام ﷺ سے مشورہ بھی کیا تھا۔

۲۔ امیر اہل سنت کی دوسری دلیل ہے:

''قرآن وسنت میں بیٹے کو خلیفہ بنانے کی ممانعت کا نہ ہونا''۔

یہ دلیل بھی مردود و باطل ہے، اس لیے کہ کتاب وسنت میں امانتوں کو لائق لوگوں کے سپرد کرنے کا حکم ہے، اور معاویہ نے اپنے نالائق بیٹے کو اپنی وفات سے کئی برس قبل اپنا ولی عہد بنانے کی کوششیں شروع کر دی تھیں۔ اکثر مؤرخین نے لکھا ہے کہ ۵۱ھ میں اُنہوں نے بیعت یزید کے لیے شہروں کے دورے شروع کر دیے تھے اور اسی مقصد کی خاطر وہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ بھی آئے تھے۔

(تاريخ خليفة بن خياط ص۲۱۳)

وہ مدینہ منورہ اور مکۃ المکرمہ میں تو اس مقصد کی خاطر ۵۱ھ میں آئے تھے مگر دوسرے مقامات پر وہ یہ کام اس سے قبل شروع کر چکے تھے، کیونکہ یزید کو ولی عہد بنانے میں اُنہوں نے مغیرہ بن شعبہ کا مشورہ بھی قبول کیا تھا اور مغیرہ کی وفات ۵۰ میں ہوئی تھی، اور چونکہ اسی مشورہ کی بدولت مغیرہ کو تاحیات گورنری پر بحال کر دیا گیا تھا، لہٰذا ظاہر ہے کہ مغیرہ کی وفات یعنی [۵۰ھ] سے قبل ہی یزید کی ولی عہدی کے لیے بھاگ دوڑ شروع کر دی گئی تھی۔ امام ابن اثیر جزری نے لکھا ہے کہ ۵۶ھ میں لوگوں نے یزید کی ولی عہدی کی بیعت کر لی تھی اور اُس کی ابتدا مغیرہ بن شعبہ سے ہوئی تھی۔ جبکہ امام ابن اثیر اس سے قبل سنہ ۵۰ھ میں مغیرہ کی وفات لکھ چکے ہیں۔

(الكامل فى التاريخ ج۳ص۵۹، ۹۷)

حتیٰ کہ امام ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

وَكَانَ مُعَاوِيَةُ قَدْ أَشَارَ بِالْبَيْعَةِ إِلىٰ يَزِيْدَ فِيْ حَيَاةِ الْحَسَنِ، وَعَرَّضَ بِهَا وَلٰكِنَّهُ لَمْ يَكْشِفْهَا وَلَا عَزَمَ عَلَيْهَا إِلَّا بَعْدَ مَوْتِ الْحَسَنِ.

''معاویہ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی حیات میں ہی یزید کی بیعت کی طرف اشارے اور کنائے کرتے تھے لیکن اُنہوں نے اس چاہت کا برملا اظہار اور عزم امام حسن علیہ السلام کی شہادت کے بعد کیا تھا''۔

(الاستيعاب ج۱ص۲۴۳)

یہ بات حق ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ معاویہ سیدنا امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی شہادت پر خوش ہوئے تھے، جیسا

Presented by Ziaraat.com

کہ ہم اس سے قبل ''کیا امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی شہادت مصیبت نہیں تھی؟'' کے عنوان کے تحت بعض احادیث نقل کر چکے ہیں۔ امام ابن اثیر اور حافظ ابن کثیر نے امام حسن علیہ السلام کی شہادت ۴۹ھ میں لکھی ہے۔

(الكامل في التاريخ ج۳ص۵۸؛البداية والنهاية ج۸ص۳۲)

جبکہ معاویہ کی وفات [۶۰ھ] میں ہوئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ کم از کم اپنی وفات سے دس گیارہ سال قبل ہی یزید خبیث کی بیعت کے لیے کوشاں ہو گئے تھے۔ ایمان وانصاف سے بتائیے کہ کیا اُس وقت یزید پلید سے بہتر لوگ موجود نہیں تھے؟ اگر تھے اور یقیناً تھے تو لائق حضرات کو چھوڑ کر نالائق شخص کو مسلمانوں کی باگ ڈور تھما دینا قرآن وسنت سے روگردانی نہیں تو اور کیا ہے؟

یاد رکھئے کہ اس ولی عہدی کو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فرزند خال المومنین سیدنا عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے ہرقلی طریقہ قرار دیا تھا۔ جیسا کہ متعدد محدثین ومفسرین کرام نے ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

(تفسير النسائي ج۲ص۲۹۰حديث۵۵۱؛السنن الكبرى للنسائي ج۱۰ص۲۵۷حديث۱۱۴۲۷؛ المستدرك ج۴ص۴۸۰وط: ج۵ص۴۷۸حديث۸۵۳۰؛تفسير ابن كثير ج۴ص۱۷۲؛الكافي الشاف ص۲۵۵؛الدر المنثور ج۷ص۴۴۴وط: ج۱۳ص۳۲۸؛فتح القدير للشوكاني ج۵ص۲۶؛ فتح البيان للقنوجي ج۱۳ص۲۶؛روح المعاني ج۱۴ص۳۲)

نیز خال المومنین (بشرط جواز) سیدنا عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے اِس ولی عہدی کو محبت ِپدری کا شاخسانہ بھی قرار دیا ہے۔ چنانچہ اُن کے الفاظ ہیں:

وَمَا جَعَلَهَا مُعَاوِيَةُ إِلَّا كَرَامَةً لِوَلَدِهِ.

''معاویہ نے یہ معاملہ فقط اپنے بیٹے کے وقار کے لیے کیا ہے''۔

(تفسير ابن أبي حاتم ج۱۰ص۳۲۹۵؛تفسير ابن كثير ج۴ص۱۷۱؛الكافي الشاف ص۲۵۵؛ تاريخ الخلفاء ص۱۵۶)

اس حقیقت کو حافظ ابن کثیر نے یوں ادا کیا ہے:

وَذَاكَ مِنْ شِدَّةِ مَحَبَّةِ الْوَالِدِ لِوَلَدِهِ.

''اور یہ سب کچھ والد کی اپنے ولد (بیٹے) سے شدید محبت کے باعث تھا''۔

(البداية والنهاية لابن كثير ج۸ص۱۱۶)

Presented by Ziaraat.com

اس جملہ کا ترجمہ علامہ عبدالرشید نعمانی کی عبارت کے ضمن میں یوں ہے:

''مگر معاویہ تو بس اپنے بیٹے کو اعزاز بخشنا چاہتے ہیں''۔

(حادثۂ کربلا کا پس منظر ص ۲۸۰)

علامہ ابن خلدون تک نے لکھا ہے:

ثُمَّ اقْتَضَتْ طَبِيْعَةُ الْمُلْكِ الانْفِرَادَ بِالْمَجْدِ وَاسْتِئْثَارِ الْوَاحِدِ بِهِ وَلَمْ يَكُنْ لِمُعَاوِيَةَ أَنْ يَدْفَعَ ذٰلِكَ عَنْ نَفْسِهٖ وَقَوْمِهٖ.

علامہ ابوالحسن علی ندوی نے ان الفاظ کا ترجمہ یوں کیا ہے:

''مگر سلطنت کا خاصہ یہی ہے کہ آدمی تنہا اپنے لیے اس کا طلب گار ہوتا ہے اور اس کو اپنے لیے محفوظ رکھنا چاہتا ہے، حضرت معاویہ کے اختیار میں نہ تھا کہ اس خاصیت کو اپنی ذات اور اپنی قوم سے الگ کر دیتے''۔

(مقدمة ابن خلدون ج۱ ص۲۱۸؛ المرتضى للندوي ص ۲٤٦)

غرضیکہ یہ ولی عہدی خواہش نفسانی پر مبنی تھی، اگر امیر اہل سنت کو اب بھی سمجھ نہ آئی ہو تو وہ ذرا حافظ ابن کثیر کی درج ذیل تصریح میں غور کریں۔ وہ لکھتے ہیں:

''یزید کے لیے راہ ہموار کرنے پر سعید بن عثمان بن عفان نے معاویہ کو عتاب کیا اور ان سے مطالبہ کیا کہ وہ یزید کی جگہ اُن کو مقرر کریں حتیٰ کہ یہ بھی کہا کہ میرے والد (عثمان غنیؓ) کی تم پر بڑی عنایتیں ہیں اور ان ہی عنایتوں کی بدولت تم اس مرتبہ کو پہنچے ہو، اور تم نے مجھ پر اپنے بیٹے کو مقدم کر دیا ہے؟ حالانکہ میں اپنے ماں باپ اور اپنی ذات کے لحاظ سے اُس سے بہتر ہوں۔ اس پر معاویہ نے جواباً کہا: تم نے جو مجھ پر اپنے باپ کے احسان کا ذکر کیا ہے تو اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا، اور تمہارے باپ کا یزید کے باپ سے بہتر ہونا بھی حق بات ہے، اور تمہاری ماں کا یزید کی ماں سے بہتر ہونا بھی حق بات ہے کہ تمہاری ماں قرشیہ ہے اور یزید کی ماں کلبیہ ہے تو وہ اس سے بہتر ہے، اور رہ گیا تمہارا یزید سے بہتر ہونا:

فَوَاللّٰهِ لَوْ مُلِئَتْ إِلَى الْغُوْطَةِ رِجَالاً مِثْلَكَ لَكَانَ يَزِيْدُ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْكُمْ كُلِّكُمْ.

''تو اللہ کی قسم اگر میرے سامنے غوطہ (شام میں ایک جگہ) کو تمہاری مثل شخصوں سے بھر دیا جائے

Presented by Ziaraat.com

پھر بھی یزید مجھے ان سب سے زیادہ محبوب ہوگا''۔

(البداية والنهاية لابن كثير ج۸ص ۱۱۵،۱۱٦)

اِن عربی الفاظ میں غور فرمایئے کہ اُن کے جذبہ میں للّٰہیت تھی یا خواہش؟ اگر خواہش تھی تو یہ قرآن مجید کے خلاف ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام تک کو ارشاد فرمایا ہے:

یَا دَاوٗدُ إِنَّا جَعَلْنَاکَ خَلِیْفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْکُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰی فَیُضِلَّکَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ.

''اے داود بے شک ہم نے تجھے زمین میں نائب کیا تو لوگوں میں سچا حکم کر اور خواہش کے پیچھے نہ جانا کہ تجھے اللہ کی راہ سے بہکا دے گی''۔(ترجمہ کنز الإیمان)

(صٓ:۲٦)

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ معاویہ کا اپنے بیٹے کو اپنی زندگی میں ولی عہد مقرر کرنے کی سعی کرنا خواہش نفسانی پر مبنی تھا تو پھر اُن کا یہ اقدام سراسر قرآن مجید کے خلاف ہوا، کیونکہ قرآن میں خواہشِ نفسانیہ کی اتباع سے ممانعت آئی ہے؟ اگر امیر اہل سنت کو انکار ہو کہ یہ خواہش نفسانی نہیں تھی تو پھر اُن سے سوال ہے کہ اُس ولی عہدی کی تکمیل کے لیے معاویہ نے رشوتیں کیوں دی تھیں؟ تفصیل کے لیے گزشتہ صفحات میں ''ہادی مہدی اور رشوت'' کا عنوان ملاحظہ فرمائیں۔

نیز اِس خلافِ شرع کام کی تکمیل کے لیے موصوف نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دھمکیاں بھی دی تھیں اور کذب بیانی بھی کی تھی۔ اس سلسلے میں میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے معتمد علماء کرام کی تصریحات ''یزید کی بیعت اتنا آسان؟'' کے عنوان کے تحت گزر چکی ہیں۔

یزید کی ولی عہدی: خواہش یا سنت؟

ہمارے لوگوں نے تو یزید کی باطل ولی عہدی کو سنت انبیاء بنا ڈالا ہے، لیکن خدا کی قدرت دیکھیے کہ اللہ تعالیٰ نے خود یزید کے باپ کی زبان سے ''ھَوٰی'' (خواہش) کا لفظ صادر کرا دیا تھا۔ چنانچہ مصعب زبیری متوفی ۲۳٦ھ لکھتے ہیں:

وَکَانَ مُعَاوِیَةُ یَقُوْلُ : لَوْلَا هَوَايَ فِيْ یَزِیْدَ لَأَبْصَرْتُ طَرِیْقِيْ.

Presented by Ziaraat.com

''معاویہ یہ کہا کرتے تھے: اگر یزید کے بارے میں میری خواہش نہ ہوتی تو میں اپنی راہ دیکھ لیتا''۔

(نسب قریش ص۱۲۷؛ تاریخ دمشق ج۶۵ ص۳۹۵)

''اپنی راہ دیکھ لیتا'' سے کیا مراد ہے؟ اس سے مراد ہے خواہش سے محفوظ رہتا اور اعتدال و میانہ روی قائم رکھ سکتا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ امام ابن عساکر کے ہاں لفظ ''طَرِيْقِيْ'' کی بجائے لفظ ''قَصْدِيْ'' ہے، اور اس کا معنیٰ ہے ''میانہ روی''۔ قرآن مجید میں ہے کہ حضرت لقمان حکیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو جو نصیحتیں فرمائیں اُن میں ایک نصیحت یہ بھی تھی:

وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ. (لقمان: ۱۹)

''اور میانہ چال چل''۔ [ترجمہ کنز الإیمان]

مجد الدین فیروز آبادی لکھتے ہیں:

اَلْقَصْدُ: اِسْتِقَامَةُ الطَّرِيْقِ... وَضِدُّ الإِفْرَاطِ.

''قصد کا معنیٰ ہے: سیدھی راہ اور یہ افراط کی ضد ہے''۔

(القاموس المحیط ص۱۳۲۸)

علامہ بلاذری نے تو ایسے الفاظ نقل کیے ہیں کہ کسی تشریح کی حاجت ہی نہیں رہتی۔ وہ لکھتے ہیں کہ امیر شام نے بوقتِ وفات ایک مکالمہ میں مروان بن الحکم کو کہا تھا:

وَلَوْلَا هَوَايَ فِيْ يَزِيْدَ لَأَبْصَرْتُ رُشْدِيْ.

''اگر میری خواہش آڑے نہ آتی تو میں یزید کے معاملہ میں ہدایت کو پالیتا''۔

(أنساب الأشراف للبلاذري ج۵ ص۳۵)

یاد رہے کہ یہ جملہ ایک طویل روایت سے لیا گیا ہے اور اُس کی سند میں کلام ہے۔ علامہ ابن حجر مکی وغیرہ کے نزدیک وہ روایت قابل قبول ہے۔ سو جو لوگ اس سے استدلال کرتے ہیں وہ خود سوچیں کہ موصوف کو اُن کے لختِ جگر یزید پلید کی محبت نے کہاں پہنچا دیا؟ ﴿ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾

۳۔ امیر اہل سنت کی تیسری دلیل ہے:

''صوفیاء مشائخ سلاطین کا اپنی اولاد کو گدی نشین اپنا جانشین بنانا''۔

جنابِ والا صوفیہ، مشائخ اور سلاطین کے عمل سے شریعت نہیں بنتی، اور کسی بھی سچے صوفی نے کبھی بھی

Presented by Ziaraat.com

دوسرے اہل لوگوں پر ترجیح دیتے ہوئے اپنی اولاد کو خلیفہ نہیں بنایا اور اگر کسی نام نہاد صوفی نے ایسا کیا ہو تو یقیناً اُس کا یہ اقدام عدل کے منافی ہونے کی وجہ سے مردود و باطل ہے۔

۴۔ امیر اہل سنت کی چوتھی دلیل ہے:

''بیٹے کا خلیفہ بننا حضرت حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے شروع ہوا''۔

جناب والا: اگر امیر اہل سنت بھی مغالطہ آفرینی سے کام لیں تو پھر غرباء اہل سنت کی راہنمائی کون کرے گا؟ یہاں بات ہو رہی ہے کہ ''باپ اپنے بیٹے کو خلیفہ بنائے'' بیٹا از خود بن جائے یا عوام اُسے منتخب کریں، یہ زیر بحث ہی نہیں۔ سیدنا علی علیہ السلام نے قطعاً اپنے بیٹے کو خلیفہ نہیں بنایا تھا، حتیٰ کہ اُنہیں درخواست کی گئی تھی کہ کسی کو اپنی زندگی میں اپنا خلیفہ مقرر فرما جائیں تو درخواست کے باوجود بھی اُنہوں نے صاف انکار فرما دیا تھا۔ چنانچہ امام احمد اور دوسرے محدثین کرام لکھتے ہیں:

''عبداللہ بن سبع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے سیدنا علی علیہ السلام کو بیان فرماتے ہوئے سنا: عنقریب ضرور میری یہ ڈاڑھی میرے سر کے خون سے رنگین ہوگی۔ لوگوں نے عرض کیا: امیر المومنین! ہمیں اُس بندے کے متعلق آگاہ فرمائیں ہم اُس کی نسل کو بھی مٹا دیں گے۔ فرمایا: پھر تو تم میرے غیر قاتل کو قتل کر دو گے۔

قَالُوْا اسْتَخْلِفْ عَلَيْنَا. قَالَ: لَا، وَلٰكِنْ أَتْرُكُكُمْ إِلٰى مَا تَرَكَكُمْ إِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالُوْا فَمَا تَقُوْلُ لِرَبِّكَ إِذَا أَتَيْتَهُ؟ وَقَالَ وَكِيْعٌ مَرَّةً: إِذَا لَقِيْتَهُ؟ قَالَ: أَقُوْلُ: اللّٰهُمَّ تَرَكْتَنِيْ فِيْهِمْ مَا بَدَا لَكَ، ثُمَّ قَبَضْتَنِيْ إِلَيْكَ وَأَنْتَ فِيْهِمْ، فَإِنْ شِئْتَ أَصْلَحْتَهُمْ وَإِنْ شِئْتَ أَفْسَدْتَهُمْ.

''لوگوں نے عرض کیا: آپ ہم پر خلیفہ مقرر فرما دیں۔ فرمایا: نہیں، لیکن میں تمہیں اُس ذات کے سپرد کرتا ہوں جس کے سپرد تمہیں رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا۔ اُنہوں نے عرض کیا: تو پھر جب آپ اپنے رب کے حضور جائیں گے تو کیا جواب دیں گے؟ فرمایا: میں عرض کروں گا: اے اللہ! تو نے مجھے اُن میں جب تک چاہا رکھا، پھر تو نے مجھے اپنے پاس بلا لیا اور تیری ذات اُن میں موجود رہی۔ پس تیری مشیت کہ تو اُنہیں سنوار دے یا اُنہیں بگاڑ پر رہنے دے''۔

(مسند أحمد بتحقيق الأرنؤوط ج۲ ص۳۲٤ حديث۱۰۷۸ وص٤٥٠ حديث۱۳٤۰؛ مسند أبي

Presented by Ziaraat.com

يعلى ج۱ ص۴۴۳ حديث ۵۹۰، وص ۲۸۴ حديث ۳۴۱؛ مسند البزار ج۳ ص۹۲، ۹۳ حديث ۸۷۱؛ المصنف لابن أبي شيبة [محمد عوامة] ج۲۰ ص۶۰۹، ۶۱۰ حديث ۳۸۲۵۳، وج۲۱ ص۱۷۴ حديث ۳۸۵۷۹؛ كشف الأستار عن زوائد البزار ج۳ ص۲۰۴، ۲۰۵ حديث ۲۵۷۲؛ أمير المؤمنين الحسن بن علي للصلابي ص۱۹۱)

امیر اہل سنت صاحب! جب آپ خود ہی امیر اہل سنت ہیں تو پھر آپ اپنی تحقیق پیش فرمائیں، بعض حکماء اہل سنت کی تحقیق پر اعتماد نہ فرمائیں۔ جنابِ والا! یہی وہ حکیم الامت ہیں جنہوں نے اپنی دو کتابوں میں رسول اللہ ﷺ کے کسی بھی سالے کو خال المومنین کہنا ممنوع قرار دیا اور جب بعض طلقاء کے دفاع میں کتاب لکھنے بیٹھے تو اُس وقت وہی ممنوع بات جائز ہوگئی۔ کیا دیانت داری اور خدا خوفی اسی کو کہتے ہیں؟؟

خداوندا! یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ درویشی بھی عیاری ہے، سلطانی بھی عیاری!

(بالِ جبریل ص۳۷)

عجیبہ

لطف کی بات یہ ہے کہ امیر اہل سنت کھینچ تان کر جس بات کو سنتِ انبیاء ثابت کرنے کی سعی نامشکور میں مشغول ہیں اُسی بات کو معاویہ بن ابوسفیان کے پوتے معاویہ بن یزید نے گناہ قرار دیا تھا اور اُس نے اپنے باپ یزید اور اپنے دادا معاویہ دونوں کو اپنی اپنی قبر میں گناہوں کی وجہ سے گرفتار کہا تھا۔ چنانچہ اُس نے الگ الگ اپنے باپ اور دادا کے لیے یہ الفاظ استعمال کیے ہیں:

فَصَارَ فِي قَبْرِهِ رَهِينًا بِذُنُوبِهِ.

''تو وہ اپنی قبر میں اپنے گناہوں کے ساتھ گرفتار ہے''۔

(الصواعق المحرقة ص ۲۲۴، وط: ص ۶۰۱؛ حياة الحيوان ج۱ ص ۲۲۱، ۲۲۲)

ناجائز دفاع میں مت ماری گئی

۵۔ امیر اہل سنت کی پانچویں دلیل ہے:

''انبیاء کرام علیہم السلام کا اپنے لیے اپنی اولاد کو جانشین مانگنا''۔

Presented by Ziaraat.com

دنیائے استدلال کے دھنی لوگو! ہوش وخرد کو حاضر رکھ کر دلیل اخذ کیا کرو۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے جو دعا مانگی تھی اُس میں اُنہوں نے اپنی زندگی میں اپنے لیے وزیر (بوجھ اُٹھانے والا) مانگا تھا۔ اُنہوں نے اپنے وصال کے بعد جانشین نہیں مانگا تھا۔ پھر اُنہوں نے یہ دعا اُس وقت مانگی تھی جب اُن کے ساتھ کوئی بھی دوسرا شخص معاون ومددگار نہیں تھا، وہ تن تنہا تھے، نہ اُس وقت تک اُنہوں نے کوئی تبلیغ فرمائی تھی، نہ اُن کی کوئی امت تھی اور نہ ہی اُنہیں کوئی کتاب ملی تھی۔ اُنہیں فرعونی چنگل سے بنی اسرائیل کی آزادی کے لیے بھیجا جارہا تھا تو اُنہوں نے اپنے لیے ایک معاون مانگ لیا تھا اور اُس کی ایک معقول وجہ بھی بارگاہِ الٰہی میں عرض کی تھی۔ وہ یہ کہ بچپن میں انگارہ زبان پر رکھ دینے کی وجہ سے اُن کی زبان مبارک میں کچھ لکنت سی آگئی تھی اس لیے اُنہوں نے عرض کیا تھا:

وَأَخِيْ هَارُوْنُ هُوَ أَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا فَأَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْأً يُّصَدِّقُنِيْ إِنِّيْ أَخَافُ أَنْ يُّكَذِّبُوْنِ.

''اور میرا بھائی ہارون، اُس کی زبان مجھ سے زیادہ صاف ہے تو اسے میری مدد کے لیے رسول بنا کہ میری تصدیق کرے، مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے''۔ [القصص: ٣٤]

بتایئے! اُنہوں نے اپنی زندگی میں اپنے لیے مددگار مانگا تھا یا اپنے بعد اپنا جانشین مانگا تھا؟ اگر آپ کہیں کہ اپنے بعد جانشینی کے لیے مانگا تھا تو پھر آپ ''يَا عَلِيُّ! أَنْتَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسىٰ'' کی کیا تاویل کریں گے؟ امیر اہل سنت صاحب! جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنے لیے اپنے بھائی کو بطور وزیر ومددگار مانگا تھا تو اُس وقت اُن کا تربیت یافتہ کوئی دوسرا شخص نہیں تھا، جبکہ یزید پلید کو جس وقت زبردستی ولی عہد بنایا جارہا تھا تو اُس وقت اُس خبیث سے لاکھوں بہترین افراد موجود تھے۔

اسی طرح سیدنا زکریا علیہ السلام کی دعا کے الفاظ سے بھی ظاہر ہے کہ اُنہیں کوئی ایسا لائق آدمی میسر نہیں تھا جو اُن کا اور بنی اسرائیل کا وارث بنتا۔ اُن کی دعا کے الفاظ جو جناب نے نقل کیے ہیں، یہ ہیں:

فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْکَ وَلِيًّا. يَرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ.

''تو مجھے اپنے پاس سے کوئی ایسا دے ڈال جو میرا کام اٹھالے، وہ میرا جانشین ہو اور اولادِ یعقوب کا وارث ہو''۔ [مریم: ٦]

اگر کہا جائے کہ نہیں اُس وقت دوسرے لائق لوگ بھی موجود تھے مگر اُنہوں نے اپنے خون کا نسبی رشتہ دار مانگا تھا تو میں کہوں گا کہ سیدنا زکریا علیہ السلام نے نسبی رشتے دار کے طور پر بیٹا مانگا اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے نسبی رشتے دار کے طور پر بھائی مانگا تو پھر تو شیعہ لوگوں کا رونا دھونا حق قرار پائے گا، کیونکہ سیدنا علی علیہ السلام نہ صرف یہ کہ نسبی رشتے

Presented by Ziaraat.com

داری میں نبی کریم ﷺ کے بھائی تھے بلکہ وہ مواخات کے لحاظ سے بھی دنیا وآخرت میں آپ کے بھائی تھے۔ نیز بچپن سے آغوشِ نبوت میں آنے اور داماد بننے کی وجہ سے بیٹے کی مانند بھی تھے۔ مَالَکُمْ کَیْفَ تَحْکُمُوْنَ؟

متبعینِ سنت کون، خلفاء راشدین یا معاویہ؟

اگر ان آیات کو آپ کے استدلال کے مطابق ظاہر پر رکھا جائے تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس سنت انبیاء پر خلفاء اربعہ ؓ نے کیوں نہ عمل کیا؟ کیا اُنہیں قرآن سمجھ نہیں آیا تھا، اور اگر اُنہیں قرآن کی سمجھ تھی تو پھر اُنہوں نے قرآن مجید سے عمداً روگردانی کیوں کی؟ حالانکہ وہ چاروں حضرات صاحب اولاد تھے اور اُن سب کی اولاد اُن کے وصال کے وقت عاقل و بالغ تھی اور یزید پلید سے بھی بہتر تھی، آخر اُنہوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت سے کیوں منہ موڑا؟ نیز خود نبی کریم ﷺ نے انبیاء کرام علیہم السلام کے اس طریقہ پر عمل کیوں نہ فرمایا، جبکہ آپ کو قرآن مجید میں حکماً فرمایا گیا ہے کہ آپ اُن کی راہ چلو۔ چنانچہ سورۃ الأنعام آیت نمبر ۸۴ تا ۹۰ میں [۱۷] انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر کیا گیا ہے، جن میں حضرت موسیٰ وزکریا علیہما السلام کے نام بھی ہیں، پھر فرمایا ہے:

أُولٰئِکَ الَّذِیْنَ هَدَی اللّٰهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ.

''یہ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی تو تم اُنہیں کی راہ چلو''۔ [الأنعام: ۹۰]

مفسرین کرام نے اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی کوئی ایسی خوبی نہیں جس کو نبی کریم ﷺ نے اپنایا نہ ہو، لہٰذا سوچ کر بتلایئے کہ اگر انبیاء کرام علیہم السلام کی یہ دعا اچھی تھی اور یقیناً اچھی تھی تو کیا حضور اکرم ﷺ نے اس پر عمل کیا اور اُن کی طرح دعا مانگی؟ اگر جواب اثبات میں ہو تو بتایئے وہ دعا قبول ہوئی یا نہیں؟ اگر کہا جائے کہ قبول نہیں ہوئی تو درجِ ذیل حدیث کی تکذیب ہوتی ہے:

کُلُّ نَبِيٍّ یُجَابُ، وَفِي رِوَایَةٍ: مُجَابٌ.

''ہر نبی کی دعا قبول ہوتی ہے''۔

(المستدرك للحاكم ج١ ص٣٦ حديث ١٠٩ وج٢ ص ٣٧٥ حديث ٣٩٩٦، وج٤ ص ٨٩ حديث ٧٠٩٤؛ تحفة الأخيار بترتيب شرح مشكل الآثار ج٦ ص ١٠٥ حديث ٤٦١٩؛ مشكاة المصابيح ص٣٨ حديث ١٠٩)

اور اگر کہا جائے کہ دعا مانگی بھی گئی اور قبول بھی ہوئی تو پھر سوال پیدا ہوگا کہ کس کے حق میں قبول ہوئی، اور

Presented by Ziaraat.com

جس کے حق میں قبول ہوئی اُسے نبی کریم ﷺ نے اپنی زندگی میں نام زد فرما کر واضح کیوں نہ فرما دیا؟ اگر صحابہ کرام ﷢ پر دعا کا وہ مصداق شخص واضح تھا تو پھر سقیفہ بنوساعدہ میں بحث و تکرار کی نوبت کیوں آئی تھی؟

اتباع میں مقدم کون، آقا ﷺ یا سابقہ انبیاء علیہم السلام؟

یہاں ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ معاویہ نے اپنے نبی (ﷺ) کی سنت پر کیوں نہ عمل کیا؟ جب ہمارے نبی کریم سید الانبیاء والمرسلین ﷺ نے اپنی جانشینی کے لیے بیٹا مانگا اور نہ ہی بیٹوں کی مانند داماد کو اور دوسری معتمد ہستیوں کو اپنی زندگی میں اپنا خلیفہ نام زد فرمایا تو آخر کیا مجبوری تھی کہ معاویہ نے نبی الانبیاء ﷺ کی سنت سے روگردانی کرتے ہوئے بنی اسرائیل کے انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت کو اپنا لیا؟ ہمارے لیے اتباع میں مقدم امام الانبیاء والمرسلین سید العالمین محمد رسول اللہ ﷺ ہیں یا سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام؟ بگوش ہوش سنئے! نبی کریم ﷺ ارشاد فرما رہے ہیں:

وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْأَنَّ مُوْسىٰ كَانَ حَيًّا مَا وَسِعَهٗ إِلَّا أَنْ يَّتَّبِعَنِيْ.

''اُس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے: اگر موسیٰ ﷺ زندہ ہوتے تو اُنہیں میری اتباع کیے بغیر کوئی چارۂ کار نہ ہوتا''۔

(مسند أحمد ج۳ ص۳۸۷، ۳۳۸ وط: [شاکر] ج۱۲ ص۸۵، ۸۶ حدیث ۱۵۰۹٤، وج۱۱ ص۵۰۰ حدیث ۱٤٥٦٥؛ مسند أبي يعلىٰ ج٤ ص۱۰۲ حديث ۲۱۳٥؛ شرح السنة ج۱ ص۲۷۰ حديث ۱۲٦؛ كشف الأستار ج۱ ص۷۸، ۷۹ حديث ۱۲٤؛ جامع بيان العلم وفضله ج۲ ص۸۰٥، ۸۰٦ حديث ۱٤۹۷؛ مجمع الزوائد ج۱ ص۱۷۳، وج۸ ص۲٦۲ وط: بتحقيق حسين سليم أسد ج۲ ص۲٦٦ حديث ۸۱۷، ۸۱۸؛ إرواء الغليل للألباني ج٦ ص۳٤ حديث ۱٥۸۹)

ایک اور حدیث پاک میں ہے:

وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ أَصْبَحَ فِيْكُمْ مُوْسىٰ ثُمَّ اتَّبَعْتُمُوْهُ وَتَرَكْتُمُوْنِيْ لَضَلَلْتُمْ، إِنَّكُمْ حَظِّيْ مِنَ الْأُمَمِ وَأَنَا حَظُّكُمْ مِنَ النَّبِيِّيْنَ.

''اُس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے: اگر موسیٰ ﷺ اب تمہارے درمیان آجائیں اور تم مجھے چھوڑ کر اُن کی پیروی کرنے لگو تو کھلی گمراہی کے مرتکب ہو جاؤ گے،

Presented by Ziaraat.com

بیشک امتوں میں سے تم میرا حصہ ہو اور نبیوں میں سے میں تمہارا حصہ ہوں''۔

(مسند أحمد ج۳ص ۴۷۱ حديث ۱۵۸۰۸؛ المصنف لعبدالرزاق ج٦ص ۱۱۳ حديث ۱۰۱٦۴؛ الجامع لشعب الإيمان ج۷ص ۱۷۰، ۱۷۱ حديث ۴۸۳٦؛ مجمع الزوائد ج۱ ص ۱۷۴، وط: ج۱ ص ۴۲۱ حديث ۸۱۰ وط: ج۲ ص ۲٦۷، ۲٦۸ حديث ۸۱۹؛ جامع بيان العلم وفضله ج۲ ص ۸۰۵، ۸۰٦ حديث ۱۴۹۵؛ إرواغ الغليل للألباني ج٦ ص ۳۷ حديث ۱۵۸۹)

اس سے معلوم ہوا کہ امیر اہل سنت کے استدلال کے مطابق اُن کے ممدوح سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت کو اپنا کر امام الأنبیاء ﷺ کی سنت سے روگردانی کے مرتکب ہوئے۔

تنبیہ

یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ سورۃ الفاتحہ میں انعام یافتہ ہستیوں کی راہ پر چلنے کی دعا سکھائی گئی ہے، اور انبیاء کرام علیہم السلام انعام یافتہ طبقات میں سرفہرست ہیں، لیکن تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا اصول میں دین ایک ہے مگر شریعتیں سب کی جدا جدا ہیں، لہٰذا یہ نہیں کہا جا سکتا کہ معاویہ نے یزید کی ولی عہدی میں سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت پر عمل کر کے انعام یافتہ ہستیوں کی پیروی کی ہے۔

اتباعِ انبیاء یا قرآن سے روگردانی؟

اس سے ایک اور بات بھی نکلتی ہے، وہ یہ کہ امیر اہل سنت کے ممدوح (امیر شام) سے دو وجوہ سے قرآن کریم متروک ہو گیا۔

۱۔ اوّلاً اس طرح کہ قرآن مجید کا حکم ہے کہ رسول اللہ ﷺ تمہیں جو دیں اُسے لے لو، اور چونکہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی سنت و سیرت کی صورت میں یہ طرزِ عمل عطا فرمایا کہ آپ نے کسی بھی شخص کو اپنا جانشین نامزد نہیں فرمایا، لہٰذا امیر اہل سنت کے ممدوح نے امام الانبیاء والمرسلین ﷺ کی سنت سے منہ موڑ کر درحقیقت قرآن مجید سے روگردانی کی ہے۔

۲۔ ثانیاً اس طرح کہ نبی کریم ﷺ نے خلفاء راشدین ﷡ کی سنت کو اہل اسلام پر لازم فرمایا ہے، اور امیر اہل سنت کے ممدوح نے خلفاء اربعہ ﷡ کی سنت سے روگردانی کر کے بیک وقت ارشادِ نبوی ﷺ اور قرآن مجید دونوں سے روگردانی کی ہے۔ اس بات کو اچھی طرح سمجھنے کے لیے یہاں اگر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک استدلال کو

Presented by Ziaraat.com

مدنظر رکھا جائے تو مناسب ہوگا۔امام بیہقی اور امام رازی رحمۃ اللہ علیہما لکھتے ہیں:

''امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ دعویٰ فرمایا کہ تم جس چیز کے بارے میں چاہو مجھ سے پوچھو، میں تمہیں قرآن سے ثابت کردوں گا۔لوگوں نے کہا:احرام کی حالت میں بھڑ (زنبور، پونڈ) کو مارنا جائز ہے؟ فرمایا: ہاں۔اُنہوں نے عرض کیا: یہ قرآن میں کہاں ہے؟ فرمایا: قرآن میں آیا ہے:﴿وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ﴾ [الحشر:]اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:تم میرے بعد ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی اقتدا کرنا،اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حالتِ احرام میں بھڑ کو مارنے کا حکم فرمایا ہے''۔

(ملخصا:السنن الکبری للبیهقي ج ٥ ص ٢١٢،وط: ج ٥ ص ٣٤٧ حدیث ١٠٠٥٥، ١٠٠٥٦، ١٠٠٥٧؛مناقب الشافعي للبیهقي ج ١ ص ٣٦٢؛مناقب الشافعي للرازي ص ٣٤٥، ٣٤٦؛الإتقان للسیوطي ص ١٩٠٨)

خود قرآن مجید کی نص سے ثابت ہے کہ مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم کے بعد ایمان لانے والے تمام لوگوں پر مہاجرین وانصار کی اتباع شرط ہے، جیسا کہ سورۃ التوبہ کی آیت [۱۰۰] میں تصریح ہے۔تمام خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم مہاجر تھے اور اُن کے وصال سے پہلے اُن کے سامنے اُن کی عاقل و بالغ اولاد موجود تھی مگر اُنہوں نے اُن میں سے کسی کو اپنا جانشین مقرر نہیں فرمایا، لہٰذا بعض طلقاء کا اپنے خبیث لڑکے کو اپنی زندگی میں اپنا ولی عہد اور جانشین مقرر کرنا قرآن، سنتِ نبوی ﷺ اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت کی صریح خلاف ورزی ہے۔خیال رہے کہ فقط مجھ غریب پر بھڑ اس مت نکالنا، کیونکہ مجھ سے پہلے بعض اکابر علماء کرام امیر شام کو تارکِ کتاب وسنت قرار دے چکے ہیں، جیسا کہ ملا علی قاری وغیرہ۔تفصیل کے لیے ہمارے رسالہ ''حدیث :اَلْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

اتباعِ سنت یا فساد؟

یہاں یہ بھی خیال رہے کہ جس ظالمانہ ولی عہدی کو امیر اہل سنت نے سنتِ انبیاء علیہم السلام لکھ مارا ہے اسی کو شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فساد کہا ہے اور جن بعض صحابہ نے اُس ولی عہدی کے لیے راہ ہموار کی تھی اُنہیں فسادی لکھا ہے۔دیکھیے اُن کی کتاب ''مَا ثَبَتَ بِالسُّنَّةِ فِيْ أَيَّامِ السَّنَةِ'' یہ کتاب بعض علماء دیوبند کے ترجمہ کے ساتھ ''مومن کے ماہ وسال'' کے نام سے شائع ہوچکی ہے۔اس کے ابتدائی صفحات میں ماہ محرم الحرام

Presented by Ziaraat.com

کے واقعات کے ضمن میں یہ تصریح موجود ہے۔ نیز گذشتہ صفحات میں ''مغیرہ بن شعبہ سے تبادلۂ رشوت'' کے عنوان کے تحت بھی یہ اقتباس نقل کیا جاچکا ہے۔

اتباعِ سنت یا منافیِ ایمان؟

امیر اہلِ سنت نے جس ظالمانہ ولی عہدی کو سنتِ انبیاء قرار دے ڈالا، وہ تقرری خلاف شریعت تو ویسے بھی تھی لیکن امیر شام نے اُس کو خود پر مزید شدید کرلیا تھا۔ وہ اس طرح کہ اُنہوں نے سیدنا امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے ساتھ ایک تحریری معاہدہ کر کے اُخروی لحاظ سے اپنے آپ کو مزید پھنسالیا تھا۔ اُس معاہدہ میں دوسری شقوں کے ساتھ ایک شق یہ بھی تھی:

هٰـذَا مَا صَالَحَ عَلَيْهِ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ رضي الله عنه مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِيْ سُفْيَانَ ، صَالَحَهُ عَلٰى أَنْ يُسَلِّمَ إِلَيْهِ وِلَايَةَ الْمُسْلِمِيْنَ عَلٰى أَنْ يَّعْمَلَ فِيْهِمْ بِكِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَسِيْـرَةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ ، وَلَيْسَ لِمُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِيْ سُفْيَانَ أَنْ يَّعْهَدَ إِلٰى أَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهٖ عَهْدًا ، بَلْ يَكُوْنُ الْأَمْرُ مِنْ بَعْدِهٖ شُوْرٰى بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ.

''یہ صلح نامہ ہے جس پر حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے معاویہ بن ابوسفیان کے ساتھ صلح کی ہے، اُنہوں نے اس بات پر اُن سے صلح کی ہے کہ وہ مسلمانوں کی حکومت اُنہیں سونپ دیں گے، اس شرط پر کہ وہ مسلمانوں میں کتابِ الٰہی، سنتِ نبوی اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سیرت کے مطابق عمل کریں گے، اور معاویہ بن ابوسفیان کو یہ اختیار نہیں ہوگا کہ وہ کسی سے اپنے بعد ولی عہدی کا معاہدہ کریں بلکہ یہ معاملہ اُن کے بعد مسلمانوں کی مجلس شوریٰ میں طے ہوگا''۔

(الصواعق المحرقة ص ۳۹۸، ۳۹۹، وط: ص ۳۹۹)

اس عبارت میں اگر فقط اتنا مذکور ہوتا کہ معاویہ بن ابوسفیان کتاب وسنت اور خلفاء راشدین کی سیرت کے مطابق عمل کریں گے تو تب بھی معاویہ پر لازم ہوتا کہ وہ اپنی زندگی میں اپنے بیٹے کو اپنا ولی عہد مقرر نہ کریں، کیونکہ خلفاء راشدین میں سے کسی نے بھی اپنی اولاد کو اپنا ولی عہد نہیں بنایا تھا، لیکن اس عبارت میں تو باقاعدہ الفاظ شامل کیے گئے ہیں کہ وہ اپنے بعد کسی سے کوئی معاہدہ نہیں کریں گے، مگر افسوس کہ اُنہوں نے اپنی وفات سے کئی برس قبل اپنے بیٹے کی ولی عہدی کی بیعت لینا شروع کردی تھی۔ یوں وہ باقاعدہ ایک لکھے ہوئے معاہدے کو توڑ کر امانتِ

Presented by Ziaraat.com

خلافت کو نااہل کے سپرد کرنے اور عہد شکنی دونوں گناہوں کے مرتکب ہو گئے تھے۔ اب یہ علماء حق سے دریافت فرمایئے کہ معاہدہ کو توڑنے کے متعلق جو وعیداتِ شرعیہ آئی ہیں اُن کا اطلاق تمام مسلمانوں پر یکساں ہوتا ہے یا کوئی طبقہ اور فرد اُن سے مستثنیٰ بھی ہے؟ مثلاً ایک حدیث میں ہے:

لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَةَ لَهُ وَلَا دِیْنَ لِمَنْ لَّا عَهْدَ لَهُ.

''وہ شخص ایمان دار نہیں جو امانت دار نہیں اور وہ دین دار نہیں جو وفادار نہیں''۔

(صحیح ابن حبان ج۱ ص۴۲۲، ۴۲۳ حدیث ۱۹۴؛ الجامع الصغیر حدیث ۹۶۸۵)

ایک اور حدیث اِن الفاظ سے بھی آئی ہے:

آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ.

''منافق کی تین نشانیاں ہیں: جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو اُس کے خلاف کرے اور جب اُسے امانت دی جائے تو خیانت کرے''۔

(بخاري ص ۱۱ حدیث ۳۳)

صحیح مسلم میں یہ الفاظ بھی ہیں:

وَإِنْ صَامَ وَصَلّٰى وَزَعَمَ اَنَّهُ مُسْلِمٌ.

''اگرچہ وہ روزے رکھے، نماز پڑھے اور خود کو مسلمان سمجھے''۔

(صحیح مسلم ص ۴۷ حدیث ۱۰۹، ۱۱۰؛ مشکاة المصابیح ج۱ ص۲۳ حدیث ۵۵)

قارئین کرام! یہ مسئلہ علماء حق سے ضرور معلوم کیجیے گا، ممکن ہے کہ کسی عالمِ حق سے ایسے شخص کے استثنا کا حوالہ مل جائے جس نے سید الانبیاء ﷺ کی اقتدا میں نماز پڑھی ہو، آپ کی زبانِ اقدس سے ''سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ'' سنا ہو اور جواب میں ''رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ'' کہا ہو۔

حکومتی مناصب یا امانتِ الٰہیہ؟

''حکومت کے مناصب امانتِ الٰہی ہیں'' یہ عنوان مفتی محمد شفیع عثمانی صاحب نے سورۃ النساء کی آیت ﴿إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰى اَهْلِهَا﴾ [۵۸] کی تفسیر کرتے ہوئے قائم کیا ہے۔ اس کے بعد اُنہوں نے یہ عنوان قائم کیا ہے: ''کسی منصب پر غیر اہل کو بٹھانے والا ملعون ہے''۔ پھر لکھا ہے:

Presented by Ziaraat.com

''پوری اہلیت والا سب شرائط کا جامع کوئی نہ ملے تو موجودہ لوگوں میں قابلیت اور امانت داری کے اعتبار سے جو سب سے زیادہ فائق ہو اس کو ترجیح دی جائے۔ایک حدیث میں رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس شخص کو عام مسلمانوں کی کوئی ذمہ داری سپرد کی گئی ہو پھر اُس نے کوئی عہدہ کسی شخص کو محض دوستی و تعلق کی مد میں بغیر اہلیت معلوم کیے ہوئے دے دیا اس پر اللہ کی لعنت ہے، نہ اُس کا فرض مقبول ہے نہ نفل، یہاں تک کہ وہ جہنم میں داخل ہو جائے۔

بعض روایات میں ہے کہ جس شخص نے کوئی عہدہ کسی شخص کے سپرد کیا حالانکہ اُس کے علم میں تھا کہ دوسرا آدمی اُس عہدہ کے لیے اس سے زیادہ قابل اور اہل ہے تو اس نے اللہ کی خیانت کی اور رسول [ﷺ] کی اور سب مسلمانوں کی''۔

(معارف القرآن للعثماني ج٢ ص٤٤٦، ٤٤٧)

مفتی صاحب کی نقل کردہ احادیث سے صحابی یا کوئی بھی مسلمان مستثنیٰ ہو تو مکتبِ فکر بریلوی کے امیر اہل سنت سے بالخصوص اور دوسرے تمام مکاتب فکر کے علماء سے بالعموم گذارش ہے کہ وہ اُس استثنا سے آگاہ ضرور فرمائیں!

کیا وہ یزید کے فسق وغیرہ سے بے خبر تھے؟

اکثر قدیم وجدید نام نہاد حکماءِ امت یزید پلید کو تقریباً دس سال قبل ولی عہد بنانے پر دفاعِ معاویہ میں کہتے ہیں کہ اُس وقت اُن پر یزید کا فسق و فجور عیاں نہیں تھا، اس لیے اُنہیں موردِ الزام نہیں ٹھہرایا جاتا۔اُن حکماء امت سے پوچھا جائے کہ کیا اُس وقت اُنہیں یہ معلوم تھا کہ اُن کا بیٹا اُس وقت کے تمام اہل اسلام سے زیادہ لائق اور اہل تھا، یا اُنہیں یہ معلوم تھا کہ اُس دور میں اُن کے بیٹے سے زیادہ اہل کوئی شخص بھی موجود نہیں تھا؟ ذرا غور فرمائیے! مفتی محمد شفیع عثمانی صاحب کی پیش فرمودہ دوسری حدیث میں ہے کہ: ''جس شخص نے کوئی عہدہ کسی شخص کے سپرد کیا حالانکہ اُس کے علم میں تھا کہ دوسرا آدمی اُس عہدہ کے لیے اس سے زیادہ قابل اور اہل ہے تو اس نے اللہ کی خیانت کی اور رسول [ﷺ] کی اور سب مسلمانوں کی''۔اگر اُنہیں یزید سے زیادہ اہل شخص کا علم تھا اور پھر بھی اُنہوں نے یزید کو اقتدار سونپ دیا تو وہ عمداً اللہ ﷻ، رسول اللہ ﷺ اور مومنین کے خائن ہوئے اور اگر اُنہیں علم نہیں تھا تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اُنہیں سیدنا امام حسین، سیدنا ابن عباس، سیدنا ابن عمر اور میزبانِ مصطفیٰ سیدنا ابو ایوب انصاری ؓ

Presented by Ziaraat.com

وغیرھم ایسے اہل حضرات کیوں نہ نظر آئے؟

قارئین کرام! آئندہ سطور میں اِس سوال کا جواب خود بعض وکلائے ملوکیت کی ایسی تحریر سے معلوم ہو جائے گا جس میں وہ اُن کا دفاع کرتے کرتے مذمت کر گئے۔

مسلم وغیر مسلم دونوں کے ہیرو

قارئین کرام! عجیب بات ہے کہ ایک طرف جس غیر مشروع ولی عہدی اور جبری خلافت کو ہمارے امیر اہل سنت اور بعض حکماءِ امت، سنتِ انبیاء قرار دینے پر تلے ہوئے ہیں، دوسری طرف اُسی بات کو غیر مسلم اقوام اپنے حق میں مفید سمجھتی ہیں اور محض اسی وجہ سے وہ معاویہ کو اپنا محسن اور ہیرو سمجھتے ہیں۔ اُن کا ماننا ہے کہ اگر معاویہ نہ ہوتے تو ہر جگہ اسلام اور عربیت پھیل جاتی۔ چنانچہ مصر کے مشہور ترین عالم علامہ محمد رشید رضا رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قَالَ أَحَدُ كِبَارِ عُلَمَاءِ الأَلْمَانِ فِي الأَسْتَانَةِ لِبَعْضِ الْمُسْلِمِيْنَ وَفِيْهِمْ أَحَدُ شُرَفَاءِ مَكَّةَ : إِنَّهُ يَنْبَغِيْ لَنَا أَنْ نُقِيْمَ تِمْثَالاً مِنَ الذَّهَبِ لِمُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِيْ سُفْيَانَ فِيْ مَيْدَانِ كَذَا مِنْ عَاصِمَتِنَا (بَرْلَين) قِيْلَ لَهُ لِمَاذَا ؟ قَالَ لِأَنَّهُ هُوَ الَّذِيْ حَوَّلَ نِظَامَ الْحُكْمِ الإِسْلَامِيّ عَنْ قَاعِدَتِهِ الدِّيْمَقْرَاطِيَةِ إِلٰى عَصَبِيَّةِ الْغَلَبِ ، وَلَوْلَا ذٰلِكَ لَعَمَّ الإِسْلَامُ الْعَالَمَ كُلَّهُ ، وَلٰكِنَّا نَحْنُ الأَلْمَان وَسَائِرُ شُعُوْبَ أُوْرُوْبَا عُرْباً مُسْلِمِيْنَ.

''جرمن کے بعض اکابر پروفیسرز نے عثمانیہ حکومت کے دارالخلافہ میں بعض اہل اسلام سے کہا اور اُن میں بعض شرفاء مکہ بھی موجود تھے: ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنے کیپیٹل برلن کے فلاں چوک میں معاویہ بن ابوسفیان کا مجسمہ قائم کریں۔ اُن سے پوچھا گیا: کیوں؟ اُنھوں نے کہا: اس لیے کہ وہی تو ہیں جنھوں نے خلافتِ اسلامیہ کے نظام کا رُخ جمہوریت سے غلبۂ عصبیت کی طرف موڑا تھا، اور اگر وہ نہ ہوتے تو روئے زمین پر اسلام پھیل جاتا اور ہم جرمن اور یورپ کے تمام قبائل عرب مسلمان ہوتے''۔

(تفسیر المنار، ج ۱۱ ص ۲۲۲)

حال ہی میں بعض علماء میدانِ سیاست میں آئے ہیں اور اُن کا نعرہ ہے کہ اسلام جب تک تخت پر نہ ہو تو بات نہیں بنتی۔ اُن سے پوچھا جائے کہ اسلام کو تخت سے اتارا کس نے تھا؟ اُنہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ اُسی نے اتارا

Presented by Ziaraat.com

تھا جس کا طرزِ سیاست یورپ کے غیر مسلموں کو اور کرپٹ مسلم حکمرانوں کو آج تک برابر پسند ہے۔

عجیب بات ہے کہ ہمارے ملک پاک میں بعض حکمران عقائد کے لحاظ سے مولائی رہے ہیں مگر اُنہوں نے حکومت مولائی طرز پر نہیں کی۔ مولا علی علیہ السلام نے جس طرز پر حکمرانی فرمائی تھی اُس میں کسی نا اہل آدمی کی گنجائش تھی اور نہ ہی کنبہ پروری کا تصور تھا، جبکہ خلافت راشدہ کے اختتام کے بعد سے لے کر آج تک (اِلا ماشاء اللہ) ایسی مسلم حکومتیں چل رہی ہیں جو مسلم و غیر مسلم سب کو پسند ہیں۔ ہاں اگر کسی غیر مسلم یا کرپٹ مسلم لیڈرز کے نزدیک کوئی نظام مضر ہے تو وہ خلافتِ راشدہ کی طرز پر کتاب و سنت کا نظام ہے۔ جہاں سے بھی ایسے نظام کی آواز بلند ہو تو غیر مسلم اور کرپٹ مسلمان ایک ہو کر اُس آواز کو دبانے کے لیے کمر بستہ ہو جاتے ہیں۔ کچھ دے دلا کر وہ آواز دب جائے تو فبہا ورنہ گلا دبانے اور ابدی نیند سلانے میں بھی کوئی دیر نہیں کی جاتی۔ اگر ایسی آواز بلند نہ ہو تو پھر لاکھوں تو کیا کروڑوں عالموں، صوفیوں، نمازیوں اور حاجیوں کی عبادت شبادت اور جلسے جلوسوں سے اُنہیں کچھ فرق نہیں پڑتا بلکہ کرپٹ حکمران ایسے ہیجڑا صفت صوفیہ اور بکاؤ علماء کو اپنے خصوصی دڑبوں میں پالتے ہیں اور جب ضرورت پڑتی ہیں تو باہر نکال کر اُن سے اپنے حق میں چوں چوں کرا لیتے ہیں۔ آئے روز ہمارے دور کے کرپٹ حکمران جو صوفی ازم کا راگ الاپتے رہتے ہیں اس میں بھی اُن کی یہی حکمت کارفرما ہے۔ دوسری طرف علماء سوء اور نام نہاد صوفیہ ایسے بیوپاری حکمرانوں کے قصیدے پڑھتے رہتے ہیں اور اپنے پیٹ کی خدمت کو دین اسلام کی خدمت تصور کرتے ہوئے اُن کے لیے سینہ سپر رہتے ہیں۔ ایسے ہی بے ضمیر علماء و صوفیہ کے بارے میں مفکر اسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا۔

وحدت کی حفاظت نہیں بے قوتِ بازو
آتی نہیں کچھ کام یہاں عقلِ خدا داد
ملّا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت
ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

(ضربِ کلیم ص ۳۵،۳۶)

امیر اہل سنت کے ممدوح کے نزدیک بھی نمازی اور شب زندہ دار لوگ مضر نہیں تھے مگر اُنہیں وہ لوگ ہرگز پسند نہیں تھے جو اُن کی ملوکیت کے لیے خطرہ تھے۔ چنانچہ بعض طلقاء نے خود کہا تھا کہ اُنہوں نے جنگیں اس لیے نہیں برپا کیں کہ لوگ نماز و روزہ اور حج و زکاۃ ادا کریں بلکہ اس لیے بپا کیں کہ اقتدار حاصل کیا جا سکے، جیسا کہ ہم

Presented by Ziaraat.com

اس سے قبل باحوالہ نقل کر چکے ہیں۔

بنوامیہ کا وصیتِ نبوی ﷺ کی دھجیاں اڑانا

ان لوگوں نے نہ صرف یہ کہ سنت نبوی کو تبدیل کیا بلکہ سنت کی مخالفت کرتے ہوئے فرمانِ نبوی ﷺ کے برعکس بھی چلے تھے۔ چنانچہ امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ مشہور حدیث "إِنِّي تَارِکٌ فِيكُمْ خَلِيفَتَيْنِ الخ" کی تشریح میں لکھتے ہیں:

وَمَعَ ذٰلِکَ فَقَابَلَ بَنُو أُمَيَّةَ عَظِيمَ هٰذِهِ الْحُقُوقِ بِالْمُخَالَفَةِ وَالْعُقُوقِ ، فَسَفَكُوا مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ دِمَاءَ هُمْ وَسَبَوْا نِسَاءَ هُمْ وَأَسَرُوا صِغَارَهُمْ وَخَرَبُوا دِيَارَهُمْ وَجَحَدُوا شَرَفَهُمْ وَفَضْلَهُمْ وَاسْتَبَاحُوا سَبَّهُمْ وَلَعَنَهُمْ ، فَخَالَفُوا الْمُصْطَفٰى صلى الله عليه وآله وسلم فِي وَصِيَّتِهِ وَقَابَلُوهُ بِنَقِيضِ مَقْصُودِهِ وَأُمْنِيَتِهِ ، فَوَاخَجَلُهُمْ إِذَا وَقَفُوا بَيْنَ يَدَيْهِ ، وَيَا فَضِيحَتُهُمْ يَوْمَ يُعْرَضُونَ عَلَيْهِ.

"اس فرمان کے باوجود بنوامیہ نے مقابلہ کیا، ان کے عظیم حقوق کے برعکس چلے اور نافرمانی کی۔ پس اُنہوں نے اہل بیت کرام علیہم السلام کا خون بہایا، اُن کی خواتین اور بچوں کو قید کیا، اُن کے گھروں کو برباد کیا، اُن کے شرف وفضیلت کا انکار کیا اور اُن پر سب وشتم اور لعنت کو مباح کیا۔ سو اُنہوں نے مصطفیٰ ﷺ کی وصیت کی مخالفت کی اور آپ کے مقصود اور آرزو کے خلاف کیا۔ پس وہ کس قدر خجالت کا سامنا کریں گے جب آپ ﷺ کے سامنے کھڑے ہوں گے اور کتنا رُسوا ہوں گے جب آپ کے سامنے پیش کیے جائیں گے"۔

(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ج۳ ص۱۵ حدیث ۲۶۳۱)

افسوس کہ جن لوگوں نے فرامینِ نبویہ ﷺ کو نہ صرف یہ کہ فراموش کر دیا بلکہ اُن فرامین کے برعکس کیا کچھ لوگ اُنہیں سے فیض لینے چلے ہیں۔ فیا للعجب!

تقریرِ یزید میں امام ابن حجر مکی کی تاویلات

علامہ ابن حجر مکی ایک طویل روایت میں یہ جملہ لائے ہیں کہ امیر شام نے کہا:

لَوْلَا هَوَايَ فِي يَزِيدَ لَأَبْصَرْتُ قَصْدِي.

Presented by Ziaraat.com

''اگر یزید کے بارے میں میری خواہش نہ ہوتی تو میں راہِ اعتدال دیکھ لیتا''۔

(تطہیر الجنان ص ۹۲؛ مختصر تطہیر الجنان ص ۸۰)

مولانا عبدالشکور لکھنوی نے اِس جملے کا ترجمہ یوں کیا ہے:

''اگر یزید کے ساتھ مجھے محبت نہ ہوتی تو تم میرے انصاف کی کیفیت دیکھتے''۔

(مناقب سیدنا امیر معاویہ ﷺ، ترجمہ تطہیر الجنان ص ۵۳)

مولوی محمد مجاہد عطاری نے اِس جملے کا ترجمہ یوں کیا ہے:

''اگر یزید کے بارے میں میری خواہش نہ ہوتی تو میرا قصد ضرور بینا ہوتا''۔

(شانِ حضرت امیر معاویہ ﷺ، ترجمہ تطہیر الجنان ص ۹۵)

اول الذکر ترجمہ کو اگر درست تسلیم کیا جائے تو اُس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ چونکہ مجھے یزید سے محبت ہے، لہٰذا تمہیں میرے انصاف کی کیفیت دیکھنے کو نہیں ملے گی، اور ثانی الذکر ترجمہ کا مفہومِ مخالف واضح ترین ہے کہ یزید سے محبت کی وجہ سے میرا قصد بینا نہیں اندھا ہے۔ علامہ ابن حجر مکی نے اِس جملے کی تشریح میں جو ابتدائی الفاظ لکھے ہیں اُن سے یہی مطلب واضح ہوتا ہے۔ یہاں ہم اُن کی مکمل عبارت علامہ عبدالشکور لکھنوی کے ترجمہ کے ساتھ مع تسہیل نقل کر رہے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

وَقَوْلُهُ : وَلَوْلَا هَوَايَ...الخ ، فِيهِ غَايَةُ التَّسْجِيْلِ عَلٰى نَفْسِهِ بِأَنَّ مَزِيْدَ مَحَبَّتِهِ لِيَزِيْدَ ، أَعْمَتْ عَلَيْهِ طَرِيْقَ الْهُدٰى ، وَأَوْقَعَتِ النَّاسَ بَعْدَهُ مَعَ ذٰلِكَ الْفَاسِقِ الْمَارِقِ فِي الرِدٰى ، لٰكِنَّهُ قَضَاءٌ اِنْحَتَمَ وَقَدْرٌ اِنْبَرَمَ فَسَلَبَ عَقْلَهُ الْكَامِلُ ، وَعِلْمَهُ الشَّامِلُ ، وَدَهَاءَهُ الَّذِيْ كَانَ يُضْرَبُ بِهِ الْمَثَلُ ، وَزُيِّنَ لَهُ مِنْ يَزِيْدَ حُسْنُ الْعَمَلِ ، وَعَدَمُ الِانْحِرَافِ وَالْخَلَلِ ، كُلُّ ذٰلِكَ لِمَا أَشَارَ إِلَيْهِ الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ ﷺ مِنْ أَنَّهُ : إِذَا أَرَادَ اللّٰهُ إِنْفَاذَ أَمْرِهِ سَلَبَ ذَوِي الْعُقُوْلِ عُقُوْلَهُمْ ، حَتّٰى يَنْفُذَ مَا أَرَادَهُ تَعَالٰى ، فَمُعَاوِيَةُ مَعْذُوْرٌ فِيْمَا وَقَعَ مِنْهُ لِيَزِيْدَ ، لِأَنَّهُ لَمْ يَثْبُتْ عِنْدَهُ نَقْصٌ فِيْهِ ، بَلْ كَانَ يَزِيْدُ يَدُسُّ عَلٰى أَبِيْهِ مَنْ يُحَسِّنُ لَهُ حَالَهُ ، حَتّٰى اعْتَقَدَ أَنَّهُ أَوْلٰى مِنْ أَبْنَاءِ بَقِيَّةِ أَوْلَادِ الصَّحَابَةِ كُلِّهِمْ ، فَقَدَّمَهُ عَلَيْهِمْ مُصَرِّحاً بِتِلْكَ الْأَوْلَوِيَّةِ ، الَّتِيْ تَخَيَّلَهَا مِمَّنْ سُلِّطَ عَلَيْهِ لِيُحَسِّنَهَا لَهُ ، وَاخْتَارَهُ لِلنَّاسِ

Presented by Ziaraat.com

عَلٰى ذٰلِکَ ، إِنَّمَا هُوَ لِظَنِّ أَنَّهُمْ إِنَّمَا كَرِهُوْا تَوْلِيَتَهُ لِغَيْرِ فِسْقِهِ ، مِنْ حَسَدٍ أَوْ نَحْوِهِ ، وَلَوْ ثَبَتَ عِنْدَهُ أَدْنٰى ذَرَّةٌ مِمَّا يَقْتَضِيْ فِسْقَهُ بَلْ وَإِثْمَهُ لَمْ يَقَعْ مِنْهُ مَا وَقَعَ ، وَكُلُّ ذٰلِکَ دَلَّتْ عَلَيْهِ هٰذِهِ الْكَلِمَةُ الْجَامِعَةُ الْمَانِعَةُ وَهِيَ قَوْلُهُ : وَلَوْلَا هَوَايَ فِيْ يَزِيْدَ أَبْصَرْتُ قَصْدِيْ ، فَتَأَمَّلْ ذٰلِکَ لِتُحِيْطَ مِنْهُ بِمَا ذَكَرْتُهُ ، وَفُتِحَتْ لَکَ بَابَ مَا بَقِيَ فِيْ كَلَامِهِ مِنَ الْإِشَارَاتِ وَالْاِعْتِبَارَاتِ ، وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْهَادِيْ إِلٰى سَوَاءِ السَّبِيْلِ ، وَنَسْأَلُهُ أَنْ لَّا يُزَيِّنَ لَنَا مَا يَكُوْنُ سَبَبًا لِلْاِنْحِرَافِ عَنْ سُنَنِ الْبُرْهَانِ وَالدَّلِيْلِ.

''حضرت معاویہ کا یہ کہنا کہ اگر یزید سے مجھے محبت نہ ہوتی...... یہ خود وہ اپنے نفس کو الزام دے رہے ہیں کہ یزید کی محبت نے بہت صاف باتوں کو مجھ پر تاریک کر دیا اور اسی وجہ سے اس فاسق نابکار کو خلافت ملی، جس سے لوگ ہلاکت میں پڑے مگر یہ ایک امر مقدور ہو چکا تھا، اسی وجہ سے ان کی عقل کامل اور ان کا علم شامل سلب ہو گیا اور ان کی اصابت رائے جو ضرب المثل تھی جاتی رہی اور یزید کی طرف سے ان کو حسن ظن پیدا ہوا اور اس کو تمام برائیوں سے پاک صاف سمجھ لیا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنا کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو بڑے عقل مندوں کی عقل زائل ہو جاتی ہے اور جو خدا چاہتا ہے وہ پورا ہو جاتا ہے۔ پس یزید کے متعلق حضرت معاویہ سے جو کچھ واقع ہوا اس میں حضرت معاویہ معذور تھے کیونکہ یزید کی کوئی برائی حضرت معاویہؓ کے نزدیک ثابت نہیں ہوئی۔ یزید نے بہت سے لوگ اپنے والد کے پاس خاص اسی کام کے لیے مقرر کیے تھے کہ وہ یزید کے عمدہ حالات ان سے بیان کریں۔ اسی وجہ سے حضرت معاویہؓ یزید کو دوسرے صحابہ کے بیٹوں سے افضل سمجھتے تھے، لہٰذا انہوں نے یزید کو سب پر ترجیح دی، اور لوگوں نے جو یزید کی خلافت سے ناپسندیدگی ظاہر کی تھی اس کی وجہ وہ یہ نہ سمجھتے تھے کہ یزید فاسق ہے بلکہ سمجھتے تھے کہ یزید سے لوگوں کو حسد ہے۔ حضرت معاویہؓ کے نزدیک یزید میں ذرہ برابر بھی فسق بلکہ کوئی گناہ ثابت ہو جاتا تو وہ ہرگز یزید کو خلیفہ نہ کرتے۔ حضرت معاویہ نے یہ بات ایک ایسی جامع و مانع کہی کہ اس سے تمام عقدے حل ہو گئے۔ ابھی ان کے کلام میں بہت سے اشارات باقی ہیں۔ اللہ تعالیٰ راہ راست کی ہدایت کرنے والا ہے اور ہم اُس

Presented by Ziaraat.com

سے دعا کرتے ہیں کہ ایسی باتوں کو ہمارے دلوں میں مرغوب نہ کرے جن کے سبب سے ہم راہ راست سے ہٹ جائیں''۔

(تطهير الجنان واللسان ص ٩٤، ٩٥؛ ومختصر تطهير الجنان ٨٢، ٨٣)

ہائے وکلائے ملوکیت کی بے بسی

افسوس کہ اِس کلام کے آخر میں جو علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے دعا کی ہے وہ دعا خود اُن کے حق میں قبول نہیں ہوئی، کیونکہ اُن کا یہ سارا کلام حقائق کے خلاف ہے۔ ہر چند کہ وہ عظیم عالم، فقیہ اور محدث تھے لیکن اُن سے اِس مسئلہ میں ایسا ہونا ہی تھا کیونکہ اُنہوں نے یہ کتاب ایک بادشاہ ''ہمایوں اکبر سلطان الہند'' کی خواہش پر لکھی اور وہ اِس کتاب کا پیٹ بھرنے کی خاطر موضوع روایات اور باطل تاویلات وتلبیسات کا سہارا لیتے رہے۔

اگر کسی صاحب کو میرا یہ تبصرہ ناگوار محسوس ہو رہا ہو تو اُنہیں چاہیئے کہ وہ اُن مقامات میں غور فرمائیں جن پر ہم نے لکیر کھینچ دی ہے۔ ہم باری باری اُن مقامات پر گفتگو کرتے ہیں اور اہل علم وانصاف سے اُن میں غور وفکر کرنے کی اپیل کرتے ہیں، اگر ہماری کوئی گذارش درست ہو تو قبول فرمایئے ورنہ دلائل کے ساتھ رد کرنا ہر ایک کا حق ہے۔

خواہش کا متبع بھی قابلِ مدحت؟

1۔ اُن خط کشیدہ باتوں میں سے پہلی بات وہ ہے جس کو امیر شام نے اِن الفاظ میں ادا کیا:

لَوْلَا هَوَايَ فِيْ يَزِيْدَ لَأَبْصَرْتُ قَصْدِيْ.

''اگر یزید کے بارے میں میری خواہش نہ ہوتی تو میں راہِ اعتدال دیکھ لیتا''۔

میں عرض کرتا ہوں کہ جب امیر شام خود اعتراف کر رہے ہیں کہ یزید کے معاملہ میں وہ خواہش کا شکار ہو گئے تو یہ بات قابل تعریف کیسے ہو گئی؟ قرآن وسنت میں ''ھوی'' (خواہش) کی پیروی کی مذمت آئی ہے، حتیٰ کہ بعض احادیث میں اس کو منافی ایمان بھی فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَايُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهِ.

''تم میں سے کوئی شخص اُس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اُس کی خواہش اُس چیز کے

Presented by Ziaraat.com

تابع نہ ہو جائے جسے میں لایا"۔

(شرح السنة ج۱ ص۱٤٥ حديث ۱۰٤؛ كتاب السنة لابن أبي عاصم ص۱۲ حديث۱٥؛ تاريخ بغداد ج٥ ص۱۳۳؛ مختصر الحجة لأبي الفتح المقدسي ص۳۱ حديث۲٥؛ كتاب الأربعين البلدانية لأبي طاهر السلفي ص ۱۷۷؛ جامع العلوم والحكم لابن رجب ج۲ ص۳۹۳، وط: ص ۸۲٤؛ مشكاة حديث۱٦۷؛ التعيين في شرح الأربعين للطوفي ص۳۳۱)

ایک اور حدیث شریف میں ارشاد نبوی ﷺ ہے:

ثَلاثٌ مُهْلِكَاتٌ :هَوًى مُتَّبَعٌ ، وَشُحٌّ مُطَاعٌ ، وَإِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهِ.

"تین چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں: وہ خواہش جس کی پیروی کی جائے، بخل جس کی اطاعت کی جائے اور خود پسندی"۔

(صحيح الجامع الصغير للألباني ج۱ ص۵۸۳ حديث۳۰۳۹؛ ضياء القرآن ج٥ ص٤۸۷)

قرآن مجید میں سورۃ النازعات کی آیت ۴۰، ۴۱ کا ترجمہ اور تفسیر بغور پڑھئے پھر خود فیصلہ کیجئے کہ علامہ ابن حجر مکی کے درج بالا کلام کی کیا حیثیت ہے؟ نیز یہ بھی ذہن نشین رہے کہ جس خواہش کی ابن حجر مکی کے ممدوح نے پیروی کی اُس کا نقصان فقط اُن کی ذات تک محدود نہیں تھا بلکہ وہ متعدی فساد تھا اور ہے۔ اس بات کو خود علامہ موصوف نے بھی تسلیم کیا ہے، جیسا کہ اُن کے کلام کے ترجمہ میں آپ یہ الفاظ پڑھ چکے ہیں:

"یزید کی محبت نے بہت صاف باتوں کو مجھ پر تاریک کر دیا اور اسی وجہ سے اس فاسق نابکار کو خلافت ملی، جس سے لوگ ہلاکت میں پڑے"۔

میں پوچھتا ہوں: بعض طلقاء کی وہ تباہ کن خواہش جس کے اثرات تب سے اب تک مسلسل جاری ہیں، کیا اُس کا دفاع کرنا کتاب و سنت کا حکم ہے؟

دلِ بینا بھی کر خدا سے طلب!

2۔ اُن خط کشیدہ باتوں میں سے دوسری بات یہ ہے:

"یزید کی محبت نے بہت صاف باتوں کو مجھ پر تاریک کر دیا
اور اسی وجہ سے اس فاسق نابکار کو خلافت ملی"۔

Presented by Ziaraat.com

غورفرمایئے! صرف ''صاف بات'' ہی نہیں بلکہ ''بہت صاف بات'' بھی موصوف پرتاریک رہی۔ اگر انکشافِ حق میں معاملہ اس قدر تاریک ہوجائے تو قرآن وسنت کی زبان میں اس کو نظر کا نہیں بلکہ بصیرت کا قصور فرمایا گیا ہے۔ ایک حدیث شریف میں ہے:

لَيْسَ الْأَعْمٰى مَنْ يَعْمٰى بَصَرُهُ ، إِنَّمَا الْأَعْمٰى مَنْ تَعْمٰى بَصِيرَتُهُ.

''وہ اندھا نہیں جس کی آنکھیں اندھی ہوں، اندھا تو وہ ہے جس کی بصیرت اندھی ہو''۔

(نوادر الأصول ج۱ ص۳۷۱، وج۶ ص۱۵۷ حديث۱۳۸۷؛ شعب الإيمان ج۲ ص۱۲۷، الجامع لشعب الإيمان ج۲ ص۴۹۹، ۵۰۰ حديث۱۳۰۹؛ الدر المنثور ج۶ ص۶۲ وط: ج۱۰ ص۵۲۰؛ الجامع الصغير حديث۷۵٦۹)

اِس حقیقت کو قرآن مجید میں یوں بیان فرمایا گیا ہے:

فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ.

''حقیقت یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں لیکن سینوں میں جو دل ہیں وہ اندھے ہوجاتے ہیں''۔

(الحج: ٤٦)

جب خواہشات کی پیروی میں دل اندھے ہوجاتے ہیں تو پھر انسان عقل وعلم کے باوجود اندھا ہوجاتا ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلٰهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهِ غِشَاوَةً فَمَنْ يَهْدِيْهِ مِنْ بَعْدِ اللّٰهِ أَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ.

''بھلا دیکھو تو وہ جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا ٹھہرالیا اور اللہ نے اُسے باوصف علم کے گمراہ کیا اور اُس کے کان اور دل پر مہر لگادی اور اُس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا، تو اللہ کے بعد کون اسے راہ دکھائے تو کیا تم دھیان نہیں کرتے''۔ [ترجمة: كنز الإيمان]

(الجاثية: ٢٣)

جبکہ قلبِ بینا پر حق بالکل اُسی طرح واضح ہوجاتا ہے جس طرح آنکھ کے سامنے آفتاب۔ چنانچہ علامہ ابن قیم الجوزیہ حنبلی لکھتے ہیں:

وَالْقَلْبُ يُبْصِرُ الْحَقَّ كَمَا تُبْصِرُ الْعَيْنُ الشَّمْسَ.

Presented by Ziaraat.com

"قلب (بینا) حق کو یوں دیکھتا ہے جس طرح آنکھ آفتاب کو دیکھتی ہے"۔

(إغاثة اللهفان ج۱ ص ۸۰)

ایک اور مقام پر علامہ موصوف قلبِ بینا کی شان میں لکھتے ہیں:

إِذَا قَوِيَ نُوْرُهُ وَإِشْرَاقُهُ اِنْكَشَفَتْ لَهُ صُوَرُ الْمَعْلُوْمَاتِ وَحَقَائِقُهَا عَلٰى مَا هِيَ عَلَيْهِ.

"جب دل کا نور اور اس کی چمک قوی ہو جائے تو اس پر معلومات کی صورتیں اور اُن کی حقیقتیں یوں منکشف ہو جاتی ہیں جیسا کہ وہ ہوتی ہیں"۔

(إغاثة اللهفان ج۱ ص ۲۱)

اسی حقیقت کو یوں بھی بیان کیا گیا ہے:

دل زندہ و بیدار ہو تو بتدریج
بندے کو عطا کرتے ہیں چشمِ نگراں اور
احوال و مقامات پہ موقوف ہے سب کچھ
ہر لحظہ ہے سالک کا زماں اور مکاں اور

(بالِ جبریل ص ۱۳۳)

سو قابلِ تعریف شخص وہ ہوتا ہے جس کا قلب اتنا بینا ہو کہ اُس پر اُس کا اپنا اور دوسروں کا دنیوی اور اُخروی نفع وضرر اپنی اصل صورت میں یوں واضح ہو جائے جس طرح آنکھ کے سامنے آفتاب، اور جس شخص کا دل اندھا ہو تو وہ قابلِ تعریف نہیں ہوتا کیونکہ دل کا اندھا پن آنکھ کے اندھے پن سے زیادہ مضر ہوتا ہے۔ چنانچہ علامہ ابن قیم الجوزیہ حنبلی لکھتے ہیں:

فَالْقَلْبُ يَرٰى وَيَسْمَعُ وَيَعْمٰى وَيَصِمُّ، وَعَمَاهُ وَصَمَمُهُ أَبْلَغُ مِنْ عَمَى الْبَصَرِ وَصَمَمِهِ.

"پس قلب دیکھتا بھی ہے اور سنتا بھی، اندھا بھی ہوتا ہے اور بہرا بھی، اور اُس کا اندھا پن اور بہرا پن، آنکھ کے اندھے پن اور کان کے بہرے پن سے زیادہ مضر ہوتا ہے"۔

(مدارج السالكين لابن قيم ج٦ ص ٣٤٠٠)

Presented by Ziaraat.com

اب ایک طرف یہ قرآنی آیات، احادیث نبویہ اور اقوال کو رکھیں اور دوسری طرف علامہ ابن حجر مکی کے اُن الفاظ کو رکھیں جو اُنہوں نے اپنے ممدوح کے حق میں یوں ادا کیے ہیں:

بِأَنَّ مَزِيْدَ مَحَبَّتِهِ لِيَزِيْدَ ، أَعْمَتْ عَلَيْهِ طَرِيْقَ الْهُدٰى .

''یعنی یزید کی محبت نے بہت صاف باتوں کو اُن پر تاریک کر دیا''۔

اور اِن الفاظ کو بھی:

فَسَلَبَ عَقْلُهُ الْكَامِلُ ، وَعِلْمُهُ الشَّامِلُ ، وَدَهَاءَهُ الَّذِيْ كَانَ يُضْرَبُ بِهِ الْمَثَلُ .

''پس ان کی عقل کامل اور علم شامل سلب ہو گیا اور ان کی اصابت رائے جو ضرب المثل تھی جاتی رہی''

اور پھر نتیجہ نکالیں کہ علامہ ابن حجر مکی اپنے ممدوح وموصوف کی فضیلت ثابت کر رہے ہیں، اُن کا دفاع کر رہے ہیں یا اُلٹا اُن کے خلاف ثبوت مہیا کر رہے ہیں؟

محبت اندھا کر دیتی ہے

3۔ اُن خط کشیدہ باتوں میں سے تیسری بات یہ ہے:

''اسی وجہ سے ان کی عقل کامل اور ان کا علمِ شامل سلب ہو گیا اور ان کی اصابت رائے جو ضرب المثل تھی جاتی رہی اور یزید کی طرف سے ان کو حسن ظن پیدا ہوا اور اس کو تمام برائیوں سے پاک صاف سمجھ لیا''۔

پہلے اس کلام کو بار بار پڑھئے پھر درج ذیل حدیث میں غور فرمائیے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِيْ وَيُصِمُّ.

''کسی چیز کو تیرا (حد سے زیادہ) چاہنا اندھا اور بہرا کر دیتا ہے''۔

(سنن أبي داود ج ٥ ص ٢١٨ حديث ٥١٣٠)

پھر وہاں ایک محبت نہیں بلکہ کئی محبتیں جمع ہو گئی تھیں: مال کی محبت، جاہ وجلال کی محبت، اپنے ہی خاندان (بنو اُمیہ) میں اقتدار کے تسلسل کی محبت اور اولاد کی محبت۔ ﴿ إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ﴾ یہ تمام محبتیں وہ ہیں جن کا سورۃ التوبہ کی آیت نمبر ۲۴ میں ذکر ہے۔ جب یہ ساری محبتیں جمع ہو گئی تو نتیجہ یہ نکلا کہ موصوف کی بصیرت سلب ہو گئی اور اُن سے قرآن وسنت اور خلفاء راشدین ﷺ کا اُسوہ سب کچھ متروک ہو گیا۔

Presented by Ziaraat.com

تقدیر کا بہانہ

4۔ اُن خط کشیدہ باتوں میں سے چوتھی بات یہ ہے:

''حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنا کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو بڑے عقل مندوں کی عقل زائل ہو جاتی ہے اور جو خدا چاہتا ہے وہ پورا ہو جاتا ہے''۔

اِس سلسلے میں پہلی بات تو یہ ہے کہ علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے حسبِ دستور ناجائز دفاع میں یہ فاش غلطی ہوگئی کہ اُنہوں نے اپنی بات کو مؤکد کرنے کے لیے جو حدیث نقل کی ہے وہ موضوع وجعلی ہے۔اس حدیث کو امام قضاعی نے روایت کیا ہے۔

(مسند الشهاب ج٢ص٣٠١حديث١٤٠٨)

اس میں ایک راوی محمد بن سعید المؤدب ہے۔امام ذہبی نے لکھا ہے:

''میں اس کو نہیں جانتا اور یہ ایک منکر روایت لایا ہے، پھر یہی روایت نقل کر کے فرمایا: یہ آفت مؤدب نے خود یا اُس کے شیخ نے ڈھائی ہے''۔

ميزان الاعتدال ج٦ص٣٢٥)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی اس بات کو مقرر رکھا ہے۔

(لسان الميزان ج٧ص٤٨٢)

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اِس حدیث کو دیلمی سے روایت کیا ہے اور اس پر کوئی حکم نہیں لگایا لیکن امام مناوی اور سلفی عالم محمد بن اسماعیل صنعانی نے لکھا ہے:

فِيْهِ سَعِيْدُ بْنُ سَمَّاكِ بْنِ حَرْبٍ مَتْرُوْكٌ كَذَّابٌ ، فَكَانَ الْأَوْلىٰ حَذْفَهُ مِنَ الْكِتَابِ.

''اس کی سند میں سعید بن سماک بن حرب متروک اور جھوٹا ہے، اس حدیث کا کتاب سے حذف ہونا مناسب تھا''۔

(فيض القدير ج١ص٢٦٧، ٢٦٨حديث٤٠٦؛التنوير في شرح الجامع الصغير للأمير الصنعاني ج١ ص٥٤١، ٥٤٢حديث٤٠٥)

اگر یہ روایت صحیح بھی ہوتی تو پھر بھی علامہ ابن حجر مکی کے استدلال پر چند سوالات وارد ہوتے:

Presented by Ziaraat.com

۱۔ اوّلاً یہ کہ ایسی سہولت بھری تاویلات فقط صحابی کہے جانے والے بعض طلقاء کے لیے ہی ہیں یا دنیا بھر کے تمام تباہ کن اقدامات اور باطل فیصلے کرنے والے دوسرے بادشاہوں اور باقی لوگوں کے لیے بھی ہیں؟

۲۔ ثانیاً یہ کہ اگر یہ تاویلات سب کے لیے ہیں تو پھر انسان کے مکلّف و مختار ہونے کا کیا مطلب ہے، کتاب وسنت کے نازل ہونے کا کیا فائدہ ہے اور اوامر و نواہی کا کیا مقصد ہے؟ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہی خوب فرمایا ہے۔

پابندیٔ تقدیر کہ پابندیٔ احکام؟
یہ مسئلہ مشکل نہیں، اے مردِ خردمند
اک آن میں سو بار بدل جاتی ہے تقدیر
ہے اس کا مقلد ابھی ناخوش، ابھی خورسند
تقدیر کے پابند نباتات و جمادات
مومن فقط احکامِ الٰہی کا ہے پابند

(ضربِ کلیم ص ٦٤، کلیاتِ اقبال اردو ص ٥٢٦)

۳۔ ثالثاً یہ کہ جنابِ معاویہ کی وفات ٦٠ ھ میں ہوئی اور وہ پچاس ہجری سے قبل مخفی طریقوں سے اور پچاس ہجری کے بعد علی الاعلان بیعتِ یزید کے لیے کوشاں ہو گئے تھے۔ کیا اُن کی عقل کامل اور علم شامل مسلسل دس سال سے زائد عرصہ تک سلب ہی رہا؟

۴۔ رابعاً یہ کہ اُنہوں نے یزید کی ولی عہدی کے لیے رشوتیں دیں، جیسا کہ ہم اسناد حسنہ اور صحیحہ سے ثابت کر چکے ہیں۔ کیا ایسے تمام امور بھی اُن کے علمِ شامل اور عقلِ کامل کے سلب ہو جانے کی وجہ سے سرزد ہوتے رہے؟

دو تقدیروں کا ٹکراؤ، زبردست تماشا!

۵۔ خامساً یہ کہ اگر اِس موضوع حدیث کو اور علامہ ابن حجر ہیتمی کی باطل تاویل کو تسلیم کر لیا جائے تو نہ صرف یہ کہ یہ اُن کے اپنے موقف سے ٹکراتی ہے بلکہ اُن کی پیش کردہ دوسری موضوع حدیث سے بھی ٹکراتی ہے، اور پھر اُن دونوں موضوع حدیثوں کا ٹکراؤ دو تقدیروں کے ٹکراؤ کی شکل اختیار کر جاتا ہے۔ وہ کیسے؟ آیئے! یہ عاجز تفصیل پیش کرتا ہے:

Presented by Ziaraat.com

علامہ موصوف کے نزدیک موضوع حدیث "اللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ ھَادِیًا مَّھْدِیًا" صحیح ہے۔ اُنہوں نے یہ حدیث نقل کر کے کہا ہے کہ اگر معاویہ اِس لائق نہ ہوتے تو نبی کریم ﷺ اُن کے لیے دعا ہی کیوں کرتے؟ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

فَتَأَمَّلْ ھٰذَا الدُّعَاءَ مِنَ الصَّادِقِ الْمَصْدُوْقِ [ﷺ]، وَأَنَّ أَدْعِيَتَهُ لِأُمَّتِهِ لَاسِيَّمَا أَصْحَابُهُ مَقْبُوْلَةٌ غَيْرُ مَرْدُوْدَةٍ، تَعْلَمُ أَنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ اِسْتَجَابَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ھٰذَا الدُّعَاءَ لِمُعَاوِيَةَ، فَجَعَلَهُ هَادِيًا لِلنَّاسِ مَهْدِيًّا فِيْ نَفْسِهٖ، وَمَنْ جَمَعَ لَهُ بَيْنَ هَاتَيْنِ الْمَرْتَبَتَيْنِ، كَيْفَ يُتَخَيَّلُ فِيْهِ مَا تَقُوْلُهُ عَلَيْهِ الْمُبْطِلُوْنَ وَوَصَمَهُ بِهِ الْمُعَانِدُوْنَ، مَعَاذَ اللّٰهِ، لَايَدْعُوْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِهٰذَا الدُّعَاءِ الْجَامِعِ لِمَعَالِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ، الْمَانِعِ لِكُلِّ نَقْصٍ، نَسَبَتْهُ إِلَيْهِ الطَّائِفَةُ الْمَارِقَةُ الْفَاجِرَةُ إِلَّا لِمَنْ عَلِمَ ﷺ أَنَّهُ أَهْلٌ لِذٰلِكَ، حَقِيْقٌ بِمَا هُنَالِكَ.

فَإِنْ قُلْتَ: هٰذَانِ اللَّفْظَانِ ـ أَعْنِيْ هَادِيًا مَّهْدِيًّا ـ مُتَرَادِفَانِ أَوْمُتَلَازِمَانِ، فَلِمَ جَمَعَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَهُمَا؟ قُلْتُ: لَيْسَ بَيْنَهُمَا تَرَادُفٌ وَلَا تَلَازُمٌ، لِأَنَّ الْإِنْسَانَ قَدْ يَكُوْنُ مُهْتَدِيًا فِيْ نَفْسِهٖ، وَلَايَهْتَدِيْ غَيْرُهُ بِهٖ ..... فَلِأَجْلِ هٰذَا طَلَبَ ﷺ لِمُعَاوِيَةَ حِيَازَةَ هَاتَيْنِ الْمَرْتَبَتَيْنِ الْجَلِيْلَتَيْنِ حَتّٰى يَكُوْنَ مَهْدِيًّا فِيْ نَفْسِهٖ هَادِيًا لِلنَّاسِ، وَدَالًّا لَهُمْ عَلٰى مَعَالِي الْأَخْلَاقِ وَالْأَعْمَالِ.

''آپ صادق ومصدوق ﷺ کی اِس دعا میں غور کریں، بلاشبہ آپ کی دعائیں امت کے لیے خصوصاً آپ کے صحابہ کے لیے مقبول ہیں مردود نہیں، تو جان جائیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی یہ دعا معاویہ کے حق میں قبول فرمائی تو اُنہیں لوگوں کو ہدایت کرنے والا اور فی نفسہٖ ہدایت یافتہ بنا دیا۔ اور اللہ تعالیٰ جس شخص کے لیے یہ دونوں مرتبے جمع فرما دے تو اُس کے بارے میں وہ خیالات کیونکر درست ہو سکتے ہیں جو اُن کے خلاف باطل پرست لوگ بناتے اور معاندین اُن سے منسوب کرتے ہیں؟ معاذ اللہ۔ رسول اللہ ﷺ ایسی دعا جو دنیا و آخرت کی فضیلتوں کو جامع ہو اور ہر ایسے نقص کی مانع ہو جو بے دین و فاجر لوگ اُن کی طرف نسبت کرتے ہیں ہرگز نہیں مانگیں مگر اُس شخص کے لیے جس کے بارے میں آپ ﷺ کو علم ہو کہ وہ اس دعا

Presented by Ziaraat.com

کا اہل اور حقیقی معنیٰ میں حق دار ہے۔

اگر تم کہو کہ یہ دونوں لفظ "هادي" اور "مهدي" مترادف اور متلازم المعنیٰ ہیں تو پھر حضور ﷺ نے انہیں جمع کیوں فرمادیا؟ میں کہتا ہوں: اِن دونوں کے درمیان کوئی ترادف اور تلازم نہیں ہے، کیونکہ کبھی انسان خود تو ہدایت یافتہ ہوتا ہے لیکن دوسرے اُس سے ہدایت نہیں پاتے، اور کبھی وہ دوسروں کو ہدایت کرنے والا ہوتا ہے اور خود ہدایت یافتہ نہیں ہوتا۔ پس اس وجہ سے آپ ﷺ نے معاویہ کے لیے یہ دونوں جلیل القدر مرتبے اکٹھے مانگ لیے تا کہ وہ خود بھی ہدایت یافتہ ہوں اور لوگوں کو بھی ہدایت کرنے والے ہوں اور اُنہیں بلند اخلاق اور اعمالِ حسنہ پر اُبھارنے والے ہوں"۔

(تطهير الجنان ص ٤٩، ٥٠، ومترجم تطهير الجنان للمفتي عبد الشكور لكهنوي ص ٢٧)

قارئین کرام سے گذارش ہے کہ وہ اِس کلام میں اُن دو باتوں پر خصوصی توجہ فرمائیں جن پر علامہ ابن حجر مکی نے زیادہ زور دیا ہے۔

پہلی بات تو یہ کہ نبی کریم ﷺ دعا مانگتے ہی اُس شخص کے لیے تھے جس کے بارے میں آپ کو معلوم ہوتا تھا کہ وہ اُس دعا کا اہل اور مستحق ہے۔ یہ جملہ خود اِس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ کی دُعا اُس بندے کی تقدیر کے مطابق ہوگی، کیونکہ ایک تو آپ ﷺ اپنی خواہش سے کلام نہیں فرماتے تھے اور دوسرا آپ پر اپنی امت کے احوال بھی منکشف کردیے گئے تھے اور تیسری بات یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جو دعا قبول نہیں فرمانا ہوتی تھی اُسے مانگنے سے پہلے ہی منع فرمادیتا تھا، لہٰذا بقول علامہ ابن حجر مکی اگر یہ دعا قبول ہوئی تو تقدیر کے مطابق تھی بلکہ یوں کہنا زیادہ مناسب ہے کہ جس کے حق میں جس طرح الفاظِ نبوی ﷺ صادر ہوگئے وہی اس کی تقدیر بن گئی۔

دوسری بات یہ کہ علامہ ابن حجر مکی نے لفظ "هادي" اور "مهدي" کے مترادف المعنیٰ کی بحث چھیڑ کر اِس بات کو ذہن نشین کرانے کی کوشش کی ہے کہ جب معاویہ کے حق میں یہ دعا ہوگئی تو وہ لازماً بیک وقت ھادی اور مہدی دونوں فضیلتوں کے حامل ہوگئے اور ہر اُس نقص سے منزہ و مبراء ہوگئے جو اُن کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں۔

اب آپ پہلے اِس دعا میں مع تشریح غور فرمائیے پھر یزید پلید کے تقرر کے وقت معاویہ پر جو صاف باتیں تاریک ہوگئیں اور اُن کا علم شامل اور عقلِ کامل سلب ہوگئی، جس کو خود علامہ موصوف نے ہی بیان فرمایا ہے، میں غور

Presented by Ziaraat.com

کرتے ہوئے خود بھی انصاف فرمایئے اور ڈکلائے ملوکیت سے بھی پوچھئے کہ اُس وقت حضور اکرم ﷺ کی اُس جامع و مانع دعا کی مقبولیت کہاں گئی تھی؟ اُن سے پوچھئے کہ جب تم خود یزید خبیث کو فاسق مارق (بے دین) تسلیم کر رہے ہو اور معاویہ کو اُس کے تقرر کا فاعل بھی مان رہے ہو تو پھر بیک وقت ہادی اور مہدی ہونا اور ایسے تقرر کا فاعل ہونا جب اُن پر راہِ ہدایت تاریک ہوگئی تھی، آخر اِن دونوں باتوں کا اجتماع کیونکر ممکن ہے؟

اگر وہ پھر کہیں کہ تقدیر آڑے گئی تو اُنہیں بتایئے کہ دعا تقدیر کو ٹال دیتی ہے اور اِس پر حسب ذیل احادیث دلیل ہیں:

۱۔ سیدنا انس بن مالک ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اُدْعُوْا، فَاِنَّ الدُّعَاءَ یَرُدُّ الْقَضَاءَ.

''دعا مانگا کرو، کیونکہ دعا قضا کو ٹال دیتی ہے''۔

(کتاب الدعاء للطبراني ج١ ص٧٩٨ حدیث٢٩)

٢۔ سیدنا سلیمان فارسی ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَایَرُدُّ الْقَضَاءَ اِلَّا الدُّعَاءُ.

''قضا کو دعا ہی ٹال سکتی ہے''۔

(سنن الترمذي ج٤ ص١٨ حدیث٢١٣٩؛ کتاب الدعاء للطبراني ج١ ص٧٩٨ حدیث٢٩)

٣۔ حضرت ثوبان ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَایَرُدُّ الْقَدَرَ اِلَّا الدُّعَاءُ.

''تقدیر کو دعا ہی ٹال سکتی ہے''۔

(المستدرك ج١ ص٤٩٣؛ شرح مشکل الآثار ج٨ ص٧٩ حدیث٣٠٦٩)

امام حاکم و ذہبی دونوں نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ بتلایئے جب ایک صالح مسلمان کی دعا سے تقدیر ٹل جاتی ہے تو جو لوگ حدیث ''اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ ھَادِیًا مَّھْدِیًا وَاھْدِ بِہٖ'' (اے اللہ! اُس کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا دے اور دوسروں کو اُس کے ذریعے ہدایت دے) کو صحیح مانتے ہیں، وہ بتلائیں کہ سید الانبیاء والمرسلین اور محبوبِ رب العالمین ﷺ کی دعا معاویہ کے حق میں کیوں قبول نہ ہوئی؟ کیا یہی سمجھا جائے کہ دو تقدیروں کا ٹکراؤ ہو گیا تھا اور حضور ﷺ کی مانگی ہوئی دعا مسترد ہوگئی تھی؟

Presented by Ziaraat.com

قارئین کرام! غلط غلط اور باطل باطل ہی رہتا ہے، خواہ اُس کو ثابت کرنے اور منوانے کے لیے قد آور لوگ تلبیسات وتاویلات کا سہارا لیں یا قطری خط کی طرح موضوع وجعلی احادیث لے آئیں۔ فَتَدَبَّرُوْا!!

نگاہِ باپ میں یزید کی اچھائی کا راز

۶۔ علامہ ابن حجر مکی کی باتوں میں سے ساتویں بات یہ ہے:

''یزید نے بہت سے لوگ اپنے والد کے پاس خاص اسی کام کے لیے مقرر کیے تھے کہ وہ یزید کے عمدہ حالات ان سے بیان کریں۔ اسی وجہ سے حضرت معاویہؓ یزید کو اور (دوسرے) صحابہ کے بیٹوں سے افضل سمجھتے تھے، لہٰذا اُنہوں نے یزید کو سب پر ترجیح دی''۔

شاباش، شاباش! محدثانہ، عالمانہ اور فقیہانہ بصیرت کا کمال ہے! کیا یہ پوچھا جا سکتا ہے کہ جو کچھ اس اقتباس میں مذکور ہے اس کا تعلق نقل سے ہے یا عقل سے؟ اگر نقل سے ہے تو پھر یہ کہاں لکھا ہوا ہے اور یزید کی اُس کے باپ سامنے ایسی تعریف کرنے والے لوگ کون تھے؟ آیا وہ یزید کے ننھیال سے تھے جو کہ عیسائی تھے یا اُس کے ددھیال سے اموی لوگ تھے؟ اور اگر یہ نقل نہیں بلکہ عقلی اختراع ہے تو پھر بتائیے کہ ملوکیت کے جواز کے لیے اس قدر عقلی پاپڑ بیلنے کی ضرورت کیا ہے؟ کیا شریعت میں اِس پر کسی قسم کے اجر وثواب کی بشارت آئی ہے؟

ووٹرز کی تقریر احادیث پر بھی حاوی؟

حد ہوگئی کہ علامہ ابن حجر مکی نے یہاں تک لکھ دیا کہ یزید کی شان میں خوشامدی لوگوں کی تعریفی تقریریں معاویہ پر اس قدر اثر انداز ہوئیں کہ وہ محض اُن کے تعریفی کلمات کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ اپنے بیٹے کو تمام صحابہ کی اولاد سے افضل سمجھ بیٹھے بلکہ اُس خبیث کو اُن سب پر ترجیح بھی دے ڈالی۔ میں کہتا ہوں کہ اگر ووٹرز کی تعریف کی بنا پر یزید کی اِس افضلیت اور ترجیح کو فقط معاویہ کی وفات کے آخری سال سے جوڑا جائے تو اُس وقت صحابہ کی اولاد ہی نہیں بلکہ خود صحابہ کرامؓ بھی موجود تھے، جیسا کہ خال المؤمنین (اگر جائز ہو تو) حضرت عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر، انس بن مالکؓ اور سیدنا امام حسینؑ وغیرہ۔ یزید کے ووٹرز کی تعریفوں سے نگاہِ معاویہ میں یزید ان سب سے افضل کیسے ہوگیا؟ اور اگر یزید کی ولی عہدی کی کوششوں کا تعلق اس سے پہلے سمجھا جائے اور یہی حقیقت ہے کہ معاویہ نے پچاس ہجری سے بھی پہلے یزید کو ولی عہد بنانے کی کوشش شروع کر دی تھی اور اُس وقت عشرہ مبشرہ میں سے ایک سے زائد حضرات اور دوسرے اکابرؓ بھی موجود تھے تو پھر بتلائیے بقول علامہ ابن حجر مکی اگر معاویہ

Presented by Ziaraat.com

کو یزید خبیث ایسے سب حضرات سے افضل نظر آتا تھا تو اِس کو معاویہ کی نظر کا کمال سمجھا جائے، یزید پلید کے دوٹرز کی تقاریر اور ورکری کا کمال سمجھا جائے یا "النُّكْتَةُ بَعْدَ الْوُقُوعِ" کی طرح علامہ ابن حجر مکی کی تحریر کا کمال سمجھا جائے؟

قارئین کرام! جب بعض طلقاء کے ناجائز دفاع میں علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ جیسے عظیم محدث اور فقیہ دلائل سے اس قدر تہی دست ہیں تو پھر خود اندازہ فرمایئے کہ اِس ناجائز دفاع میں ہمارے دور کے اُمراء یا واقعی علماء کی کیا حیثیت ہے کہ وہ کوئی کام کی بات لاسکیں؟

خواہش پرست سے محبت؟

علامہ ابن حجر مکی نے خود لکھا ہے کہ امیر شام پر خواہش نے ہدایت کا راستہ تاریک کر دیا تھا۔ میں پوچھتا ہوں کہ اگر یہ حقیقت ہے تو پھر خواہش پرست سے تو محبت ممنوع ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا.

''اور اُس کا کہنا نہ مانو جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا اور اُس کا کام حد سے گذر گیا''۔

(الکھف: ۲۸)

موصوف سیدنا امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی شہادت سے قبل اشاروں اور کنایوں میں یزید پلید کی ولی عہدی کی بات کیا کرتے تھے اور اُن کی شہادت کے بعد کھلم کھلا دھن، دھونس اور دھمکیوں کے ذریعے اُس کی ولی عہدی کی بیعت لیتے تھے۔ کم وبیش مسلسل چودہ برس تک وہ اِس خواہش کی پیروی میں رہے اور بالآخر اِس کو عملی جامہ پہنا کر ہی دم لیا، سو جب وہ ایک ناجائز خواہش کی تکمیل میں اتنا عرصہ مگن رہے تو پھر اُن کے دفاع میں اس قدر جتن کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ کیا اُن کے قول وعمل کو اُسوہ بنانا مطلوب ہے؟ خدا جانے کہ لوگوں کو ﴿وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ﴾ اور ﴿أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلٰهَهُ هَوَاهُ﴾ [الفرقان: ۴۳] اور ﴿أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلٰهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلىٰ عِلْمٍ﴾ [الجاثیۃ: ۲۳] وغیرھا آیات کیوں نہیں سمجھ آتیں؟ کیا کتاب وسنت میں کہیں یہ تصریح آئی ہے کہ صحابی کہا جانے والا کوئی انسان واقعی کسی انفرادی ہی نہیں بلکہ قومی وملی بربادی پر مبنی بدترین خواہش کی پیروی کرے تو وہ اِس قسم کی آیات سے مستثنیٰ ہے اور اُس کا دفاع کرنا لازم ہے؟

Presented by Ziaraat.com

امیر اہل سنت فیض دہندہ یا فیض جوئندہ؟

امیر اہل سنت نے اپنی کتاب کا پیٹ بھرنے کے لیے امیر شام کے مکمل خانوادہ کے حالات کا احاطہ کرنے کی کوشش کی ہے، حتیٰ کہ اس سلسلے میں اُنہوں نے اُن کی بیوی اور یزید پلید کی ماں (میسون بنت بحدل کلبیہ) کا بھی فیضان بیان کر دیا ہے اور اُس کے بھاری القابات وصفات قلم بند کی ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"میسون بنت بحدل کلبی: اللہ عزوجل نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا کو بے پناہ فہم وفراست اور تقویٰ وپرہیزگاری جیسی صفات سے نوازا تھا۔ شریعت کے معاملے میں آپ رحمۃ اللہ علیہا بے حد محتاط تھیں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا کا شمار تابعیات میں ہوتا ہے چنانچہ حضرت سیدنا حسن بن محمد صغانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: میسون بنت بحدل امیر معاویہ کی زوجہ ہیں اور تابعیات میں شامل ہیں"۔ (البدایۃ والنہایۃ، العباب الزاخر)

(فیضان امیر معاویہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ ص ۳۴،۳۵)

پہلے تو امیر اہل سنت سے یہ پوچھا جائے کہ میسون بنت بحدل کے بارے میں جو کچھ اُنہوں نے ذکر کیا ہے، وہ تاریخ ہے یا قرآن وحدیث؟ اگر تاریخ ہے تو پھر میسون ایسی نہیں تھی جس طرح وہ اُسے ثابت کرنا چاہتے ہیں بلکہ یہ محض امیر اہل سنت کا ہی فیضان ہے۔ اُنہوں نے حافظ ابن کثیر کے حوالے سے جو مفہوم ادا کیا ہے اُس کے عربی الفاظ یہ ہیں:

وَكَانَتْ حَازِمَةً عَظِيمَةَ الشَّأْنِ جَمَالًا وَّرِيَاسَةً وَعَقْلًا وَدِيْنًا.

"وہ دانا، عظیم الشان، خوبصورت، سردارہ، عقل منداور دین دار تھی"۔

(البداية والنهاية بتحقيق محسن التركي ج ١١ ص ٤٦٣)

یہ حافظ ابن کثیر کی طرف سے ایسی فیاضی ہے جو خود اُن کے اپنے مندرجات کے خلاف ہے۔ خصوصاً "وَدِيْنًا" کا لفظ۔ حافظ ابن کثیر کے جو مآخذ ہیں اُن میں یہ الفاظ نہیں ہیں، ماسوا اس کے کہ تاریخ دمشق میں فقط لفظ "لَبِيْبَةً" (زیرک) موجود ہے۔ خدا جانے کہ ابن کثیر کے قلم کو کیا ہو جاتا ہے کہ جب وہ بنو امیہ کے بارے میں لکھ رہے ہوں تو اُن کا قلم پھیلتا چلا جاتا ہے۔ مثلاً ایک مقام پر وہ امیر شام کے متعلق صحیح مسلم کی حدیث نقل کر رہے تھے تو اُن کے قلم نے "كَانَ يَكْتُبُ الْوَحْيَ" کے الفاظ اپنی طرف سے لکھ دیے۔ یہاں بھی اُن کے قلم نے ایک

Presented by Ziaraat.com

زبردست فیاضی کی ہے۔ پہلے اُنہوں نے اپنے طور پر میسون کی دین داری رقم فرمائی پھر لکھا:

فَلِهٰذَا أَوْلَى اللّٰهُ ابْنَهَا يَزِيْدَ الْخِلَافَةَ بَعْدَ أَبِيْهِ.

''پس اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اُس کے بیٹے یزید کو اُس کے باپ کے بعد خلافت سونپی''۔

(البداية والنهاية بتحقيق أكرم عبداللطيف البوشي ج۸ ص ۲۱۰، وبتحقيق محسن التركي ج ۱۱ ص ۴۶۳، ومترجم اردو ج۸ ص ۱۸۹)

اس کے برعکس جب وہ اہل بیت کرام علیہم السلام کے بارے میں کچھ لکھ رہے ہوں تو اُن کا قلم جرح پر اتر آتا ہے۔ اس کی کچھ غیر مبہم اور واضح مثالیں مجھ عاجز کی تالیف ''**شرح كتاب الأربعين في فضائل آل البيت الطاهرين**'' میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ اور سیدہ خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہما کے مابین مفاضلہ کی بحث میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

امیر اہل سنت حافظ ابن کثیر سے بھی آگے نکل گئے اور اُنہوں نے تین مرتبہ میسون کے نام ساتھ ''**رحمة الله تعالیٰ علیها**'' لکھ کر اُسے مزید فیضان سے نواز دیا۔

میسون بنت بحدل اور اس کے سرتاج کا تقویٰ؟

قارئین کرام! آیئے ہم آپ کے سامنے میسون اور اُس کے شوہر کے تقویٰ کا حال اُسی کتاب سے پیش کرتے ہیں جس کا امیر اہل سنت نے حوالہ دیا۔ اُس کتاب کے اُسی مقام کی اگلی سطور آپ خود کتاب کھول کر دیکھ لیجئے اور پھر فیصلہ کیجئے کہ جس عورت کو ابن کثیر اور ہمارے لکیر کے فقیر امیر اہل سنت اس قدر پارسا بنا کر پیش کر رہے ہیں، کیا واقعۃً وہ ایسی پارسا تھی؟ ہرگز نہیں تھی۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ امیر شام نے میسون کی موجودگی میں ایک اور عورت سے شادی کی تو میسون کو اُس کے جسم کا معائنہ کرنے کا حکم دیا۔ میسون نے اُس عورت کی شرمگاہ تک کا معائنہ کیا۔ چنانچہ ابن کثیر ہی لکھتے ہیں:

''اور اُنہوں [معاویہ] نے نائلہ بنت عمارہ الکلبیہ سے بھی نکاح کیا جس کا حُسن اُنہیں اچھا لگا اور اُنہوں نے میسون بنت بحدل سے کہا: جا کر اپنی عم زادی کو دیکھو۔ وہ اندر گئی تو معاویہ نے اُس سے اُس کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا: وہ حسن و جمال میں کامل ہے لیکن میں نے اس کی ناف کے نیچے ایک تل دیکھا ہے اور میرا خیال ہے کہ اس کا خاوند قتل ہو جائے گا اور اُس کا سر

Presented by Ziaraat.com

اس کی گود میں رکھا جائے گا تو حضرت معاویہ نے اسے طلاق دے دی اور اُن کے بعد حبیب بن سلمہ فہری نے اس سے نکاح کر لیا پھر اس کے بعد نعمان بن بشیر نے اُس سے نکاح کیا اور قتل ہو گئے اور اُن کا سر اُس کی گود میں رکھا گیا''۔

(البداية والنهاية مترجم اردو ج۸ ص۱۸۹ ،وبتحقيق أكرم عبداللطيف البوشي ج۸ص ۲۱۰،و بتحقيق محسن التركي ج۱۱ ص۴۶۳)

کیا عورت کا عورت کی شرمگاہ کو دیکھنا جائز ہے؟

اس عبارت میں دو ایسی باتوں کا ذکر ہے جو شریعتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلاۃ والتسلیم کے خلاف ہیں:

۱۔ کسی عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ دوسری عورت کی ناف کے نیچے دیکھے۔ چنانچہ دعوتِ اسلامی کی تحقیق کے ساتھ، امیر اہل سنت کے حسب منشا اُنہی کے مکتبہ سے شائع ہونے والی کتاب میں مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''صحیح مسلم میں ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک مرد دوسرے مرد کی ستر کی جگہ نہ دیکھے اور نہ عورت دوسری عورت کی ستر کی جگہ دیکھے''۔

(بہار شریعت تخریج شدہ ج۳[الف]ص۴۴۱؛صحیح مسلم ،کتاب الحيض ،باب تحريم النظر إلى العورات،حديث۸۴[۳۳۸]،مکتبۃالمدینۃ،باب المدینۃ، کراچی)

علامہ اعظمی آگے چل کر مسائل فقہیہ میں مسئلہ نمبر۴ کے تحت لکھتے ہیں:

''عورت کا عورت کو دیکھنا، اس کا وہی حکم ہے جو مرد کو مرد کی طرف نظر کرنے کا ہے، یعنی ناف کے نیچے سے گھٹنے تک نہیں دیکھ سکتی''۔

(بہار شریعت تخریج شدہ ج۳[الف]ص۴۴۱،الهداية، كتاب الكراهية،فصل فى الوطء والنظر واللمس،ج۲ ص ۳۷۰ ،مکتبۃالمدینۃ،باب المدینۃ، کراچی)

نکاح سے قبل تو شریعت کی طرف سے نکاح کا ارادہ رکھنے والے مرد کو بھی اجازت ہے کہ وہ عورت کے چہرے کو دیکھ سکتا ہے مگر یہ کس شریعت میں جائز ہے کہ نکاح ہو جانے کے بعد کوئی شخص اپنی پہلی بیوی کو حکم دے کہ وہ اندر جا کر نئی منکوحہ کو ٹٹول کر دیکھے؟ تقویٰ کی پیکر میسون نے ناف کے نیچے اتنا ٹٹول کر تو دیکھا تھا کہ تل کو بھی تاڑ لیا

Presented by Ziaraat.com

تھا۔اس سے ہر عقل مند مگر باحیا مسلمان میسون اور اُن کے شوہر کے اعلیٰ تقویٰ کا اندازہ کر سکتا ہے۔اگر آپ کو بھی یہ اندازہ ہو چکا ہو تو ایک مرتبہ پھر امیر اہل سنت کے درجِ ذیل الفاظ میں غور کیجئے:

''اللہ عزوجل نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا کو بے پناہ فہم وفراست اور تقویٰ و پرہیز گاری جیسی صفات سے نوازا تھا۔شریعت کے معاملے میں آپ رحمۃ اللہ علیہا بے حد محتاط تھیں''۔

(فیضان امیر معاویہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ ص ۳۵)

سبحان اللہ، یہ ہے ''بے پناہ فہم وفراست اور تقویٰ و پرہیز گاری'' خود انصاف فرمائیے کہ امیر اہل سنت اِس خانوادہ کے فیض دہندہ ہیں یا فیض جویندہ؟

کیا اُم یزید میسون غیب دان تھی؟

۲۔ مذکورہ بالا عبارت میں دوسری خلافِ شرع بات یہ ہے کہ میسون نے اپنی بن جانے والی سوکن نائلہ بنت عمارہ الکلبیہ کی ناف کے نیچے تِل دیکھ کر اپنے شوہر معاویہ بن ابوسفیان کو بتایا کہ اس کے تِل سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا شوہر قتل کیا جائے گا اور اُس کا سر اس کی گود میں رکھا جائے گا۔اس پر امیر شام نے اس حد تک یقین کر لیا کہ اُسی وقت نائلہ کو طلاق دے ڈالی، حالانکہ نائلہ معاویہ کے بعد حبیب بن سلمہ فہری کی زوجہ رہی مگر وہ قتل ہوا اور نہ ہی اُس کا سر نائلہ کی گود میں رکھا گیا۔خدا جانے کہ معاویہ قتل سے اس قدر کیوں ڈر گئے تھے؟ اگر وہ قتل ہو جاتے تو حق کی راہ میں ہی قتل ہوتے، چونکہ وہ پیکرِ حق تھے اور مردانِ حق ہمیشہ باطل قوتوں کے ہاتھوں ہی قتل ہوا کرتے ہیں اور شہداء میں شامل ہو جاتے ہیں جو انعام یافتہ طبقات میں سے ایک طبقہ ہے۔شہادت اس قدر عظیم الشان رتبہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے:

''میں پسند کرتا ہوں کہ راہِ حق میں قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں پھر......''۔

(بخاري ص ۱۲ حديث ۳۶؛ مسلم ص ۹۰۷ حديث ۱۸۷۶)

مگر افسوس کہ اُنہوں نے اپنی بیوی کی غیبی خبر پر یقین کر لیا اور ''كَامِلَةُ الْجَمَال'' خاتون کے ساتھ نکاح کر لینے کے بعد اُس کی ناف کے نیچے ایک تِل کو سببِ قتل یقین کرتے ہوئے اُسے چلتا کیا۔گویا اُن پر اُن کی بیوی کی غیب دانی کا سکہ چل گیا اور ''اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًّا'' کا اثر رہ گیا۔یہاں حافظ ابن کثیر اور امیر اہل سنت سے پوچھا جائے کہ کیا جسم پر تِل کے ذریعے غیبی امور پر آگاہی ہو سکتی ہے اور اگر ہو سکتی ہے تو شرعی لحاظ سے اُس پر

Presented by Ziaraat.com

یقین کرنے کا کیا حکم ہے؟

"أَصْحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ" پر عمل فرمایئے!

نیز امیر اہل سنت کے نزدیک زبانِ زد عام روایت "أَصْحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ فَبِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمْ اهْتَدَيْتُمْ" (میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، سوتم جس کی پیروی کروگے ہدایت پا جاؤ گے) صحیح ہوتو وہ ذرا وضاحت فرمادیں کہ اس روایت کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر اہل اسلام امیر شام اور بقول آپ کے اُن کی بے پناہ پرہیزگاریوی کے اُسوہ پر عمل کی نیت سے کسی لڑکی کے ساتھ نکاح سے قبل ہی نہیں بلکہ نکاح ہوجانے کے بعد اُس کی ناف کے نیچے تک کے مقام کو دیکھ لیا کریں اور اگر وہاں کوئی تل شِل موجود ہوتو اُسے چلتا کیا کریں تو کتنا ثواب ملے گا اور ہدایت کا کون سا درجہ حاصل ہوگا؟

کسی شرعی عذر کے بغیر طلاق کا حکم

اس سلسلے میں بلاتمہید تین احادیث پیش خدمت ہیں۔ مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

۱۔ "حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: اے معاذ! کوئی چیز اللہ (ﷻ) نے غلام آزاد کرنے سے زیادہ پسندیدہ روئے زمین پر پیدا نہیں کی اور کوئی شے روئے زمین پر طلاق سے زیادہ ناپسندیدہ پیدا نہ کی۔

۲۔ "حضور ﷺ نے فرمایا: تمام حلال چیزوں میں خدا کے نزدیک زیادہ ناپسندیدہ طلاق ہے۔

۳۔ "حضور ﷺ نے فرمایا کہ ابلیس اپنا تخت پانی پر بچھاتا ہے اور اپنے لشکر کو بھیجتا ہے اور سب سے زیادہ مرتبہ والا اُس کے نزدیک وہ ہے جس کا فتنہ بڑا ہوتا ہے۔ اُن میں ایک آکر کہتا ہے میں نے یہ کیا، یہ کیا۔ ابلیس کہتا ہے تو نے کچھ نہیں کیا۔ دوسرا آتا ہے اور کہتا ہے میں نے مرد اور عورت میں جدائی ڈال دی۔ اسے اپنے قریب کر لیتا ہے اور کہتا ہے: ہاں تو ہے"۔

(بہار شریعت ج۲ (الف) ص۱۰۸، ۱۰۹، ملخصا، مکتبۃ المدینۃ، باب المدینۃ کراچی)

اب یہ وضاحت تو امیر اہل سنت ہی کر سکتے ہیں کہ اُن کی فیض دہندہ ہستی نے محض ایک تل کی وجہ سے جو طلاق دی وہ طلاقِ احسن تھی، طلاقِ حسن تھی، طلاقِ بدعی تھی یا پھر اجتہاد تھا، اور اگر اجتہاد تھا تو کون سا، دو اجروں والا

Presented by Ziaraat.com

یا ایک اجر والا؟

کیا مرد کو خصی کرنا جائز ہے؟

البدایہ والنہایہ کے اسی مقام پر شاید میسون کے تقویٰ کو ظاہر کرنے کے لیے ایک اور واقعہ بھی منقول ہے، ذرا وہ بھی ملاحظہ فرمائیے۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

''ایک روز حضرت معاویہؓ اس کے ہاں آئے تو اُن کے ساتھ ایک خصی خادم بھی تھا، اس نے اُس سے پردہ کیا اور کہنے لگی آپ کے ساتھ یہ کون شخص ہے؟ اُنہوں نے کہا: یہ خصی ہے اس کے سامنے آ جاؤ۔ اس نے کہا: اللہ نے جس چیز کو حرام کیا ہے مثلہ اُسے حلال نہیں کر سکتا، اور اس نے اُس سے حجاب کیا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اُس نے معاویہ سے کہا: محض آپ کا اسے مثلہ کر دینا ہرگز وہ چیز اس پر حلال نہیں کرتا جو اللہ نے اس پر حرام کی ہے''۔

(البداية والنهاية مترجم اردو ج۸ ص ۱۸۹)

یہ ترجمہ جس عبارت کا ہے اُس کے یہ الفاظ ''إِنَّ مُجَرَّدَ مُثْلَتِكَ لَهُ لَنْ تُحِلَّ مَا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ'' (آپ کا اس کا مثلہ کر دینا ہرگز وہ چیز اس پر حلال نہیں کرتا جو اللہ نے اس پر حرام کی ہے) بتا رہے ہیں کہ اُس شخص کو امیر شام کے حکم سے خصی کیا گیا تھا، لہٰذا دیکھنا ہوگا کہ شرعاً کسی شخص کو خصی کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ اس بارے میں متعدد احادیث میں آیا ہے کہ کچھ صحابہ کرام ﷺ نے جذبۂ عبادت و ریاضت سے سرشار ہو کر از خود چاہا کہ وہ خصی ہو جائیں، نبی کریم ﷺ سے اجازت مانگی تو آپ نے منع فرما دیا۔ اس سلسلے میں سیدنا عثمان بن مظعون، سیدنا سعد بن ابی وقاص، ابن مسعود، ابو ہریرہ اور دوسرے حضرات کے اسماء مبارکہ ملتے ہیں۔ بخاری شریف ''کتاب النكاح، باب ما يكره من التبتل والخصاء'' میں اِن احادیث کو دیکھا جا سکتا ہے۔ ایسی احادیث کے پیش نظر تمام فقہی مذاہب میں خصی ہونے کو حرام مانا گیا ہے۔ چنانچہ امام قرطبی مالکی اور حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہما لکھتے ہیں:

هٰذَا النَّهْيُ عَلٰى تَحْرِيْمٍ وَلَا خِلَافَ فِيْ تَحْرِيْمِ ذٰلِكَ فِيْ بَنِيْ آدَمَ.

''یہ ممانعت تحریمی ہے اور نسل آدم [علیہ السلام] میں اس کے حرام ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے''۔

(المفهم شرح صحيح مسلم ج٤ ص ٩٣؛ فتح الباري ج ١١ ص ٣٣٨)

Presented by Ziaraat.com

حافظ بدرالدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

فَإِنَّ الإِخْتِصَاءَ فِي الآدَمِيِّ حَرَامٌ مُطْلَقًا.

''آدمی کو خصی کرنا مطلقاً حرام ہے''۔

(عمدة القاري ج۲۰ ص۱۰۲)

علامہ امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''انسان کو خصی کرنا حرام ہے، اسی طرح ہیجڑا کرنا بھی''۔

(بہار شریعت ج۳ ص۵۹۰)

علماءِ حنابلہ اور نجدی علماء نے بھی اس تحریم کو ہر حال میں مقرر رکھا ہے۔

(فتاوى اللجنة الدائمة ج۱۸ ص۳٤)

یہاں یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ اسلام میں خصی خادم رکھنے والے پہلے شخص معاویہ ہی ہیں۔ چنانچہ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اُن کی اولیات کے بیان میں زبیر بن بکار سے نقل کرتے ہیں:

وَأَوَّلُ مَنِ اتَّخَذَ الْخُدَّامَ الْخِصْيَانَ فِي الإِسْلَامِ.

''وہ اول شخص ہیں جنہوں نے اسلام میں خصی نوکر رکھے''۔

(سير أعلام النبلاء ج۳ ص۱۵۷؛ الأوائل للعسكري ص۲٤۷؛ تاريخ الخلفاء للسيوطي ص۳۳۲)

قارئین کرام! یہ تفصیل امیر اہل سنت سے معلوم کیجئے کہ امیر شام بعض لوگوں کو خصی کرا کر شرعی لحاظ سے عملِ حلال بجالاتے تھے یا حرام کے مرتکب ہوتے تھے، یا پھر یہ اُن کی مجتہدانہ بصیرت کا شاہکار تھا؟ نیز اُن سے یہ بھی پوچھئے کہ کوئی ھادی اور مہدی ہونے کے باوجود فعل حرام کا مرتکب ہو سکتا ہے؟

میسون بنت بحدل کا خاندان

قرائن و احوال سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک خصی شخص کو ساتھ لے آنے پر میسون بنت بحدل کا اپنے شوہر پر چڑھائی کرنے کا سبب اُس کی پارسائی نہیں تھا بلکہ وہ اِس عمل سے اپنے خاوند کو خفت سے دوچار کرنا چاہتی تھی۔ اس لیے کہ وہ ایک عیسائی عورت تھی اور اُس کا امیرِ شام کے نکاح میں آنا عیسائی حکمتِ عملی کے تحت تھا، اور حکمتِ عملی جس کو نظریۂ ضرورت بھی کہہ دیا جاتا ہے، اُس میں قلبی پسند کا ہونا ضروری نہیں ہوتا، لہٰذا یہ اُس کا اور اُس کے

Presented by Ziaraat.com

خاندان کا قلبی نہیں بلکہ عقلی فیصلہ تھا۔ یوں سمجھئے کہ وہ محض فرزندِ ابوسفیان کے عقد نکاح میں نہیں بلکہ امیر شام کے نکاح میں دی گئی تھی۔ وہ اِس عقد میں خود کو قیدی محسوس کرتی تھی لیکن مقصد برآری تک اُسے اُس قید میں رہنا ضروری تھا۔ وہ مقصد مسلمانوں کے رازوں سے آگاہ ہونا اور اپنی جسمانی زمین میں ایک مسلم حاکم کی تخم ریزی کر کے مسلمانوں کے معاملات میں شریک ہونا تھا۔ اس کی توضیح کے لیے درجِ ذیل سطور میں غور فرمایئے۔

فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا اہل کتاب سے اجتناب کیوں؟

ہر چند کہ اہل کتاب کی عورتوں سے بشرطیکہ وہ اپنی کتاب پر قائم ہوں شادی کرنا جائز ہے مگر پسندیدہ نہیں ہے، اس لیے کہ اہل کتاب اُس وقت تک راضی نہیں ہوتے جب تک کہ بندہ اُن کے مذہب کا پیروکار نہ ہو جائے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصَارٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ.

''اور ہرگز تم سے یہود اور نصاریٰ راضی نہ ہوں گے جب تک کہ تم اُن کے دین کی پیروی نہ کرو''۔

(البقرة: ۱۲۰، ترجمة كنز الإيمان)

اسی لیے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اہل کتاب کو مسلمانوں کے امور سے دور رکھتے تھے۔ چنانچہ ابن قتیبہ دینوری سند کے ساتھ لکھتے ہیں:

''عیاض بن ابی موسیٰ روایت کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری کو فرمایا کہ کاتب کو بلاؤ تاکہ ہمیں وہ دستاویزات پڑھ کر سنائے جو شام سے آئی ہیں۔ حضرت ابوموسیٰ نے عرض کیا: وہ مسجد میں نہیں آئے گا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا وہ جنبی ہے؟ اُنہوں نے عرض کیا: نہیں، لیکن وہ عیسائی ہے۔ یہ سنتے ہی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ بلند کر کے اُن کی ران پر اس قدر زور سے مارا کہ قریب تھا کہ اُن کی ہڈی ٹوٹ جاتی۔ پھر فرمایا: اللہ تمہیں مارے تمہیں کیا ہو گیا، کیا تم نے اللہ عزوجل کا یہ ارشاد نہیں سنا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى أَوْلِيَآءَ﴾ (اے ایمان والو یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ) [المائدة ۵۱] تم نے کسی مسلمان کو کیوں نہ کاتب بنایا؟ اس پر ابوموسیٰ نے کہا: اُس کا دین اُس کے ساتھ ہے اور ہمیں اُس کی کتابت سے سروکار ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

Presented by Ziaraat.com

لَا أُكْرِمُهُمْ إِذْ أَهَانَهُمُ اللّٰهُ ، وَلَا أُعِزُّهُمْ إِذْ أَذَلَّهُمُ اللّٰهُ ، وَلَا أُدِينُهُمْ إِذْ أَقْصَاهُمُ اللّٰهُ.

''میں اُن کی تکریم نہیں کرتا جب اللہ نے اُن کی توہین فرمائی ہے، میں اُنہیں عزت نہیں دیتا جب اللہ نے اُنہیں ذلیل کیا ہے اور میں اُنہیں قریب نہیں کرتا جب اللہ ﷻ نے اُنہیں دور کیا ہے''۔

(عيون الأخبار ج١ ص٤٣؛ تاريخ عمر بن الخطاب لابن الجوزي ص١١٩؛ محض الصواب في مناقب عمر بن الخطاب، لابن المبرد ص٥١٤)

امام ابن سعد لکھتے ہیں:

''ابو ہلال الطائی سیدنا عمر ﷛ کے ایک غلام سے روایت کرتے ہیں، جس کا نام اُسق تھا۔ اس نے کہا: میں عمر بن خطاب کا غلام تھا اور میں عیسائی تھا۔ وہ مجھے اسلام کی دعوت دیتے رہتے تھے اور فرماتے تھے:

إِنَّکَ لَوْ أَسْلَمْتَ اِسْتَعَنْتُ بِکَ عَلٰی أَمَانَتِي ، فَإِنَّهُ لَا يَحِلُّ لِي أَنْ أَسْتَعِينَ بِکَ عَلٰی أَمَانَةِ الْمُسْلِمِينَ وَلَسْتَ عَلٰی دِينِهِمْ ، فَأَبَيْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ : ﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ﴾.

''اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو میں تم سے اپنی امانتوں کے معاملہ میں مدد حاصل کروں گا، کیونکہ میرے لیے حلال نہیں ہے کہ میں تم سے مسلمانوں کی امانتوں میں مدد لوں جبکہ تم اُن کے دین پر نہیں ہو، میں نے انکار کر دیا تو اُنہوں نے فرمایا: ﴿دین میں کوئی زبردستی نہیں﴾''۔

(الطبقات الكبرى لابن سعد ج٨ ص٢٧٩؛ سنن سعيد بن منصور ج٣ ص٩٦٢؛ كتاب الأموال لأبي عبيد ج١ ص٨٣ حديث ٩٠؛ كتاب الأموال لابن زنجويه ج١ ص١٤٥؛ الكشف والبيان للثعلبي ج٧ ص١٢٥؛ الإصابة ج١ ص٣٣٨؛ الدر المنثور ج٣ ص١٩٩؛ محض الصواب في مناقب عمر بن الخطاب ص٥١٤)

امام ابن ابی شیبہ اور دوسرے حضرات لکھتے ہیں:

''ابو الدھقانہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر ﷛ کو عرض کیا گیا: یہاں حیرہ کا باشندہ ایک لڑکا رہتا ہے اُس جیسا محافظ اور اچھا لکھنے والا نہیں دیکھا گیا۔ اگر آپ چاہیں تو اُسے اپنا منشی رکھ

Presented by Ziaraat.com

لیں، جب بھی آپ کو ضرورت ہوگی تو وہ موجود ہوگا۔ سیدنا عمرؓ نے فرمایا:

قَدِ اتَّخَذْتُ إِذَنْ بِطَانَةً مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ.

''تب تو میں یقیناً غیر مسلم کو اپنا راز دار بنا بیٹھوں گا''۔

(المصنف لابن أبي شيبة ج٨ص٦٥٨، وط: ج٨ص٤٧٢ حديث ٢٦٣٧٧؛ تفسير القرآن العظيم لابن أبي حاتم ج٣ص٧٤٣؛ عيون الأخبار لابن قتيبة ج١ص٤٣؛ تفسير القرآن العظيم لابن كثير ج٢ص١٠٧؛ الدر المنثور ج٣ص٧٣٨)

لفظِ ''بِطَانَةً'' سے سیدنا عمرؓ نے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِنْ دُوْنِكُمْ لَا يَأْلُوْنَكُمْ خَبَالًا وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ أَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ.

''اے ایمان والو! نہ بناؤ اپنا راز دار غیروں کو وہ کسر نہ اُٹھا رکھیں گے تمہیں خرابی پہنچانے میں، وہ پسند کرتے ہیں جو چیز تمہیں ضرر دے، ظاہر ہو چکا ہے بغض اُن کے مونہوں سے اور جو چھپا رکھا ہے اُن کے سینوں نے وہ اس سے بھی بڑا ہے، ہم نے صاف بیان کر دیں تمہارے لیے اپنی آیتیں اگر تم سمجھ دار ہو''۔ (آل عمران: ١١٨)

ایسے ہی خدشات کے پیش نظر سیدنا عمرؓ کتابی عورتوں سے شادی سے منع فرماتے تھے۔ چنانچہ امام ابن ابی شیبہ حضرت شقیق سے روایت کرتے ہیں:

''سیدنا حذیفہؓ نے ایک یہودیہ عورت سے شادی کی تو سیدنا عمرؓ نے اُن کی طرف لکھ بھیجا کہ اس کو طلاق دے دو۔ اُنہوں نے واپس لکھ بھیجا کہ اگر وہ حرام ہے تو میں اُسے طلاق دے دیتا ہوں۔ سیدنا عمرؓ نے پھر لکھ بھیجا کہ میں اسے حرام تو نہیں کہتا لیکن مجھے خدشہ ہے کہ تم اُن سے برائی لے بیٹھو گے''۔

(المصنف لابن أبي شيبة ج٩ص٨٥ حديث ١٦٤١٧؛ أحكام القرآن للجصاص ج٣ص٣٢٣؛ السنن الكبرىٰ للبيهقي ج٧ص١٧٢ وط: ج٧ص٢٨٠ حديث ١٣٩٨٤؛ جامع الآثار القولية والفعلية الصحيحة لعمر بن الخطاب، للعاطف بن عبد الوهاب حماد ص١٩١)

Presented by Ziaraat.com

امام عبدالرزاق صنعانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ہے کہ سیدنا عمر ﷺ نے جو خط لکھا اُس میں مذکور تھا:

طَلِّقْهَا ! فَإِنَّهَا جَمْرَةٌ.

''اس کو طلاق دے دو! وہ انگارہ ہے''۔

(المصنف للإمام عبدالرزاق ج٦ص٧٨حديث١٠٠٥٧، وج٧ص١٧٧ حديث١٢٦٦٨)

مذکورہ بالا روایت کی طرح اس روایت میں بھی تبادلۂ خطوط کا ذکر ہے اور یہ منقول ہے کہ سیدنا حذیفہ ﷺ نے اس حکم پر طلاق نہ دی لیکن بعد میں طلاق دے دی تھی۔ بعد میں طلاق کیوں دی ہوگی؟ دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا عمر ﷺ نے سخت تاکید فرمائی تھی۔ چنانچہ امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ نے جو روایت ذکر فرمائی ہے اُس میں کئی بار تبادلۂ خطوط کے بعد مذکور ہے:

اعْزِمُ عَلَيْكَ أَنْ لَا تَضَعَ كِتَابِيْ حَتّٰى تُخَلِّي سَبِيْلَهَا ، فَإِنِّيْ أَخَافُ أَنْ يَقْتَدِيَ بِكَ الْمُسْلِمُوْنَ فَيَخْتَارُوْا نِسَاءَ أَهْلِ الذِّمَّةِ لِجَمَالِهِنَّ ، وَكَفٰى بِذٰلِكَ فِتْنَةً لِنِسَاءِ الْمُسْلِمِيْنَ.

''میں تمہیں تاکید کرتا ہوں کہ تم میرا خط پڑھ کر رکھنے سے پہلے اُس عورت کو چلتا کرو، مجھے خوف ہے کہ مسلمان تمہاری پیروی میں ایسا کرنے لگ گئے تو وہ ذمیوں کی عورتوں کو اُن کے بناؤ سنگھار کی وجہ سے پسند کرنے لگیں گے اور مسلمانوں کی خواتین کے لیے یہ فتنہ کافی ہوگا''۔

(كتاب الآثار للإمام محمد ج١ ص٣٩٤ حديث٤١٢)

امام ابن الہمام حنفی رحمۃ اللہ علیہ اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ نکاح کا جواز بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فَمِنَ الْمُتَزَوِّجِيْنَ حُذَيْفَةُ وَطَلْحَةُ وَكَعْبُ بْنُ مَالِكٍ ، وَغَضِبَ عُمَرُ فَقَالُوْا : نُطَلِّقُ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ . وَ إِنَّمَا كَانَ غَضَبُهُ لِخِلْطَةِ الْكَافِرَةِ بِالْمُؤْمِنِ وَخَوْفِ الْفِتْنَةِ عَلَى الْوَلَدِ ، لِأَنَّهُ فِيْ صِغَرِهِ أَلْزَمَ لِأُمِّهِ.

''اہل کتاب کی عورتوں سے شادی کرنے والوں میں حضرت حذیفہ، طلحہ اور کعب بن مالک ﷺ کے نام آتے ہیں۔ سیدنا عمر ﷺ اُن پر غضب ناک ہوئے تھے تو انہوں نے عرض کیا تھا: امیر المومنین ہم طلاق دے دیتے ہیں۔ سیدنا عمر ﷺ کا غصہ فقط ایک غیر مسلمہ کے ساتھ مومن کے گھل مل کر رہنے کی اور بچے پر خوفِ فتنہ کی وجہ سے تھا، کیونکہ بچے کا بچپن اُس کی ماں کے ساتھ

Presented by Ziaraat.com

وابستہ ہوتا ہے“۔

(فتح القدیر شرح الهدایة ج۳ ص ۲۲۰)

اِن تمام احادیث میں غور وفکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا عمرؓ نے اگرچہ اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کو حرام نہیں فرمایا لیکن دوسری خرابیوں کے اندیشے کی وجہ سے اس کو اتنا ناپسندیدہ قرار دیا کہ جن صحابہ کرامؓ نے اُن کے دور میں ایسے نکاح کیے تھے اُنہیں اُن عورتوں کو چھوڑنا پڑا۔ آپ بار بار غور فرمایئے کہ آخر سیدنا عمرؓ نے کتابی عورت کے ساتھ نکاح کو کبھی فتنہ، کبھی برائی کا سبب اور کبھی انگارہ کیوں فرمایا ہوگا؟

حلال بوجوہ حرام بھی ہوسکتا ہے

مذکور الصدر تفصیل سے آپ جان چکے ہیں کہ کتابی عورتوں سے نکاح مطلقاً حرام نہیں ہے، لیکن اگر دوسری خرابیوں کے پیدا ہوجانے کا خدشہ ہوتو پھر نہ صرف یہ کہ ناجائز ہوسکتا ہے بلکہ حرام بھی ہوسکتا ہے۔ مثلاً اگر ایسی عورت سے کوئی مسلم حکمران نکاح کرنا چاہے اور خدشہ ہو کہ اُس عورت کے ذریعے مسلمانوں کے سربستہ راز غیر مسلموں تک پہنچنا آسان ہوجائیں گے تو ایسی صورت میں اُس سے نکاح حرام ہوجائے گا۔ چنانچہ سورۃ المائدہ کی جس آیت میں کتابی عورتوں سے شادی کرنے کو حلال کہا گیا ہے، اُسی کی تفسیر میں مولانا محمد ادریس کاندھلوی صاحب لکھتے ہیں:

> ”اہل کتاب کی عورتوں سے فی حد ذاتہ نکاح جائز ہے بشرطیکہ خارجی اثرات اور حالات سے کسی مضرت اور مفسدہ کا اندیشہ نہ ہو، اور خدانخواستہ یہ اندیشہ ہو کہ اُن کے جال میں پھنس کر اپنے دین اور دنیا کو تباہ کرے گا تو ان حالات میں کتابیات سے نکاح کی حلت مبدل بہ حرمت ہو جائے گی۔ جو چیز شرعاً حلال ہو مگر اس حلال سے منتفع ہونے (فائدہ اُٹھانے) میں حرام کا ارتکاب کرنا پڑے تو وہ حلال بھی حرام ہوجاتا ہے“۔

(معارف القرآن للكاندهلوي ج۲ ص۴٤٦)

مفتی محمد شفیع عثمانی صاحب لکھتے ہیں:

> ”جمہور صحابہ وتابعین کے نزدیک اگرچہ از روئے قرآن اہل کتاب کی عورتوں سے فی نفسہٖ نکاح حلال ہے، لیکن ان سے نکاح کرنے پر جو دوسرے مفاسد اور خرابیاں اپنے لیے اور

Presented by Ziaraat.com

اپنی اولاد کے لیے بلکہ پوری امتِ اسلامیہ کے لیے ازروئے تجربہ لازمی طور سے پیدا ہوں گی،
ان کی بناپر اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کو وہ بھی مکروہ سمجھتے تھے"۔

(معارف القرآن للعثماني ج٣ص٦٢)

اس سلسلے میں پیرمحمد کرم شاہ الازہری صاحب نے بہت خوب لکھا ہے:

"یہاں یہ بات یادرہے کہ قرآن نے جوحلال فرمایا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی عورت کا صرف یہودی یا نصرانی ہونا اُس کی حرمت کا باعث نہیں، لیکن اگر اُس کی وجہ سے اور خرابیاں روپذیر ہوتی ہوں تو پھر حرمت لغیرہ ثابت ہوجائے گی۔ یہ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ جن لوگوں نے ایسی عورتوں سے شادی کی اُن کے گھروں میں وہی طرز معاشرت داخل ہوگئی۔ وہی بے پردگی، وہی غیر مردوں سے اختلاط، اسلامی عبادات سے بے رغبتی اور اخلاق وآداب سے بے رُخی، اور پھر یہی اثر اُن کی اولاد میں بھی چلا جاتا ہے۔ تاریخ میں ایسی مثالیں بکثرت ملتی ہیں کہ یہودی اور نصرانی عورتوں نے مسلمانوں کے ایسے ایسے راز اپنی قوم تک پہنچائے جس سے مسلمانوں کو سخت نقصانات سے دوچار ہونا پڑا۔ اس لیے اگر ان وجوہات کے باعث ایسی عورتوں سے نکاح کرنے پر پابندی لگادی جائے تو عین حکمت ہے"۔

(ضیاء القرآن ج١ص٤٤٣)

امیر شام اور اہلِ کتاب

قارئین کرام! آپ سے التماس ہے کہ ایک طرف آپ مذکورالصدر مفسرین کرام کی مشاہدات وتجربات پرمبنی تحریر کو اپنے سامنے رکھیں اور دوسری طرف سیدنا عمرؓ کے فراست پرمبنی ارشادات کو اپنے سامنے رکھ کر سوچیں کہ اگر کسی شخص کو تمام عالم اسلام پر حکومت کرنے کا موقعہ مل جائے اور پھر کوئی کتابی عورت نکاح کے ذریعے اُس کے بستر تک پہنچنے میں کامیاب ہوجائے تو وہ کیا کیا گل کھلائے گی؟

سیدنا عمرؓ نے تو اہل اسلام کے رازوں کے افشاء کے خدشہ کے پیش نظر چھوٹی یا بڑی کوئی بھی ذمہ داری کسی غیر مسلم کو سونپنا گوارا نہ فرمائی، لیکن معاویہ نے وزیر، شاہی طبیب، مشیر اعلیٰ اور درباری شاعر تک اہل کتاب لوگوں بنارکھا تھا۔ چنانچہ اہل حدیث سلفی عالم مولانا محمد اسحاق مدنی صاحب لکھتے ہیں:

Presented by Ziaraat.com

''امیر معاویہ کے عیسائی وزیر و درباری:

۱۔ یوحنا وزیر تعلیم

۲۔ ابن اثال شاہی طبیب

۳۔ سرجون بن منصور رومی عیسائی، مشیر اعلیٰ۔

۴۔ ابن اخطل (بلکہ اخطل) درباری شاعر''۔

(مقصد حسین ؑ ص ۲۹۲)

ابن آثال کا امیر شام کے لیے مفید ہونا

دوسرے نمبر پر جس شاہی طبیب (ابن آثال، یا: اُثــال) کا اور تیسرے نمبر پر جس مشیر اعلیٰ کا ذکر ہے، یہ دونوں امیر شام کے دنیوی اقتدار کے لیے بہت مفید ثابت ہوئے تھے۔ ابن آثال انتہائی قابل طبیب تھا، یہ معاویہ کے اقتدار کے لیے خطرہ بن سکنے والے سر برآوردہ لوگوں کو خاموش طریقے سے قبرستان تک پہنچاتا تھا، جبکہ سرجون بن منصور عیسائی جنگی حربوں کا ماہر تھا، وہ اسلحہ کے ذریعے مخالفینِ معاویہ کو ٹھکانے لگانے کا مشورہ دیتا تھا۔ یہاں ہم پہلے شاہی طبیب کا ذکر کرتے ہیں پھر شاہی مشیر کے بارے میں بتائیں گے۔ علامہ احمد بن قاسم خزرجی المعروف بابن ابی اصیبعہ متوفّی ۶۶۸ ھ طبیبوں کے تعارف پر مبنی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

''ابن آثال متقدمین اطباء میں سے ممتاز حیثیت کا حامل طبیب تھا، یہ دمشق کا باشندہ تھا اور نصرانی المذہب تھا۔ جب معاویہ بن ابوسفیان بادشاہ بنے تو اُس کو اپنا خاص طبیب بنالیا اور اُس کو مراعات سے نوازا۔ وہ بہت زیادہ اس کو طلب کرتے تھے، اُس سے محبت کرتے تھے اور دن رات اُس کے ساتھ گپ شپ کرتے تھے۔ ابن آثال مفردات، مرکبات اور اُن کی توانائی و تاثیر سے مکمل باخبر تھا، اور اُن میں سے جو ادویات زہرِ قاتل تھیں اُن کا ماہر تھا۔ (اگلے الفاظ کی عربی ملاحظہ فرمایئے)

وَكَانَ مُعَاوِيَةُ يُقَرِّبُهُ لِذٰلِكَ كَثِيْرًا ، وَمَاتَ فِيْ أَيَّامِ مُعَاوِيَةَ جَمَاعَةٌ كَثِيْرَةٌ مِنْ أَكَابِرِ النَّاسِ وَالْأُمَرَاءِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ بِالسَّمِّ.

''اور معاویہ اسی وجہ سے اُسے بہت قریب رکھتا تھا، اور معاویہ کے دور میں مسلمانوں

Presented by Ziaraat.com

کے بہت سے اکابر اور قائدانہ صلاحیت کے حامل لوگ زہر سے وفات پا گئے'۔

(عیون الأنباء في طبقات الأطباء ج١ ص١١٦، ١١٧)

اس کے بعد ابن ابی اصیبعہ نے طویل سند کے ساتھ عبدالرحمان بن خالد بن ولید کو زہر دیے جانے کا واقعہ لکھا ہے، جسے ہم اُن سے قبل کی کتب سے نقل کر رہے ہیں۔ امام ابن اثیر جزری رحمۃ اللہ علیہ "ذِكْرُ وَفَاةِ عَبْدِ الرَّحْمَانِ بْنِ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيْدِ" کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں:

وَكَانَ سَبَبُ مَوْتِهِ أَنَّهُ كَانَ قَدْ عَظُمَ شَأْنُهُ عِنْدَ أَهْلِ الشَّامِ ، وَمَالُوْا إِلَيْهِ لِمَا عِنْدَهُمْ مِنْ آثَارِ أَبِيْهِ ، وَلِغَنَائِهِ فِيْ بَلَادِ الرُّوْمِ ، وَلِشِدَّةِ بَأْسِهِ ، فَخَافَهُ مُعَاوِيَةُ وَخَشِيَ مِنْهُ ، وَأَمَرَ ابْنَ أُثَالٍ النَّصْرَانِيَّ أَنْ يَحْتَالَ فِيْ قَتْلِهِ ، وَضَمِنَ لَهُ أَنْ يَضَعَ عَنْهُ خِرَاجَهُ مَا عَاشَ ، وَأَنْ يُوَلِّيَهُ جِبَايَةَ خِرَاجِ حِمْصَ . فَلَمَّا قَدِمَ عَبْدُ الرَّحْمَانِ مِنَ الرُّوْمِ دَسَّ إِلَيْهِ ابْنُ أُثَالٍ شَرْبَةً مَسْمُوْمَةً مَعَ بَعْضِ مَمَالِيْكِهِ ، فَشَرِبَهَا فَمَاتَ بِحِمْصَ ، فَوَفٰى لَهُ مُعَاوِيَةُ بِمَا ضَمِنَ لَهُ.

''اُن کی وفات کا سبب یہ تھا کہ اہلِ شام میں اُن کی عظمت و مقبولیت بڑھ گئی تھی، وہ اُن کی طرف مائل ہو گئے تھے، اس لیے کہ اُن کے والد کے بھی شام میں اچھے اثرات تھے اور خود اُن کی بھی بلادِ روم میں اچھی کارکردگی تھی، اور اُن کی بہادری بھی اس مقبولیت کا سبب تھی۔ پس معاویہ اُن سے خائف ہو گئے اور ڈر گئے، اور اُنہوں نے ابن آثال نصرانی کو حکم دیا کہ وہ اُن کے قتل کا کوئی حیلہ کرے، اور اُس سے وعدہ کیا کہ تاحیات اُسے ٹیکس سے مستثنیٰ کر دیا جائے گا اور حمص کا (افسرِ مال) Revenue Officer بھی اُسے بنا دیا جائے گا۔ پس جب عبدالرحمان بن خالد بن ولید روم سے واپس آئے تو ابن آثال نے اُنہیں اُن کے بعض غلاموں کے ساتھ زہریلا شربت پلا دیا تو وہ حمص میں ہی وفات پا گئے تھے اور معاویہ نے ابن آثال کے ساتھ کیا ہوا وعدہ پورا کر دیا تھا''۔

(الكامل في التاريخ ج٣ص ٥١؛ تاريخ الطبري ج٥ ص٢٢٧؛ مرآة الزمان لسبط ابن الجوزي ج٧ ص ٩٥؛ زبدة الحلب من تاريخ حلب ص٢٤)

امیر شام کے دل میں یوں تو حضرت عبدالرحمان بن خالد کی مقبولیت کھٹکتی ہی رہتی تھی مگر اُس وقت تو حد ہی

Presented by Ziaraat.com

ہوگئی تھی جب لوگوں نے اُنہیں اُن کی توقع کے برعکس جواب دیا تھا۔ چنانچہ امام ابن عبدالبر، امام ابن اثیر جزری اور دوسرے حضرات اُس واقعہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''عبدالرحمان بن خالد بن ولید قریش کے شہ سواروں اور بہادروں میں سے تھے، وہ حسنِ ہدایت، فضیلت والے اور صاحب کرم تھے مگر اپنے بھائی مہاجر بن خالد کی ضد میں سیدنا علی علیہ السلام اور بنو ہاشم سے منحرف تھے، جبکہ حضرت مہاجر بن خالد سیدنا علی علیہ السلام کے محبّ تھے اور جنگ جمل و صفین میں اُن کے ساتھ تھے اور عبدالرحمان معاویہ کے ساتھ تھے۔ پھر جب معاویہ نے یزید کی ولی عہدی کا ارادہ کیا تو لوگوں کو خطاب میں کہا: اے اہل شام! میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور میری اجل قریب آن لگی ہے اور میں تم میں سے ہی ایک شخص ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ کسی شخص کو ولی عہد بنادوں تاکہ تمہارا نظام چلتا رہے، لہٰذا تم مجھے اپنی رائے سے آگاہ کرو۔ اِس پر سب کے سب نے بیک آواز کہا: ہم عبدالرحمان بن خالد کو پسند کرتے ہیں۔ یہ جواب معاویہ کو ناگوار گذرا تو اُنہوں نے اس کو اپنے دل میں رکھ لیا، پھر عبدالرحمان بیمار ہوئے تو معاویہ نے اپنے طبیب ابن آثال کو حکم دیا کہ وہ اس کا کام تمام کردے۔ اُس نے اُنہیں زہر پلا دیا تو اُن کا انتقال ہوگیا''۔

(الاستيعاب ج۱ ص۴۹۹؛ أسد الغابة ج۳ ص۴۳۶؛ أنساب الأشراف للبلاذري ج۵ ص۱۱۸؛ الأوائل للعسكري ص۲۳۴؛ المنتظم لابن الجوزي ج۵ ص۲۱۷؛ مرآة الزمان لسبط ابن الجوزي ج۷ ص۹۵؛ عيون الأنباء في طبقات الأطباء ج۱ ص۱۱۷؛ الوافي بالوفيات ج۱۸ ص۸۶؛ العقد الثمين في تاريخ البلد الأمين ج۵ ص۳۴۹؛ شذرات الذهب ج۱ ص۲۳۹)

حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے:

''بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ابن آثال نے یہ کام معاویہ کے امر سے کیا تھا لیکن یہ صحیح نہیں ہے''۔

(البداية والنهاية ج۱۱ ص۱۷۴)

میں کہتا ہوں: حافظ ابن کثیر اور اُن کی مانند دوسرے وکلاءِ طلقاء کو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ واقعہ محض ''قِيلَ'' یا ''قَالُوا'' صیغہ ہائے تمریض سے منقول نہیں بلکہ بعض حضرات نے اس کی مکمل سند بھی نقل کی ہے، جیسا کہ ابن عساکر اور ابن ابی اصیبعہ، جبکہ سبط ابن الجوزی نے اس پر علماء کا اتفاق نقل کیا ہے، لہٰذا حافظ ابن کثیر اگر اس کی سند

Presented by Ziaraat.com

پر جرح کر کے کوئی حکم لگاتے تو اُن کا قول قابلِ قبول ہوتا۔ تعجب ہے کہ اکثر مقامات پر حافظ ابن کثیر بعض طلقاء کے ناجائز دفاع میں اعتدال کی حدود کو پھلانگ جاتے ہیں۔ نیز جب وہ اُن ہی لوگوں کی تعریف کرتے ہیں تو آنکھیں بند کر لیتے ہیں اور صحیح وسقیم میں فرق نہیں کرتے۔ چنانچہ آپ اُن کے وہ الفاظ پڑھ چکے ہیں جو اُنہوں نے میسون کے بارے میں اپنی طرف سے لکھ ڈالے۔ ایک مرتبہ پھر اُن الفاظ میں غور فرما کر ابن کثیر کی دیانت داری کا اندازہ کیجئے! وہ اُم یزید میسون بنت بحدل کے جعلی تقویٰ کو بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

فَلِهٰذَا أَوْلَى اللّٰهُ ابْنَهَا يَزِيْدَ الْخِلَافَةَ بَعْدَ أَبِيْهِ.

''پس اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اُس کے بیٹے یزید کو اُس کے باپ کے بعد خلافت سونپی''۔

(البداية والنهاية بتحقيق أكرم عبداللطيف البوشي ج۸ص ۲۱۰،وبتحقيق محسن التركي ج۱۱ ص۴۶۳،ومترجم اردو ج۸ص ۱۸۹)

میں پوچھتا ہوں: کیا ابن کثیر کو الہام ہوا کہ یزید خبیث کو اُس کی ماں میسون کے تقویٰ کی بدولت خلافت ملی تھی؟ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے ملک دے دیتا ہے، کیا اُس نے نمرود و فرعون کو اُن کی ماں کے تقویٰ کی وجہ سے ملک دیا تھا؟ ابن کثیر وغیرہ کو معلوم ہونا چاہیے کہ عبد الرحمان بن خالد کو زہر دیے جانے کا واقعہ صحیح ہے، اور اس کی صحت کی دلیل یہ ہے کہ معاویہ کو ہر وہ شخص کھٹکتا تھا جس کے بارے میں وہ سمجھتے تھے کہ اُن کے مرنے کے بعد اُسے اقتدار سونپا جا سکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ سیدنا امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی شہادت پر خوش ہوا تھا جیسا کہ ہم سنن ابی داود وغیرہ کے حوالے سے صحیح حدیث نقل کر چکے ہیں، لہٰذا دونوں واقعات میں اگر کوئی عقل منداور انصاف پسند شخص غور کرے گا تو دونوں میں علت واحدہ اُسے ضرور اِس حقیقت تک پہنچا دے گی کہ کیوں حضرت عبد الرحمان بن خالد بن ولید کو زہر دلایا گیا؟

عیسائیوں کی اقتدارِ بنو امیہ میں شرکت

سرجون بن منصور عیسائی امیر شام کا وزیر مالیات اور مشیر اعلیٰ تھا۔ چنانچہ ابن کثیر وغیرہ لکھتے ہیں:

وَكَانَ كَاتِبَهُ وَصَاحِبَ أَمْرِهِ سَرْجُوْنُ بْنُ مَنْصُوْرِ الرُّوْمِيُّ.

''اور معاویہ کا وزیر مال اور مشیر اعلیٰ سرجون بن منصور رومی تھا۔

(البداية والنهاية[قطر] ج۸ص۸وص۲۱۱؛أثر أهل الكتاب فی الفتن ص۴۳۶)

Presented by Ziaraat.com

میدان کربلاء میں اہل بیت کرام علیہم السلام پر مظالم ڈھانے کے لیے کون سا شخص کارآمد ثابت ہوگا؟ اس سلسلے میں اسی ملعون کے مشورے پر عمل کیا گیا تھا۔ جب سیدنا مسلم بن عقیل بن ابی طالب ؓ پر گرفت کرنے میں حضرت نعمان بن بشیر ؓ نے عمداً نرمی کا مظاہرہ کیا تو انہیں معزول کر کے اُن کی جگہ کسی دوسرے شخص کو مقرر کرنے کے بارے میں سوچ وبچار شروع ہوئی تو یزید نے اسی خبیث کے مشورہ پر اُن کی جگہ پر عبیداللہ بن زیاد کو بھیجا تھا۔ چنانچہ ابن کثیر لکھتے ہیں:

فَعَزَلَ النُّعْمَانَ عَنِ الْكُوْفَةِ وَضَمَّهَا إِلٰى عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ زِيَادٍ مَعَ الْبَصْرَةِ، وَذٰلِكَ بِإِشَارَةِ سَرْجُوْنَ مَوْلٰى مُعَاوِيَةَ، وَكَانَ يَزِيْدُ يَسْتَشِيْرُهُ، فَقَالَ سَرْجُوْنُ: أَكُنْتَ قَابِلًا مِنْ مُعَاوِيَةَ مَا أَشَارَ بِهِ لَوْ كَانَ حَيًّا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَاقْبَلْ مِنِّيْ فَإِنَّهُ لَيْسَ لِلْكُوْفَةِ إِلَّا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ زِيَادٍ فَوَلِّهُ إِيَّاهَا.

''پس یزید نے نعمان کو کوفہ سے معزول کر دیا اور بصرہ کے ساتھ کوفہ کی گورنری بھی عبید اللہ بن زیاد کو دے دی، اور یہ معاویہ کے دوست سرجون بن منصور کے اشارے سے کیا۔ یزید اُس سے مشورہ لیتا تھا، سرجون نے یزید کو کہا: اگر معاویہ زندہ ہوتے اور وہ آپ کو اس بارے میں کوئی اشارہ کرتے تو آپ قبول کرتے؟ اُس نے کہا: ہاں۔ سرجون نے کہا: پھر میرا مشورہ بھی قبول کیجیے! کوفہ کو عبیداللہ بن زیاد ہی ٹھیک کر سکتا ہے، لہٰذا اُسے ہی وہاں کا گورنر بنائیے''۔

(البداية والنهاية ج٨ص ٢٢١، وط: ج١١ ص ٤٨١؛ أثر أهل الكتاب في الفتن ص٤٣٦؛ شرح أربعين إمام حسين ؓ للعبد الله دانش ص٢١٣)

اس سے معلوم ہوا کہ سرجون بن منصور نے یزید کو اپنے بچے کی طرح سمجھا اور یزید نے اُس کو اپنے باپ کی طرح سمجھا اور باپ کی طرح اُس کی فرمانبرداری کی۔

کیا اُم یزید (میسون) مسلمان تھی؟

ہمارے مؤرخین اور علماء انساب میں سے کسی نے بھی میسون کے مسلمان ہونے کی تصریح نہیں کی، ماسوا اِس کے کہ علامہ صغانی لاہوری نے اُسے تابعیہ لکھا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ اُنہوں نے فقط اصطلاحی طور پر لکھا ہے، ورنہ عند الشریعہ تو اُس کے شوہر بھی تابعین بالاحسان میں سے نہیں تھے، جیسا کہ ہم گذشتہ صفحات میں اشارہ کر چکے ہیں

Presented by Ziaraat.com

اور ہماری کتاب "الصَّحَابَةُ وَالطُّلَقَاءُ" میں اس کی مکمل تفصیل موجود ہے۔ اس کے برعکس اُس کے عیسائی ہونے کے شواہد زیادہ ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر رضوان علی ندوی مشہور مؤرخ فلپ ہٹی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"یزید کی ماں کے حوالے سے یہ بات تمام قدیم عربی تواریخ میں لکھی ہوئی ہے کہ وہ شام کے عرب قبیلے بنی کلب (جس کے اکثر لوگ قدیم سے عیسائی ہو گئے تھے) کے ایک سردار کی بیٹی میسون بنت بحدل تھی۔ ہمارے مؤرخ اس کے مذہب کی تصریح نہیں کرتے لیکن لبنان کے اس عیسائی عرب نے تصریح کی ہے کہ وہ نصرانی تھی"۔

(حدیث قسطنطنیه، حقائق واوهام، ص ۱۱۸)

علامہ ڈاکٹر سید رضوان علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ لکھنا درست ہے کہ اکثر کتب میں میسون کے مذہب کی تصریح نہیں ملتی، تاہم ظاہر یہ ہے کہ وہ عیسائی ہی تھی۔ چنانچہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے استاذ دکتور جمیل عبداللہ مصری امیر شام کے طرف دار ہونے کے باوجود لکھتے ہیں:

أَمَّا الزَّوَاجُ بِالْكِتَابِيَاتِ زَمَنَ الْأُمَوِيِّينَ فَقَدْ اِزْدَادَ وَأَفَادَتْ هٰذِهِ الظَّاهِرَةُ فِيْ تَحْقِيْقِ شَيْءٍ مِنَ التَّجَانُسِ وَالتَّمَاثُلِ بَيْنَ جَمَاعَاتِ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُسْلِمِيْنَ. وَفِيْ زَمَنِ الرَّاشِدِيْنَ تَزَوَّجَ سَعِيْدُ بْنُ الْعَاصِ هِنْدَ بِنْتَ فَرَافِصَةَ النَّصْرَانِيَّ الْكَلْبِيِّ وَتَزَوَّجَ عُثْمَانُ أُخْتَهَا نَائِلَةَ فَكَانَ دَوْرُ كَلْبِ الْقَبِيْلَةِ النَّصْرَانِيَةِ فِي الْمُؤَامَرَةِ الرَّهِيْبَةِ الَّتِيْ أَلَمَّتْ بِالْمُسْلِمِيْنَ وَالْاِنْشِقَاقِ بَيْنَ عَلِيٍّ وَمُعَاوِيَةَ، وَقَدْ حَاوَلَ مُعَاوِيَةُ بِدُوْرِهِ أَنْ يُؤَكِّدَ اتِّصَالَهُ بِقَبِيْلَةِ كَلْبٍ، فَخَطَبَ نَائِلَةَ فَرُفِضَتْ لِيَتَزَوَّجَ مَيْسُوْنَ بِنْتَ بَحْدَلَ مِنْ هٰذِهِ الْقَبِيْلَةِ النَّصْرَانِيَةِ.

"باقی رہا اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ نکاح کا معاملہ تو وہ اُمویوں کے دور میں بڑھ گیا تھا اور اِس کھلم کھلا شادی بیاہ کی وجہ سے مسلمانوں اور اہل کتاب کے درمیان ہم جنسی اور باہمی گھچا پچ بڑھ گئی تھی۔ خلفاء راشدین کے دور میں سعید بن العاص نے ہند بنت فرافصہ نصرانیہ کلبیہ سے شادی کی تھی اور حضرت عثمان ﷜ نے اُس کی بہن نائلہ سے شادی کی تو قبیلہ کلبیہ کی خوفناک معاملات میں مشاورت شامل ہوگئی، جس نے مسلمانوں کو تکلیف سے دوچار کیا اور سیدنا علی ﷜ اور معاویہ کے مابین دراڑ پیدا کر دی۔ معاویہ نے اپنے دور میں اسی ذریعے سے قبیلہ بنو کلب

Presented by Ziaraat.com

سے دوستی کو مضبوط کرتے ہوئے نائلہ سے منگنی کی پھر وہ ترک کر دی گئی تا کہ وہ اُسی نصرانی قبیلے کی دوسری عورت میسون بنت بحدل سے نکاح کریں''۔

(أثر أهل الكتاب في الفتن والحروب الأهلية ص ٤٢١)

ایوانِ شام میں میسون کی آمد اور اُس کے اثرات

معلوم ہوا کہ جس طرح اقتدارِ بنوامیہ کے لیے ابن آثال اور سرجون بن منصور عیسائی کی حرکات جاری رہیں اسی طرح اُم یزید میسون بنت بحدل کی حرکات بھی کارفرما رہیں۔ اگر امیر شام کے ایوان کے باہر عیسائی اور یہودی مشینری کام کر رہی تھی تو اُن کے ایوان کے اندر بھی یہی ذہانت مصروفِ سازش تھی۔

امت کی بدقسمتی دیکھئے کہ ایک طرف شر القبائل قبیلہ (بنوامیہ) تخت پر تھا تو دوسری طرف اُن کی کابینہ میں اور گھر میں دشمنانِ اسلام عیسائی اور یہودی بیٹھے ہوئے تھے، گویا ﴿ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ﴾ والا معاملہ تھا۔ خود سوچئے کہ جب ماحول ایسا ہو تو پھر اسلام کی خیر اور مسلمانوں کے نبی کی آل کی خیر کا تصور کیونکر کیا جا سکتا ہے؟

غافل لوگ سمجھتے ہیں کہ اہل کتاب کی عورتیں مسلمانوں کے شاہی محلات میں محض خاتونِ خانہ کی حیثیت سے آتی ہیں لیکن فاروقِ اعظم ؓ کے خدشات آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ ایسی عورتوں کا آنا یا بھیجا جانا گہری سازشوں کا نتیجہ ہوتا ہے، خصوصاً کلیدی عہدے رکھنے والے مسلمانوں کے گھروں میں ایسی عورتوں کے ورود کے پیچھے دوررَس سازش ہوتی ہے، اسی لیے زبانِ فاروقی نے ایسی عورت کو ''جَمْرَةٌ'' انگارہ قرار دیا تھا۔

کیا ایوانِ شاہی میں میسون کا آنا اتفاقی تھا؟

مت خیال کیجئے کہ میسون کا ایوانِ شاہی میں وُرود اُس کا یا اُس کے سربراہان کا قلبی فیصلہ تھا نہیں بلکہ یہ اُن کا عقلی فیصلہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ایک مقصد کی تکمیل کی خاطر آ تو گئی تھی مگر ہمہ وقت شاہی محل میں رہنے کے باوجود بے قرار رہتی تھی، کیونکہ وہ اپنی مرضی سے نہیں آئی تھی، یہی وجہ ہے کہ اُسے اُس کا دیہاتی ماحول اور وہاں کا معاشقہ مضطرب رکھتا اور بعض اوقات اُس کی قلبی کیفیت زبان کے ذریعے ظاہر بھی ہو جاتی تھی۔ چنانچہ علامہ ابن عساکر اور دوسرے حضرات لکھتے ہیں کہ وہ یوں گنگناتی تھی:

لَبَيْتٌ تَخْفِقُ الْأَرْوَاحُ فِيهِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ قَصْرٍ مُنِيفٍ

''ایسا گھر جس کے جھروکوں سے ہوائیں شائیں شائیں کرتی ہوں، مجھے بلند و بالا محل سے زیادہ محبوب ہے

Presented by Ziaraat.com

وَكَــلْــبٌ يَــنْـبَــحُ الــطُّــرَّاقَ عَــنِّــي أَحَــــبُّ إِلَــيَّ مِـــنْ قِـــطٍّ أَلُــوفِ

اور ایسا کتا جو رات کو مجھ پر بھونکے، وہ مجھے محبت کرنے والی بلی سے زیادہ محبوب ہے

وَبَــكْــرٌ يَتْبَــعُ الأَظْعَــانَ صَــعْــبٌ أَحَــبُّ إِلَــيَّ مِــنْ بَــغْــلٍ زَفُــوفِ

اور ایسا جوان اونٹ جس کا اونٹنی کے پیچھے چلنا مشکل ہو، مجھے تیز دوڑنے والے خچر سے زیادہ محبوب ہے

وَخَــرْقٌ مِــنْ بَــنِــي عَــمِّــي نَــحِــيْــفٌ أَحَـــبُّ إِلَـــيَّ مِـــنْ عِــلْــجٍ عَــلِــيْــفِ

اور میرے چچا کی اولاد سے ایک کمزور اور بے وقوف آدمی، مجھے موٹے اور پیٹو شخص سے زیادہ محبوب ہے

وَأَصْــوَاتُ الــرِّيَــاحِ بِــكُــلِّ فَــجٍّ أَحَــبُّ إِلَــيَّ مِــنْ نَــقْــرِ الــدُّفُــوْفِ

اور ہر طرف سے آندھی کی آوازوں کا آنا مجھے دف کی آواز سے زیادہ محبوب ہے"۔

(تاریخ دمشق ج٧٠ ص١٣٤؛ خزانة الأدب ج٨ ص٥٠٣، ٥٠٤)

بعض کتب میں چوتھے شعر کے الفاظ یوں ہیں:

وَبَــعْــلٌ مِــنْ بَــنِــي عَــمِّــي ضَــعِــيْــفٌ أَحَـــبُّ إِلَـــيَّ مِـــنْ مَــلِــكٍ عَــنِــيْــفِ

"اور میرے چچا کی اولاد سے کمزور شوہر مجھے طاقتور بادشاہ سے زیادہ محبوب ہے"۔

(موسوعة الوفا في أخبار النساء، للقاسم عاشور ص١٣٤)

میسون بنت بحدل کے اِس عربی منظوم کلام میں شاہی محل میں رہنے کے باوجود ایک طرف جس بے قراری کا اور دوسری طرف عشق کی چنگاری کا جو ذکر ہے، اُس کو اُردو زبان میں یوں سمجھا جاسکتا ہے۔

میں خیال ہوں کسی اور کا، مجھے سوچتا کوئی اور ہے
سرِ آئینہ میرا عکس ہے، پسِ آئینہ کوئی اور ہے
میں کسی کے دستِ طلب میں ہوں تو کسی کے حرفِ دعا میں
میں نصیب ہوں کسی اور کا، مجھے مانگتا کوئی اور ہے
عجب اعتبار و بے اعتباری کے درمیان ہے زندگی
میں قریب ہوں کسی اور کے، مجھے جانتا کوئی اور ہے

(سلیم کوثر)

مفاضلہ و موازنہ اور ہجر و فراق پر مبنی یہ اشعار ایک مرتبہ امیر شام نے خود سن لیے تو بہت برہم ہوئے اور اُسی

Presented by Ziaraat.com

لیے اُس کو طلاق دے دی اور کہا:

''اے بنت بحدل! تو خوش نہیں ہے، حتیٰ کہ تو نے مجھے ''علج''(موٹا) کہہ دیا ہے۔ اپنے میکے چلی جا، پس اُسے طلاق دے دی اور وہ اپنے ماں باپ کے پاس چلی گئی۔ اس موقعہ پر امیر شام نے اُسے کہا: ''کُنْتِ فَبِنْتِ'' (تم تھی پھر جدا ہوگئی) اُس نے کہا: ''وَاللّٰهِ مَا سُرِرْنَا إِذَا كُنَّا وَلَا أَسِفْنَا إِذَا بِنَّا'' (خدا کی قسم! ہم ہونے پر خوش تھے اور نہ ہی جدائی پر افسردہ ہیں) کہا جاتا ہے کہ اُس وقت یزید اُس کے شکم میں تھا پھر اُس نے اُسے دیہات میں جا کر جنم دیا''۔

(خزانة الأدب ج٨ص٥٠٦؛ تاريخ دمشق ج٧٠ص١٣٤)

میسون کے نام کے ساتھ ''رضی اللہ عنہا'' وغیرہ لکھنا کیسا؟

میسون کے پیٹ سے یزید کے علاوہ دوسری اولاد کا قول درست نہیں ہے۔ امیر اہل سنت نے ''الکامل فی التاریخ'' کے حوالے سے یزید کے علاوہ میسون کے پیٹ سے تین اور بچوں کا جوذکر کیا ہے وہ درست نہیں۔ امام ابن اثیر نے فقط ''امۃ رب المشارق'' کا ذکر کیا ہے اور وہ بھی صیغۂ تمریض سے۔ اُن کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

وَقِيْلَ: وَلَدَتْ بِنْتًا اِسْمُهَا أَمَةُ رَبِّ الْمَشَارِقِ.

''کہا گیا ہے: میسون نے ایک لڑکی جنی تھی جس کا نام امۃ رب المشارق تھا''۔

(الكامل في التاريخ ج٣ص٣٧٢)

امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَلَمْ يَذْكُرْهَا هِشَامٌ فِيْ أَوْلَادِ مُعَاوِيَةَ.

''ہشام نے اُس کا ذکر اولادِ معاویہ میں نہیں کیا''۔

(تاريخ الطبري ج٥ص٣٢٩)

علامہ ابن عساکر نے لکھا ہے کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اُس کا جی بھر گیا تھا۔ اُن کے الفاظ ہیں:

تَزَوَّجَ مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِيْ سُفْيَانَ مَيْسُوْنَ بِنْتَ بَحْدَلِ الْكَلْبِيَّةَ أُمَّ يَزِيْدَ فَبَقِيَتْ عِنْدَهُ مَدِيْدَةً، فَسَئِمَتْهُ، فَأَنْشَأَتْ تَقُوْلُ وَحَنَتْ إِلَىٰ وَطَنِهَا.

''معاویہ بن ابوسفیان نے میسون بنت بحدل اُم یزید سے شادی کی تو وہ اُن کے ساتھ

Presented by Ziaraat.com

مختصر سی مدت رہی، پھر اُس کا جی بھر گیا تو وہ وطن کو یاد کر کے اشعار کہتی تھی''۔

(تاریخ دمشق ج ۷۰ ص ۱۳۳)

خدا جانے کہ امیر اہل سنت نے کس حکمت کے پیش نظر لکھ دیا کہ معاویہ کی اکثر اولاد میسون سے ہے، جبکہ یہ الفاظ کسی بھی مؤرخ نے نہیں لکھے؟ شاید وہ اُس کا معاویہ کے ساتھ زیادہ عرصہ رہنا ثابت کر کے اُس کے لیے ''رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا، یا رضی اللہ عنہا'' کے الفاظ کا جواز ثابت کرنا چاہتے ہوں لیکن اُنہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اُم یزید مسلمہ نہیں تھی اور اُس کے نام ساتھ ''رضی اللہ عنہا'' وغیرہ الفاظ لکھنا نواصب کا طریقہ ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر رضوان علی ندوی لکھتے ہیں:

''خدا برا کرے نواصب کا، جو محض بغضِ حسینؓ کی وجہ سے ایک صحرائی خانہ بدوش عیسائی عورت کو جناب سیدہ میسونہ رضی اللہ عنہا لکھتے ہیں''۔

(حديث قسطنطنيه، حقائق وأوهام ص ۱۱۹)

تعجب ہے کہ کچھ مدعیانِ عشق قربِ معاویہ کی وجہ سے میسون کو تو ''رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا'' کے الفاظ سے نوازتے ہیں مگر جس ہستی کو نبی کریم ﷺ کے بچپن سے لے کر آپ کی عمر کے پچاسویں سال تک قربت حاصل رہی، جنہوں نے آقا کی مسلسل حفاظت فرمائی، آپ کو اولاد سے زیادہ چاہا، آپ کے مشن کی کامیابی کے لیے قربانیاں دیں، شعب ابی طالب کی محصوری اور فاقے کاٹے، اپنی ساری اولاد کو آپ کا ہمنوا بنایا، آپ کی شان میں قصیدے لکھے، توحید الٰہی پر منظوم کلام چھوڑا اور دنیا و آخرت کی عزت کو آپ کے ساتھ وابستگی پر موقوف قرار دیا، نہ جانے اُنہیں کیوں نہیں کسی قسم کے ترحّم اور ترضّی وغیرہ کا مستحق سمجھا جاتا۔ **فیا للأسف!**

جب اندر باہر اہل کتاب تو نتیجہ؟

اس سے قبل لکھا جا چکا ہے کہ امیر شام کی کابینہ میں اہل کتاب شامل تھے اور ابھی آپ نے پڑھا کہ اُن کے بستر تک بھی اہل کتاب پہنچے ہوئے تھے۔ سو ایک طرف امیر شام کی رات کا آخری حصہ اپنی اُس عیسائی بیوی کے ساتھ گذرتا تھا جس کی غیبی خبروں تک وہ یقین کرتے تھے تو دوسری طرف اُن کی رات کا اول حصہ عیسائی دانشوروں کے ساتھ گذرتا تھا۔ چنانچہ مدینہ یونیورسٹی کے استاذ دکتور جمیل عبد اللہ مصری لکھتے ہیں:

وَكَانَ مُعَاوِيَةُ يَجْلِسُ كَثِيْرًا مَعَ أَهْلِ الْكِتَابِ يُحَدِّثُوْنَهُ فَيَسْتَفِيْدُ مِنْ أَحَادِيْثِهِمْ فِيْ

Presented by Ziaraat.com

تَسْيِيرِ سِيَاسَتِهِ.

''معاویہ بکثرت اہل کتاب کے ساتھ بیٹھتے تھے، اہل کتاب انہیں باتیں بتاتے تو وہ اپنی سیاست چلانے میں اُن کی باتوں سے مستفید ہوتے تھے''۔

مزید لکھا ہے:

سَامَرُوْا مُعَاوِيَةَ اللَّيَالِيَ الطِّوَالَ.

''وہ معاویہ کے ساتھ طویل راتوں میں گفتگو کرتے''۔

(أثر أهل الكتاب في الفتن والحروب الأهلية ص۴۷۸)

معاویہ جب راتوں کی طویل گفتگو کے بعد اُن اہل کتاب کی مجلس سے اُٹھ کر گھر آتے تو انہیں اُن کے بستر پر ایک خوبصورت کتابی عورت ملتی، یہی وہ عورت تھی جس نے یزید خبیث جیسے بچے کو جنم دیا تھا۔ پھر بدقسمتی کی بات یہ ہے کہ یزید پلید کا تربیت کنندہ اور مؤدب بھی عیسائی تھا۔ چنانچہ ڈاکٹر جمیل عبداللہ مصری لکھتے ہیں:

فَكَانَ مُؤَدِّبُ يَزِيْدَ بْنَ مُعَاوِيَةَ نَصْرَانِيًّا.

''پھر یزید بن معاویہ کا مؤدب بھی ایک نصرانی تھا''۔

(أثر أهل الكتاب في الفتن ص۴۳۷)

ذرا سوچئے کہ اِس مؤدب کو کس نے مقرر کیا ہوگا؟ یزید کے ننھیال نے یا معاویہ نے؟ اگر یزید کے ننھیال نے مقرر کیا ہوگا تو اس میں یزید کے والد کی مرضی شامل ہوگی یا نہیں؟ اگر یزید کے والد کی رضا شامل نہ سمجھی جائے تو پھر اُن کا اپنی اولاد کی تربیت سے یکسر غافل ہونا لازم آتا ہے اور اگر اُن کی مرضی شامل سمجھی جائے تو پھر ''وَاهْدِ بِهٖ'' (اُس کے ذریعے اوروں کو ہدایت دے) کی تاثیر پر سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ بہر حال کاشانۂ معاویہ کے باہر بھی اہل کتاب، اُس کے اندر بھی اہل کتاب، بچے کی شکل میں جو انہیں ثمرہ ملا اُس میں بھی اہل کتاب شامل اور بچے کی تربیت میں بھی اہل کتاب شامل تو پھر خود سوچئے کہ نتیجہ کیا برآمد ہوگا؟ جو نتیجہ برآمد ہوا اس کا کچھ اندازہ آپ علماء دیوبند میں سے ایک ایسے عالم دین کی تحریر سے لگا سکتے ہیں جو امیر شام کا دفاع کرنے کے باوجود یوں لکھ گئے:

''حضرت معاویہ نے اپنے زمانے میں دیوان خراج میں کام کرنے کے لیے بعض نصرانی منصرموں (انتظامی معاملات کو چلانے والے) اور کاتبوں کی خدمات حاصل کیں، چنانچہ شہر حمص کے خراج کی وصولی کے لیے ابن اثال نصرانی کو رکھا، نیز سرجون بن منصور رومی مسیحی

Presented by Ziaraat.com

حضرت معاویہ کے دیوانِ خراج کا کاتب تھا۔ یہ شخص حضرت معاویہ، یزید، معاویہ بن یزید، مروان بن حکم اور عبدلملک بن مروان کے زمانے تک شام کے دیوان خراج کا منتظم اعلیٰ رہا، (کتاب الوزراء جھشیاری) اوراس کے ماتحت نصرانی عملہ کی ایک بڑی جماعت تھی، اس لیے اس کا اثر ورسوخ بڑھا اور یزید کا مشیر بھی بن گیا، اور وہ اپنے عمال وامراء کے عزل ونصب میں اس سے مشورہ کرنے لگا، یہ قدیم رومی حکومت کا زمانہ دیکھنے والا کاتب اپنے مذہب پر قائم تھا اور بظاہر مسلمان حکومت کا ملازم بن کر بباطن روم کی مسیحی حکومت کا طرف دار تھا اوران رومی ممالک پر اسلامی فتوحات سے راضی نہ تھا۔ ایسا آدمی کب صحیح مشورہ دے سکتا تھا اور اسلامی معاملات خصوصاً مسلمانوں کی باہمی خانہ جنگی میں امن وصلح کی بات کیسے کرسکتا تھا، وہ تو لڑاؤ اور حکومت کرو کی قدیم رومی پالیسی کا آدمی تھا۔ چنانچہ اُس نے اوراُس کے ساتھیوں نے مسلمانوں سے بدلہ لینے کے لیے ایسے موقع کو غنیمت سمجھا، جس میں ایک طرف عرب کی سب سے بڑی طاقت (بنوامیہ) ہو، اور دوسری طرف خاندانِ رسالت اور اُس کے طرف دار دینی جذبہ کے ساتھ ہوں''۔

(سيدنا علي وحسين رضي الله عنهما، للقاضي أطهر مبارك پوري ص ۱۷۶، ۱۷۷)

اس کے بعد قاضی صاحب نے بطور نتیجہ ابن زیاد کی کوفہ میں تقرری کے مشورہ کا اور امام عالی مقام کی شہادت کا ذکر کیا ہے۔ قاضی صاحب کے خط کشیدہ الفاظ قابلِ توجہ ہیں۔ اُنہوں نے اپنی تحریر میں بنوامیہ کو عرب کی طاقت کہا ہے جبکہ اہل بیت کرام علیہم السلام اوراُن کے طرف داروں کو دینی جذبے کے حاملین کہا ہے۔

کیا اہل کتاب کی دوستی بے غرض بھی ہوتی ہے؟

پیچھے آپ پڑھ چکے ہیں کہ امیر شام نے اپنی حکومت کی مضبوطی کے لیے بنوکلب قبیلہ سے دوستی کی اور پھر اُسی قبیلہ سے شادی بھی کی۔ اہل بصیرت مسلمان بتائیں کہ کیا کبھی اہل کتاب نے کسی مسلم حکومت کے ساتھ بلا غرض دوستی کی ہے؟ کیا اُنہوں نے کسی مسلم حاکم کی بے لوث و بے غرض مدد [support] کی ہے؟ کیا ہمارے دور کے اہل کتاب نے عراق کے مقابلہ میں کویت کی مدد بلا غرض کی؟ کیا وہ سعودیہ کی مدد بلا غرض کررہے ہیں؟ کیا وہ روس کے مقابلہ میں پاکستان کی مدد بلاغرض کرتے رہے؟ پھر کیا وہ طالبان کے مقابلہ میں پاکستان کی مدد بلا

Presented by Ziaraat.com

غرض کررہے ہیں؟ کیا وہ پاکستان یا کسی بھی مسلم ریاست کے لبرل اور دین بیزار لوگوں کی حمایت بلاغرض کرتے ہیں؟ اگر جواب نفی میں ہو تو پھر وہ امیرِ شام کے ساتھ بے لوث دوستی کیوں کرتے اور بلاغرض وغش اُن کے نکاح میں اپنی بچیاں کیوں دیتے؟ اہل کتاب کے تمام اقدامات کے پیچھے اُن کے اہداف ومقاصد ہوتے ہیں اور حکومتِ معاویہ کے ساتھ بھی اُن کے مفادات وابستہ تھے اور وہ اُن کے حصول میں کامیاب بھی ہوئے تھے۔ چنانچہ اہل حدیث سلفی عالم دین علامہ عبداللہ دانش لکھتے ہیں:

''قیصر روم اپنی چال چلتا رہا۔ بڑی اسکیم کے تحت امیر معاویہ کے گھر عیسائی عورت میسون کو مسلمان بنا کے داخل کیا اسی سے یزید پیدا ہوا جس کی پرورش عیسائی قبیلے کے ننھیال میں ہوئی۔ اس نومسلم بیوی کو امیر معاویہ نے طلاق بھی دے دی تھی۔ عیسائیوں کی گہری سازش تھی کہ مرکزی مسلم حکومت میں اپنے مشنری لوگ داخل کرے۔ انہی میں سے یہ خصوصی مشیر ''سرجون'' بھی تھا۔ جس نے یزید کو ابنِ زیاد کا مشورہ دے کر گورنرِ کوفہ بنایا اور میدان کربلا میں خادان نبوت کو کچل دیا اور عیسائی دنیا اپنے مباہلہ کی ہزیمت کا انتقام لینے میں کامیاب ہوئی''۔

(شرح اربعین امام حسین ؑ ص، ۲۱۳)

علامہ حافظ محمد ظفر اللہ شفیق دیوبندی لکھتے ہیں:

''مؤرخین نے لکھا ہے کہ جب حضرت معاویہ شام کے گورنر مقرر ہوئے تو انھوں نے اپنی حکومت مضبوط کرنے کے لیے شام کے سب سے طاقت ور قبیلے بنوکلب کی ایک خاتون میسون (Maysun) سے شادی کی، یزید انہی کے بطن سے پیدا ہوا میسون خود تو مسلمان ہوگئی تھی، لیکن ان کے عزیز واقارب بدستور عیسائی رہے۔ یزید ایک طرف اپنے گھر میں اسلامی معاشرت اور عربی تہذیب کی خوبیاں دیکھتا تو دوسری طرف جب وہ ننھیال جاتا تو عیسائی تہذیب وتمدن کے مظاہر دیکھتا تھا، وہیں اس نے گھڑسواری اور شاعری سیکھی۔

یہاں تک خیریت تھی، لیکن آگے بڑھ کر اس نے ایسے مشاغل بھی سیکھ لیے جو اسلامی تعلیمات کے منافی تھے، نتیجہ یہ نکلا کہ اس کی سیرت میلی ہوتی چلی گئی''۔ (ماہ نامہ ''اردو ڈائجسٹ'' مارچ ۲۰۰۴ء ص: ۸۵)

عیسائی تہذیب وتمدن سے آشنائی کا یہ ثمر تھا کہ اتنے اہم معاملے میں یزید نے ایک مسیحی مشیر سے

Presented by Ziaraat.com

مشورہ کیا اور پھر اس پر عمل بھی کیا۔

واقعات کی ان کڑیوں کو ملایا جائے تو خیال آتا ہے کہ کربلا میں مسیحیوں نے ایک تو مباہلے کی ہزیمت کا انتقام لیا، دوسرے وحدتِ ملی کو پارہ پارہ کر دیا، اور یہ سب کچھ اُن کے ہاتھوں سے کروایا، جو اپنے کہلاتے ہیں۔ اسی کا نام سازش ہے، نصرانی سازش!''۔

(امام حسین ؓ اور واقعہ کربلا، ص: ۳۷۲)

اِن دونوں حضرات کا لکھنا کہ میسون مسلمان ہوگئی تھی، محلِ نظر ہے۔ اگر اُس کا بظاہر مسلمان ہونا ثابت ہو بھی جائے تو کوئی بڑی بات نہیں، کیونکہ اہل کتاب اپنے مفادات کی خاطر سب کچھ کر لیتے ہیں۔

''جَمْرَۃٌ'' (انگارہ) شعلہ کیسے بنا؟

اب آپ سیدنا فاروقِ اعظم ؓ کے اُس ارشاد میں ایک مرتبہ پھر غور فرمایئے جو ہم کچھ سطور قبل نقل کر چکے ہیں۔ اُنہوں نے اہل کتاب کی عورت سے شادی کو '' جَمْرَۃٌ '' (انگارہ) فرمایا تھا۔ یہ فرمان بالکل حق ثابت ہوا، چنانچہ میسون کے جسم سے نکل کر وہ انگارہ ایسا شعلہ بنا کہ اہل بیت نبوت کو جلا کر رکھ دیا، واقعہ حرہ میں مدینہ منورہ کو تاراج کیا گیا، مسجد نبوی میں گھوڑے باندھے گئے اور کئی روز تک اذان و نماز معطل رہی اور پھر مکۃ المکرمہ پر حملہ کر کے کعبہ معظمہ پر منجنیق سے پتھر برسائے گئے حتیٰ کہ غلافِ کعبہ اور دوسرے تبرکات جل کر راکھ ہوگئے۔ یہ سب کچھ اُس یزید کے ہاتھوں ہوا جو میسون جیسی '' جَمْرَۃٌ '' کا شعلہ تھا۔ تعجب ہے کہ امیر اہل سنت اُسی میسون کو ''رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا'' کے الفاظ سے نواز رہے ہیں۔

ذرا سوچیے تو سہی کہ اہلِ کتاب، بنو امیہ، معاویہ اور میسون کے ملاپ سے یزید کی شکل میں کیسا شعلہ پیدا ہوا کہ اُس سے خیمہ اسلام میں ایسی آگ بھڑک اُٹھی جو اَب تک بجھنے کا نام نہیں لے رہی اور روز بروز پھیلتی چلی جا رہی ہے۔ قاضی اطہر مبارک پوری دیو بندی لکھتے ہیں:

''افسوس کہ حضرت معاویہ کی آنکھ بند ہوتے ہی شام کی طرف سے ھِـرَقْـلِـیت اور رومی طرزِ سیاست اسلام پر حملہ آور ہوئی اور اُن اُغیلمہ (چھوکروں) کے اثر و اقتدار کے دوش پر اسے پروان چڑھنے کا زرّیں موقع ہاتھ آ گیا، جو بنوامیہ کی نئی حکومت کے قیام و بقا کے لیے یزید، مروان، عبید اللہ بن زیاد، عمر بن سعد کی طرح مسیحی سیاست دانوں کو بھی کام میں لائے، جس کا نہایت مکروہ

Presented by Ziaraat.com

ظہورواقعۂ کربلا کی شکل میں ہوااورمسیحیت نے وہ کام کیا کہ آج تک اسلامی دنیا دست وگریبان نظر آرہی ہے''۔

(سيدنا علي وحسين رضي الله عنهما ١٧٥، ١٧٦)

قاضی اطہر صاحب سے دریافت کیا جائے کہ بنوامیہ اور مسیحیت کے اِس بم کا موجد کون ہے؟ جنابِ والا! جس کو آپ بچانا چاہتے ہیں اُنہوں نے ہی یہ بم بنایا تھا، بعد والوں نے صرف اُس کا بٹن آن کیا تھا اور اُن کی آنکھیں بند کرنے کے چھ ماہ بعد وہ سب بربادی ہوگئی تھی جو آپ لکھ چکے ہیں۔

سوچ کر بتایئے! ہمارے پچھلے تیس چالیس سالہ دور میں پاکستان میں لسانی بنیادوں پر جو بے دریغ قتل وغارت گری ہوئی، کیا اُس کا سبب فقط وہ چھوکرے ہیں جو کلاشنکوف اور گن چلاتے رہے یا وہ گرو گھنٹال بھی ہیں جو ایسے لوگوں کو پیدا کر گئے؟ یاد رکھنا چاہیئے کہ اہل کتاب تو ہمارے دشمن ہیں ہی مگر جن مسلم حکمرانوں کے ذریعے اہل کتاب اپنی مکروہ پالیسیاں میدانِ عمل میں لاتے ہیں وہ مسلم حکمران بھی ہمارے اسی طرح دشمن ہیں۔ خود انصاف فرمایئے! حال ہی میں (2017ء میں) اہل کتاب کی خواہش وایماء پر مسئلۂ ختم نبوت پر جو حملہ کیا گیا، کیا اُس جرم میں ہمارے حکمران برابر کے شریک نہیں؟ اگر نہیں تو پھر ہمارے علماء کرام اور اہل اسلام عوام کا اہل کتاب کی اُس سازش کی وجہ سے حکومت پاکستان کو موردِ الزام ٹھہرانا اور اُس پر آگ بگولا ہونا کیسا؟

کاش! فاروقِ اعظم ﷺ کے ارشادات پر عمل کیا جاتا اور اہل کتاب کو اپنے قریب نہ کیا جاتا اور اُن کی عورتوں کو اپنے گھروں میں نہ لایا جاتا تو اُمتِ مسلمہ کو تب سے اب تک یہ دن نہ دیکھنے پڑتے۔

''اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ هَادِیًا'' پر کلام کا خلاصہ

حدیث ''اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ هَادِیًا مَّهْدِیًّا وَاهْدِ بِهٖ'' کے موضوع ہونے پر جو تفصیلی دلائل پیش کیے گئے، آخر میں ایک مرتبہ اُن کے خلاصہ میں غور فرمالیجئے

۱۔ اسلام میں مسلم خواتین کو لونڈی بنانا اور اُنہیں بازار میں برائے فروخت کھڑا کرنا

۲۔ مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور یمن وغیرہ مقامات پر افعال قبیحہ کا ارتکاب کرنا

۳۔ سیدنا ابن عباس ﷺ کے نابالغ بھتیجوں کو ناحق قتل کرانا

۴۔ سیدنا امام حسن علیہ السلام کی شہادتِ فاجعہ کو مصیبت نہ سمجھنا

Presented by Ziaraat.com

۵۔ اُن کی وصال کی خبر پر خوش ہونا

۶۔ اُنہیں انگارہ کہنے والے کو ڈانٹنے کی بجائے پیسے دینا

۷۔ ممانعتِ نبوی ﷺ کے باوجود سونا، ریشم اور درندوں کی کھالوں کا استعمال کرنا

۸۔ انصار رضی اللہ عنہم کے بارے میں نصیحتِ نبوی ﷺ کے باوجود اُن پر دوسروں کو ترجیح دینا

۹۔ میزبانِ مصطفیٰ ﷺ سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ پر جفا کرنا اور بے اعتنائی کرکے اُن کی توہین کرنا

۱۰۔ حضور اکرم ﷺ کی طرف دھوکہ کی نسبت کرنے پر خاموش رہنا

۱۱۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دھمکیاں دینا

۱۲۔ اپنے سے سابق بعض صحابہ کرام کو غصے کے ساتھ پاگل کہنا

۱۳۔ حدیث نبوی کو "ھنة" فساد کی بات کہنا

۱۴۔ رشوت لینا دینا (مغیرہ بن شعبہ سے تبادلۂ رشوت کرنا)

۱۵۔ باطل طریقے سے مال کھانا

۱۶۔ ناحق قتل کرنا

۱۷۔ بیعتِ یزید کے معاملہ میں کھلے بندوں جھوٹ بولنا

۱۸۔ شراب پینا

۱۹۔ عیدین سے پہلے اذان کی بدعت کا مرتکب ہونا

۲۰۔ تکبیراتِ عیدین میں کمی کرنا

۲۱۔ خطبۂ عید کو نمازِ عیدین پر مقدم کرنا

۲۲۔ مساجد کے منبروں پر سب وشتم اور لعنت کرنا کرانا

۲۳۔ یزید کی ولی عہدی میں قرآن وسنت اور خلفاء راشدین کی خلاف ورزی کرنا

۲۴۔ نکاح کے بعد اور وطی سے قبل بیوی کے پورے جسم کا معائنہ کرانا

۲۵۔ بیوی کی شرمگاہ کے نیچے تل کی وجہ سے اُسے طلاق دے دینا

۲۶۔ جسم پر تل کی وجہ یزید کی ماں میسون کا غیبی خبر دینا اور موصوف کا اُس پر یقین کرنا

۲۷۔ فقط میسون کی خبر کی وجہ سے اپنی تازہ منکوحہ کو طلاق دے ڈالنا

Presented by Ziaraat.com

۲۸۔ آدمیوں کو خصّی کرانا

۲۹۔ قرآن مجید کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اہل کتاب کو اپنا رازدار بنانا

۳۰۔ نصرانی طبیب سے مسلمانوں کے سربرآوردہ لوگوں کو زہر دلا کر اُنہیں راہ سے ہٹانا

ایمان و انصاف سے بتایئے کہ جس شخص کے حق میں ھادی اور مہدی ہونے کی دعائے نبوی ﷺ کا دعویٰ کیا گیا ہو، کیا اُس سے درجِ بالا کبائر، ارتکابِ حرام، منافی عدل و انصاف معاملات اور بدعات پر مبنی اُمور سرزد ہو سکتے ہیں؟

سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ خلیفۂ راشد کیسے بنے؟

کیا وجہ ہوئی کہ امیر شام کا شمار صحابی، کاتب وحی، خال المومنین اور حضور ﷺ کے نمازی ہونے کے باوجود خلفاء راشدین میں نہیں ہو سکا، جبکہ اُن کی وفات سے ایک یا تین سال بعد پیدا ہونے والا بنو امیہ ہی کا ایک شخص ۹۹ھ میں ۳۵ یا ۳۸ سال کی عمر میں خلیفہ بنا اور دو ڈھائی سال کے اندر اندر عدل و انصاف اور رشد و ہدایت پر مبنی ایسا نظام دے دیا کہ امت مسلمہ بالاتفاق اُنہیں سیدنا امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے بعد خلیفۂ راشد تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئی۔

عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ افضل یا معاویہ؟

کیا یہ لمحۂ فکریہ نہیں کہ معاویہ بیس سال گورنر اور بیس سال مکمل حاکم یعنی سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی مکمل عمر سے بھی زیادہ عرصہ حکومت کرنے کے باوجود خلافتِ راشدہ کی طرح نظام نہ دے سکے جبکہ سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے پہلے ہی سال میں اُس مبارک دور کو لوٹا دیا تو لوگ یہ سمجھنے، کہنے اور پوچھنے پر مجبور ہو گئے کہ سیدنا عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ افضل ہیں یا معاویہ؟ اہل دانش سمجھتے ہیں کہ ذہنوں میں اِس سوال کا پیدا ہونا معمولی بات نہیں بلکہ بہت اہم بات ہے اور پھر اس کا زبانوں پر آنا اُس سے بھی زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ کہا جاتا ہے کہ امام ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ سے یہ سوال کیا گیا تو اُنہوں نے فرمایا:

تُرَابٌ دَخَلَ فِيْ أَنْفِ مُعَاوِيَةَ [رضی اللہ عنہ] مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ خَيْرٌ أَوْ أَفْضَلُ مِنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ.

''غبار جو رسول اللہ ﷺ کی معیت میں معاویہ [رضی اللہ عنہ] کی ناک میں داخل ہوا وہ عمر بن عبد

Presented by Ziaraat.com

العزیز رحمہ اللہ سے بہتر یا افضل ہے"۔

(الشريعة للآجري ج٥ ص٢٤٦٦؛ فيضان امير معاويه ص١٩٥)

"الشريعة للآجري" کے معلق کے بقول اس قول کی سند میں بعض مجہول و متروک راوی ہیں، لیکن میں کہتا ہوں: یہ امام ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ ایسے دانا شخص کا قول ہو نہیں ہوسکتا۔ ذرا سوال و جواب میں غور تو فرمایئے! سوال مطلقاً صحابی اور تابعی کے مفاضلہ پر مبنی نہیں، کیونکہ یہ تو بچوں کو بھی معلوم ہے کہ صحابی تابعی سے افضل ہوتا ہے، بلکہ سوال ایسی دو شخصیتوں کے متعلق ہے جو اپنے اپنے وقت میں اقتدار پر رہیں۔

مثلاً آج اگر سوال کیا جائے کہ بحیثیت عدل و امانت اور رشد و ہدایت عمر بن عبدالعزیز کی خلافت افضل تھی یا معاویہ کی تو کیا جواب ہوگا؟ اگر جواباً کہا جائے کہ معاویہ کے بیس سالہ اقتدار سے عمر بن عبدالعزیز کے دو ڈھائی سال افضل تھے تو پھر سوال قائم ہو جائے گا کہ ایسا کیوں ہوا؟

اِس کو یوں سمجھئے کہ اگر واقعی کسی شخص کو حضور اکرم ﷺ کی معیت میں کسی غزوہ میں شریک ہونا نصیب ہوا ہو اور وہ میدان چھوڑ کر بھاگا نہ ہو، وہ نماز میں آپ کا مقتدی بنا ہو، کاتبِ وحی رہا ہو، اپنی آنکھوں سے عدالتِ مصطفوی ﷺ کا مشاہدہ کرتا رہا ہو، پھر وہ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے دور کا مشاہدہ بھی کرتا رہا ہو اور اِس کے باوجود رشد و ہدایت اور عدل و انصاف میں اُس کا تقابل ایک تابعی سے کیا جانے لگے تو اِس کا مطلب یہ ہے کہ "گل وچ ہورائے"۔

اس حقیقت یوں بھی سمجھا جاسکتا ہے۔ مثلاً اگر کائنات پست و بالا میں عظیم ترین ادارہ کے تعلیم یافتہ کسی شخص کا تقابل بعد کے ایسے نوجوان سے کیا جانے لگے جس کو اُس ادارہ میں قدم رکھنا بھی نصیب نہ ہوا ہو تو اِس میں قصور کس کا ہوگا، ادارہ کا یا اُس شخص کا؟ مطلب یہ ہے کہ بعد والے نوجوان کو نہ اُس معلّمِ کائنات ﷺ کی صحبت و تربیت نصیب ہوئی اور نہ ہی اُس کو اُس دور کے طلبہ کرام رضی اللہ عنہم جیسے طلبہ کی سنگت و معیت نصیب ہوئی، بس وہ فقط اُس ادارہ کا کورس دوسرے حضرات سے پڑھ سن کر عدل و رشد کی ایسی سند لینے میں کامیاب ہو گیا جس سے اُس کے بعض پیشرو محروم رہے تو پھر "گل وچ ہورائے" والا معاملہ ہے کہ نہیں؟

قارئین کرام! اگر آپ "گل وچ ہورائے" کو جاننا چاہتے ہیں تو امام ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ (۱) کے

---

(۱) صفحہ ۴۷، اور ۴۸ پر امام ابن المبارک رحمہ اللہ کا ایک اور قول بھی گذر چکا ہے، اُسے دوبارہ دیکھ لیجئے۔

Presented by Ziaraat.com

قول کے مقابلہ میں سیدنا ابن عباس اور سیدنا مقداد بن اسود ﷺ کے اُن ارشادات میں غور فرمائیں جو ہم کتابِ ھٰذا کے مقدمہ میں صفحہ [۲۲] پر نقل کر چکے ہیں۔

خلافتِ راشدہ سے کیوں محروم؟

مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''منہاج نبوت پر خلافتِ حقہ راشدہ تیس سال رہی، کہ سیدنا امام حسن مجتبیٰ ﷺ کے چھ مہینے پر ختم ہوگئی، پھر امیر المؤمنین عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافتِ راشدہ ہوئی اور آخر زمانہ میں حضرت سیدنا امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں گے''۔

(بهارِ شريعت ج١ حصه (الف) ص ٢٥٧، مكتبة المدينة، كراچي)

بتایئے! وہ خلافتِ راشدہ کی فہرست میں آنے سے کیوں رہ گئے؟ میرا ایمان ہے کہ اگر حدیث ''اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا...'' غیر موضوع ہوتی تو پھر اُن سے بڑا خلیفۂ راشد کوئی نہ ہوتا، کیونکہ صحیح یا موضوع ایسی جامع دعا خلفاء راشدین ﷺ میں سے کسی کے حق میں بھی منقول نہیں، لیکن سب سے بڑھ کر تو کجا اُن کا شمار تو خلفاء راشدین میں ہی نہیں ہوتا، جبکہ اُن سے چالیس سال بعد اقتدار پانے والے خلفاء راشدین ﷺ میں شمار ہوتے ہیں۔

بار بار غور فرمایئے کہ صحابیت، وحی کی کتابت، خال المومنین کی نسبت اور ''**اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًّا وَاهْدِ بِهٖ**'' دعا کی مقبولیت کہاں گئی؟

حدیثِ اُمِ حرام اور امیرِ شام

سیدتنا ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا سے منقول صحیحین کی ایک حدیث سے امیرِ شام کے لیے منقبت بلکہ جنت ثابت کی جاتی ہے، اُس سے نظریں چرا کر آگے نکل جانا میرے ضمیر کے بھی خلاف ہے اور امانت داری کے بھی منافی ہے، اس لیے میں آخر میں اُس پر گفتگو کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ چونکہ اُس حدیث کو مؤلفینِ ''فیضانِ امیر معاویہ'' نے بھی مع تشریح درج کیا ہے، لہٰذا اُنہی کے الفاظ ہی نقل کیے دیتا ہوں۔ وہ لکھتے ہیں:

''حضرت سیّدتنا اُمِ حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا: میری امت کا پہلا لشکر جو سمندر میں جہاد کرے گا، اُن (مجاہدین) کے لیے (جنت) واجب ہے۔(بخاري: كتاب الجهاد والسير، باب ماقيل

Presented by Ziaraat.com

فی قتال الروم،۲/۲۸۸حدیث:۲۹۲٤)

حضرت سیّدنا مُہلَّب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں:اس روایت سے حضرت سیّدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے کیونکہ انہوں نے سمندری راستے سے پہلا جہاد کیا تھا،جس کی اللہ ﷻ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو خواب میں بشارت دی تھی اور جن لوگوں نے حضرت سیّدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پرچم تلے جہاد کیا تھا ان کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اوّلین قرار دیا،علماءِ سیرت نے لکھا ہے کہ یہ مجاہدین حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں تھے۔حضرت سیّدنا زبیر بن ابی بکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:امیر المؤمنین حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں حضرت سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسلمانوں کی قیادت کرتے ہوئے قُبرص میں جہاد کیا تھا اور سیّدنا عُبَادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ حضرت سیّدتنا اُمِ حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی ان کے ساتھ تھیں۔جب وہ سمندری سفر سے واپسی میں بحری جہاز سے اتریں تو خچر پر سوار ہوئیں اور اس سے گر کر شہید ہوگئیں۔ابن الکلبی نے بیان کیا ہے کہ یہ غزوہ اٹھائیس ہجری میں ہوا تھا‘‘(شرح ابن بطال،کتاب الجهاد والسير،باب الجهاد والشهادة الخ،۵/۱۱،تحت الحديث ۲۹۲٤)

(فیضانِ امیر معاویہ ص۱۷۲)

اِن حضرات نے بخاری کے جس مقام سے یہ حدیث لی ہے اُس کا مکمل حوالہ اِنہوں نے دے دیا ہے، ایک مرتبہ پھر غور سے دیکھ لیں۔اس مقام پر جو سند ہے اُس میں سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا سے روایت کرنے والے جتنے راوی ہیں سب کے سب شامی ہیں۔چنانچہ امام عینی اور حافظ عسقلانی لکھتے ہیں:

الإِسْنَادُ كُلُّهُ شَامِيُّوْنَ.

’’اس کی سند کے تمام کے تمام راوی شامی ہیں‘‘۔

(عمدة القاري ج۱٤ ص۲۷۷؛فتح الباري ج۷ص۱۹۵)

بعض حمصی بھی ہیں،چنانچہ خالد بن معدان اور ثور بن یزید دونوں حمصی ہیں اور ہم اِس قبل ابن زیاد الہانی کے حالات میں لکھ چکے ہیں کہ حمص کے لوگ سب سے بڑھ کر سیدنا علی ؑ کے دشمن تھے۔یہی وجہ ہے کہ مؤخر

Presented by Ziaraat.com

الذکر یعنی ثور بن یزید کو اگرچہ حدیث میں ثقہ کہا گیا ہے مگر اُس کا شمار دشمنانِ علی میں بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ امام ابن سعد، حافظ ابن عساکر، حافظ جمال الدین مزی اور حافظ عسقلانی لکھتے ہیں:

''اس کا دادا جنگِ صفین میں حمایتِ معاویہ میں لشکرِ مرتضوی کے ہاتھوں مارا گیا تھا، اس لیے وہ جب بھی سیدنا علیؓ کا ذکر کرتا تو کہتا: ''لَا أُحِبُّ رَجُلًا قَتَلَ جَدِّيْ'' (میں اُس شخص کو پسند نہیں کرتا جس نے میرے دادا کو قتل کیا تھا''۔

(الطبقات الكبرى لابن سعد ج۹ ص ٤٧١؛ تاريخ دمشق ج١١ ص١٨٦؛ تهذيب الكمال ج٤ ص ٤٢١؛ تهذيب التهذيب ج١ ص٥١٣؛ مختصر تاريخ دمشق ج٥ ص ٣٥١)

اس سے معلوم ہوا کہ وہ دشمنِ علی تھا اور کتابِ ھٰذا کے شروع میں آپ امام احمد بن حنبل اور دوسرے علماء کرام کے حوالہ سے پڑھ چکے ہیں کہ سیدنا علی علیہ السلام کے دشمن اُس شخص کو چڑھاتے رہتے تھے جس نے سیدنا علی علیہ السلام کے ساتھ جنگ کی تھی، تاہم چونکہ یہ بخاری کا راوی ہے لہٰذا ''اتھے دَم مارن دی کیا مجال؟'' بخاری میں تو جس راوی کا نام آ گیا وہ سندِ عصمت پا گیا، البتہ بخاری میں ائمہ اہل بیت کی کوئی گنجائش نہیں حتیٰ کہ وہ ہستی (امام جعفر صادق علیہ السلام) جو صدق وصفا کی وجہ سے صادق کہلاتی تھی، امام بخاری نے اُن سے بھی روایت نہیں لی۔

مہلّب کی بیان کردہ مکمل تشریح قبول ہے؟

مؤلفینِ ''فیضانِ امیر معاویہ'' نے اِس حدیث کی تشریح میں ابن بطال کے حوالہ سے جو مہلّب کی تشریح پیش کی ہے، کیا وہ مکمل تشریح اُنہیں قابلِ قبول ہوگی؟ مہلّب اِس حدیث کی رو سے فقط معاویہ کا نہیں بلکہ یزید پلید کی فضیلت کا بھی قائل ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی اور امام عینی رحمۃ اللہ علیہما لکھتے ہیں:

قَالَ الْمُهَلَّبُ : فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ مَنْقَبَةٌ لِمُعَاوِيَةَ لِأَنَّهُ أَوَّلُ مَنْ غَزَا الْبَحْرَ ، وَمَنْقَبَةٌ لِوَلَدِهٖ يَزِيْدَ ، لِأَنَّهُ أَوَّلُ مَنْ غَزَا مَدِيْنَةَ قَيْصَرَ.

''مہلّب نے کہا: اِس حدیث میں معاویہ کی منقبت ہے، کیونکہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں سمندری غزوہ کیا، اور اُن کے بیٹے یزید کی منقبت ہے کیونکہ وہ پہلا شخص ہے جس نے مدینۂ قیصر کا غزوہ کیا''۔

(فتح الباري ج٧ ص١٩٦؛ عمدة القاري ج١٤ ص٢٧٨)

Presented by Ziaraat.com

مہلب کا یہ قول علامہ ابن بطال نے بھی نقل کیا ہے۔

(شرح صحیح البخاري لابن بطال ج ٥ ص ١٠٧)

مؤلفینِ ''فیضانِ امیر معاویہ'' کی لغزش

علامہ ابن بطال نے معاویہ اور یزید دونوں کی فضیلت میں مہلب کا یہ قول اُس حدیث کے تحت نقل کیا ہے جو ''بَابُ مَا قِيلَ فِي قِتَالِ الرُّوْمِ'' میں ہے یعنی حدیث نمبر ۲۹۲۴۔ مؤلفینِ ''فیضانِ امیر معاویہ'' نے اپنی کتاب میں حدیث تو یہی نقل کی ہے مگر شرح ایک اور حدیث کی درج کر دی ہے اور حوالہ حدیث نمبر ۲۹۲۴ کا دیا ہے۔ اُن کے درج کردہ حوالہ کا باقی حصہ تو صحیح ہے لیکن حدیث کا نمبر صحیح نہیں ہے، اِن حضرات نے ابن بطال کی جو لمبی شرح نقل کی ہے وہ بخاری کی حدیث ۲۹۲۴ کے تحت نہیں بلکہ حدیث نمبر ۲۷۸۸ کے تحت ہے۔ فی الجملہ یہ کہ انہوں نے ''فیضانِ امیر معاویہ'' میں جو حدیث نقل کی ہے اُس کی تشریح میں مہلب نے معاویہ کے ساتھ اُن کے بیٹے یزید کی بھی منقبت بیان کی ہے، لہٰذا اِن سے معلوم کیا جائے کہ کیا وہ یزید کی فضیلت کے بھی قائل ہیں؟ اگر قائل ہوں تو پھر ''قَدْ أَوْجَبُوْا'' کا جو معنیٰ اُنہوں نے کیا ہے وہ یزید کے لیے بھی ماننا پڑے گا، اور یہ مقام ایسی کھائی ہے جس میں ''فیضانِ امیر معاویہ'' کے مؤلفین سے قبل بہت لوگ گر چکے ہیں۔

مکمل ۳۲ سال معاف، کیا پاکستانی عدالت ہے؟

یہ بات حق ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ۲۸ھ میں امیر شام کا بحری بیڑے پر غزوہ کرنا اُن کی ایک خوبی ہے لیکن اس غزوہ میں شرکت کو اُن کے لیے وجوب جنت کا سبب کہنا کس دلیل کی بنا پر ہے؟ ۲۸ھ سے لے کر ۶۰ھ تک ۳۲ سالوں میں جو کچھ اُن سے ہوا وہ هَبَاءً مَّنْثُوْرًا ہو جائے گا؟

حدیث ''اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًّا'' کے خلاصہ میں جو موٹی موٹی تیس [۳۰] باتیں پیش کی گئیں کیا وہ سب قبل از صدور ۲۸ھ میں ہی معاف کر دی گئی تھیں؟ قرآن تو فرماتا ہے: ﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ الخ﴾ تو پھر کیونکر تصور کر لیا گیا کہ ۲۸ھ سے ۶۰ھ تک سب معاف؟ کیا قبرص کی جنگ غزوۂ بدر کی مانند تھی؟

۲۸ھ میں جنت اور ۳۷ھ میں نار

چلیے ۲۸ میں تو آپ نے اُنہیں جنتی قرار دے دیا لیکن ۳۷ھ میں جو اُنہیں اور اُن کے ساتھیوں کو آگ کی

Presented by Ziaraat.com

طرف بلانے والا کہا گیا، اُس کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟ امام بخاری لکھتے ہیں:

عَنْ عِكْرِمَةَ ، قَالَ لِي ابْنُ عَبَّاسٍ وَلِابْنِهِ عَلِيٍّ انْطَلِقَا إِلَىٰ أَبِي سَعِيدٍ، فَاسْمَعَا مِنْ حَدِيثِهِ، فَانْطَلَقْنَا، فَإِذَا هُوَ فِي حَائِطٍ يُصْلِحُهُ ،فَأَخَذَ رِدَاءَهُ فَاحْتَبَىٰ ،ثُمَّ أَنْشَأَ يُحَدِّثُنَا،حَتّٰى أَتَىٰ ذِكْرَ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ،فَقَالَ: كُنَّا نَحْمِلُ لَبِنَةً لَبِنَةً، وَعَمَّارٌ لَبِنَتَيْنِ لَبِنَتَيْنِ،فَرَآهُ النَّبِيُّ ﷺ، فَيَنْفُضُ التُّرَابَ عَنْهُ، وَقَالَ : وَيْحَ عَمَّارٍ، تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ، يَدْعُوهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ ،وَيَدْعُونَهُ إِلَى النَّارِ.

''عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے مجھ سے اور اپنے بیٹے علی سے فرمایا: تم دونوں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور ان سے حدیث کا سماع کرو، پس ہم دونوں گئے، اس وقت حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ اپنے باغ کی اصلاح کر رہے تھے، وہ اپنی چادر کے ساتھ اپنی کمر اور گھٹنوں کو باندھ کر بیٹھے، پھر ہمیں حدیث سنانے لگے حتیٰ کہ مسجد کی تعمیر کا ذکر آیا تو انہوں نے کہا: ہم ایک ایک اینٹ اٹھا کر لا رہے تھے اور حضرت عمار دو دو اینٹیں اٹھا کر لا رہے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں اس حال میں دیکھا تو اُن سے مٹی جھاڑی اور فرمایا: عمار پر رحمت ہو، اس کو ایک باغی جماعت قتل کرے گی، یہ اُن کو جنت کی طرف بلائے گا اور وہ اس کو دوزخ کی طرف بلائیں گے''۔

(بخاري ص٧٨ حديث ٤٤٧ ،وص ٤٦٦ حديث ٢٨١٢ ؛مسند أحمد ج٣ ص ٩١ وط: ج٤ ص ٢٢٧ حديث ١١٨٨٣ ؛صحيح ابن حبان ج١٥ ص ٥٥٣، ٥٥٤ حديث ٧٠٧٨، ٧٠٧٩ ؛الجمع بين الصحيحين ج ٢ ص ٤٦١ حديث ١٧٩٤ ؛البداية والنهاية ج٥ ص ٣٧١)

جو سپہ سالار ۲۸ھ میں تھا ۳۷ھ میں بھی وہی سپہ سالار ہے۔ وہاں اُنہیں تاویل سے جنتی بنانے کی کوشش کی گئی اور یہاں اُنہیں صریحاً ''الدَّاعُونَ إِلَى النَّارِ'' کہا گیا ہے۔ ذرا مطابقت تو بیان فرما دیجئے!

یہ بھی یاد رکھئے کہ بحری غزوہ کی فضیلت کا ذکر بخاری میں ہے جبکہ بیعت رضوان کا ذکر قرآن میں آیا ہے اور ساتھ ہی فرمایا گیا ہے: ﴿فَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ﴾ (تو جس نے عہد توڑا اُس نے اپنے بڑے عہد کو توڑا) اگر اللہ تعالیٰ نے یہ تنبیہ نہ فرمائی ہوتی تو پھر یہ سمجھنا بجا ہوتا کہ بیعتِ رضوان کے شرکاء بعد میں جو چاہیں کرتے پھریں اُن سے کوئی مواخذہ نہیں ہوگا، لیکن جب یہ تنبیہ آ گئی تو اب ایسا سمجھنا قرآن کے خلاف ہے۔

Presented by Ziaraat.com

یاد رکھئے گا! بیعتِ رضوان کے شرکاء میں سے بعض صحابہ حضرت عثمان بن عفان ﷺ کے قاتلین کے سرغنہ لوگوں میں سے تھے، جیسا کہ عبدالرحمان بن عدیس۔ آپ کا اُن کے بارے میں کیا خیال ہے؟

۳۷ھ میں بعض اکابر صحابہ کا اظہار

"الأَعْمَالُ بِالْخَوَاتِيْمِ" بلاشبہ ۲۸ھ میں بحری بیڑے کا کارنامہ ایک خوبی ہے اور کسی کی خوبی کا انکار بے انصافی ہے خواہ وہ حجاج بن یوسف کی خوبی ہی کیوں نہ ہو، لیکن ۳۷ھ میں اُن کی ایک خلیفہ راشد کی اطاعت سے روگردانی کرنے، پھر اُن سے برسرپیکار ہونے کو علماء حق نے معمولی نہیں سمجھا، اُنہوں نے اِس روگردانی اور جنگ کو کتاب وسنت سے روگردانی کے مترادف قرار دیا ہے۔ اِس مقام پر میری زبان گنگ ہے، میں کچھ کہنے کی ہمت نہیں رکھتا، البتہ بعض اکابر کے الفاظ نقل کر دیتا ہوں۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ حدیث "الفِئَةُ البَاغِيَةُ" کی مکمل تشریح کرنے کے بعد آخر میں نتیجہ اخذ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فَتَبَيَّنَ بِهٰذَا أَنَّهُ كَانَ فِي الْبَاطِنِ بَاغِيًا ، وَفِي الظَّاهِرِ مُتَسَتِّرًا بِدَمِ عُثْمَانَ مُرَاعِيًا مُرَائِيًا ، فَجَاءَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَلَيْهِ نَاعِيًا ، وَعَنْ عَمَلِهِ نَاهِيًا ، لٰكِنْ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُوْرًا ، فَصَارَ عِنْدَهُ كُلُّ مَنْ فِي الْقُرْآنِ وَالْحَدِيْثِ مَهْجُوْرًا . فَرَحِمَ اللّٰهُ مَنْ أَنْصَفَ وَلَمْ يَتَعَصَّبْ وَلَمْ يَتَعَسَّفْ ، وَتَوَلَّى الاِقْتِصَادَ فِي الاِعْتِقَادِ ، لِئَلَّا يَقَعَ فِي جَانِبَيْ سَبِيْلِ الرَّشَادِ مِنَ الرَّفْضِ وَالنَّصَبِ بِأَنْ يُحِبَّ جَمِيْعَ الآلِ وَالصَّحْبِ.

"پس اس سے ظاہر ہوا کہ وہ باطن میں باغی تھے اور ظاہراً قصاصِ عثمان (ﷺ) کی آڑ لے کر دِکھاوا کرنے والے تھے۔ پس یہ حدیث ان پر طعن کرنے والی ہے اور ان کی اتباع سے روکنے والی ہے، لیکن وہی ہو کر رہا جو تقدیر میں لکھا تھا تو ان کے نزدیک جو کچھ قرآن وحدیث میں مرقوم تھا سب متروک ہو گیا۔ پس اللہ تعالیٰ کی اُس شخص پر رحمت ہو جس نے انصاف کیا اور تعصب و بے راہ روی سے کنارہ کیا اور اعتقاد میں اعتدال کو محبوب رکھا تا کہ وہ رُشد کے راستے سے ہٹ کر رافضیت و ناصبیت میں مبتلا نہ ہو اور جمیع آل واصحاب سے محبت کرے"۔

(مرقاۃ شرح مشکاۃ ج۱۰ ص۲۰۰، ۲۰۱، وط: ج۱۱ ص۱۷، ۱۸)

Presented by Ziaraat.com

"فَصَارَ عِنْدَهٗ کُلُّ مَنْ فِی الْقُرْآنِ وَالْحَدِیْثِ مَهْجُوْرًا" (توان کے نزدیک جوکچھ قرآن وحدیث میں مرقوم تھا سب متروک ہوگیا) کا جملہ زبان سے نکل جاتا تو آسان ہے لیکن قلم سے لکھنا آسان نہیں۔ وہ ایسا لکھنے پر کیوں مجبور ہوئے؟ اِس لیے کہ اُنہیں معلوم تھا "عَلِیٌّ مَعَ الْقُرْآنِ وَالْقُرْآنُ مَعَ عَلِیٍّ" سے منہ موڑنا قرآن سے منہ موڑنا ہے اور "عَلِیٌّ مَعَ الْحَقِّ وَالْحَقُّ مَعَ عَلِیٍّ" سے انحراف کرنا قرآن سے منحرف ہونا ہے، اور پھر اُنہیں یہ بھی معلوم تھا کہ علی سے بڑھ کر سنت کا بھی کوئی عالم نہیں، کیونکہ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا:

عَلِیٌّ أَعْلَمُ النَّاسِ بِالسُّنَّةِ.

"سیدنا علی ؑ تمام لوگوں سے بڑھ کر سنت کے عالم ہیں"۔

(تاریخ مدینة دمشق ج٤٢ ص٤٠٨؛ مختصر تاریخ دمشق ج١٨ ص٢٦؛ الاستیعاب ج٣ ص٢٠٦؛ الریاض النضرة ج٤ ص١٣٧؛ المناقب للخوارزمي ص٩١؛ موسوعة العشرة المبشرة ج١١ ص٧٧)

اسی لیے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے موصوف کو قرآن وحدیث دونوں کا تارک کہا ہے۔

تعجب ہے کہ ہمیں ایک طرف اپنے اسلاف سے اس قدر محبت ہے کہ ہم چودھویں صدی کے بعض اسلاف کے افکار ونظریات سے روگردانی کو سنیت سے روگردانی کے مترادف قرار دیتے ہیں، اور دوسری طرف اُس ہستی سے روگردانی کرنے کو فقط خطائے اجتہادی کہہ دیا جاتا ہے، جن کو پشت کرنا قرآن کو پشت کرنا ہے، جن سے منہ پھیرنا قرآن سے منہ پھیرنا ہے، جن کو چاہنا حضور ﷺ کو چاہنا ہے، جن کو اذیت پہنچانا حضور ﷺ کو اذیت پہنچانا ہے، جن سے مودت آقا ؑ سے مودت ہے اور جن سے عداوت آقا ؑ سے عداوت ہے۔ ارے بھائی! کچھ تو انصاف فرمائیں، جس ہستی سے محبت کو ایمان اور بغض کو منافقت کہا گیا ہے اُس ہستی کا انڈیا کے ایک عالم دین کے برابر بھی مرتبہ نہیں؟ انڈیا کے مولانا سے اختلاف کرنے والا خارج از اہل سنت ہو جائے اور مولائے کائنات ؑ سے اختلاف کرنے والا، جنگ کرنے والا، اُنہیں پریشان کرنے والا، اُنہیں اذیت پہنچانے والا، اُن کے محبین کو قتل کرنے والا اور منبروں پر اُنہیں سبّ وشتم کرنے والا اجر کا مستحق قرار پائے؟ **فیا للعجب!**

۲۸ھ میں بحری غزوہ کا جو سپہ سالار تھا، ۳۷ھ میں وہی سپہ سالار کہاں کھڑا تھا؟ اِس بارے میں کچھ کہنا مجھ ڈرپوک کے بس کا روگ نہیں، لہٰذا بعض ایسے اکابر کے الفاظ نقل کرنے میں سلامتی سمجھتا ہوں جو مکہ سے لے کر مدینہ منورہ تک تمام قریش کے احوال، عادات اور سیرت وفطرت سے باخبر تھے۔ جن کو شیطان سے محفوظ فرمایا گیا، جنہیں سراپا ایمان کہا گیا اور جنہیں حق وباطل کے درمیان حدفاصل قرار دیا گیا۔ چنانچہ حافظ ہیثمی لکھتے ہیں:

Presented by Ziaraat.com

وَعَنْ سَعْدِ بْنِ حُذَيْفَةَ قَالَ : قَالَ عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ يَوْمَ صِفِّيْنَ ـ وَذَكَرَ أَمْرَهُمْ وَأَمْرَ الصُّلْحِ ـ فَقَالَ: وَاللّٰهِ مَا أَسْلَمُوْا وَلٰكِنِ اسْتَسْلَمُوْا وَأَسَرُّوا الْكُفْرَ ، فَلَمَّا رَأَوْ عَلَيْهِ أَعْوَانًا أَظْهَرُوْهُ.

''سیدنا سعد بن حذیفہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمار بن یاسر ﷺ نے صفین کے دن فرمایا۔ اور سعد بن حذیفہ نے یہ تذکرہ اُن کی جنگ اور تحکیم کا معاملہ بیان کرتے ہوئے کیا۔ پس عمار نے فرمایا: اللہ کی قسم! وہ اسلام نہیں لائے لیکن اسلام کا اظہار کیا اور کفر کو چھپایا پھر جب اُنہوں نے اُس پر مددگار پا لیے تو اُسے ظاہر کر دیا''۔

(مجمع الزوائد قديم ج١ ص١١٣)

حافظ ہیثمی اِس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيْرِ ، وَسَعْدُ بْنُ حُذَيْفَةَ لَمْ أَرَ مَنْ تَرْجَمَهُ.

''اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے، اور میں سعد بن حذیفہ کے احوال سے آگاہ نہیں ہو سکا''۔

جی ہاں، حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ کو سیدنا سعد بن حذیفہ رضی اللہ عنہما کے حالات دستیاب نہیں ہو سکے ہوں گے، لیکن وہ مجہول نہیں ہیں۔ چنانچہ امام ابن ابی خیثمہ رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا حذیفہ بن یمان ﷺ کی اولاد میں اُن کا ذکر کیا ہے اور وہیں اُن کا یہ اثر (قولِ صحابی) بھی ذکر کیا ہے۔ امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اُن کا ذکر کیا ہے اور اُن پر کوئی جرح وتعدیل نہیں کی، اسی طرح امام ابن ابی حاتم نے بھی کسی قسم کی جرح وتعدیل کے بغیر اُن کا ذکر کیا ہے اور امام ابن حبان نے اُن کا ذکر ثقات میں کیا ہے۔

(تاريخ ابن أبي خيثمة ص ٩٩١؛ التاريخ الكبير للبخاري ج٤ ص ٥٤؛ الجرح والتعديل لابن أبي حاتم ج٤ ص ٨١؛ كتاب الثقات لابن حبان ج٤ ص ٢٩٤؛ تقريب الثقات للشيحاص ٥٠٧)

خیال رہے کہ سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما ہر معاملہ میں بہت محتاط اور ایمان سے مملو تھے، اسی لیے اُنہوں نے مطلقاً شامیوں کو کافر کہنے سے منع کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اُنہیں ظالم اور فاسق کہو لیکن کافر مت کہو۔ اِس کی تفصیل ہماری کتاب ''الفِئَةُ الْبَاغِيَةُ'' میں آئے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

یہاں یہ بھی ملحوظِ خاطر رہے کہ سیدنا عمار بن یاسر ﷺ نے جس بات کا اظہار فرمایا ہے اُس کے اشارے متعدد احادیث میں بھی ملتے ہیں، یہاں بطورِ نمونہ فقط ایک حدیث پیش خدمت ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

Presented by Ziaraat.com

أَسْلَمَ النَّاسُ وَآمَنَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ.

لوگ اسلام لائے اور عمرو بن العاص ایمان لایا"۔

(سنن الترمذي ج٦ ص١٥٨ حديث ٣٨٤٤)

اس حدیث میں "النَّاسُ" سے کون لوگ مراد ہیں؟ علامہ طیبی اور دوسرے محدثین کرام لکھتے ہیں:

قَوْلُهُ: "أَسْلَمَ النَّاسُ" التَّعْرِيفُ لِلْعَهْدِ، وَالْمَعْهُودُ مُسْلِمَةُ الْفَتْحِ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ، وَأَسْلَمَ عَمْرٌو قَبْلَ الْفَتْحِ طَائِعًا رَاغِبًا مُهَاجِراً إِلَى الْمَدِينَةِ، فَقَوْلُهُ ﷺ هٰذَا تَنْبِيهٌ عَلَىٰ أَنَّهُمْ أَسْلَمُوا رَهْبَةً، وَآمَنَ عَمْرٌو رَغْبَةً، فَإِنَّ الإِسْلَامَ يَحْتَمِلُ أَنْ يَشُوبَهُ كَرَاهَةٌ، وَالإِيْمَانُ لَايَكُوْنُ إِلَّا عَنْ رَغْبَةٍ وَطَوَاعِيَةٍ.

"ارشادِ نبوی ﷺ "أسلم الناس" میں الف لام عہدی (زمانی) ہے اور اس سے مراد فتح مکہ کے مسلمان ہیں، حضرت عمرو فتح مکہ سے قبل اطاعت، رغبت اور مدینہ کی طرف کوچ کرتے ہوئے ایمان لائے تھے۔ ارشادِ نبوی ﷺ میں اس امر پر تنبیہ ہے کہ فتح مکہ کے لوگ خوف سے اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ شوق سے اسلام لائے تھے۔ بلاشبہ اسلام لانے میں ناپسندیدگی کی آمیزش کا احتمال ہوتا ہے جبکہ ایمان فقط رغبت وطاعت سے ہوتا ہے"۔

(شرح الطيبي على المشكاة ج١٢ ص٣٩٤٨؛ مرقاة المفاتيح ج١١ ص٣٨١؛ تحفة الأحوذي ج١٠ ص٣٤٢، ٣٤٣؛ جائزة الأحوذي ج٤ ص٦٤٣)

امام بیضاوی لکھتے ہیں:

وَالْمَعْنىٰ: أَنَّهُ أَسْلَمَ قَبْلَ الْفَتْحِ بِسَنَةٍ أَوْ سَنَتَيْنِ، وَهَاجَرَ إِلَى الْمَدِيْنَةِ لِطَوْعٍ مِّنْهُ وَرَغْبَةٍ، وَكَانَ أَسْلَمَ مِمَّنْ أَسْلَمَ تَحْتَ السَّيْفِ، أَوْ اِسْتِيْلَاءِ الْمُسْلِمِيْنَ عَلَى أَهْلِهِ وَدِيَارِهِ.

"معنیٰ یہ ہے کہ وہ فتح مکہ سے ایک یا دو سال قبل اسلام لائے تھے اور اپنی رضا و رغبت سے مدینہ کا رُخ کیا تھا، اور دوسرے لوگ تلوار کے سائے میں اسلام لائے تھے، یا وہ اپنے اہل وعیال اور گھر بار پر مسلمانوں کے غالب آجانے کی وجہ سے اسلام لائے تھے"۔

(تحفة الأبرار شرح مصابيح السنة للبيضاوي ج٣ ص٥٧٧)

Presented by Ziaraat.com

مولانا رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں:

وَالْمُرَادُ بِالنَّاسِ مُؤْمِنُوْ يَوْمَ الْفَتْحِ ، وَلَمْ يَكُنْ إِسْلَامُ هؤُلَاءِ فِيْ ظَاهِرِ الْأَمْرِ إِلَّا لِلسَّيْفِ.

"الناس" سے مراد یومِ فتح کے مسلمان ہیں، اُن کا اسلام ظاہری طور پر تلوار ہی کے سبب تھا"۔

(الكوكب الدري على جامع الترمذي ج٤ ص٤٣٨)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مولانا احمد علی سہارنپوری اور شیخ محمد یحییٰ کاندھلوی لکھتے ہیں:

وَالْمُرَادُ بِالنَّاسِ مَنْ أَسْلَمَ يَوْمَ الْفَتْحِ مِنْ مَّكَةَ، فَإِنَّهُمْ أَسْلَمُوْا جَبْراً وَقَهْراً، ثُمَّ حَسُنَ إِسْلَامُ مَنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنْهُمْ.

"الناس" (لوگوں) سے مراد فتح مکہ کے دن اسلام لانے والے مکی ہیں، سو وہ مجبوری اور لاچاری میں اسلام لائے تھے، پھر اُن میں سے جس کو اللہ تعالیٰ نے چاہا تو اُس کا اسلام اچھا ہو گیا"۔

(لمعات التنقيح ج٩ ص٧٧٦؛ أشعة اللمعات ج٤ ص٤٠٦؛ حواشي على الترمذي للسهارنفوري ج٢ ص٥٨١؛ تعليق :الكوكب الدري للذكريا سهارنفوري ج٤ ص٤٣٨)

شیخ محقق کے یہ الفاظ آپ کی خصوصی توجہ کے مستحق ہیں "ثُمَّ حَسُنَ إِسْلَامُ مَنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنْهُمْ" (پھر اُن میں سے جس کو اللہ تعالیٰ نے چاہا تو اُس کا اسلام اچھا ہو گیا)۔ اگر آپ اِس حدیث اور اِس کی تشریح کو سیدنا عمار بن یاسر ﷺ کے قول سے ملا کر پڑھیں گے تو ضرور کسی نتیجہ پر پہنچ جائیں گے۔

اظہارِ تشکر اور دُعا

اللہ ﷻ کی بیحد حمد ہے کہ اُس نے مجھ عاجز کی کتب کو غیر معمولی مقبولیت عطا فرمائی ہے، اور ساتھ ہی اُس کے اُن بندوں کا شکر گزار ہوں اور اُن کے حق میں دعا گو ہوں جو میرے معاونین، محبین اور قارئین ہیں۔ اللہ ﷻ مجھے اور اُنہیں دارین کی ہر خیر عطا فرمائے، ہر شر سے محفوظ رکھے اور ہم سب کے عزیز و اقارب کی بلا حساب مغفرت فرمائے اور ہمیں اہل بیت سید المرسلین علیہم السلام اور صحابہ مجتبین ﷺ کی معیت نصیب فرمائے۔ آمین!

سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ. وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ.

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

Presented by Ziaraat.com

مآخذ ومراجع

حديث

۱ـ **الأباطيل والمناكير والصحاح والمشاهير**: أبوعبدالله الحسين بن إبراهيم الجوزقاني، متوفى ٥٤٣هـ،دار الفكر،بيروت،الطبعة الأولى١٤١٦هـ، **وط**:إدارة البحوث الإسلامية، بنارس، الهند،الطبعة الأولیٰ١٤٠٣هـ.

۲ـ **الآحاد والمثاني**: إمام أبوبكرأحمد بن عمروبن أبي عاصم،متوفیٰ٢٨٧هـ، دارالراية، الرياض،الطبعة الأولیٰ١٤١١هـ.

۳ـ **إتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة**: أحمد بن أبي بكربن إسماعيل البوصيري،متوفیٰ٨٤٠هـ،دارالوطن،الرياض،الطبعة الأولیٰ١٤٢٠هـ. **وط**:مكتبة الرشد، الرياض،الطبعة الأولیٰ١٤١٩هـ.

٤ـ **أحاديث مختارة من موضوعات الجورقاني وابن الجوزي**: محمد بن أحمد بن عثان الذهبي،متوفیٰ٧٤٨هـ،مكتبة الدار بالمدينة المنورة،الطبعة الأولیٰ١٤٠٤هـ.

٥ـ **الأحاديث المختارة مما ليس في الصحيحين**: ضياء الدين محمد بن عبدالواحد الحنبلي، متوفیٰ٦٤٣هـ،مكتبة النهضة الحديثية،مكة المكرمة، الطبعة الأولیٰ ١٤١٠هـ.

٦ـ **الإحسان بترتيب صحيح ابن حبان**: أبوحاتم محمدبن حبان البستي،متوفیٰ٣٥٤هـ، مؤسسة الرسالة، بيروت،الطبعة الثالثة ١٤١٨هـ.

٧ـ **الأسرار المرفوعة في الأخبار الموضوعة**: علي بن سلطان محمدالمشهوربملاعلي القاري،متوفیٰ١٠١٤هـ،المكتب الإسلامي،بيروت،الطبعة الثانية١٤٠٦هـ.

٨ـ **أطراف المسند المعتلي بأطراف المسند الحنبلي**: حافظ أحمد بن علي بن حجر العسقلاني،متوفیٰ ٨٥٢هـ،دارابن كثير،دمشق،الطبعة الأولیٰ١٤١٤هـ.

٩ـ **البحر الزخار المعروف بمسند البزار**: إمام أحمد عمرو بن عبد الخالق البزار ، متوفیٰ

Presented by Ziaraat.com

٢٩٢هـ، مكتبة العلوم والحكم ،المدينة المنورة،الطبعة الأولیٰ ١٤٠٩هـ.

١٠ـ **بغية الباحث في زوائد مسند الحارث:** نور الدين علي بن أبي بكر الهيثمي، متوفّیٰ٨٠٧هـ،مركزخدمة السنة والسيرة النبوية، المدينة المنورة، الطبعة الأولیٰ١٤١٣هـ.

١١ـ **تحفة الأخياربترتيب شرح مشكل الآثار:** إمام أبوجعفرأحمدبن محمد الطحاوي، متوفّیٰ ٣٢١هـ،داربلنسية، مكة المكرمة،الطبعة الأولیٰ١٤٢٠هـ.

١٢ـ **تلخيص كتاب العلل المتناهية:** إمام شمس الدين محمد بن عثمان الذهبي، متوفّیٰ ٧٤٨هـ،مكتبة الرشد،الرياض ،الطبعة الأولیٰ١٤١٩هـ.

١٣ـ **تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأحاديث الشنيعة الموضوعة:** أبوالحسن علي بن محمدبن عراق الكناني ،متوفّیٰ٩٦٣هـ،دار الكتب العلمية ،بيروت،الطبعة الثانية١٤٠١هـ.

١٤ـ **جامع الآثار القولية الفعلية الصحيحة لأمير المؤمنين عمر بن الخطاب ﷺ:** عاطف بن عبد الوهاب حماد،دار الهدي النبوي ،مصر ،الطبعة الأولیٰ١٤٢٩هـ.

١٥ـ **الجامع الصحيح المسند من حديث رسول الله ﷺ وسننه وأيامه:** (بخاري)إمام محمد بن إسمعيل البخاري ،متوفّیٰ ٢٥٦هـ،دار السلام،الرياض ،الطبعة الثانية١٤١٩هـ.

١٦ـ **الجامع الصغيرفي أحاديث البشير النذير ﷺ:** جلال الدين عبدالرحمان بن أبي بكر السيوطي متوفّیٰ٩١١هـ،مكتبة نزار المصطفیٰ الباز ،مكة المكرمة،الطبعة الأولی ١٤١٨هـ.

١٧ـ **الجامع وهوسنن الترمذي:** إمام أبوعيسیٰ محمدبن عيسیٰ الترمذي،متوفّیٰ ٢٧٩هـ، دار السلام، الرياض، الطبعة الأولیٰ ١٤٢٠هـ،.

١٨ـ **جامع المسانيد:** أبوالفرج عبدالرحمن بن ع لي الجوزي الحنبلي ،متوفّی٥٩٧ هـ، مكتبة الرشد،الرياض ،الطبعة الأولیٰ١٤٢٦هـ.

١٩ـ **جامع المسانيد والسنن:** أبوالفداإسماعيل بن كثير الشافعي ،متوفّیٰ ٧٧٤هـ، دار الفكر، بيروت،١٤١٥هـ.

٢٠ـ **الجامع لشعب الإيمان:** إمام أبو بكرأحمدبن حسين البيهقي، متوفّیٰ٤٥٨هـ،مكتبة الرشد الرياض ،الطبعة الأولیٰ١٤٢٣هـ.

Presented by Ziaraat.com

۲۱۔ **الجمع بين الصحيحين:** محمد بن فتوح الحُميدي، متوفى۴۸۸ھ، دار ابن حزم،بیروت،الطبعة الأولى۱۴۱۹ھ.

۲۲۔ **جمع الجوامع:** حافظ جلال الدين عبدالرحمان بن أبي بكر السيوطي،متوفّیٰ ۹۱۱ھ، دار السعادة،مصر۱۴۶۲ھ.

۲۳۔ **خصائص أمير المؤمنين علي بن أبي طالب** ﷺ: إمام أبوعبدالرحمان أحمد بن شعيب النسائي،متوفّیٰ۳۰۳ھ،دار الكتاب العربي،بيروت،الطبعة الثانية۱۴۱۷ھ. **وط:** بتحقيق البلوشي،مكتبة المعلیٰ،الكويت،الطبعة الأولیٰ۱۴۰۶ھ.

۲۴۔ **الزيادات على الموضوعات:** إمام جلال الدين السيوطي،متوفّیٰ۹۱۱ھ،مكتبة المعارف،الرياض،الطبعة الأولیٰ۱۴۳۱ھ.

۲۵۔ **السلسلة الصحيحة:** محمد ناصر الدين الألباني،متوفیٰ ۱۴۲۰ھ، مكتبة المعارف الرياض،الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۰ھ.

۲۶۔ **السنة:** إمام أحمد بن عمرو بن أبي عاصم الشيباني،متوفّیٰ۲۸۷ھ، المكتب الإسلامي، بيروت،الطبعة الثالثة ۱۴۱۳ھ،**وط:** دار الصميعي،الرياض،الطبعة الأولیٰ۱۴۱۹ھ.

۲۷۔ **سنن ابن ماجة:** إمام أبوعبد اللّٰه محمد بن يزيد متوفّیٰ ۲۷۳ھ،دار المعرفة، بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۱۸ھ .

۲۸۔ **سنن أبي داود:** إمام أبوداود سليمان بن الأشعث السجستاني،متوفّیٰ۲۷۵ھ،دار المعرفة،بيروت،الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۳ھ،**وط:** دار ابن حزم،بيروت،الطبعة الأولیٰ۱۴۱۸ھ.

۲۹۔ **سنن الدارمي:** إمام أبوعبدالله عبدالرحمان الدارمي،متوفّیٰ۲۵۵ھ، دار الكتب العلمية، بيروت،الطبعة الأولیٰ۱۴۱۷ھ.

۳۰۔ **سنن سعيد بن منصور:** إمام سعيد بن منصور خراساني مكي،متوفّیٰ۲۲۷ھ، دار الكتب العلمية،بيروت،الطبعة الأولیٰ ۱۴۰۵ھ.

۳۱۔ **السنن:** إمام محمد بن إدريس الشافعي، متوفّیٰ۲۰۴ھ،دار القبلة الثقافة الإسلامية ، جدة الطبعة الأولیٰ۱۴۰۹ھ.

Presented by Ziaraat.com

٣٢ـ **السنن الكبرىٰ:** إمام أبوعبد الرحمن أحمد بن شعيب النسائي ، متوفّیٰ٣٠٣ھ ، مؤسسة الرسالة، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢١ھ، وط: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤١١ھ.

٣٣ـ **السنن الكبرىٰ:** إمام أبو بكر أحمد بن حسين البيهقي، متوفّیٰ ٤٥٨ھ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤١٤ھ ، وط: مركز هجر للبحوث والدراسات العربية والإسلامية، القاهرة، الطبعة الأولىٰ ١٤٣٢ھ.

٣٤ـ **السنن المجتبى (سنن النسائي):** إمام أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب النسائي، متوفّیٰ ٣٠٣ھ ، دار المعرفة، بيروت ،الطبعة الثالثة ١٤١٤ھ.

٣٥ـ **شرح السنة:** إمام حسين بن مسعود الفراء البغوي الشافعي، متوفّیٰ ٥١٦ھ، دار الفكر، بيروت ١٤١٤ھ.

٣٦ـ **شرح مشكل الآثار:** إمام أبو جعفر أحمد بن محمد الطحاوي، متوفّیٰ ٣٢١ھ، مؤسسة الرسالة، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤١٥ھ.

٣٧ـ **شرح معاني الآثار:** إمام أبو جعفر أحمد بن محمد الطحاوي متوفّیٰ ٣٢١ھ، عالم الكتب، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤١٤ھ .

٣٨ـ **الشريعة:** أبو بكر محمد بن حسين بن عبد الله الآجري، متوفّیٰ ٣٦٠ھ، دار الكتاب العربي بيروت، الطبعة الثانية ١٤٢٠ھ. وط: دار الوطن، الرياض، الطبعة الأولىٰ ١٤١٨ھ.

٣٩ـ **شعب الإيمان :** إمام أبو بكر أحمد بن حسين البيهقي، متوفّیٰ ٤٥٨ھ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤١٠ھ.

٤٠ـ **صحيح الجامع الصغير وزيادته:** محمد ناصر الدين الألباني، متوفّیٰ ١٤٢٠ھ، المكتب الإسلامي، بيروت، الطبعة الثالثة ١٤٠٨ھ.

٤١ـ **الطيوريات:** أبو طاهر أحمد بن محمد الأصبهاني، متوفّیٰ ٥٧٦ھ، مكتبة أضواء السلف، الرياض، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٥ھ.

٤٢ـ **العلل المتناهية فى الأحاديث الواهية:** أبو الفرج عبد الرحمان بن علي ابن الجوزي، متوفّیٰ ٥٩٧ھ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٠٣ھ.

Presented by Ziaraat.com

٤٣ـ **غاية المقصد في زوائد المسند:** حافظ نور الدين علي بن أبي بكر الهيثمي، متوفّیٰ ٨٠٧، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٢١هـ.

٤٤ـ **فتح المنان شرح وتحقيق لسنن الدارمي:** السيد أبو عاصم نبيل بن هاشم الغمري، دار البشائر الإسلامية، بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤١٩هـ.

٤٥ـ **فردوس الأخبار:** حافظ شيرويه بن شهردار ابن شيرويه الديلمي، متوفّیٰ ٥٠٩هـ، دار الريان، القاهرة، الطبعة الأولیٰ ١٤٠٨هـ.

٤٦ـ **الفردوس بمأثور الخطاب:** حافظ شيرويه بن شهردار ابن شيرويه، الديلمي، متوفّیٰ ٥٠٩هـ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الثانية ٢٠١٠ء.

٤٧ـ **الفوائد المجموعة في الأحاديث الموضوعة:** محمد بن علي الشوكاني، متوفّیٰ ١٢٥٠هـ، دار الكتاب العربي، بيروت، الطبعة الأولی ١٤٠٦هـ.

٤٨ـ **الكافي الشاف في تخريج أحاديث الكشاف:** حافظ أحمد بن علي بن حجر العسقلاني، متوفّیٰ ٨٥٢هـ، دار إحياء التراث العربي، بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤١٨هـ.

٤٩ـ **كتاب الآثار:** إمام محمد بن الحسن الشيباني، متوفّیٰ ١٨٩هـ، دار النوادر، دمشق، الطبعة الأولیٰ ١٤٢٩هـ.

٥٠ـ **كتاب الأربعين البلدانية:** حافظ أبو أحمد بن محمد السلفي، متوفّیٰ ٥٧٦هـ، مكتبة دار البيروتي، دمشق، الطبعة الأولیٰ ١٤١٢هـ.

٥١ـ **كتاب الأموال:** إمام أبو عبيد القاسم بن سلام، متوفّیٰ ٢٢٤هـ، دار الهدي النبوي، مصر، الطبعة الأولیٰ ١٤٢٨هـ.

٥٢ـ **كتاب الأموال:** إمام حميد بن زنجويه، متوفّیٰ ٢٥١هـ، مركز الملك فيصل للبحوث والدراسات الإسلامية، الرياض، الطبعة الأولیٰ ١٤٠٦هـ.

٥٣ـ **كتاب الدعاء:** إمام أبو القاسم سليمان بن أحمد الطبراني، متوفّیٰ ٣٦٠هـ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤١٣هـ.

٥٤ـ **كتاب السنة:** أبو بكر أحمد بن محمد الخلال، متوفّیٰ ٣١١هـ، دار الراية، الرياض، الطبعة

Presented by Ziaraat.com

الأولیٰ ١٤١٠ھ.

٥٥۔ **كتاب الضعفاء الكبير**: أبوجعفر محمد بن عمرو العقيلي، متوفّیٰ ٣٢٢ھ، دار الصميعي، الرياض، الطبعة الأولیٰ ١٤٢٠ھ.

٥٦۔ **كشف الأستار عن زوائد البزار**: حافظ نور الدين علي بن أبي بكر الهيثمي، متوفّیٰ ٨٠٧ھ، مؤسسة الرسالة، بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٠٤ھ.

٥٧۔ **كشف الخفاء ومزيل الألباس**: علامة إسمعيل بن محمد العجلوني، متوفّیٰ ١١٦٤ھ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤١٨ھ.

٥٨۔ **كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال**: علامة علي متقي بن حسام الدين برهانبوري، متوفّیٰ ٩٧٥ھ، مؤسسة الرسالة، بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٠٥ھ.

٥٩۔ **اللآلي المصنوعة في الأحاديث الموضوعة**: حافظ جلال الدين عبد الرحمان بن أبي بكر السيوطي، متوفّیٰ ٩١١ھ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولی ١٤١٧ھ.

٦٠۔ **مجمع الزوائد ومنبع الفوائد**: حافظ نور الدين علي بن أبي بكر الهيثمي، متوفّیٰ ٨٠٧ھ، دار الفكر، بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤١٤ھ. **وط**: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الثانية ٢٠٠٩ئ وط: دار المنهاج، جدة، الطبعة الأولیٰ ١٤٣٦ھ.

٦١۔ **مختصر زوائد مسند البزار**: حافظ أحمد بن علي بن حجر العسقلاني، متوفّیٰ ٨٥٢ھ، مؤسسة الكتب الثقافية، الصنائع، الطبعة الثالثة ١٤١٤ھ.

٦٢۔ **مختصر سنن أبي داود**: حافظ عبد العظيم بن عبد القوي المنذري، متوفّیٰ ٦٥٦ھ، مكتبة المعارف، الرياض، الطبعة الأولیٰ ١٤٣١ھ.

٦٣۔ **المستدرک علی الصحيحين**: إمام أبو عبد الله محمد بن عبدالله الحاكم نيشاپوري متوفّیٰ ٤٠٥ھ، دار المعرفة، بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤١٨ھ، **وط**: قديمة، دار المعرفة، بيروت، **وط**: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الثانية ١٤٢٢ھ.

٦٤۔ **مسند أبي يعلى الموصلي**: إمام أحمد بن علي المثنى التميمي، متوفّیٰ ٣٠٧ھ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤١٨ھ. **وط**: دار المأمون، دمشق، الطبعة الأولی ١٤٣٠ھ.

Presented by Ziaraat.com

٦٥ـ **المسند**: إمام أحمد بن حنبل،متوفّیٰ ٢٤١هـ، عالم الكتب، بيروت،الطبعة الأولیٰ ١٤١٩هـ. **و ط**: دار الحديث القاهرة،الطبعة الأولیٰ ١٤١٦هـ، **و ط**: مؤسسة الرسالة،بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٢١هـ،**و ط**: دار المنهاج،الرياض، ١٤٢٩هـ.

٦٦ـ **مسند الشافعي مع شرح الشافي لابن الأثير**: إمام محمد بن إدريس الشافعي،متوفّیٰ ٢٠٤هـ،مكتبة الرشد،الرياض،الطبعة الأولیٰ ١٤٢٦هـ.

٦٧ـ **مسند الشاميين**: إمام أبو القاسم سليمان بن أحمد الطبراني،متوفّیٰ ٣٦٠هـ،مؤسسة الرسالة،بيروت،الطبعة الأولیٰ ١٤١٦هـ.

٦٨ـ **مسند الشهاب**: إمام محمد بن سلامة بن جعفر الشافعي القضاعي، متوفّیٰ ٤٥٤هـ، مؤسسة الرسالة،بيروت،الطبعة الأولیٰ ١٤٠٥هـ.

٦٩ـ **مسند فاطمة الزهراء عليها السلام**: إمام جلال الدين سيوطي،متوفّیٰ ٩١١هـ، مؤسسة الكتب الثقافية،الصنائع،الطبعة الأولیٰ ١٤١٣هـ.

٧٠ـ **المسند**: إمام سليمان بن داود بن جارود الطيالسي،متوفّیٰ ٢٠٣هـ، دار المعرفة،بيروت. **و ط**: دار الكتب العلمية،الطبعة الأولیٰ ١٤٢٥هـ،**و ط**:

٧١ـ **مشكاة المصابيح**: إمام عبدالله محمد بن عبدالله الخطيب التبريزي،متوفّیٰ ٧٤١هـ، دار الأرقم،بيروت. **و ط**: المكتب الإسلامي،بيروت،الطبعة الثانية ١٣٩٩هـ.

٧٢ـ **مصابيح السنة**: محي الدين حسين بن مسعود الفراء البغوي،متوفّیٰ ٥١٦هـ،دار المعرفة، بيروت،الطبعة الأولیٰ ١٤٠٧هـ.

٧٣ـ **المصنّف**: إمام عبد الرزاق بن همام الصنعاني،متوفّیٰ ٢١١هـ،دار الكتب العلمية،بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٢١هـ. **و ط**: المجلس العلمي،جنوب إفريقة،الطبعة الأولیٰ ١٣٩٠هـ.

٧٤ـ **المصنّف**: إمام أبوبكر عبدالله بن محمد بن أبي شيبة،متوفّیٰ ٢٣٥هـ،دار الكتب العلمية، بيروت،الطبعة الأولیٰ ١٤١٦هـ. **و ط**: مكتبة الرشد،الرياض،الطبعة الأولیٰ ١٤٢٥هـ.

٧٥ـ **المصنوع في معرفة الحديث الموضوع**: علي بن سلطان محمد المعروف بمُلا علي القاري،متوفّیٰ ١٠١٤هـ ،دار البشائر الإسلامية،بيروت،الطبعة الخامسة ١٤١٤هـ.

Presented by Ziaraat.com

٧٦ـ **المطالب العالية بزوائد المسانيد الثمانية** : أحمد بن علي بن حجر العسقلاني، متوفیٰ۸۵۲ھ،دار العاصمة،الرياض،الطبعةالأولیٰ۱۴۱۹ھ.

٧٧ـ **المعجم الأوسط**: إمام أبوالقاسم سليمان بن أحمدالطبراني متوفیٰ۳۶۰ھ، مكتبة المعارف،الرياض،۱۴۰۵ھ.

٧٨ـ **المعجم الصغير(الروض الداني)** :إمام ابوالقاسم سليمان بن أحمد الطبراني،متوفیٰ ۳۶۰ ھ،المكتب الإسلامي،بيروت،الطبعة الأولی۱۴۰۵ھ، **وط**:دارالكتب العلمية، بيروت،۱۴۰۳ھ.

٧٩ـ **المعجم الكبير**: أبوالقاسم سليمان بن أحمدالطبراني،متوفیٰ۳۶۰ھ ، دارإحياء التراث العربی،بيروت،**وط**:مكتبة ابن تيمية،القاهرة.

٨٠ـ **المقاصد الحسنة في بيان كثيرمن الأحاديث المشتهرة على الألسنة**: شمس الدين محمد عبد الرحمان السخاوي الشافعي،متوفیٰ۹۰۲ھ،دارالكتاب العربي،بيروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۰۵ھ.

٨١ـ **المنارالمنيف فی الصحيح والضعيف**: أبوعبد اللّٰه محمد بن أبي بكر ابن قيم الجوزية الحنبلي،متوفیٰ۷۵۱ھ،دارعالم الفوائد،مكةالمكرمة،الطبعةالأولیٰ۱۴۲۸ھ، **وط**: المكتب الإسلامی ،بيروت،الطبعةالأولیٰ۱۳۹۰ھ.

٨٢ـ **الموضوعات**: أبوالفرج عبد الرحمان ابن الجوزي،متوفیٰ۵۹۷ھ،المكتبةالسلفية، المدينةالمنورة،الطبعةالأولیٰ۱۳۸۶ھ،**وط**:مكتبة أضواء السلف، الرياض، الطبعة الأولیٰ۱۴۱۸ھ.

٨٣ـ **الموطأ**:إمام مالك بن أنس،متوفی ۱۷۱ھ،مجموعة الفرقان التجارية،دبي،۱۴۲۴ھ.

٨٤ـ **المهذب في اختصار السنن الكبير**:؟ إمام أبوعبد الله محمد بن أحمد الذهبي،متوفیٰ ۷۴۸ھ،دارالوطن،الطبعةالأولیٰ۱۴۲۲ھ.

٨٥ـ **نوادر الأصول في أحاديث الرسول**:أبو عبداللّٰه محمد الحكيم الترمذي، متوفیٰ ۳۲۰ھ،دارالنوادر،دمشق،الطبعة الأولیٰ۱۴۳۱ھ.

Presented by Ziaraat.com

تفسیر

٨٦۔ **أحکام القرآن الکریم:** إمام أبوجعفر أحمد بن محمد بن سلامة الطحاوي، متوفیٰ ٣٢١ھ، مرکز البحوث الإسلامیة، استانبول، الطبعة الأولیٰ ١٤١٨ھ.

٨٧۔ **أحکام القرآن:** حجة الإسلام إمام أبوبکر أحمد بن علي الرازي الجصاص، متوفیٰ ٣٧٠ھ، دار إحیاء التراث العربي، بیروت، ١٤١٢ھ.

٨٨۔ **تبیان القرآن:** علامة غلام رسول سعیدی، متوفیٰ ٢٠١٦ء، فریدبك سٹال، لاهور.

٨٩۔ **تفسیر القرآن العزیز:** إمام عبد الرحمن بن محمد إدریس بن أبي حاتم الرازي، متوفیٰ ٣٢٧ھ، مکتبة نزار مصطفی الباز، مکة المکرمة، الطبعة الثانیة ١٤١٩ھ.

٩٠۔ **تفسیر القرآن العظیم:** عماد الدین إسماعیل بن عمر بن کثیر الشافعي، متوفیٰ ٧٧٤ھ، دار طیبة، الریاض، الطبعة الثانیة ١٤٢٠ھ، **وط:** : مؤسسة قرطبة، الطبعة الأولیٰ ١٤٢١ھ.

٩١۔ **تفسیر المنار:** شیخ محمد رشید رضا، متوفیٰ ١٣٥٤ھ، المکتبة التوفیقیة، القاهرة.

٩٢۔ **التفسیر المنیر:** دکتور وهبة الزحیلي، متوفیٰ ٢٠١٥ء، دار الفکر، دمشق، الطبعة الأولیٰ ١٤١٢ھ.

٩٣۔ **تفسیر النسائي:** إمام أبوعبدالرحمان أحمد بن شعیب النسائي (صاحب السنن) متوفیٰ ٣٠٣ھ، مؤسسة الکتب الثقافیة، بیروت، الطبعة الأولی ١٤١٠ھ.

٩٤۔ **جامع البیان عن تأویل آي القرآن:** إمام أبو جعفر محمد بن جریر الطبري، متوفیٰ ٣١٠ھ، دار هجر، جیزة، الطبعة الأولیٰ ١٤٢٢ھ.

٩٥۔ **الجامع لأحکام القرآن:** أبوعبد الله محمدبن أحمد المالکي القرطبي، متوفیٰ ٦٦٨ھ، مؤسسة الرسالة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٢٧ھ.

٩٦۔ **جلالین:** إمام جلال الدین محمد بن أحمد بن محمد المحلي، متوفیٰ ٨٦٤ھ، وجلال الدین عبد الرحمان بن أبي بکر السیوطي، متوفیٰ ٩١١ھ، دار ابن کثیر، دمشق.

٩٧۔ **الجواهر الحسان في تفسیر القرآن:** عبد الرحمان بن محمد بن مخلوف الثعالبي المالکي، متوفیٰ ٨٧٥ھ، دار إحیاء التراث العربي، بیروت، الطبعة الأولیٰ ١٤١٨ھ.

Presented by Ziaraat.com

۹۸۔ **الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور**: إمام جلال الدین السیوطي، متوفیٰ ۹۱۱ھ، مرکز هجر للبحوث والدراسات العربية والإسلامية، القاهرة، الطبعة الأولیٰ ۱٤۲٤ھ.

۹۹۔ **روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني**: أبو الفضل سید محمود آلوسي حنفي بغدادي، متوفیٰ ۱۲۷۰ھ، مؤسسة الرسالة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱٤۳۱ھ.

۱۰۰۔ **ضیاء القرآن**: جسٹس علامة پیر محمد کرم شاہ الأزهري، متوفیٰ ۱٤۱۸ھ، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاهور.

۱۰۱۔ **فتح البيان في مقاصد القرآن**: سید محمد صدیق حسن خان بهوپالي، متوفیٰ ۱۳۰۷ھ، المكتبة العصرية، بيروت، الطبعة ۱٤۱۲ھ.

۱۰۲۔ **فتح القدير**: قاضي محمد بن علي الشوكاني، متوفیٰ ۱۲۵۰، دار ابن كثير، دمشق، الطبعة الأولیٰ ۱٤۱٤ھ.

۱۰۳۔ **الكشف والبيان (تفسير الثعلبي)** أبو إسحاق أحمد الثعلبي، متوفیٰ ٤۲۷ھ، دار التفسير جدة، الطبعة الأولیٰ ۱٤۳٦ھ.

۱۰٤۔ **لباب التأويل فی معاني التنزيل**: علي بن محمد البغدادي الشهير با لخازن، متوفیٰ ۷۵۲ھ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولیٰ ۱٤۱۵ھ.

۱۰۵۔ **معارف القرآن**: مفتي محمد إدريس كاندهلوي، متوفیٰ ۱۳۹٤ھ، مكتبة المعارف، شهداد پور سنده، طبع دوم ۱٤۲۲ھ.

۱۰٦۔ **معارف القرآن**: مفتي محمد شفيع عثماني ديوبندي، متوفیٰ ۱۳۹۹ھ، مكتبة معارف القرآن، كراچی ۱٤۲٤ھ.

۱۰۷۔ **معالم التنزيل فی التفسير والتأويل**: إمام أبو محمد الحسين بن مسعود الفراء البغوي، متوفیٰ ۵۱٦ھ، دا رطيبة، الرياض ۱٤۰۹ھ.

۱۰۸۔ **الوسيط فی تفسير القرآن المجيد**: أبو الحسن علي بن أحمد الواحدي النيشابوري، متوفیٰ ٤٦۸ھ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولیٰ ۱٤۱۵ھ.

Presented by Ziaraat.com

علوم قرآن

١٠٩ـ **الإتقان في علوم القرآن:** الإمام الحافظ جلال الدين عبدالرحمان بن أبي بكر السيوطي، متوفیٰ ٩١١ھ، وزارة الشؤون الإسلامية، مجمع الملك فهد، المملكة العربية السعودية.

شروح حديث

١١٠ـ **إرواء الغليل في تخريج أحاديث منار السبيل:** محمد ناصر الدين الألباني، متوفیٰ، المكتب الإسلامي، بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٣٩٩ھ.

١١١ـ **أشعة اللمعات في شرح المشكاة:** الشيخ عبدالحق محدث دهلوي، متوفیٰ ١٠٥٢ھ، مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر.

١١٢ـ **إكمالُ إكمالِ المُعْلِم:** أبو عبد الله محمد بن خليفة الوشتاني المالكي، متوفیٰ ٨٢٨ھ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤١٩ھ.

١١٣ـ **إكمال المعلم بفوائد مسلم:** قاضي عياض بن موسیٰ مالكي الأندلسي، متوفیٰ ٥٤٤ھ، دار الوفاء، المنصورة، الطبعة الأولیٰ ١٤١٩ھ.

١١٤ـ **أوجز المسالک إلیٰ موطأ مالک:** محمد زكريا كاندهلوي، ١٤٠٢ھ، دار القلم، دمشق، الطبعة الأولیٰ ١٤٢٤ھ.

١١٥ـ **بذل المجهود في حل أبي داود:** علامة خليل أحمد سهارنپوري، متوفیٰ ١٣٤٦ھ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الثانية ١٤٣٦ھ.

١١٦ـ **تحفة الأبرار شرح مصابيح السنة:** ناصر الدين عبدالله بن عمر البيضاوي، متوفیٰ ٦٨٥ھ، إدارة الثقافية الإسلامية، الطبعة الأولیٰ ١٤٣٣ھ.

١١٧ـ **تحفة الأحوذي بشرح الجامع الترمذي:** عبد الرحمن مبار کپوري، متوفیٰ ١٣٢٥ھ، دار إحياء التراث العربي بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤١٩ھ، وط: دار الفكر، بيروت.

١١٨ـ **تشريحاتِ بخاري:** مولانا رشيد أحمد گنگوهي، ومولانا محمد زكريا كاندهلوي، ترتيب: مولانا محمد عبد القادر قاسمي، کتب خانہ مجیدیہ ملتان.

١١٩ـ **تعليق: على الكوكب الدري في شرح الجامع الترمذي:** شيخ محمد زكريا كاندهلوي،

Presented by Ziaraat.com

متوفّیٰ٢ ٠ ١٤٠٢هـ،مطبعة ندوة العلماء،لكهنؤ،هند،١٣٩٥هـ.

١٢٠ـ **التعيين في شرح الأربعين** : نجم الدين سليمان بن عبد القوي الطوفي الحنبلي ، متوفّیٰ ٧١٦هـ،مؤسسة الريان،بيروت،الطبعة الأولیٰ١٤١٩هـ.

١٢١ـ **التمهيدلمافی الموطأمن المعاني والمسانيد:** حافظ أبوعمريوسف بن عبدالبر النمري الأندلسي،متوفّیٰ٤٦٣هـ،مطبوع:١٩٦٧ء.

١٢٢ـ **تنوير الحوالک شرح علی موطأ مالک:** إمام جلال الدين سيوطي،متوفّیٰ٩١١هـ، دار إحياء الكتب العربية،مصر.

١٢٣ـ **التنويرشرح الجامع الصغير:** محمد بن إسماعيل الأميرالصنعاني، متوفّیٰ١١٨٢هـ، مكتبةدارالسلام،الرياض،الطبعةالأولیٰ١٤٣٢هـ.

١٢٤ـ **التوشيح شرح الجامع الصحيح:** جلال الدين عبد الرحمان بن أبي بكرالسيوطي، متوفّیٰ٩١١هـ، ،مكتبة الرشد، الرياض،الطبعة الأولیٰ١٤١٩هـ.

١٢٥ـ **تيسير الباری شرح صحيح البخاري:** علامةوحيد الزمان،متوفّیٰ١٣٢٨هـ،تاج كمپني،پاكستان.

١٢٦ـ **جائزة الأحوذي في التعليقات علی سنن الترمذي:** أبوالنصرثناء الله مدنی بن عيسیٰ خان،إدارة البحوث الإسلامية،بنارس،هند،الطبعةالأولیٰ١٤٢٦هـ.

١٢٧ـ **جامع العلوم والحكم في شرح خمسين حديثاًمن جوامع الكلم:** حافظ عبد الرحمان بن رجب الحنبلي،متوفّیٰ٧٩٥هـ،مؤسسةالرسالة،بيروت،الطبعةالرابعة١٤١٣هـ.

١٢٨ـ **حاشية السندهي علیٰ صحيح مسلم:** أبوالحسن محمدبن عبد الهادي السندي، التتوي،متوفّیٰ١١٣٨هـ،الإمارات العربية المتحدة،الطبعة الأولیٰ١٤٣٢هـ.

١٢٩ـ **حاشية السندهي علی النسائي:** أبو الحسن محمد بن عبد الهادي السندي، التتوي، متوفّیٰ١١٣٨هـ،دارالمعرفة،بيروت،الطبعةالثالثة١٤١٤هـ.

١٣٠ـ **حاشية السندهي علیٰ مسند أحمد:** أبوالحسن محمدبن عبد الهادي السندي، متوفّیٰ ١١٣٨هـ، وزارةالأوقاف والشؤون الإسلامية،قطر،الطبعةالأولیٰ١٤٢٨هـ.

Presented by Ziaraat.com

١٣١ـ **حاشية على الترمذي**: أحمد علي سهارنفوري، متوفى١٢٩٧هـ، الطاف اينڈسنز كراچی.

١٣٢ـ **زهر الربى على المجتبى(شرح سنن النسائي)**: جلال الدين عبدالرحمن بن أبي بكر السيوطي، متوفى١١٩، دار المعرفة، بيروت، الطبعة الثالثة ١٤١٤هـ.

١٣٣ـ **السراج الوهاج من كشف مطالب صحيح مسلم بن الحجاج**: أبوالطيب صديق بن حسن خان القنوجى، متوفى١٣٠٧هـ، وزارة الأوقاف وشؤون الإسلامية، قطر١٤١٧هـ.

١٣٤ـ **شرح صحيح مسلم**: علامة غلام رسول سعيدي، متوفى٢٠١٦ء، فريدبك سٹال، لاهور.

١٣٥ـ **عمدة القاري شرح صحيح البخاري**: حافظ بدرالدين محمود بن أحمد العيني الحنفي، متوفى٨٥٥هـ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى١٤٢١هـ، **وط**: السّخار للطباعة والنشر، القاهرة، الطبعة الأولى.

١٣٦ـ **عون المعبود شرح سنن أبي داود**: شمس الحق عظيم آبادي، متوفى١٣٢٩هـ، دار ابن حزم، بيروت، الطبعة الأولى١٤٢٦هـ، **وط**: المكتبة السلفية، المدينة المنورة، الطبعة الثانية١٣٨٩هـ.

١٣٧ـ **فتح الباري شرح صحيح البخاري**: أحمد بن علي بن حجر العسقلاني، متوفى ٨٥٢هـ، دار الفكر، بيروت، الطبعة الأولى١٤١٦هـ. **وط**: دار طيبة، الرياض، الطبعة الأولى ١٤٢٦هـ.

١٣٨ـ **فتح الملهم بشرح إمام المسلم**: علامة شبير أحمد عثماني، دار إحياء التراث العربي، بيروت، الطبعة الأولى١٤٢٦هـ

١٣٩ـ **فتح المنعم شرح صحيح مسلم**: دكتور موسى شاهين لاشين، دار الشروق، مصر، الطبعة الأولى١٤٢٣هـ.

١٤٠ـ **الفجر الساطع على الصحيح الجامع**: محمد الفضيل بن الفاطمي المالكي، متوفى ١٣١٨هـ، مكتبة الرشد، الرياض، الطبعة الاولى ١٤٣٠هـ.

١٤١ـ **فيض الباري شرح صحيح البخاري**: محمد أنور شاه الكشميري، متوفى ١٣٥٢ هـ، دار

Presented by Ziaraat.com

الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٦ھ.

١٤٢ـ **فيض القدير شرح الجامع الصغير:** محمد عبد الرؤف المناوي، متوفى ١٠٠٣ھ، دار المعرفة، بيروت، الطبعة الثانية ١٣٩١ھ.

١٤٣ـ **قوت المغتذي علی جامع الترمذي:** جلال الدين عبدالرحمن بن أبي بكر السيوطي، متوفى ٩١١، دار النوادر، سورية، الطبعة الأولى ١٤٣٣ھ.

١٤٤ـ **كشف المشكل من حديث الصحيحين:** أبوالفرج عبد الرحمان ابن الجوزي، متوفى ٥٩٧ھ، دار الوطن، الرياض.

١٤٥ـ **الكاشف عن حقائق السنن(شرح الطيبي علی المشكوة):** شرف الدين حسين بن محمد الطيبي، متوفى ٧٤٣ھ، مكتبة نزار مصطفى الباز، مكة المكرمة، الطبعة الأولى ١٤١٧ھ.

١٤٦ـ **الكوثر الجاري الی رياض احاديث البخاري:** أحمد بن إسماعيل الكوراني، الشافعي ثم الحنفي، متوفى ٨٩٣ھ، دار إحياء التراث العربی، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٩ھ

١٤٧ـ **الكوكب الدري علی جامع الترمذي:** الشيخ محمد يحيى الكاندهلوي، مطبعة ندوة العلماء، لكهنؤ، هند، ١٣٩٥ھ.

١٤٨ـ **الكوكب الوهاج والروض البهاج في شرح صحيح مسلم بن الحجاج:** محمد أمين بن عبد الله الأُرمي الهرري، دار المنهاج، الطبعة الأولى ١٤٣٠ھ.

١٤٩ـ **لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح:** الشيخ عبدالحق محدث دهلوي، متوفى ١٠٥٢ھ، دار النوادر، دمشق، الطبعة الأولى ١٤٣٥ھ.

١٥٠ـ **مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح:** ملا علي القاري، متوفى ١٠١٤ھ، المكتبة التجارية، مكة المكرمة، و **ط**: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٢ھ.

١٥١ـ **معالم السنن شرح سنن أبي داود:** أبوسليمان حمد بن محمد الخطابي، متوفى ٣٨٨ھ، المطبعة العلمية بحلب، الطبعة الأولى ١٣٥١ھ.

١٥٢ـ **المفاتيح شرح المصابيح:** مظهر الدين الحسين بن محمود الزيداني الكوفي الحنفي، متوفى ٧٢٧ھ، إدارة الثقافة الإسلامية، الطبعة الأولى ١٤٣٣ھ.

Presented by Ziaraat.com

۱۵۳۔ **المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم:** إمام أبوا لعباس أحمد بن عمر القرطبي المالكي، متوفیٰ ٦٥٦ھ، دار ابن کثیر، بیروت، الطبعة الأولیٰ ١٤١٧ھ.

۱۵۴۔ **مكمل إكمال الأكمال:** علامة محمد بن محمد السنوسي المالكي، متوفیٰ ٨٩٥ھ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤١٥ھ.

۱۵۵ **منة المنعم في شرح صحيح مسلم:** صفي الدين المباركبوري، دار السلام، الرياض، الطبعة الأولیٰ ١٤٢٠ھ.

۱۵۶۔ **المنتقیٰ شرح موطأ:** قاضي أبوالوليد سليمان بن خلف الباجي، متوفیٰ ٤٩٤ھ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٢٠ھ.

سیرت و فضائل

۱۵۷۔ **إشراق مصابيح السيرة المحمدية بمزج أسرار المواهب اللدنية (شرح الزرقاني على المواهب):** محمد عبد الباقي الزرقاني، متوفیٰ ١١٢٢ھ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤١٧ھ.

۱۵۸۔ **دلائل النبوة ومعرفة أحوال صاحب الشريعة:** إمام أبوبكر أحمد بن حسين البيهقي، متوفیٰ ٤٥٨ھ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٠٥ھ.

۱۵۹۔ **دلائل النبوة:** أبونُعَيم أحمد بن عبد الله الأصفهاني، متوفیٰ ٤٣٠ھ، دار النفائس، بيروت، الطبعة الثالثة ١٤٠٦ھ.

۱۶۰۔ **زاد المعاد في هدي خير العباد :** شمس الدين محمد بن أبي بكر ابن القيم الجوزية، متوفیٰ ٧٥١ھ، مؤسسة الرسالة، بيروت، الطبعة الثالثة ١٤١٩ھ.

۱۶۱۔ **سبل الهدیٰ والرشاد في سيرة خير العباد:** إمام محمد بن يوسف الصالحي الشامي، متوفیٰ ٩٤٢ھ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤١٤ھ.

۱۶۲۔ **سیرۃ النبي:** علامة شبلي نعماني، علامة سيد سليمان الندوي، الفيصل ناشران وتاجران کتب، لاهور.

۱۶۳۔ **شرح الشفا:** على بن سلطان القاري، متوفیٰ ١٠١٤ھ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة

Presented by Ziaraat.com

الأولیٰ۱۴۲۱ھ۔

۱۶۴۔ **شرف المصطفی ﷺ** : إمام الحافظ أبو سعد عبد الملك بن أبي عثمان محمد بن إبراهيم الخركوشي النيسابوري،متوفیٰ۴۰۶ھ،دار البشائر الإسلامية،بيروت،الطبعة الأولی ۱۴۲۴ھ۔

۱۶۵۔ **الطبقات الکبریٰ** :محمد بن سعدبن منيع الظهري،متوفیٰ ۲۳۰ھ،دار إحياء التراث العربي،بيروت،الطبعة الأولیٰ۱۴۱۷ھ. **وط**:مکتبة الخانجي القاهرة،الطبعة الأولیٰ۱۴۲۱ھ ،**وط**:دار الکتب العلمية،بيروت،الطبعة الثانية۱۴۳۳ھ۔

۱۶۶۔ **کفاية الطالب اللبيب في خصائص الحبيب (الخصائص الکبریٰ)**جلال الدين عبد الرحمان بن أبي بکر السيوطي،متوفیٰ۹۱۱ھ،دار الکتب الحديثية،القاهرة.

۱۶۷۔ **مدارج النبوة فارسي**: شيخ عبد الحق محدث دهلوي،متوفیٰ ۱۰۵۲ھ،نورية رضوية پبلشنگ کمپني،لاهور،طبع دوم۱۹۹۷ء۔

۱۶۸۔ **المواهب اللدنية بالمنح المحمدية**: إمام أحمدبن محمدالقسطلاني،متوفیٰ ۹۲۳ھ، المکتب الإسلامي، بيروت،الطبعة الأولیٰ۱۴۱۲ھ۔

اُصُولِ حَدِیث

۱۶۹۔ **الإسناد من الدين**: شيخ عبدالفتاح أبوغدة،متوفیٰ۱۴۱۷ھ،مکتب المطبوعات الإسلامية،بحلب،الطبعة الأولیٰ۱۴۱۲ھ۔

۱۷۰۔ **أدب الإملاء والاستملاء**:الإمام أبي سعدعبدالکريم بن محمدبن منصور التميمي السمعاني،متوفیٰ۵۶۲ھ،دار ومکتبة الهلال،الطبعة الأولیٰ۱۴۰۹ھ۔

۱۷۱۔ **بلغة الأريب في مصطلح آثار الحبيب**: إمام الحافظ سيدمرتضیٰ الحسيني الزبيدي، متوفیٰ۱۲۰۵ھ،دار البشائر الإسلامية،بيروت،الطبعة الثانية۱۴۰۸ھ۔

۱۷۲۔ **التبصرة والتذکرة**: الحافظ الشيخ زکريابن محمد الأنصاري السنکي،متوفیٰ ۹۲۵ھ، دار الکتب العلمية بيروت.

۱۷۳۔ **تدريب الراوي في شرح تقريب النواوي**: إمام جلال الدين عبدالرحمن بن أبي بکر السيوطي متوفیٰ۹۱۱ھ،مکتبة الکوثر،الرياض،الطبعة الثانية۱۴۱۵ھ۔

Presented by Ziaraat.com

١٧٤ـ **التقريب والتيسير لأحاديث البشير النذير**: أبوزكريامحي الدين يحي بن شرف النووي، متوفّى٦٧٦هـ،مكتبةالمعارف،الرياض،الطبعةالأولى١٤٣١هـ.

١٧٥ـ **تقييد العلم**: أبوبكر أحمد بن علي الخطيب البغدادي،متوفّى، دارالاستقامة،القاهرة، الطبعةالأولى١٤٢٩هـ.

١٧٦ـ **التقييد والإيضاح لما أطلق وأغلق من مقدمة ابن الصلاح**: إمام زين الدين عبدالرحيم بن الحسين العراقي،متوفّى٨٠٦هـ،مؤسسة الكتب الثقافية،الطبعةالرابعة١٤١٦هـ.

١٧٧ـ **الرسالة**: إمام محمد بن إدريس الشافعي،متوفّى ٢٠٤هـ،مطبعةمصطفى البابي الحلبي، مصر،الطبعةالأولى١٣٥٨هـ.

١٧٨ـ **الرفع والتكميل فى الجرح والتعديل**: محمد عبد الحي اللكنوي الهندي، متوفّى ١٣٠٦هـ،مكتب المطبوعات الإسلامية، بحلب،الطبعةالثالثة١٤٠٨هـ .

١٧٩ـ **الشذ الفياح من علوم ابن الصلاح**:الشيخ برهان الدين الأبناسي،متوفّى٨٠٢هـ،مكتبة الرشد،الرياض،الطبعةالأولى١٤١٨هـ.

١٨٠ـ **ظفرالأماني بشرح مختصرالسيد الشريف الجرجاني**: أبوالحسنات محمدعبد الحي، اللكنوي،متوفّى١٣٠٤هـ،مكتب المطبوعات الإسلامية،حلب،الطبعةالثالثة١٤١٦هـ.

١٨١ـ **علوم الحديث**: أبوعمروعثمان بن عبد الرحمان الشهرزوري،متوفّى٦٤٣هـ،بتحقيق نورالدين عتر،دارالفكر،دمشق،١٤٠٦هـ.

١٨٢ـ **فتح المغيث شرح الفية الحديث**: شمس الدين محمد بن عبد الرحمن السخاوي، متوفّى ٩٠٢هـ، دارالكتب العلمية، بيروت،الطبعةالأولى ١٤١٤هـ ،مكتبة دار المنهاج، الرياض،الطبعة الأولى١٤٢٦هـ.

١٨٣ـ **الفصل للوصل المدرج فى النقل**: حافظ أحمد بن أبي بكرالخطيب البغدادي، متوفّى ٤٦٣هـ،دارالهجرة،الرياض،الطبعة الأولى ١٤١٨هـ.

١٨٤ـ **الكشف الحثيث عمن رمي بوضع الحديث**: أبوالوفاء إبراهيم بن محمدالمعروف ببرهان الدين الحلبي،متوفّى١٨٤١هـ،عالم الكتب، بيروت، الطبعة الأولى١٤٠٧هـ.

Presented by Ziaraat.com

١٨٥ـ **الكفاية في علم الرواية**: أبوبكر أحمد بن علي بن ثابت الخطيب البغدادي،متوفّیٰ ٤٦٣ھ، دار الكتب العلمية،بيروت،الطبعة الأولى ١٤٢٧ھ.

١٨٦ـ **المدخل في أصول الحديث**: إمام أبوعبدالله الحاكم النيسابوري،متوفّیٰ ٤٠٥ھ،دار ابن حزم،الطبعة الأولیٰ ١٤٢٨ھ.

١٨٧ـ **معرفة أنواع علم الحديث**: بتحقيق الفحل، أبوعمروعثمان بن عبدالرحمان المشهور بابن الصلاح،متوفّیٰ ٦٤٣ھ،دار الكتب العلمية، بيروت،الطبعة الأولیٰ ١٤٢٣ھ.

١٨٨ـ **مقدمة ابن الصلاح مع التقيد والإيضاح**: إمام أبوعمروعثمان بن عبدالرحمان المشهور بابن الصلاح،متوفّیٰ ٦٤٣ھ،مؤسسة الكتب الثقافية،الطبعة الرابعة ١٤١٦ھ.

١٨٩ـ **موسوعة علوم الحديث وفنونه**: سيد عبد الماجد الغوري،دار ابن كثير ،دمشق بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٢٨ھ.

١٩٠ـ **الموقظة في علم مصطلح الحديث**: شمس الدين محمدبن أحمدالذهبي،متوفّیٰ ٧٤٨ھ،دار البشائر الإسلامية،بيروت،الطبعة الثانية ١٤١٢ھ .

١٩١ـ **نخبة الفكر في مصطلح أهل الأثر**: حافظ شهاب الدين أحمد بن علي بن حجر العسقلاني،متوفّیٰ ٨٥٢ھ،دار ابن الجوزي،الدمام،الطبعة الأولیٰ ١٤٣٤ھ.

١٩٢ـ **النكت**: حافظ شهاب الدين أحمد بن علي بن حجر العسقلاني،متوفّیٰ ٨٥٢ھ،دار الكتب العلمية، بيروت،الطبعة الأولیٰ ١٤١٤ھ،**وط**: المجلس العلمي،الجامعة الإسلامية،المدينة المنورة،الطبعة الأولیٰ ١٤٠٤ھ.

١٩٣ـ **الوضع في الحديث**: دكتور عمربن حسن عثمان فلاته،مكتبة الغزالي،دمشق،١٤٠١ھ.

اسماء الرّجال

١٩٤ـ **الاستيعاب في معرفة الأصحاب**: إمام أبوعمريوسف بن عبد الله بن محمدبن عبد البر القرطبي،متوفّیٰ ٤٦٣ھ،دار الكتب العلمية،بيروت،الطبعة الأولیٰ ١٤١٥ھ،**وط**: دار الفكر، بيروت،١٤٢٦ھ.

١٩٥ـ **الإصابة في تمييز الصحابة**: حافظ شهاب الدين أحمد بن علي بن حجر العسقلاني،

Presented by Ziaraat.com

متوفیٰ ۸۵۲ھ،دار الکتب العلمیة،بیروت،الطبعة الأولیٰ ۱۴۱۵ھ.وط: مرکز ھجر للبحوث والدراسات العربية والإسلامية،القاهرة،الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۸ھ.

۱۹۶۔ **الإنابة إلیٰ معرفة المختلف فيهم من الصحابة:** أبوعبدالله علاؤ الدين بن قليج الحنفي، متوفیٰ ۷۶۲ھ،مكتبة الرشد،الرياض،الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۰ھ.

۱۹۷۔ **أسد الغابة في معرفة الصحابة** : إمام أبو الحسن علي بن محمد المعروف بابن الأثير الجزري،متوفیٰ ۶۳۰ھ،دار إحياء التراث العربي، بيروت،الطبعة الأولیٰ ۱۴۱۷ھ.

۱۹۸۔ **إكمال تهذيب الكمال في أسماء الرجال:** حافظ علاؤ الدين مغلطائي بن قليج الحنفي، متوفیٰ ۷۶۲ھ،دار الكتب العلمية،بيروت،الطبعة الأولیٰ ۲۰۱۱ء.

۱۹۹۔ **تاريخ الثقات:** حافظ أحمد بن عبد الله بن صالح العجلي،متوفیٰ ۲۶۱ھ،دار الكتب العلمية،بيروت،الطبعة الأولیٰ ۱۴۰۵ھ.

۲۰۰۔ **التاريخ الصغير:** إمام محمد بن إسماعيل البخاري،متوفیٰ ۲۵۶ھ،دار المعرفة، بيروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۰۶ھ.

۲۰۱۔ **التاريخ الكبير:** إمام محمد بن إسماعيل البخاري،متوفیٰ ۲۵۶ھ،بدون مطبعة وتاريخ.

۲۰۲۔ **تحرير تقريب التهذيب:** دكتور بشار عواد معروف،الشيخ شعيب الأرنؤوط،مؤسسة الرسالة،بيروت،الطبعة الأولیٰ ۱۴۱۷ھ.

۲۰۳۔ **تذهيب تهذيب الكمال في أسماء الرجال:** شمس الدين محمد بن أحمد الذهبي، متوفیٰ ۷۴۸ھ،الفاروق الحديثية،القاهرة،الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۵ھ.

۲۰۳۔ **تقريب التهذيب:** حافظ شهاب الدين أحمد بن علي بن حجر العسقلاني،متوفیٰ ۸۵۲ھ،دار الفكر،بيروت،الطبعة الأولیٰ ۱۴۱۵ھ .

۲۰۴۔ **تقريب الثقات لابن حبان:** دكتور خليل بن مامون شيحا،دار المعرفة،بيروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۸ھ.

۲۰۵۔ **تهذيب التهذيب:** حافظ شهاب الدين أحمد بن علي بن حجر العسقلاني، متوفیٰ ۸۵۲ھ، دار الكتب العلمية،بيروت،الطبعة الأولیٰ ۱۴۱۵ھ.

Presented by Ziaraat.com

٢٠٦ـ **تهذيب الكمال في أسماء الرجال:** حافظ جمال الدين يوسف المزي متوفّى ٧٤٢ﻫ، مؤسسة الرسالة، بيروت، الطبعة الثانية ١٤٠٣ﻫ.

٢٠٧ـ **الكامل في ضعفاء الرجال:** إمام الحافظ أبي أحمد عبد اللّٰه بن عدي الجرجاني، المتوفّى ٣٦٥ﻫ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٨ﻫ.

٢٠٨ـ **كتاب الثقات:** حافظ محمد بن حبان البستي، متوفّى ٣٥٤ﻫ، دائرة المعارف العثمانية، حيدر آباد دكن، الطبعة الأولى ١٣٩٣ﻫ.

٢٠٩ـ **كتاب العلل:** حافظ أبو محمد عبد الرحمان بن أبي حاتم الحنظلي الرازي، متوفّى ٣٢٧ﻫ، مكتبة ملك الفهد، الرياض، الطبعة الأولى ١٤٢٧ﻫ.

٢١٠ـ **كتاب العلل ومعرفة الرجال:** إمام أحمد بن حنبل، متوفّى ٢٤١ﻫ، دار الخاني، الرياض، الطبعة الثانية ١٤٢٢ﻫ.

٢١١ـ **كتاب المجروحين:** إمام محمد بن حبان البستي، متوفّى ٣٥٤ﻫ، دار الصميعي، الرياض، الطبعة الأولى ١٤٢٠ﻫ.

٢١٢ـ **لسان الميزان:** أحمد بن علي بن حجر العسقلاني، متوفّى ٨٥٢ﻫ، دار البشائر الإسلامية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٣ﻫ.

٢١٣ـ **معرفة الثقات:** حافظ أحمد بن عبد الله بن صالح العجلي، متوفّى ٢٦١ﻫ، دراسة وتحقيق عبد العليم عبد العظيم البستوي.

٢١٤ـ **معرفة الصحابة:** أحمد بن عبد الله بن أحمد أبو نعيم الأصبهاني، متوفّى ٤٣٠ﻫ، دار الوطن، الرياض، الطبعة الأولى ١٤١٩ﻫ.

٢١٥ـ **المغني في الضعفاء:** شمس الدين محمد بن أحمد الذهبي، متوفّى ٧٤٨ﻫ، إدارة إحياء التراث الإسلامي، قطر.

٢١٦ـ **ميزان الاعتدال في نقد الرجال:** شمس الدين محمد بن أحمد الذهبي، متوفّى ٧٤٨ﻫ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٥ﻫ.

٢١٧ـ **يحيى بن معين وكتابه التاريخ:** دكتور أحمد محمد نور سيف، مركز البحث العلمي

Presented by Ziaraat.com

وإحياء التراث الإسلامي، مكة المكرمة، الطبعة الأولىٰ ١٣٩٩ھ.

کتب عقائد وکلام

٢١٨ـ **إغاثة اللهفان في مصائد الشيطان:** محمد بن أبي بكر ابن قيم الجوزية، متوفّیٰ ٧٥١ھ، دار عالم الفوائد، الرياض.

٢١٩ـ **تحفة اثناعشرية:** شاه عبد العزيز محدث دهلوي، ١٢٢٩ھ، مير محمد كتب خانه، آرام باغ كراچي.

٢٢٠ـ **تطهير الجنان واللسان عن ثلب معاوية بن أبي سفيان:** علامة أحمد بن حجر الهيثمي المكي الشافعي، متوفّیٰ ٩٧٥ھ، دار الصحابة للتراث بطنطا، الطبعة الأولىٰ ١٤١٣ھ.

٢٢١ـ **تكميل الإيمان فارسي:** شيخ عبد الحق محدث دهلوي، متوفّیٰ ١٠٥٢ھ، الرحيم اكيڈمي، لياقت آباد كراچي، ١٤٢١ھ، ومترجم اردو، الموسوم: نعيم العرفان ترجمة تكميل الإيمان، مكتبه اعلىٰ حضرت، لاهور، ٢٠٠٣ء.

٢٢٢ـ **حادثة كربلاء كاپس منظر:** علامة محمد عبد الرشيد النعماني، مكتبة الحسن، لاهور.

٢٢٣ـ **حضرت علي اور قصاص عثمان غني:** علامة عبد الرشيد نعماني، مكتبة اهل سنت وجماعت، لياقت آباد، كراچي.

٢٢٤ـ **الروض الباسم في الذب عن سنة أبي القاسم:** محمد بن إبراهيم الوزير اليماني، متوفّیٰ ٨٤٠ھ، دار عالم الفوائد، الرياض.

٢٢٥ـ **سيدنا علي وحسين رضي الله عنهما:** قاضي أطهر مبارك پوري، مكتبة سيد أحمد شهيد، لاهور، اشاعت أول ١٤٢٤ھ.

٢٢٦ـ **السيف المسلول على من سب الرسول ﷺ:** الشيخ تقي الدين علي بن عبد الكافي السبكي، متوفّیٰ ٧٥٦ھ، دار ابن حزم، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٦ھ، **وط:** دار الفتح عمان، الأردن، الطبعة الأولىٰ ١٤٢١ھ.

٢٢٧ـ **شرح العقائد النسفية:** إمام مسعود بن عمر سعد الدين تفتازاني، متوفّیٰ ٧٩٠ھ، مكتبة رشيدية، كوئٹه، **وط:** مكتبة الحسن، لاهور، **وط:** مكتبة المدينة، كراچي.

Presented by Ziaraat.com

۲۲۸ـ **الصارم المسلول على شاتم الرسول ﷺ**: علامة أحمد بن عبد الحليم ابن تيمية، متوفیٰ ۷۲۸ھ، المكتب الإسلامي، بيروت، الطبعة الأولیٰ ۱٤۱٤ھ.

۲۳۰ـ **الصواعق المحرقة في الرد على أهل البدع والزندقة**: علامة أحمد بن حجر الهيثمي المكي الشافعي، متوفیٰ ۹۷۵ھ، مكتبة فياض منصورة، الطبعة الأولیٰ ۱٤۲۹ھ، **وط**: دار الوطن، الرياض، الطبعة الأولیٰ ۱٤۱۷ھ، **وط**: مكتبة القاهرة، الطبعة الثانية ۱۳۸۵ھ.

۲۳۱ـ **العلم الشامخ في تفضيل الحق على الآباء والمشايخ**: صالح بن مهدي المقبلي، متوفیٰ ۱۱۰۸ھ، طبع بمصر، الطبعة الأولیٰ ۱۳۲۸ھ.

۲۳۲ـ **العواصم من القواصم**: أبو بكر بن العربي المالكي، متوفیٰ ۵٤۳ھ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الثالثة ۱٤۲۵ھ.

۲۳۳ـ **العواصم والقواصم في الذب عن سنة أبي القاسم**: محمد بن إبراهيم الوزير اليماني، متوفیٰ ۸٤۰ھ، مؤسسة الرسالة، بيروت، الطبعة الثانية ۱٤۱۵ھ.

۲۳٤ـ **فيضانِ امیر معاویہ ﷛**: مجلس المدينة العلمية، مكتبة المدينة، كراچی، بار اول ۲۰۱٦ء۔

۲۳۵ـ **مختصر تطهير الجنان**: اختصره: سليمان بن صالح الخراشي، دار علوم السنة، الرياض، الطبعة الأولیٰ ۱٤۲۲ھ.

۲۳٦ـ **مختصر الحجة علیٰ تارك المحجة**: أبو الفتح نصر بن إبراهيم المقدسي، متوفیٰ ٤۹۰ھ، أضواء السلف، الرياض.

۲۳۷ـ **مقصد حسین ﷛**: مولانا محمد إسحاق مدنی، متوفیٰ ۲۰۱۳ء، سلطان العلماء اکیڈمی، فیصل آباد.

کُتُبِ فقہ حنفی

۲۳۸ـ **بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع**: أبو بكر بن مسعود الكاساني، متوفیٰ ۵۸۷ھ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولی ۱٤۱۸ھ.

۲۳۹ـ **بہار شریعت**: [تخریج شدہ ایڈیشن] مولانا محمد أمجد علي أعظمی، متوفیٰ ۱۳۷٦ھ، مکتبۃ المدینۃ، کراچی۔

Presented by Ziaraat.com

٢٤٠ـ **شرح أدب القاضي:** حسام الدين عمر بن عبد العزيز بن مازة البخاري، المعروف بالصدر الشهيد، متوفّىٰ ٥٣٦هـ، مطبعة الإرشاد، بغداد، الطبعة الأولىٰ ١٣٩٧هـ.

٢٤١ـ **فتاوى عزيزي:** شاه عبد العزيز محدث دهلوي، ١٢٢٩هـ، ايچ ايم سعيد كمپني، كراچى، سنة الطبع ١٣٨٧هـ.

٢٤٢ـ **فتح القدير في شرح الهداية:** إمام كمال الدين محمد بن عبد الواحد المعروف بابن الهمام، متوفّىٰ ٦٨١هـ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤١٥هـ.

٢٤٣ـ **المبسوط:** شمس الأئمة أبوبكر محمد بن أحمد بن أبي سهل السرخسي، متوفّىٰ ٤٩٠هـ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢١هـ، **وط:** دار المعرفة، بيروت.

٢٤٤ـ **المحيط البرهاني في الفقه النعماني:** برهان الدين أبو المعالي محمود بن أحمد بن عبد العزيز ابن مازة البخاري، متوفّىٰ ٦١٦هـ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٤هـ.

٢٤٥ **مختصر القدوري:** إمام أبو الحسين أحمد بن محمد المعروف بالقدوري، متوفّىٰ ٤٢٨هـ، دار الريان، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٦هـ.

٢٤٦ـ **النهر الفائق شرح كنز الدقائق:** سراج الدين عمر بن إبراهيم ابن نجيم الحنفي، متوفّىٰ ١٠٠٥هـ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٢هـ.

فقه شافعي

٢٤٧ـ **فتاوى ومسائل ابن الصلاح:** تقي الدين أبو عمرو عثمان ابن المفتي صلاح الدين، الموصلي، متوفّىٰ ٦٤٣هـ، دار المعرفة، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٠٦هـ.

فقه حنبلي

٢٤٨ـ **أحكام أهل الذمة:** أبو عبد الله محمد بن أبي بكر ابن قيم الجوزية الحنبلي، متوفّىٰ ٧٥١هـ، رمادي للنشر، الدمام، السعودية، الطبعة الأولىٰ ١٤١٨هـ.

٢٤٩ـ **فتاوى اللجنة الدائمة:** جمع وترتيب: أحمد بن عبد الرزاق الدرويش، دار المؤيد، الرياض، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٤هـ.

Presented by Ziaraat.com

مذاہب

۲۵۰۔ **عون القدیر من فتاوی ورسائل ابن الأمیر**: محمد بن إسماعیل الأمیر الصنعاني، متوفیٰ ۱۱۸۲ھ، دار ابن کثیر، دمشق، الطبعة الأولیٰ ۱۴۳۶ھ۔

۲۵۱۔ **فتاوی نذیریة**: سید محمد نذیر حسین محدث دهلوي، متوفیٰ ۱۳۲۰ھ، مکتبة أصحاب الحدیث، لاهور، ۲۰۱۰ء۔

۲۵۲۔ **کنوز الحقائق من فقه خیر الخلائق**: علامه وحید الزمان، متوفیٰ ۱۳۲۸ھ، مطبع شوکت الإسلام، بنگلور، هندوستان، ۱۳۳۲ھ۔

ترغیب وترہیب

۲۵۳۔ **جامع بیان العلم وفضله**: إمام أبو عمرو یوسف بن عبد اللّٰه بن محمد بن عبد البر القرطبي، متوفیٰ ۴۶۳ھ، دار إبن الجوزي، الدمام، الطبعة الرابعة ۱۴۱۹ھ۔

۲۵۴۔ **سفر السعادة**: مجد الدین محمد بن یعقوب الفیروز آبادي، متوفیٰ ۸۲۶ھ، دار القلم، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۰۶ھ۔

۲۵۵۔ **الکبائر**: أبو عبدالله محمد بن عثمان الذهبي، متوفیٰ ۷۴۸ھ، دار ابن کثیر، دمشق۔

ما ثبت بالسنة عن أعمال السنة: عربي وار دو: شیخ عبدالحق محدث دهلوي، متوفیٰ

۲۵۶۔ ۱۰۵۲ھ، دار الإشاعت، کراچي ۱۴۰۳ھ۔

کُتُبِ اَخلاق و تصوُّف

۲۵۷۔ **مدارج السالکین**: محمد بن أبي بکر ابن قیم الجوزیة، متوفیٰ ۷۵۱ھ، دار الصمیعي، الریاض، الطبعة الأولیٰ ۱۴۳۲ھ۔

فَضَائِل ومَنَاقِب

۲۵۸۔ **الأحادیث الواردة في فضائل الصحابة**: دکتور سعود بن عید بن عمیر الصاعدي، الجامعة الإسلامیة، المدینة المنورة، الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۷ھ۔

۲۵۹۔ **إمام حسین ؓ اور واقعۂ کربلا**: حافظ محمد ظفر الله شفیق، معاصر، إدارہ صراط مستقیم، لاهور۔

Presented by Ziaraat.com

٢٦٠ـ **الأنوار الباهرة بفضائل أهل البيت النبوي والذرية الطاهرة:** أبوالفتوح عبد الله بن عبد القادر التليدي،مكتبة الإمام الشافعي،الرياض،الطبعة الأولىٰ١٤١٧هـ.

٢٦١ـ **جامع كرامات الأولياء:** إمام يوسف بن إسماعيل النبهاني،متوفّىٰ١٣٥٠هـ،دارالكتب العلمية،بيروت،الطبعةالأولىٰ١٤١٧هـ.

٢٦٢ **حدائق بخشش:** إمام أحمدرضاحنفي،متوفّىٰ١٣٤٠هـ،مسلم كتابوي،لاهور.

٢٦٣ـ **در السحابة في ذكر شهداء الصحابة:** دكتورالسيد بن حسين العفاني،معاصر، دار العفاني،القاهرة،الطبعة الأولىٰ١٤٣٥هـ.

٢٦٤ـ **در السحابة في مناقب القرابة والصحابة:** قاضي محمدبن علي الشوكاني، متوفّىٰ ١٢٥٠،دارالفكر،دمشق،الطبعةالأولىٰ ١٤٠٤هـ.

٢٦٥ـ **الرياض النضرة في مناقب العشرة:** محب الدين أحمدالطبري،متوفى٦٩٤، دارالغرب الإسلامي،بيروت،الطبعةالأولىٰ١٩٩٦،وط:دارالمعرفة،بيروت،الطبعةالأولى ١٤١٨هـ.

٢٦٦ـ **سيرت عائشة رضي الله عنها:** سيد سليمان الندوي،متوفّىٰ١٩٥٣ء،مكتبة إسلامية، لاهور،٢٠٠٥ء.

٢٦٧ـ **سيرت عمربن عبد العزيز:** مولاناعبد السلام ندوي،دارالإشاعت،كراچي،٢٠٠١ء.

٢٦٨ـ **سيرت ومناقب عمربن عبد العزيز** : حافظ جمال الدين أبو الفرج عبد الرحمان بن الجوزي،متوفّىٰ٥٩٧هـ،دارالكتب العلمية،بيروت،١٤٢٢هـ.

٢٦٩ـ **شان سيدنا اميرمعاويه،ترجمة:تطهيرالجنان:** محمد مجاهد العطارى القادري،أكبر بك سيلرز،لاهور،٢٠١٤ء.

٢٧٠ـ **شرح أربعين إمام حسين** ﷺ:شيخ عبد اللـه دانش،معاصر،العاصم إسلامك بكس،لاهور٢٠١٥ء.

٢٧١ـ **صفة الصفوة:** عبد الرحمان ابن الجوزي،متوفّىٰ٥٩٧هـ،دارالحديث القاهرة،١٤٣٠هـ.

٢٧٢ـ **فضائل الصحابة:** إمام أبوعبدالـلـه أحمدبن محمدبن حنبل،متوفّىٰ ٢٤١هـ،دارابن الجوزي،الدمام،الطبعةالثالثة١٤٢٦هـ.

Presented by Ziaraat.com

٢٧٣ـ **فضائل الصحابة**: إمام أبوعبدالرحمان أحمدبن شعيب النسائي متوفیٰ٣٠٣ھ، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولیٰ١٤٠٥ھ.

٢٧٤ـ **محض الصواب في فضائل عمربن الخطاب** ﷺ: يوسف بن الحسن بن عبد الهادي الدمشقي، متوفیٰ٩٠٩ھ، مكتبة أضواء السلف، الرياض، الطبعة الأولیٰ١٤٢٠ھ.

٢٧٥ـ **المرتضیٰ**: علامة أبوالحسن علي الندوي، متوفیٰ ١٤٢٠ھ، دار القلم دمشق، الطبعة الثانية١٤١٩ھ، و**ط**: مترجم اردو، مجلس نشرياتِ اسلام، ناظم آباد، كراچي١٤١٢ھ.

٢٧٦ـ **المقامات العلية في الكرامات الجلية**: أبوالفتح محمد بن محمد بن سيد الناس، متوفیٰ٧٣٤ھ، دار الملاح للطباعة والنشر، الطبعة الأولیٰ١٤٠٦ھ.

٢٧٧ـ **مناقب الإمام أحمد**: أبوالفرج عبد الرحمان ابن الجوزي، متوفیٰ٥٩٧ھ، مكتبة الخانجي، مصر، الطبعة الأولیٰ١٤٩٩ھ.

٢٧٨ـ **مناقب الإمام الشافعي**: إمام فخرالدين محمدبن عمربن الحسين، الرازي، متوفیٰ ٦٠٦ھ، مكتبة الكليات الأزهرية، القاهرة، الطبعة الأولیٰ١٤٠٦ھ.

٢٧٩ـ **مناقب الإمام الشافعي** : حافظ أبو الفداء إسما عيل بن كثير الشافعي، متوفیٰ٧٧٤ھ، مكتبة الإمام الشافعي، الرياض، الطبعة الأولیٰ١٤١٢ھ.

٢٨٠ـ **مناقب الشافعي**: إمام أبوبكر أحمد بن الحسين البيهقي ، متوفیٰ ٤٥٨ھ، دار التراث، القاهرة، الطبعة الأولیٰ١٣٩٠ھ.

٢٨١ـ **مناقب سيدنا اميرمعاويه** ﷺ : **ترجمة: تطهير الجنان**: مولاناعبد الشكور لكهنوي، مكتبة امداديه، ملتان.

لُغت

٢٨٢ـ **تهذيب الأسماء واللغات**: علامة يحيیٰ بن شرف النووي، متوفیٰ٦٧٦ھ، دار الفكر، بيروت، الطبعة الأولیٰ١٤١٦ھ، و**ط**: إدارة الطباعة المنيرية.

٢٨٣ـ **خزانة الأدب ولبّ لباب لسان العرب**: عبد القادر بن عمر البغدادي، متوفیٰ١٠٩٣ھ، مكتبة الخانجي بالقاهرة، الطبعة الرابعة١٤١٨ھ.

Presented by Ziaraat.com

٢٨٤ـ **الكامل في اللغة و الأدب**: إمام أبوالعباس محمد المبرد، متوفى ٢٨٥ھ، وزارة الأوقاف والشؤون الإسلامية، السعودية.

٢٨٥ـ **لسان العرب**: إمام محمدبن مكرم المعروف بابن منظورالأفريقي، متوفى ٧١١ھ، دار إحياء التراث العربي، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤١٦ھ.

٢٨٦ـ **مجمع بحار الأنوار**: مطبعة مجلس دائرة المعارف العثمانية بحيدر آباد دكن، هند، الطبعة الاولىٰ ١٣٧٨ھ

٢٨٧ـ **مصباح اللغات**: عبدالحفيظ بلياوي، مدينه پبلشنگ كمپنى، كراچى، الطبعة الأولىٰ ١٩٨٢ء.

سِیَر و تاریخ

٢٨٨ـ **أثرأهل الكتاب في الفتن و الحروب الأهلية، في القرن الأول الهجري**: دكتور جميل عبد الله المصري، مكتبة الدار بالمدينة المنورة، ١٤١٠ھ.

٢٨٩ـ **إزالة الخفاء عن خلافة الخلفاء**: شاه ولي الله دهلوي، متوفى ١١٧٦ھ، قديمي كتب خانه آرام باغ، كراچى.

٢٩٠ـ **أسماء الخلفاء و الولاة وذكر مددهم: ملحق بجوامع السيرة**: أبومحمد علي بن أحمد بن سعيد بن حزم، متوفىٰ ٤٥٦ھ، دار المعارف بمصر.

٢٩١ـ **أمير المؤمنين الحسن بن علي بن أبي طالب**: دكتور علي محمد الصّلابي، دار التوزيع القاهرة، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٥ھ.

٢٩٢ـ **الأنساب**: أبوسعد عبدالكريم بن محمد بن منصور السمعاني، متوفّىٰ ٥٦٢ھ، دار الجنان، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٠٨ھ.

٢٩٣ـ **أنساب الأشراف**: أحمد بن يحيىٰ المعروف بالبلاذري، متوفى ٢٧٩ھ، دار الفكر، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤١٧ھ.

٢٩٤ـ **البداية و النهاية**: إسماعيل بن عمربن كثير الشافعي، متوفّىٰ ٧٧٤ھ، دارابن كثير، دمشق، الطبعة الأولى ١٤٢٨ھ، **وط**: دار هجر، الطبعة الأولى ١٤١٧ھ، **وط**: مترجم اردو، نفيس اكيڈمي كراچي، طبع اوّل ١٩٨٧ء.

Presented by Ziaraat.com

۲۹۵۔ **بستان المحدثين:** شاه عبد العزيز محدث دهلوي،متوفیٰ۱۲۲۹ھ،ایچ ایم سعید کمپني ،کراچي.

۲۹۶۔ **بغية الطلب في تاريخ حلب:** كمال الدين عمربن أحمد المعروف بابن العديم ، ۶۶۰ھ،دار الفكر،بيروت.

۲۹۷۔ **التاج المكلل من جوهرمآثر الطراز الآخروالأول:** سيدمحمد صديق بن حسن القنوجي ،متوفیٰ۱۳۰۷ھ،دار السلام،الرياض،الطبعة الأولیٰ۱۴۱۶ھ.

۲۹۸۔ **تاريخ ابن خلدون:** عبد الرحمان بن خلدون،متوفیٰ۸۰۸ھ، دار الفكر، بيروت، ۱۴۱۲ھ.

۲۹۹۔ **تاريخ الإسلام ووفيات المشاهيروالأعلام:** إمام شمس الدين محمدبن أحمدبن عثمان الذهبي ،متوفیٰ۷۴۸ھ ،دار الكتاب العربي ،بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۱۰ھ.

۳۰۰۔ **تاريخ بغداد:** حافظ أبوبكر أحمد بن علي بن ثابت الخطيب البغدادي،متوفیٰ۴۶۳ھ، دار الكتب العلمية،بيروت،وط:أيضاًدار الكتب العلمية،بيروت،الطبعة الأولیٰ۱۴۲۵ھ.

۳۰۱۔ **تاريخ الخلفاء:** الإمام الحافظ جلال الدين عبدالرحمان بن أبي بكر السيوطي،متوفیٰ ۹۱۱ھ،وزارة الشؤون ال.سلامية،قطر،الطبعة الثانية ۱۴۳۴ھ.

۳۰۲۔ **تاريخ الأمم والملوك :** إمام أبو جعفر محمد بن جرير الطبري ، متوفیٰ ۳۱۰ھ، دار الكتب العلمية،الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۴ھ،**وط:** دار المعارف،مصر،الطبعة الثانية ۱۳۸۷ھ.

۳۰۳۔ **تاريخ خليفه بن خياط :** إمام العلّامة أبي عمرو خليفة بن خيّاط العصفري، متوفیٰ ۲۴۰ھ،دار طيبة،الرياض،الطبعة الثانية ۱۴۰۵ھ.

۳۰۴۔ **تاريخ عمربن الخطاب** ﷺ:أبوالفرج عبدالرحمان ابن الجوزي، متوفیٰ۵۹۷ھ، دار المعرفة،بيروت،الطبعة الأولیٰ۱۴۲۵ھ،**وط:** المكتبة التجارية الكبریٰ،مصر.

۳۰۵۔ **تاريخ مدينة:** أبوزيدعمربن شبة النميري،المصري،متوفیٰ۲۶۲ھ،دار التراث، بيروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۱۰ھ.

۳۰۶۔ **تاريخ دمشق:** إمام أبوالقاسم علي بن الحسن بن هبة الله بن عبد الله بن عساكر

Presented by Ziaraat.com

الشافعي، متوفّیٰ ٥٧١ھ ، دار الفکر، بیروت، ١٤١٦ھ.

٣٠٧۔ **التاریخ الصغیر**: أبو عبد الله محمد بن إسماعیل البخاري، متوفّیٰ ٢٥٦ھ، دار المعرفة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٠٦ھ.

٣٠٨۔ **التاریخ الکبیر**: أبو بکر أحمد بن أبي خیثمة، متوفّیٰ ٢٧٩ھ، الفاروق الحدیثیة، القاهرة، الطبعة الأولی ١٤٢٧ھ.

٣٠٩۔ **تدوین حدیث**: مولانا سید مناظر أحسن گیلاني، متوفّیٰ ١٣٧٥ھ، البشریٰ ویلفئیر اینڈ ایجوکیشنل ٹرسٹ، کراچي، ١٤٣٦ھ.

٣١٠۔ **حیاة الصحابة**: محمد یوسف الکاندهلوي، متوفّیٰ ١٩٦٥ء، دار إحیاء التراث العربي، بیروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٠٦ھ.

٣٠٢۔ **زبدة الحلب من تاریخ حلب**: کمال الدین أبو القاسم عمر بن أحمد المعروف بابن العدیم، متوفّی ٦٦٠ھ، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ١٤١٧ھ.

٣٠٣۔ **سیر أعلام النبلاء** : شمس الدین محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي، متوفّی ٧٤٨ھ ، مؤسسة الرسالة، بیروت، الطبعة الحادیة العشرة ١٤٢٢ھ.

٣٠٤۔ **شذرات الذهب في أخبار من ذهب**: أحمد بن محمد العکري الحنبلي، متوفّی ١٠٨٩ھ ، دار ابن کثیر، دمشق، الطبعة الأولی ١٤٠٦ھ.

٣٠٥۔ **طبقات الشافعیة الکبریٰ**: عبد الوهاب بن علي بن عبد الکافي السُّبکي، متوفّیٰ ٧٧١ھ، مطبعة عیسیٰ البابي الحلبي، الطبعة الأولیٰ ١٣٨٣ھ.

٣٠٦۔ **العقد الثمین في تاریخ البلد الأمین** : تقي الدین بن أحمد الحسني الفاسي المکي، متوفّیٰ ٨٣٢ھ، مؤسسة الرسالة، بیروت، الطبعة الثانیة ١٤٠٦ھ.

٣٠٧۔ **عیون الأخبار**: أبو محمد عبد الله بن مسلم بن قتیبة الدینوري، متوفّیٰ ٢٧٦ھ، دار الکتاب العربي، بیروت، تصویر ١٣٤٣ھ.

٣٠٨۔ **العقد الفرید**: أحمد بن محمد بن عبد ربه الأندلسي، متوفّیٰ ٣٢٨ھ، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٠٤ھ.

Presented by Ziaraat.com

٣٠٩ـ **عيون الأنباء في طبقات الأطباء**: أحمدبن القاسم الخزرجي،المعروف بابن أبي أصيبعة متوفّیٰ٦٦٨ه،معهد تاريخ العلوم العربية والإسلامية، جمهورية‌المانيا،١٤١٦ه.

٣١٠ـ **كتاب المحن**: محمد بن أحمد بن تميم التميمي،متوفّیٰ٣٣٣ه،دارالغرب الإسلامي، بيروت،الطبعة الثالثة١٤٢٧ه.

٣١١ـ **كنزالدرروجامع الغرر**: أبوبكربن عبد الله بن أيبك الدواداري،بيروت،١٤١٤ه.

٣١٢ـ **الكامل في التاريخ**: عزالدين أبوالحسن علي‌بن محمدالشهيربابن الأثيرالجزري، متوفّیٰ ٦٣٠،دارالكتب العلمية،بيروت،الطبعة الرابعة١٤٢٤ه.

٣١٣ـ **مختصرتاريخ دمشق**: إمام محمدبن مكرم المعروف بابن منظور،متوفّیٰ ٧١١ه،دار الفكر،دمشق،الطبعة‌الأولیٰ١٤٠٩ه.

٣١٤ـ **مرآة الزمان في تواريخ الأعيان**: أبوالمظفريوسف بن قزأوغلي، المعروف سبط ابن الجوزي،متوفّیٰ٦٥٤ه، الرسالة العالمية،بيروت،الطبعة‌الأولیٰ١٤٣٤ه.

٣١٥ـ **مسالک الأبصارفي ممالک الأمصار**: شهاب الدين أحمد بن يحيیٰ، متوفّیٰ ٧٤٩ه،دارالكتب العلمية،بيروت،الطبعة‌الأولیٰ ٢٠١٠ء.

٣١٦ـ **مسلمانوں کا عروج وزوال**: مولانا سعيد أحمد أكبر آبادي،ايم اے،فاضل ديوبند، إدارۂ إسلاميات،انار كلي،لاهور.بار اول ١٩٨٣ء.

٣١٧ـ **المعرفة والتاريخ**: أبو يوسف يعقوب بن سفيان الفسوي ، متوفّیٰ٢٧٧ه، مكتبة الدار،بالمدينة المنورة،الطبعة الأولیٰ ١٤١٠ه.

٣١٨ـ **مقدمة ابن خلدون**: عبد الرحمان بن محمد بن خلدون،متوفّیٰ٨٠٨ه،مؤسسة‌الكتب الثقافية،الصنائع،الطبعة‌الأولیٰ١٤١٤ه.

٣١٩ـ **المنتظم في تاريخ الملوک والأمم**: أبوالفرج عبد الرحمان بن الجوزي، متوفّیٰ ٥٩٧ه،دارالكتب العلمية،بيروت الطبعة‌الأولیٰ١٤١٢ه.

٣٢٠ـ **نسب قريش**: أبوعبد الله المصعب بن عبد الله بن المصعب الزبيري،متوفّیٰ٢٣٦ه، دارالمعارف،بمصر،الطبعة الثانية.

Presented by Ziaraat.com

٣٢١ـ **الوافي بالوفيات:** صلاح الدين خليل بن ايبك الصفدي،٧٦٤ھ،دارإحياء التراث العربي، بيروت،الطبعةالأولىٰ١٤٢٠ھ.

٣٢٢ـ **الوفاء في أخبار النساء:**قاسم عاشور،دارابن حزم،الطبعة الأولیٰ١٤٢٦ھ.

وفيات الأعيان وأنباء أبناء الزمان: شمس الدين أحمد بن محمد بن أبي بكر بن خلكان،متوفّیٰ٦٨١ھ،دارصادر،بيروت،سنة الطبع ١٤١٤ھ.

كُتُبِ مُتَفَرِّقَة

٣٢٣ـ **الأوائل:** حسن بن عبد الله بن سهل أبوهلال العسكري، متوفّیٰ ٣٩٥ھ، دار البشير للثقافة والعلوم الإسلامية، طنطا،الطبعةالأولیٰ١٤٠٨ھ.

٣٢٤ـ **أسراورموز:(كليات اقبال فارسي)** علامةمحمد إقبال،متوفّیٰ١٣٣٨ھ،شيخ غلام علي اينڈسنز،لاهور.

٣٢٥ **الإمام إسحاق بن راهويه ومسنده:** دكتورعبد الغفور البلوشي،مكتبة الإيمان،المدينة المنورة،الطبعة الأولیٰ١٤١١ھ.

٣٢٦ـ **بالِ جبريل:(كليات اقبال،اردو)** علامةمحمد إقبال،متوفّیٰ١٣٣٨ھ،شيخ غلام علي اينڈسنز،لاهور.

٣٢٧ـ **حيات الحيوان الكبریٰ:** كمال الدين محمدبن موسى الدميري،متوفّیٰ٨٠٨ھ،مطبعة مصطفى البابي الحلبي،مصر،**وط:**دارالبشائر،دمشق،الطبعةالأولیٰ١٤٢٦ھ.

٣٢٨ـ **سرالعالمين وكشف مافي الدارين:(مجموعة رسائل):** أبو حامد محمد بن محمد الغزالي،٥٠٥ھ،دارالكتب العلمية،بيروت،الطبعةالأولیٰ١٤١٤ھ.

٣٢٩ـ **ضرب كليم:(كليات اقبال،اردو)** علامةمحمد إقبال،متوفّیٰ١٣٣٨ھ،شيخ غلام علي اينڈسنز،لاهور.

٣٣٠ـ **كتاب الأوائل:**أبوبكرأحمد بن عمروبن أبي عاصم،متوفّیٰ٢٨٧ھ،دارالخلفاء للكتاب الإسلامي.**وط:** دارالبشائر الاسلامية، بيروت،الطبعة الأولیٰ١٤٢٥ھ.

Presented by Ziaraat.com

فہرستِ مضامین

Presented by Ziaraat.com

Presented by Ziaraat.com

Presented by Ziaraat.com

Presented by Ziaraat.com

Presented by Ziaraat.com

Presented by Ziaraat.com

لا غالب الا اللہ

Presented by Ziaraat.com

مؤلف کی مطبوعہ تصنیف

أنوار العرفان في أسماء القرآن (کا اجمالی تعارف)

- [illegible] قرآن کی تحقیق، جمع قرآن، تحفظ قرآن کا راز، حافظ قرآن، اس کے والدین، معلم قرآن اور متعلم قرآن [illegible] حاملین کے فضائل اور ان کا اجر و ثواب۔
- جامعیت قرآن، علوم قرآن کی تعداد، قرآن کے ہر حرف کا ایک ظاہر اور ایک باطن اور ہر ظاہر و باطن کا ایک مطلب۔
- جامعیت قرآن کے لیے حدیث شریف کی ناگزیریت اور صاحب قرآن ﷺ کی وسعت علمی کی شان بے پایاں۔
- قرآن کریم کے خاتم الکتب اور نبی کریم ﷺ کے خاتم الانبیاء ہونے کے حوالے سے جامعیت قرآن۔
- حضور اکرم ﷺ کے خُلق اور آپ کی سیرت طیبہ کی ہمہ گیریت کی روشنی میں جامعیت قرآن۔
- "الکوثر" سے قرآن کریم کا مراد ہونا اور صاحب قرآن ﷺ کا ازل سے امین قرآن ہونا۔
- اسم قرآن "الروح" اور "النور" کی روشنی میں صاحب قرآن ﷺ کے ازل سے امین قرآن ہونے کا تذکرہ۔
- الفاظِ قرآن کے ساتھ ساتھ روح قرآن اور نور قرآن کے حصول کا طریقہ۔
- تفسیر اور تاویل کا فرق، تفسیر قرآن کے لیے ضروری علوم، فقط ترجمہ کے بھیانک نتائج، ارباب فہم حضرات کی شان، الفاظِ قرآن کے باطن سے مسائل مستنبط کرنے کا طریقہ۔
- ناظرہ قرآن مجید سیکھنے، سکھانے کے فضائل، ناظرہ سیکھنے والے بچوں کے والدین کے فضائل، قرآن مجید کو بھلانے کا گناہ، حفظ قرآن کی دعائیں، ماہرین اساتذہ کے تجربات اور ترتیل و تجوید کے ساتھ حفظ کرانے کا طریقہ۔
- بکثرت تلاوت قرآن کے اسباب، تلاوت قرآن کی کثرت اور سرعت تلاوت پر حیرت انگیز واقعات۔
- ترتیل و تجوید کی فرضیت، خوش آوازی کی فضیلت اور اسکے طبی اور طبی فوائد، غیر معمولی تاثیر اور تدبر فی القرآن کا بیان۔
- قرآن کریم کا امام الکل ہونا، واعظین، مرشدین اور عام لوگوں پر کس حد تک قرآن کا علم حاصل کرنا فرض ہے؟
- قرآن کریم کا شفا ہونا، دم کرنے، کرانے اور تعویذ لٹکانے وغیرہ امور پر انتہائی مدلل بحث۔
- قرآن کریم کو چھونے اور پڑھنے کے آداب، اساتذہ، طلباء اور عام تلاوت کرنے والوں کے آداب، حفظ قرآن میں [illegible]، ختم قرآن میں شمولیت اور ختم قرآن کے وقت دعا کی قبولیت وغیرہ۔

Presented by Ziaraat.com

شَرحُ خَصَائِصِ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ (مطبوع، الطبعة الثالثة)

چند خصوصیات:

- مکمل عربی متن مع سند
- سابقہ عربی طبعات کی غلطیوں کی اصلاح
- ہر حدیث کی مکمل تخریج وتشریح
- سند کے لحاظ سے علماء اصولِ حدیث سے ہر حدیث پر حکم
- ہر حدیث پر وارد ہونے والے تمام اعتراضات کا متین جواب
- مصنف (امام نسائی رحمہ اللہ) کے قائم فرمودہ عنوانات کی روشنی میں خصوصیاتِ مرتضوی
- متن میں مذکور پنجتن پاک علیہم السلام کا تعارف اور ان کے اہم فضائل وخصائص
- جدید وقدیم تمام ناصبی اعتراضات کا انتہائی علمی اور مہذب رد
- علماء ومشائخ اہلِ سنت دامت برکاتہم کی گرانقدر تقریظات
- پانچ سو سے زائد مآخذ ومراجع (کتابیات) کی فہرست مع سنہ طباعت اور مطبع وغیرہ
- صفحات (1150) گیارہ سو پچاس
- مکمل بیروتی طرزِ طباعت وبائنڈنگ اور امپورٹڈ کاغذ۔
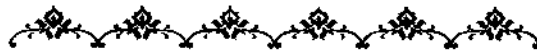
اذانِ مغرب واقامت کے مابین وقفہ (مطبوع)

مغرب کی اذان اور اقامت (تکبیر) کے درمیان مناسب وقفہ کے ثبوت میں پہلی کاوش۔

Presented by Ziaraat.com

لطافتِ جسدِ مصطفیٰ ﷺ (مطبوع)

لطافتِ جسدِ مصطفیٰ ﷺ

نبی کریم ﷺ کے جسمِ اقدس کی نفاست ولطافت
اور فضلات شریفہ کی طہارت و برکت کے موضوع پر
اپنی مثال آپ کتاب۔

تصنیف:
قاری ظہور احمد فیضی

مکتبۃ باب العلم
جامعۃ علی المرتضیٰ لاہور

Presented by Ziaraat.com

مطبوع

أسنى المطالب في مناقب

أمير المؤمنين علي بن أبي طالب ﷺ

تصنیف:

امام ابوالخیر شمس الدین محمد بن محمد الجزری المقری الشافعی متوفی ۸۳۳ھ،

صاحب "حِصنِ حَصِین" اورصاحب "المقدمة الجزرية"۔

ترجمہ، تخریج، تحقیق، تشریح

قاری ظہور احمد فیضی

مکتبہ باب العلم

جامعہ علی المرتضیٰ * لاہور

Presented by Ziaraat.com

زیرِ طبع وزیرِ ترتیب تصانیف وشروح

اہل کساء کا مقام، حقائق واوہام

الذرية الطاهرة النبوية

[صلوات الله وسلامه عليهم]

تصنیف:

امام الحافظ ابو بشر محمد بن احمد بن حماد الدولابی، متوفی ۳۱۰ھ،

ترجمہ، تخریج، تحقیق، تشریح

قاری ظہور احمد فیضی

مکتبۃ باب العلم

جامعۃ علی المرتضیٰؑ لاہور

Presented by Ziaraat.com

الأربعين (مطبوع)

كتاب

الأربعين

في فضائل آل البيت الطاهرين

تصنيف
عبد الله بن صالح بن محمد العبيد
استاذ كلية الشريعة ووكيل مركز دراسات الطالبات
بجامعة الإمام محمد بن سعود الإسلامية، الرياض

ترجمة، تخريج، تحقيق، تشريح
قاري ظهور احمد فيضي

مكتبة باب العلم
جامعة علي المرتضى، لاهور

Presented by Ziaraat.com

زیر طبع و زیر ترتیب تصانیف و شروح

الشمائل المحمدية

للإمام أبي عيسى محمد بن عيسى الترمذي

(۲۰۹ - ۲۷۹ھ)

ترجمة، تخریج، تحقیق، تشریح

قاری ظهور احمد فیضی

مکتبة باب العلم

جامعة علی المرتضیٰ، لاهور

Presented by Ziaraat.com

أسماء القرآن (مطبوع)

شرح

أنوار العرفان

في

أسماء القرآن

اسماء قرآن کی روشنی میں فضائل و علوم قرآن اور مقام
صاحب قرآن ﷺ پر اپنی نوعیت کی پہلی کتاب

تصنیف
قاری ظہور احمد فیضی
ریسرچ سکالر: جامعہ اسلامیہ لاہور

مکتبہ باب العلم
جامعہ علی المرتضیٰ، لاہور

Presented by Ziaraat.com